محمود حسن حسنی ندوی

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

حیات وخدمات، علمی کمالات، اوصاف وخصوصیات، افکار ونظریات، تعلیم وارشاد، اجازات واسانید، علمی ودینی اسفار، سفر آخرت، ملفوظات احوال وآثار، مکتوبات، کتابیات اور متعلق شخصیات، تعارف اور جائزہ۔

سید احمد شہید اکیڈمی
SAYYID AHMAD SHAHEED ACADEMY
دار عرفات تکیہ کلاں رائے بریلی
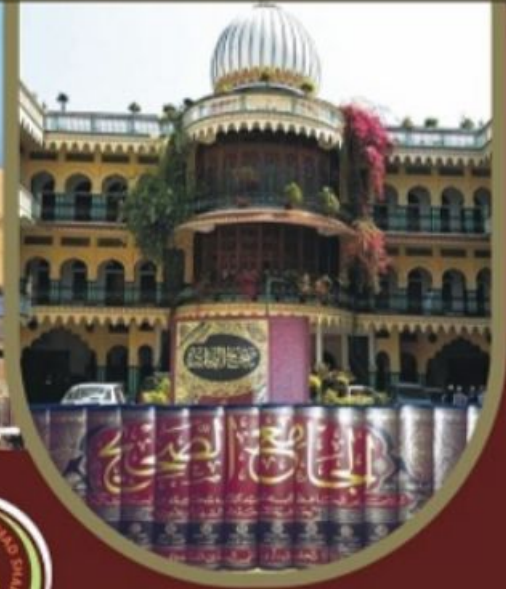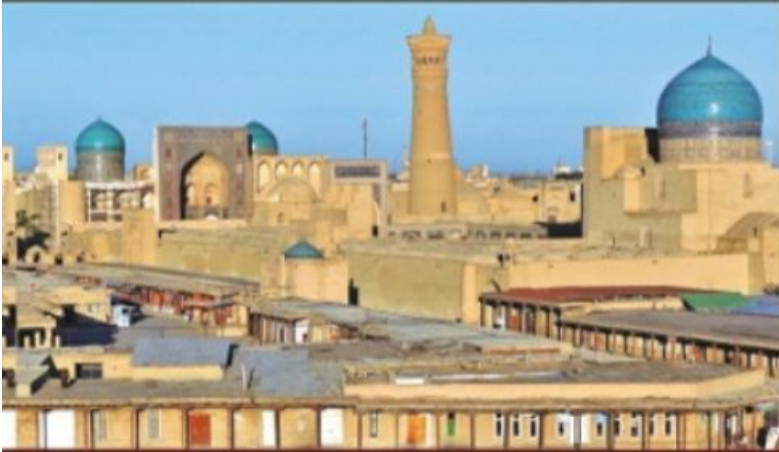
شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نوّر اللہ مرقدہ

حیات وخدمات، علمی کمالات، اوصاف وخصوصیات، افکار ونظریات، تعلیم وارشاد، اجازات واسانید، علمی ودینی اسفار، سفر آخرت، ملفوظات، احوال وآثار، مکتوبات، کتابیات اور متعلق شخصیات، تعارف اور جائزہ۔

مرتبہ
محمود حسن حسنی ندوی

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

طبع اوّل

ربیع الاول ۱۴۴۱ھ - نومبر ۲۰۱۹ء

نام کتاب		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ
مرتب	:	محمود حسن حسنی ندوی
صفحات	:	۵۸۴
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
طباعت	:	نیو ورک لائن پریس، لکھنؤ
کمپوزنگ	:	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ
قیمت	:	-/۴۵۰ (چار سو پچاس روپے صرف)

-: ملنے کے پتے :-

☆ مولانا ایوب صاحب ندوی سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی۔ 9919331295

☆ محمد کلام الدین ندوی مجلس تحقیقات ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ 9889378176

ای میل: info@irp.org.in ویب سائٹ: http://www.airp.org.in

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ، شباب مارکیٹ، لکھنؤ۔ 9198621671

☆ مکتبۂ اسلام، رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، امین آباد، لکھنؤ۔ 9559804335

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

انتساب

ریحانۃ المحدثین حضرت مولانا محمد یونس جونپوری

نور اللہ مرقدہ کے طویل زمانہ اور مختلف مناسبتوں کے رفیق اور ان کے مرشد و مربی اور استاد خاص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کی نسبت سے بہت ہی عزیز ومحبوب بھائی حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کیسے نہ آئے جن پر آپ کی وفات کا گہرا اثر تھا اور انہوں نے آپ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور دوسرے موقع پر خاکسار راقم سطور کو آپ کے متعلق تصنیف کا اشارہ فرمایا اور اب وہ خود اپنے مالک حقیقی کے حضور میں ہیں، اور یہ کام ان کے لئے ایک طرح سے صدقۂ جاریہ ہے کہ:

"الدال على الخير كفاعله"

محمود حسن حسنی ندوی

بروز منگل، ۲۵/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنو)

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

أما بعد!

ہمارے بزرگ اسلاف وعلماء نے اس ملک کو اپنی علمی ودینی کوششوں سے اسلامی رنگ وروپ دینے کی بڑی حد تک جو کامیاب کوشش کی تھی، اسلامی تشخص اور شریعت اسلامی کے وجود کے لئے بہت خطرہ محسوس کیا۔ اس کے تدارک کے لیے ان کے دانشوروں اور علماء دین کی نظر میں جو شکل سب سے زیادہ کارگر محسوس ہوئی، وہ یہ تھی کہ اہل غیرت مسلمانوں کے جذبہ کو متحرک کریں اور اسلام کی اعلیٰ قدروں کے پابند ہونے کی کوشش کریں اور اس کی تقویت کے لیے علوم شریعت کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے تدریسی نظام کا بندوبست کریں، ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس کے لیے صرف عوامی تعاون ہی کا ذریعہ تھا اور اصحاب اقتدار کی مرضی کے بالکل خلاف ہونے کی وجہ سے ان سے کسی ہمدردی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

اہل عزیمت وہمت علماء دین نے جن میں سرخیل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے، دیوبند میں مدرسہ عربیہ دارالعلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور اسی کے طرز پر سہارنپور میں مدرسہ مظاہر علوم نام کا جامعہ قائم کیا گیا۔ حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارن پوریؒ ان لوگوں میں سرفہرست تھے جنہیں اس تعلیمی ادارہ کے قیام وتاسیس کی توفیق ملی، پہلے انہوں نے اپنے گھر میں تعلیم دینا شروع کیا، پھر ایک مسجد میں باقاعدہ ماہ رجب ۱۲۸۳ھ کو شروع کیا گیا،

مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت کے ایک فرد تھے، دیگر حضرات میں مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ محدث اور حکیم سید احمد حسین سہارنپوریؒ وغیرہ تھے۔

ان دونوں جامعات کا مقصد اور مطمح نظر ایک تھا، تحفظ شریعت واحکام دین کی حفاظت کے اس اقدام کو بہت پسند کیا گیا اور دونوں اداروں کو بڑے ربانی اور مخلص علماء حق کی درس وتدریس اور انتظام وانصرام کے کام کے لیے مخلصانہ خدمات حاصل ہوئیں اور پھر بہ تسلسل زمانہ علماء دین کی ایک تعداد امت مسلمہ کو دین سے واقف کرانے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کے اخلاق وعادات کو سنوارنے کے لیے ملنے لگی۔

مظاہر علوم کا طرز دار العلوم دیوبند سے قریب تر رہا، مگر دار العلوم دیوبند کے مقابلہ میں اپنے مخصوص دائرہ میں کاربند رہتے ہوئے تعلیم وتربیت کا کام کیا جاتا رہا۔ یہاں کے ذمہ دار حضرات اور اساتذہ نے ایک طرف تو علوم دینیہ کی بڑی خدمت کی، دوسری طرف اسلامی اخلاق اور دینداری کو پیدا کرنے کی طرف مزید یکسوئی کے ساتھ توجہ کی۔ چنانچہ ان دونوں پہلوؤں میں مظاہر علوم کا اچھا کام سامنے آیا، جو دار العلوم دیوبند ہی کی طرح تھا، لیکن بعض حیثیتوں سے اپنی علاحدہ انفرادیت رکھتا رہا۔ حدیث شریف کی علمی خدمت اور اس کی تعلیمات کے مطابق طلباء اور عامۃ المسلمین کے اخلاق وسیرت سازی کی طرف توجہ نمایاں رہی۔

حدیث شریف کی علمی خدمات میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے موجودہ عہد میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بڑے جید عالم دین اور عظیم محدث تھے، وارث ہوئے اور اپنے شیخ اور استاذ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے جانشین کے طور پر مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور تدریس حدیث اور خدمت علوم حدیث میں امتیازی شان کے مالک ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اپنے والد معظم مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ کی امتیازی خصوصیات کے ایک طرف وارث تھے، اور دوسری طرف سنن ابی داؤد کی عظیم شرح "بذل المجھود" کی تصنیف میں اپنے شیخ واستاذ معظم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے

ساتھ تعاون کیا تھا جس سے یہ شرح دیگر شروح میں خصوصی اہمیت وافادیت کی حامل بنی، اس کے علاوہ حدیث وعلوم حدیث کے سلسلہ میں کئی وقیع تصانیف تیار کیں۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق ومطالعہ، تصنیف وتالیف، عبادت وریاضت میں طاقت سے زیادہ اپنے اوپر بوجھ ڈالا تھا، جس کی وجہ سے آپ کے قویٰ میں کمزوری لاحق ہوئی اور صحت متاثر رہنے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ایک بڑی مخلوق کو فائدہ پہنچایا اور آپ کی کوشش وتربیت کے نتیجہ میں علماء ومشائخ اور مصلحین ومرشدین کی ایک جماعت تیار ہوگئی جس کے ہاتھوں ہندوستان میں علوم دینیہ کی اشاعت، عقائد کی تصحیح، معاشرہ کی اصلاح اور دعوت وتبلیغ کا بڑا کام ہوا۔ ان حضرات میں سب سے نمایاں نام تبلیغی جماعت کے بانی اور ہندوستان کے عظیم مصلح مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ دوسرا مشہور نام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔''(۱)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ممتاز تلامذۂ حدیث میں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، ان کا بھی علم حدیث کی خدمت میں بڑا حصہ رہا۔ انہوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سنن ترمذی کے افادت وعلمی نکات کو ضبط تحریر میں لاکر حدیث شریف کی ایک بڑی خدمت انجام دی، جسے ان کے صاجزادے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے "الکوکب الدری" کے نام سے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کرائی جس پر مزید محنت مولانا محمد عاقل سہارن پوری اور مولانا تقی الدین ندوی نے کر کے اس کی افادیت کو زیادہ عام کردیا۔

مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہر علوم میں حدیث شریف کی تدریس معیاری انداز سے انجام دی اور پھر صاجزادۂ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس

(۱) بصائر، صفحہ ۱۳۱۔ از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

سرہ کو اعلیٰ صفات و اخلاق سے متصف کیا اور حدیث شریف میں خصوصی امتیاز و رسوخ پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی، یہ خود ان کا ایک اہم کارنامہ اور حدیث شریف کی بڑی خدمت تھی۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کے استاذ و شیخ جوان کے بھی استاد و شیخ ہوئے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی استفادہ کیا اور ان کی وہ توجہات حاصل کیں، جن میں دوسرا ان کا شریک و سہیم نہ ہوسکا۔ یہی وجہ تھی کہ انھیں ان کی قائم مقامی ملی۔ حضرت سہارنپوریؒ نے ان کی بڑھتی ہوئی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان کو اپنی علمی خدمت اور حدیث شریف کے کام میں اپنا معاون بنالیا اور حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اس معاونت کو اعلیٰ معیار پر اختیار کیا اور اپنے استاذ کے اس عظیم کام میں جسے وہ نہایت عرق ریزی اور دقیقہ رسی سے انجام دے رہے تھے۔ بھرپور تعاون کے ساتھ شرکت کی اور ان کے علمی و روحانی جانشین بھی ہوئے۔

اس طرح مظاہر علوم، علوم حدیث اور تصوف و سلوک کے طالبین کے لیے ایک بڑا مرکز بن گیا اور سال بہ سال وہاں طالبان دین و علم جوق در جوق پہنچنے لگے اور یہ فیض رسانی کی جو راہ بن گئی تھی، وہ ماشاء اللہ جاری ہے۔

مظاہر علوم مختلف پہلوؤں سے دینی اور تربیتی کام میں امت اسلامیہ کے لیے ایک اہم مرکز کی حیثیت کا مالک بنا، جس کے ذریعہ بزرگوں کے طریقۂ تعلیم و تربیت کے سلسلہ کو ان کے جانشین قائم رکھے ہوئے ہیں، خاص طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی کے منتسبین و خلفاء مفید خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کو ایک صدی سے زائد طویل مدت کی تاریخ حاصل ہے۔ جس کی اپنی فیض رسانی کے لحاظ سے شاندار تاریخ بنی ہے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا علمی و دینی خدمات جن سے جامعہ مظاہر علوم کی شہرت میں بڑا اضافہ ہوا، اپنے پیش رووں کی خدمات کا امتداد تھا، ان کے پیش رووں نے مدرسہ کے قیام کے بعد اس کی ترقی اور افادیت کے لیے جو خدمات انجام دیں، وہ اپنی جگہ پر بڑی اہم اور قابل ستائش ہیں۔ ان کے وقت سے فیض رسانی کا جو سلسلہ جاری ہوا، اس کو حضرت مولانا سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا کاندھلویؒ

نے بام عروج تک پہنچایا۔

مظاہر علوم کو اس کے قیام کے وقت ہی سے جید اور عظیم القدر علماء حاصل ہوئے جن میں حضرت مولانا سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس کے بانی اور اول مدرس تھے، خاص اہمیت و مقام حاصل ہے، وہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین کے ایک فرد رہے تھے اور وہاں بھی تعلیم و تربیت کا کام کرتے تھے۔ مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی خدمات سے اس ادارہ نے تقویت و ترقی حاصل کی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور وہاں کے اساتذہ و شیوخ کے مربی و شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی بھی اسے حاصل رہی۔

مظاہر علوم کی اہم شخصیتوں میں حضرت مولانا احمد علی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، ان کے زمانۂ تدریس سے مظاہر علوم کی حدیث شریف کے علم کی مرجعیت و مرکزیت کا آغاز ہونے لگا تھا، حدیث شریف میں آپ کی نمایاں خدمات اور درس کی مقبولیت کا دور دور چرچا تھا، اسی زمانہ میں آپ سے استفادہ کے لیے حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی و ناظم اول ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تشریف لائے اور ایک سال مکمل قیام کر کے دروس حدیث شریف میں بڑے اہتمام سے شرکت فرمائی، ان کے علاوہ علامہ شبلی نعمانی اول معتمد تعلیم ندوہ نے بھی کچھ مدت گزاری، مظاہر علوم کی شروع کی دیگر شخصیات میں ایک نام مولانا سخاوت علی انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ ان حضرات کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے ملک و بیرون ملک میں نفع عام ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا عبداللطیف پور قاضوی اور مولانا اسعد اللہ رام پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تربیت سے مظاہر علوم کی شہرت دور دور ہوئی، اور اس کی حسن خدمات کا اعتراف تمام اہل دین کرتے ہیں اور اس کے اثرات آج صرف ہندوستان بلکہ برصغیر ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں یہاں تک کہ امریکہ و افریقہ اور یورپ کے ملکوں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں، جہاں انہی حضرات سے کسب فیض کرنے والے حضرات علم حدیث اور دین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صرف علمی شاگرد ہی نہ تھے بلکہ تصوف اور سلوک میں بھی ان کے جانشین ہوئے، اور اس فیض کو بھی جو انہوں نے اپنے استاذ سے حاصل کیا تھا، بہت وسیع اور اہمیت رکھنے والے انداز سے جاری کیا، علم حدیث کی خدمت کے پہلو سے وہ مظاہر علوم کے بلند مرتبہ شیخ الحدیث ہوئے اور اس کے ذریعہ انہوں نے اپنے ہزاروں طالبان حدیث شاگردوں میں حدیث کا ذوق اور اس کی خدمت کا شوق پیدا کیا، اور علمی و تصنیفی پہلو سے خدمت حدیث کا مزید کام انجام دیا اور مؤطا امام مالکؒ کی عظیم الشان شرح تیار کی اور صحیح بخاری شریف کے بعض پہلوؤں پر اور حدیث شریف کے موضوع پر تصنیفات نہایت محققانہ انداز میں تیار کیں۔ دوسری طرف تربیت دینی اور ارشاد باطنی کے کام کو وسیع اور مؤثر انداز میں انجام دیا۔

اس آخری دور کی دیگر اہم شخصیات میں جن حضرات نے علم حدیث کی نمایاں خدمت انجام دیں، ایک نام مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور جلیل القدر عالم دین تھے، جن کی کتاب ''إعلاء السنن'' حدیث شریف کے موضوع پر بڑی وقیع، فاضلانہ اور بلند پایہ تصنیف ہے، جو شام کے ممتاز جلیل القدر محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب بیس جلدوں میں مکمل ہوئی تھی، اس کا مقدمہ ''انهاء السكن'' کے نام سے خود ایک کتاب ہے، جسے شام کے مشہور محقق وفاضل ابوغدہ نے اپنی قیمتی تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ ''قواعد في علوم الحديث'' کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف کی تفسیر، تصوف، فقہ اور فضائل پر متعدد تصنیفات ہیں۔

دوسرا نام مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے خاص تلامذہ اور مسترشدین میں تھے، آپ کی تصنیفات میں اہم ترین تصنیف ''ترجمان السنۃ'' ہے یہ کتاب چار جلدوں میں ہے، اور اپنے موضوع پر ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، یہ مولانا کے آخری دور کی تصنیف ہے، اس کی چوتھی و آخری جلد مولانا کی وفات کے بعد شائع ہوسکی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا ضروری اور مستند ذخیرہ ایک نئی ترتیب اور نئے عنوانات

کے تحت اُردو زبان میں منتقل ہوا اور اس ذخیرہ سے متعلق جو مباحث تھے، ان سے استفادہ کے لئے اچھے پیرایۂ بیان میں اور جدید ذہنوں کی رعایت کرتے ہوئے تشریحات پیش کی گئی ہیں۔

اسی صف کے دو اہم نام اور ہیں، ایک مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی کا اور دوسرا مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ کی علم حدیث میں خدمات اہمیت اور قدر و قیمت کی حامل ہیں۔ ''طیب الشذی'' کے نام سے جامع ترمذی کی بڑی عالمانہ شرح لکھی، جس پر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی تقریظ ہے۔ اس کے علاوہ سنن نسائی اور مؤطا امام مالک پر علمی و تحقیقی حواشی تحریر فرمائے، مؤطا امام مالک کے رجال پر ایک کتاب ''کشف المغطا عن رجال المؤطا'' تصنیف کی۔

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اہم اور وقیع کام سامنے آئے، جن میں ''معارف القرآن'' (تفسیر قرآن کریم) اور ''التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح'' کو اچھی شہرت و مقبولیت ملی۔ مولاناؒ کی بخاری کے ابواب و تراجم اور اس کے مشکلات کے حل پر ایک کتاب ''تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری'' بھی ہے۔

بعد کی شخصیات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ، مولانا عبیداللہ بلیاویؒ اور مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ کی علم حدیث میں خدمات قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی ''أمانی الأحبار في شرح معانی الآثار'' سامنے آئی جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ نے سنن ترمذی کا اختصار و تلخیص ''تلخیص الترمذی'' کے نام سے مرتب کیا اور طحاوی شریف کی تلخیص و اختصار ''تلخیص الطحاوی'' کے نام سے کیا۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ نے ''مجانی الأثمار من شرح معانی الآثار'' کی مکمل تالیف کی اور ''زادُ الطالبین من کلام رسول رب العالمین'' کے نام سے حدیث شریف کا ایک قیمتی مجموعہ مرتب کیا۔ اس کے علاوہ حدیث شریف پر اور بھی ان کے کام سامنے آئے۔

مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارن پوری کی کتاب ''تراجم الأحبار فی رجال معانی الآثار'' بھی ایک اہم وقیع کام ہے، اس کے علاوہ بھی حکیم صاحب نے طحاوی شریف سے

بھی اعتناء کیا ہے، عربی میں اس کا مختصر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ "تهـذيب التهذيب" پر بھی ان کی بعض تعلیقات وتصنیفات ہیں۔

خوشی ومسرت کی بات ہے کہ مظاہر علوم کو ایسے فاضل اساتذہ اور مربی آج بھی دستیاب ہیں جو نئی نسل کی علمی ودینی تربیت کے کام میں مصروف ہیں اور تحقیقی وتصنیفی ذوق پیدا کرنے کے لئے رہنمائی کررہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وتحقیقی کارناموں کے علاوہ تربیت دینی اور تزکیہ وتصوف کی صفت سے بھی ہزاروں ہزار لوگوں کو نفع پہنچا۔ حدیث شریف کے باقاعدہ درس کے علاوہ مسلسلات کے درس کا بھی اہتمام سال میں ایک بار ہوتا تھا۔ جس میں جامعہ کے طلباء کے علاوہ دیگر جامعات کے علماء واعیان شریک ہوتے اور ہر سال ہزاروں کو شرف تلمذ حاصل ہوتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ جو دوسری جگہوں پر رہ کر علم حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان میں فاضل گرامی مولانا ڈاکٹر تقی الدین اعظمی مظاہری ندوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں حدیث شریف سے مناسبت پیدا کی اور "بذل المجهود في شرح سنن أبي داؤد" اور "أو جز المسالك شرح موطا للإمام مالك" کو تحقیق کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ایک اچھا تصنیفی ذخیرہ بھی حدیث شریف کے تعلق سے پیش کیا ہے۔

مظاہر علوم کی مسند درس حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے بڑے عزیز اور معتمد شاگرد حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے حوالہ کرکے ایک مثال قائم کی اور یہ توقع بھی کی کہ وہ ان سے لمبی مدت تک اس مسند سے اس فیضان کو عام کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے پچاس سال سے زیادہ حدیث شریف کی تدریس اور پورے پچاس سال بخاری کے درس کی خدمت انجام دی اور گہرے اور وسیع مطالعہ، مزید اپنی قوت یاداشت اور ذہانت، اپنے سلسلہ تعلیم وتعلم اور سلسلہ اصلاح وتربیت کی برکت کے نتیجہ میں وہ مقام حاصل

کیا کہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء اور بلادِ عربیہ کے طالبین علم حدیث اور علماء نے بھی ان کی طرف رجوع کیا، اور انہوں نے حدیث شریف سے شغف، اس کے مطالعہ میں یکسوئی اور انہماک کے نتیجہ میں جو رسوخ و تبحر پیدا کرلیا تھا، وہ مقام بھی حاصل کیا تھا کہ روایت حدیث کے سلسلہ میں ان کی رائے کو بہت اہمیت دی جانے لگی تھی، اس کی وجہ سے اور اس کے ساتھ انہیں جو مصلحانہ اور مربیانہ کردار حاصل تھا ان کی وفات کا سانحہ بہت محسوس کیا گیا، خاص طور سے علمی حلقوں نے اس کو بہت اہمیت دی اور اپنے مضامین اور مقالات اور تاثرات کے ذریعہ انہیں اچھا خراج عقیدت پیش کیا اور واقعی یہ بہت محسوس کیا جانے والا خلا ہے جو سامنے آیا۔

ان کو جو علمی تعمق اور رسوخ اور مطالعہ کا تنوع اور توسع حاصل تھا اور مزاج و فکر میں عدم تعصب اور مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے ائمہ اور علماء سے استفادہ کا شوق اور ان کی قدردانی تھی، اس نے ان کو اپنے ملک کے علاوہ بلادِ عربیہ کے حلقوں میں بھی ایک مقبول محدث اور محبوب شخصیت کے طور پر متعارف کرادیا تھا، یہ ان کا امتیاز تھا، جو انہیں اپنے عصر کے علماء اور محدثین اور برصغیر کے اساتذہ حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ظاہر ہوا جسے ان پر لکھی گئی کتابوں، مقالات اور علمی مذاکرات کے انعقاد سے خاص طور پر سمجھا جاسکتا ہے، مجھے بھی مختلف ملاقاتوں اور علمی تبادلہ خیال میں ان کی اس خصوصیت کا اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی، ان کی للٰہیت اور ربانیت کی صفت بھی متاثر کرنے والی صفت تھی اور ان سب چیزوں نے انہیں مرجع بنادیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے علوم و معارف سے لوگوں کو مستفید فرماتا رہے اور ان کے مراتب بلند فرمائے۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی شخصیت کا اعتراف ملک اور ملک سے باہر بھی ہر جگہ خوب کیا گیا اور کیا جارہا ہے اور ان پر سیمیناروں اور رسائل و مجلّات کے خصوصی اشاعتوں کے علاوہ کتابوں کی تصنیف کا ایک سلسلہ جاری ہے۔

پیش نظر کتاب ”سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ“ ان سے متعلق لکھی جانے والی کتابوں میں صرف ایک اضافہ نہیں ہے؛ بلکہ سوانحی طرز کی بعض خصوصیات رکھنے کے ساتھ اہم اضافہ ہے، یہ ان کا حق تھا اور یوں بھی حق تھا کہ مصنف کتاب

عزیزی مولوی سید محمود حسن ندوی سلمہ اللہ کو ان کی شفقت اور توجہ حاصل رہی ہے اور ان کے قلم سے کئی اصحاب فضل وکمال اور اہل علم ودین شخصیات پر کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں اور پسند کی گئی ہیں، جن میں ایک کتاب خود ان کے اپنے نانا اور میرے بڑے بھائی حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کے متعلق بھی ہے جو ایک باکمال سوانح نگار کے طور پر متعارف رہے ہیں اور انہیں یہ جذبہ اور حوصلہ اپنے نانا سے کسی حد تک موروثی طور پر بھی ملا ہے، جو انہیں اپنے نانا حضرت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (والد ماجد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) سے تذکرہ وسوانح نگاری اور تاریخ نویسی کا ملا تھا۔

پیش نظر کتاب بیس ابواب اور ساڑھے پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جس میں اچھے انداز سے ان کے خاندانی، تعلیمی، تربیتی حالات، علمی روحانی دینی کمالات و خصوصیات، احوال وآثار اور ملفوظات، اسانید اور اقران ومعاصرین میں ان کی امتیازی شان اور صرف برصغیر نہیں بلاد عرب، یورپ وافریقہ میں ان کے علمی دینی فیضان اور ان کے تلامذہ کا حال بھی آگیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ پیش نظر کتاب مفید ثابت ہوگی اور اس سے حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی، اور ان کے علمی کمالات ودینی خصوصیات سے کسی حد تک واقفیت بھی حاصل ہوگی، اللہ تعالی قبول فرمائے اور مبارک کرے۔ (آمین)

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

دائرہ حضرت شاہ علم اللہ، تکیہ کلاں،
رائے بریلی
یوم عرفہ، ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسّلام على سيّد المرسلين سيّدنا محمد، وعلىٰ آله وصحبه أجمعين وبعد!

ہندوستان میں علم حدیث کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں صاحب ''کنز العمال''، شیخ علی متقی، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمات زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں اور ہندوستان میں حدیث کو رواج دینے میں ان کی اولین خدمات کا اعتراف سبھی نے کیا ہے، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ان کے فرزند و جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور ان کے علمی جانشین ونواسہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی اور بھتیجہ حضرت شاہ اسماعیل شہید، پھر اسی سلسلہ کی دوسری عظیم شخصیات حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، میاں نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، اور ان کے جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا حیدر حسن خاںؒ محدث دارالعلوم ندوۃ العلماء وغیرہ کی علم حدیث کے میدان میں خدمات اور کارنامے ایسے ہیں جن سے برابر روشنی حاصل کی جاتی رہے گی۔

مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے شاگردوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ جن کے نام کا جزء ہی شیخ الحدیث بن گیا تھا، حدیث کی تدریس وتشریح کے ساتھ ساتھ متقدمین کے صفات واخلاق کی حامل ایسی شخصیت تھے جن کے علمی وروحانی دسترخوان سے لاکھوں افراد آسودہ ہوئے، انہی کے خوشہ چیں اور حدیث شریف میں

ان کے عزیز شاگرد مولانا محمد یونس جونپوریؒ تھے، اوران کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان کو اپنی جگہ خود بٹھا دیا تھا جب وہ مدینہ پاک ہجرت فرمارہے تھے، یہ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء کی بات ہے، اس طرح ان کو ایک طویل مدت خدمت حدیث اور تدریس حدیث کی ملی، صرف بخاری شریف کی تدریس کو دیکھا جائے تو شوال ۱۳۸۸ھ سے شوال ۱۴۳۸ھ تک ان کی مدت تدریس پچاس سال کی ہے، حضرت شیخ کی دعا اور توجہ کا اثر تھا کہ ان سے فرمایا تھا: تم ہم سے آگے نکل جاؤ گے، مظاہر علوم کے وہ حضرت شیخ کے بعد شیخ الحدیث ہوئے تھے، ناہموار حالات میں بھی انہوں نے اپنے شیخ کی وصیت پر پوری استقامت سے عمل کیا، اوراپنے لیے کوئی دوسری جگہ اختیار نہیں کی، استغناء، زہد اور ورع وتقوی کی خصوصیت کے ساتھ انہوں نے علم حدیث کے لیے پوری یکسوئی اختیار کی اور وہ برابر علم میں اضافہ کرتے رہے، اور ان صفات وخصوصیات کو بھی اختیار کیا تھا جو علم حدیث کے حصول کے لیے ضروری ہیں اور جن کا ہر دور میں علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء اہتمام کرتے ہیں۔انہوں نے غیر تعلیمی سرگرمیوں سے اپنے کو دور رکھا اور اپنے موضوع کے مطالعہ اور تدریس کی تیاری میں اپنے وقت کو صرف کیا، اور روحانی ترقی کے لیے بھی وقت مخصوص کیا۔

مولانا محمد یونس صاحب کا تعلق اصلاً جونپور سے تھا، جونپور، اعظم گڑھ، پرتاپ گڈھ، سلطان پور، رائے بریلی اور اس کے اطراف میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خاندانی بزرگوں کے دعوتی واصلاحی دوروں کے اثرات نمایاں رہے تھے، خاص طور پر جونپور کے علماء وبزرگوں میں متعدد حضرات، حضرت سید احمد شہیدؒ سے وابستہ تھے اور مولانا سخاوت علی جونپوریؒ، مولانا کرامت علی جونپوریؒ ان کے خلفاء میں تھے، جنہوں نے جونپور، اعظم گڈھ، رائے بریلی، سلطان پور اور پرتاپ گڈھ کے علاقہ میں بڑا دینی واصلاحی کام کیا جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے، بعد کے علماء میں مولانا ابوبکر شیث جونپوریؒ حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ کے خلیفہ تھے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے نانا تھے، مولانا محمد یونس صاحب اس نسبت کا بھی پاس رکھتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دو مشہور خلفاء حضرت شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا تعلق حضرت مولانا سید محمد امین

نصیرآبادی سے بھی رہا تھا، حضرت شاہ وصی اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ کے ان اولین اور محسن اساتذہ میں تھے جن کی فکر وتوجہ سے مولانا محمد یونس صاحب کو علمی میدان کے طور پر مظاہر علوم کی درسگاہ میں جگہ ملی، مولانا یونس صاحب کو حضرت مولانا کرامت علی جونپوری اور حضرت مولانا سید محمد امین حسنی نصیرآبادیؒ سے عقیدت تھی اور حضرت مولانا محمد امین حسنی نصیرآبادیؒ سے عقیدت کی بنا پر ان کے خاندان کے افراد سے محبت واکرام سے ملا کرتے تھے جن میں یہ ناچیز بھی تھا۔

مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے میرا تعارف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے واسطے سے تھا کہ میرا حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری کا معمول تھا، خاص طور سے دہلی کے زمانۂ قیام میں جو ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۳ء تک رہا، میں وقت نکال کر سہارنپور حضرت شیخؒ کی خدمت میں جاتا تھا، مولانا محمد یونس جونپوری حضرت شیخؒ کے یہاں رہا کرتے تھے، اور ان کے علمی کاموں میں معاون بھی ہوتے تھے، اور حضرت شیخؒ کی ان پر خاص نظر عنایت تھی، جو محسوس کی جاتی تھی، حضرت شیخؒ نے انہیں ان کے باطنی جوہر کو دیکھتے ہوئے خلافت واجازت اور بیعت وارشاد سے بھی سرفراز کیا تھا، اور اس سلسلہ میں بھی انہوں نے دوسروں کو نفع پہنچایا۔

مولانا محمد یونس جونپوریؒ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے حدیث میں خصوصی استفادہ کے ساتھ سلوک وتربیت میں رہنمائی حاصل کرنے کا تھا، اس سے ان میں علمی اشتغال کے ساتھ دعوت وارشاد کی خصوصیت بھی پیدا کردی تھی، ان سے ملاقات میں یہ بات ظاہر ہوتی اور وہ مدرسہ کی چھٹیوں سے فائدہ اٹھا کر دینی ودعوتی سفر کرتے تھے، اور لوگوں کو علمی فائدہ کے ساتھ دینی فائدہ بھی پہنچاتے تھے، حضرت شیخؒ نے ان کو ابتداء میں جن نصیحتوں سے نوازا تھا، ان کا ذکر انہوں نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کیا ہے کہ:

> ”جہاں تک ہوسکے، اکابر کے نقش قدم پر چلنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں کبر سے پورا اجتناب کرنا اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے، مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا، اخلاص سے کام کرنا“۔

اور ایک نصیحت یہ بھی فرمائی جس کا انہوں نے ان نصیحتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

"ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اسی کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے"۔ (۱)

ان سے مل کر یہ بات بھی محسوس ہوتی تھی کہ صفائی قلب کے نتیجہ میں ان کے اندر قوت ادراک بڑھ گئی ہے، اور ان باتوں کا ایک دم ان سے اظہار ہوجاتا تھا جو وہ انفرادی حالات اور سماجی حالات کے اثر سے محسوس کرتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع تھا اور کتابوں کے علاوہ رسائل وجرائد کا بھی مطالعہ کرتے اور ہمارے یہاں کے پرچوں "البعث الاسلامی، الرائد، تعمیر حیات" وغیرہ کا بھی مطالعہ کرتے اور ہمارے مضامین بھی دیکھتے تھے، اور ملاقات پر اپنی رائے بھی ظاہر فرماتے، انہوں نے ایک موقع پر یہ بات بھی فرمائی کہ مضمون پر جب حدیث کی چھاپ ہوتی ہے تو اس کی افادیت دوچند ہوجاتی ہے اور نورانیت پیدا ہوجاتی ہے چاہے وہ سیاسی مضمون ہو۔

مولانا یونس صاحب صرف محدث ہی نہ تھے؛ بلکہ مصلح بھی تھے، یہ ان کی خوبی تھی کہ ان سے ملنے والا جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتا ہو، اس کو صحیح مشورہ دیتے اور کوئی خلاف سنت یا خلاف شرع عمل ہوتا تو اس پر تنبیہ کرتے، ان کو حق بات کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔

مولانا محمد یونس حب رسول ﷺ کو صرف ان باتوں پر محمول نہیں کرتے تھے جو لباس و پوشاک اور رہن سہن کھانے پینے کے خاص انداز میں ہی جلوہ گر ہوتا ہے، دینی حمیت، ملی غیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو چیلنج کرنے والی باتوں اور تحقیقات کو باطل کرنے کی کوششوں کو بھی حب رسول ﷺ کا بڑا حصہ سمجھتے تھے، اور اپنی مجلسوں میں برملا اس کا اظہار بھی کرتے۔ اسی وجہ سے سرسید احمد خان کی بعض کاوشوں کو بھی سراہتے تھے، جو انہوں نے اسلام کے دفاع اور نبی اسلام کی سیرت پر مستشرقین کے اعتراضات کے رد میں کیں۔

مولانا مرحوم کو ندوۃ العلماء سے اور اس کے اکابرین علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے دینی وقلبی تعلق تھا، اور ان کی تحریروں کے وہ بڑے

---

(۱) بحوالہ حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفائے کرام، مرتبہ: مولانا محمد یوسف متالا، صفحہ: ۱۳۲-۱۳۴

قدرداں تھے، اور اپنے درس حدیث میں ان کے حوالے دیتے، اور طلبہ پر زور دیتے تھے کہ ان حضرات کی کتابوں کا مطالعہ کرو، اور ان کی علمی تحقیقات سے استفادہ کرو، علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب سیرۃ النبیؐ کی خدمت کو اپنے زمانہ کی بڑی دینی خدمت اور دفاع اسلام کا عظیم کارنامہ سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بڑی محبت تھی اور ان سے ملاقات واستفادہ کے لیے انہوں نے رائے بریلی اور لکھنؤ کے کئی سفر بھی کئے اور ایک سفر حدیث کی اجازت کے لئے کیا اور اوائل پڑھ کر اجازت حدیث بھی حاصل کی اور جب ان کی وفات ہوئی تو بغیر ریزرویشن کے فوراً جنازہ میں شرکت کے جذبہ سے سہارنپور سے روانہ ہو گئے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ودینی مقام پر ایک خطاب بھی رائے بریلی میں مقیم لوگوں کے سامنے کیا۔

مولانا یونس صاحب کی وفات سے علمی حلقوں میں جو خلا ہوا ہے اس کا پر ہونا آسان نہیں ہے، اس لیے کہ کسی شخصیت کے بننے میں ایک مدت لگتی ہے اور اس کے عوامل بھی ہوتے ہیں، جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتے اور اس کا فطری صلاحیت پر بھی انحصار ہے، اور بعد میں اس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

شیخ محمد یونس جونپوریؒ کی حیات وخدمات، شخصیت وکمالات اور حدیث شریف میں بلند پایہ تصانیف ومؤلفات اور اہم علمی افادات پر جو علمی وتصنیفی کام سامنے آرہے ہیں، ان میں پیش نظر کتاب بھی ہے جس میں شیخ محمد یونس جونپوریؒ کی علمی وعملی زندگی کی مختلف جہتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے مصنف عزیز القدر مولوی محمود حسن حسنی ندوی ہیں جن کو تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق اور سلیقہ ہے اور ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر مقبول ہو چکی ہیں، مصنف کو مولانا شیخ محمد یونس جونپوریؒ سے ربط وتعلق بھی تھا اور ان کی مجالس میں شریک بھی ہوئے ہیں، میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کے عنداللہ مقبول ہونے کی دعا کرتا ہوں۔

محمد واضح رشید حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنو

۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ
۲۰۱۸/۱۲/۲۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء وامام المرسلين محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان و دعا بدعوتهم إلى يوم الدين، أما بعد:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس مظاہری (متوفی ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے محبوب شاگرد تھے، انہوں نے ان سے تعلیم حاصل کی، اور طریقۂ تدریس میں بھی استفادہ کیا، اور مظاہر علوم کے دیگر اساتذہ سے بھی استفادہ کیا، اور اس فن میں کمال حاصل کیا، سند و رجال حدیث میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے، مظاہر علوم سے فراغت کے بعد وہیں استاذ مقرر ہوئے، ۱۳۸۸ھ میں شیخ الحدیث کے باوقار منصب پر فائز ہوئے، اور وفات تک یہ سلسلہ رہا، ان کی نمایاں خدمات میں صحیح بخاری کی شرح و حواشی ہیں، جن میں نبراس الساری، أنیس القاری خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اور مسلم شریف پر ان کا حاشیہ ''مذکرات معلّم فی صحیح مسلم'' بھی ہے، ان کے علاوہ ان کے شاگردوں نے حدیث سے متعلق ان کی جو تحقیقات جمع کی ہیں، ان میں نوادر الفقه، نوادر الحدیث اور الیواقیت الغالیة، کتاب التوحید اور الرد علی الجهمیة ہیں، اس کے علاوہ اور بھی کتابیں جیسے تذکرۂ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں، جو ان کی وفات کے بعد بھی ان سے استفادہ کا ذریعہ ہیں۔

مولانا محمد یونس مظاہریؒ نے اپنا اصلاحی اور تربیتی تعلق بھی حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے رکھا، چنانچہ حضرت شیخ نے

انہیں خلافت سے بھی نوازا، ان کو چاروں سلاسل میں بھی اجازت حاصل تھی، اس نسبت کو انہوں نے ظاہری شان کے لئے کبھی نہیں استعمال کیا، بلکہ اس کے ذریعہ اصلاح باطن پر ساری توجہ مرکوز کی، اللہ تعالیٰ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے پڑھانے کی توفیق دی تھی، اس لئے وہ اس مشن کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے، انہیں یقین تھا کہ نبوت محمدیؐ کے اصول چہارگانہ میں تزکیہ کو بڑی اہمیت ہے، اسی سے ایک انسان کی زندگی کامل ومکمل ہوتی ہے، ورنہ وہ کتابی علم کے ذریعہ صرف نقوش تک پہنچتا ہے، نفوس کو فائدہ پہونچانے سے عاجز ہوتا ہے۔

علم حدیث ان کا اختصاصی موضوع تھا، اس فن کے تمام گوشوں سے وہ واقف تھے، ان کو کئی معتبر مشائخ سے اجازت حدیث بھی حاصل تھی، یہی وجہ تھی ملک وبیرون ملک کے علماء و مشائخ ان سے اجازت حدیث کے لئے حاضر ہوتے تھے، مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشق رسول تھے، علم حدیث سے ان کا تعلق ایسا اٹوٹ تھا کہ صحت وتندرستی، بلکہ بیماری کے زمانہ میں بھی اس کو باقی رکھا، اور اسی تعلق میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مجلسوں کے حاضر باش اور معتمد علیہ تھے، بخاری شریف کا اکثر حصہ انہیں یاد تھا اور محدثین کے اقوال بھی انہیں ازبر تھے، بغیر کتاب دیکھے ان کو سنادیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے علم حدیث سیکھا اور اس کا حق ادا کیا، مظاہر علوم میں ان کے ابتدائی زمانے سے ہی سہارن پور میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے وقت سے جانا تھا، جہاں وہ یکسوئی سے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، جس کو انہوں نے پوری زندگی قائم رکھا۔

مولانا محمد یونس مظاہری کی مقبولیت کا راز طویل تدریسی تجربات میں مضمر ہے، نہ زمان و مکان کے حدود میں، بلکہ ان کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت کا راز علم حدیث سے اشتغال اور اس کی نشر واشاعت میں ہے، وہ پورے پچاس سال صحیح بخاری کا درس دیتے رہے، اس درمیان ہزاروں محدثین ان کے خوانِ علم سے مستفید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حدیث کی خدمت کی بدولت بے شمار حدیثی خصوصیات سے نوازا تھا، وہ ایک طرف حدیث کے اچھے استاذ اور اس کے ناقل وحافظ تھے، تو دوسری طرف ان کے معانی میں پوری درک وبصیرت رکھتے تھے، گویا فہم حدیث اور نقل حدیث میں یکساں کمال رکھتے تھے، روایت ودرایت کے لحاظ سے بھی درجہ کمال تک پہنچے ہوئے

تھے، اسی حدیث کی برکت سے وہ بشارت نبویؐ کے مستحق رہے، جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاداب رکھے، اس کو جس نے مجھ سے حدیث سنی اور اسے یاد رکھا اور دوسروں تک پہونچایا۔

حدیث میں موجود ربانی اور ایمانی اوصاف کے شیخ محمد یونس مظاہریؒ مکمل نمونہ تھے، وہ ربانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، تعلق مع اللہ اور قرب الٰہی کی دولت سے مالا مال تھے، اخلاص، تقوی، شکر، صبر، قناعت، توکل علی اللہ جیسی صفات سے متصف تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی در کے سوالی نہیں رہے، اسی سے لو لگانا، اسی سے مانگنا، مسائل ومشکلات میں اسی کی طرف رجوع کرنا ان کی طبیعت ثانیہ تھی، مزید یہ کہ وہ سنت نبویؐ پر پوری طرح عامل تھے، ان کا کردار قرآنی وحدیثی تھا، ان کے ذریعہ ہزاروں بندگان خدا نے فیض اٹھایا، اور تاحین وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ ہمارے عزیز مولانا محمود حسن حسنی ندوی جن کو سیرت و سوانح سے خاص مناسبت ہے، اور یہ ورثہ ان کو اپنے نانا محترم حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ سے فطری انسیت کی بناء پر ملا ہے، نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس مظاہریؒ کی جامع سوانح مرتب کی ہے، اور اس کو سترہ ابواب میں تقسیم کیا ہے، مولانا یونس صاحب کی علمی اور عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بڑی مہارت کے ساتھ سمیٹا ہے، ان کے تقرب الی اللہ اور مدراج سلوک کو بھی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے، اور ایک باب میں حدیث شریف میں ان کے امتیاز و تفوق کو ظاہر کیا ہے، اساتذہ ومشائخ سے ان کی اجازت اسانید اور فیض یافتگاں اور معاصر شخصیات سے متعلق بھی اہم ابواب قائم ہیں، اور ایک باب ان کے ملفوظات ومجالس کے ساتھ خاص ہے۔ اس طرح یہ کتاب ایک جامع اور مکمل سوانح کا نمونہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں اور بیش از بیش علمی فتوحات کا سلسلہ دراز ہو، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

راقم الحروف

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء

بروز جمعہ ۱۴/۶/۱۴۴۰ھ

۲۰/۲/۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"ان الله لا ينزع العلم بعد أن أعطاهموه انتزاعاً، ولكن ينتزعه منهم مع قبض العلماء بعلمهم۔"	اللہ تعالیٰ علم کو یوں ہی نہیں اٹھا لیں گے، علماء کی وفات سے اس کو اٹھا لیا جائے گا۔

(صحیح البخاری:۷۳۰۳)

یہ حدیث ہمارے حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ وفات پر پوری طرح صادق آتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ جبل العلم تھے، اس دور پرفتن میں ان کا وجود باعث برکت تھا، علم وروحانیت کا ایسا دوآتشہ ان گنہگار آنکھوں نے کم ہی دیکھا ہے، پورے پچاس سال وہ مظاہر علوم میں بخاری شریف کا درس دیتے رہے، درس دینے والے بہت ہوتے ہیں، لیکن جہاں سے علم کے سوتے پھوٹتے ہوں، روایت ودرایت کے اعتبار سے ایسی باریکیاں سامنے آتی ہوں کہ علمائے متقدمین کی یاد تازہ ہو جائے، ایسے لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں، معلوم ہوتا تھا کہ فتح الباری اور عینی ہی نہیں، متون احادیث کے ذخیرے ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں، استحضار اس غضب کا کہ کہیں بھی کوئی باریک فرق نظر آیا دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کر دیا، مسامحات پر ایسی گہری نگاہ نظر نہیں آتی، اخیر دور کی بات ہے کہ صحیح بخاری پر تعلیقات کا کام الحمد للہ تکمیل کو پہنچا جو اہل علم کے لئے ایک تحفہ ہے، کسی عرب عالم نے دریافت کیا تو فرمایا کہ اصل تو یہی ہے کہ "لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد و نية" فتح الباری کے انتہائی قدردان، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت کے قائل اور اس کے معترف، لیکن مولانا کی ژرف نگاہی کہ انہوں نے ضرورت محسوس کی، یہ تعلیقات کوئی تکرار نہیں، بلکہ ایسے علمی حقائق اس میں ہیں جو بہت سے اصحاب نظر سے بھی مخفی رہے، مولانا نے وہ کھولے، لیکن

حدیث سنا کر بات صاف کردی کہ ’’جِھَادٌ وَ نِیَّۃٌ‘‘ ایک محنت ہے اور بلند نیت کے ساتھ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی نگاہ نے ان کو پڑھ لیا تھا، اپنی جگہ بٹھایا، جب کہ ان کی عمر تیس بھی مکمل نہیں ہوئی تھی، اور ایک بند لفافہ بھی حوالہ کیا کہ اس کو چالیس سال کے بعد کھولا جائے، شیخ کی بلند نگاہی اور دور رسی اور مولانا کا صبر و تحمل، وہ پورے چالیس سال کے بعد کھولا گیا تو اس میں یہ جملہ تھا ’’جب یہ کھولو گے تو مجھ سے آگے ہو گے‘‘، استاد شاگرد کے اشارات وہ جانیں، لیکن یہ بات طے ہے کہ مدت تدریس میں وہ آگے بڑھ گئے، جب شیخ نے بخاری تفویض کی تو کسی صاحب دل نے کہا تھا کہ خود ۴۰ سال پڑھا گئے اور پچاس سال کا انتظام کر گئے، بات ’’گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود‘‘ ثابت ہوئی اور پچاس سال مکمل ہو گئے۔

مولانا کسی بڑے علمی گھرانے کے نہ تھے، وہ جونپور کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے، والد عام کھیتی باڑی کرنے والے انسان تھے مگر دیندار، کچھ ابتدائی تعلیم وہیں گاؤں میں ہوئی، اس دوران گاؤں کے دستور کے مطابق کبھی جانور چرانے کے لئے بھی بھیجے جاتے رہے، مگر مولانا کو اللہ نے دوسرے کام کے لئے منتخب کر لیا تھا، کبھی تنہائی میں بیٹھ کر رو لیتے، کسی طرح حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کے پاس پہنچ گئے، مولانا نے دیکھ کر بھانپ لیا، والد سے اجازت لے کر تعلیم میں باقاعدہ لگا دیا، متوسطات تک تعلیم ہوئی تھی، ان کو لے کر مظاہر علوم میں داخل کرا دیا، مولانا بچپن کے کمزور اور بیمار تھے، یہاں آ کر اور بیمار پڑ گئے، شیخ نے کہا: جا کر علاج کرالو پھر آنا، حکم کے مطابق گھر چلے آئے، مگر دل نہ لگا، چند روز بعد دوبارہ حاضر ہو گئے، پھر کچھ بیماری ہوئی اور شیخ نے دوبارہ علاج کے لئے گھر جانے کو فرمایا، تو کہنے لگے حضرت یہیں پڑا رہنے دیجئے، مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا، شیخ نے فرمایا: پڑا رہ، اور اپنے گھر سے کھانے کا انتظام کر دیا، جب تک شیخ سہارنپور رہے، مولانا انہیں کے گھر کھانا کھاتے رہے، اور شیخ کی ہجرت کے بعد مولانا طلحہ صاحب نے یہ ذمہ ایسا لیا کہ وفات تک جاری رہا، اور مولانا نے بھی ’’مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا‘‘ کو پورا کر دکھایا۔

حدیث ہی مولانا کا جینا اور مرنا تھا، وہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، پوری زندگی اسی میں کھپا دی، نہ شادی کی فرصت ملی، نہ گھر کے مشاغل سد راہ بنے، جوانی میں رات رات بھر دن

بھر صرف مطالعہ اور علمی اشتغال، نہ کوئی سفر نہ تقریب میں شرکت، نہ کسی سے راہ و رسم، بس دو حضرات ان کے لئے سب کچھ تھے، ایک حضرت شیخ اور دوسرے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، اور مولانا نے انہیں دونوں سے علم بھی پایا اور روحانیت بھی پائی، بیعت حضرت شیخ سے ہی ہوئے اور ان ہی کی تربیت میں رہے، مگر مولانا اسعد اللہ صاحب سے بھی وہی تعلق تھا، پہلے اجازت مولانا نے ہی دی، پھر شیخ نے آگے چل کر اس پر مہر تصدیق ایسی ثبت کی کہ اس باب میں بھی وہ مرجع بن گئے، بڑے بڑے علماء نے کسب فیض کیا اور اجازت حاصل کی، رمضان میں مولانا کے مسکن پر بھی سالکین کا ہجوم ہوتا تھا اور سب کا انتظام مولانا کی طرف سے، مولانا کا مزاج روک ٹوک کا تھا، وہ منکر برداشت نہیں کر سکتے تھے، کبھی کبھار لوگوں پر شاق بھی ہوتا تھا، مگر مولانا کے اندر اخلاص تھا، اس لئے عمومی طور پر لوگوں کو اس سے نفع ہوتا تھا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی مولانا کے ذریعہ اصلاح ہوئی، مگر اسی کے ساتھ مولانا کی کسر نفسی تھی کہ ابھی ڈانٹا ابھی معافی مانگ رہے ہیں، تعزیت میں حاضری ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ کے ایک پڑوسی نے واقعہ سنایا کہ رمضان سے پہلے آخری جمعہ تھا، میں مولانا کے متصل نماز میں تھا، نماز کے معاً بعد اچانک کہنے لگے مجھے معاف کر دو، میں نے عرض کیا: حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ چالیس سال پہلے میں نے ایک مرتبہ شیخ سے تمہاری شکایت کی تھی، موت قریب ہے، کہیں شیخ عالَم صاحب اس کی پکڑ نہ ہو جائے، اس لیے معاف کر دو، وہ صاحب کہنے لگے کہ میں پانی پانی ہو گیا، اسی طرح سنا کہ مولانا طارق جمیل صاحب جو مولانا کے چھوٹوں میں تھے، اور مختلف مناسبتوں پر خدمت کے مواقع بھی ان کو حاصل ہوئے، اور وہ بڑے مقرر ہوئے، ایک مرتبہ مولانا نے ایک ملاقات میں ان سے کہہ دیا کہ تم اپنی اصلاح کرو، تمہارے اندر تکبر کی بو آتی ہے، مولانا طارق جمیل صاحب کی بھی بڑائی کہ انہوں نے اس کو برا محسوس نہیں کیا، پھر عرصہ کے بعد وہ دوبارہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو مولانا نے ان سے معافی مانگی اور فرمایا کہ تمہارے اندر صلاحیت ہے، تم اس کو تبلیغ دین کے لئے خوب استعمال کرو اور دعائیں دیں۔

ایک واقعہ تو عجیب پیش آیا، ہمارے مربی و محسن برادر اکبر مولانا سید عبد اللہ حسنی رحمۃ

اللہ علیہ ایک مرتبہ حاضر ہوئے، ان کے ساتھ ایک صاحب تھے، انہوں نے مولانا کے پاس جانے سے انکار کر دیا کہ شیخ بہت ڈانٹتے ہیں، میں نہیں جاؤں گا، بھیا مرحوم کے کہنے سننے سے وہ راضی ہوئے، مولانا بڑے اخلاق سے ملے، اور فرمانے لگے بھائی! اگر کبھی ڈانٹ ڈپٹ ہو گئی تو معاف کرو، وہ صاحب کہنے لگے میں شرم سے گڑ گیا، مولانا کا دل آئینہ کی طرح شفاف تھا، اس پر آنے جانے والوں کا عکس پڑ جاتا تھا، اور مولانا کبھی اصلاح کے لیے صاف کہہ دیتے تھے۔

مولانا اگرچہ خالص فن حدیث کے آدمی تھے، اور اسی میں انہوں نے عمر کھپائی تھی، مگر تاریخ وادب اور فکر اسلامی کا بھی انہوں نے مطالعہ کیا تھا، علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تصنیفات کے بڑے قدرداں تھے، ایک مجلس میں کسی نے علامہ شبلی پر طنزیہ کوئی جملہ کہہ دیا تو سخت ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ تم ان کے علم کو کیا جانو، اسی طرح ساری مشغولیات کے ساتھ ان کے "البعث، الرائد اور تعمیر حیات" وغیرہ کے مطالعہ کا بھی موقع مل جاتا تھا اور آنے جانے والوں سے کبھی وہ ان پر تبصرہ فرماتے تھے، اخیر سالوں میں کمزوری و بیماری کی وجہ سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے مولانا کو بڑی عقیدت ومحبت تھی، حضرت مولانا کی اکثر کتابیں مولانا نے پڑھی تھیں، اور ان کی افادیت کے وہ بڑے قائل تھے، کبھی کبھی درس حدیث میں بھی وہ اس کا تذکرہ فرماتے، یہ آخری درجہ کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا نے ان کو فون کیا، وہ زمانہ موبائل کا نہیں تھا، فون دفتر میں آیا، مولانا بخاری کا درس دے رہے تھے، کسی نے کان میں جا کر کہا کہ مولانا علی میاںؒ کا فون آیا ہے، اسی وقت کھڑے ہو گئے، بتانے والوں نے بتایا کہ یہ پہلا واقعہ تھا کہ مولانا اس طرح درس چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، مولانا کو سادات کا بڑا خیال رہتا تھا، اور حضرت مولانا کو تو وہ اپنے زمانہ کا سید السادات سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بار بار تکیہ رائے بریلی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے، ایک مرتبہ مولانا کو آگے جانا تھا، رات ہو گئی تھی، حضرت نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جائیے، صبح چلے جائیے گا، فوراً آگے کا ارادہ ملتوی فرما دیا، حضرت مولاناؒ کی بیماری کے زمانہ میں عیادت کے لیے تشریف لائے، اور خود اجازت حدیث کی درخواست کی، حضرت مولاناؒ نے صحیح بخاری منگوا کر حدیث پڑھوائی اور اجازت دی، مولانا کے مزاج میں نزاکت تھی، جسمانی کمزوریوں نے تکلیف اٹھانے کی

طاقت اور کم کر دی تھی، مگر ان کو جیسے ہی حضرت مولاناؒ کے حادثہ وفات کی خبر ملی، اسی وقت سہارن پور سے رائے بریلی کے لئے روانہ ہو گئے، سخت سردی کا زمانہ، سفر کی سہولت بھی پوری طرح حاصل نہ ہو سکی، مگر تاخیر گوارہ نہ فرمائی، رات کو تین بجے تکیہ تشریف لائے، اور بڑے تاثر کا اظہار فرمایا، تکیہ کی مسجد میں حضرت کی وفات کے بعد سب سے پہلے مولانا کی تقریر نے لوگوں کی دل بستگی کا سامان کیا، اور آپ نے اپنی تقریر میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے لئے بڑے بلند کلمات ارشاد فرمائے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان کو بڑی محبت وعقیدت تھی، قاری صاحب کی طرف سے بڑی محبت واحترام کا معاملہ تھا، جب ہتھورا میں دورہ شروع ہوا تو معمول بن گیا کہ ختم بخاری کے موقع پر حضرت قاری صاحب مولانا ہی کو دعوت دیتے تھے، اور مولانا بھی سعادت سمجھ کر تشریف لاتے، یہ معمول حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد بھی اپنی وفات تک جاری رکھا۔

زہد وتقویٰ میں بھی وہ اسلاف کے نقشِ قدم پر تھے، ایک مرتبہ کسی نے پچیس ہزار روپئے دے دیئے، مولانا نے ہدیہ کے سمجھے اور مہمانوں پر صرف کر دیئے، چند روز کے بعد انہوں نے تذکرہ کیا کہ حضرت جو رقم میں نے دی تھی وہ زکوٰۃ کی تھی، مولانا کو یہ بات بہت شاق ہوئی، اس کے بعد مولانا نے اپنے پاس سے رقم نکال کر غرباء میں تقسیم کروائی، وہ صاحب کہتے ہیں کہ اس پر مولانا کو صبر نہ ہوا، اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، وہ کہتے ہیں کہ اس طرح پانچ مرتبہ تو مجھ سے یہ رقم تقسیم کروائی، اور دوسروں سے پتہ چلا کہ اس نام پر مولانا نے پانچ چھ لاکھ روپئے غرباء میں تقسیم کیے۔

دینار و درہم سے ان کو سروکار نہ تھا، ہدایا یا تو مہمانوں پر خرچ ہوتے یا کتابوں کی خریداری میں، مولانا اس میں شاہ تھے، حجاز کے سفروں میں مکتبوں میں تشریف لے جاتے، اور کوئی قدیم کتاب چھپ کر آتی تو ضرور خریدتے، مکتبہ والے بھی ان کی اس ادا سے واقف ہو گئے تھے، اور ان کے اس ذوق کا عام چرچا ہو گیا تھا، اس لیے کوئی کتاب مولانا تک پہنچے بغیر نہ رہتی۔

اخیر میں مولانا کے ذوق حدیث کا چرچا عرب وعجم میں تھا، راقم سطور نے خود دیکھا

کہ عرب علماء وطلباء کا ان کے پاس ہجوم رہتا، اور بڑے بڑے علماء اجازت حدیث کو اپنے لیے فخر سمجھتے، وہاں کے قیام میں درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری رہتا، مولانا کی بیدار مغزی کا حال یہ تھا کہ حفاظ حدیث آ کر حدیث کا دور کرتے، مگر کیا مجال ایک لفظ بھی غلط پڑھ جائیں۔ حدیث ہی ان کی روح کی غذا اور درد کا درماں تھا، شدید سے شدید علالت بھی اس راستہ میں رکاوٹ نہ بن سکی، دو سال قبل شدید بیماری کا دورہ پڑا، مولانا حجاز میں تھے، شوال کا مہینہ تھا، طبیعت ذرا بحال ہوئی تو سہارنپور جانے اور سبق شروع کرنے کا تقاضا ہوا، بیماری کی شدت ایسی تھی کہ لوگ مایوس تھے، مگر مولانا کا عزم ویقین اور قوت فیصلہ غالب آیا اور مولانا ہندوستان تشریف لے آئے، اور درس بھی شروع فرمایا، یہ صرف حدیث کا معجزہ اور مولانا کی کرامت تھی، ورنہ مولانا تدریس کے حال میں نہ تھے، بعض اہل تعلق نے بتایا کہ مولانا نے آکر فرمایا کہ میں نے اپنے اللہ سے دو سال مانگے ہیں، اللہ نے ان کی دعا ایسی قبول فرمائی، اسی شرح وبسط کے ساتھ دو سال تدریس میں گذرے اور پچاس سال پورے کر کے اللہ کا بندہ اپنے مالک کے پاس حاضر ہو گیا۔

مولانا نہ مقرر تھے، نہ سوشل کاموں کا ان کے پاس وقت تھا، نہ عوامی آدمی تھے، نہ ان کا کوئی خاندان اور گھر بار تھے، اندازہ نہ تھا کہ ان کے انتقال سے ایسا ماتم بپا ہوگا، مگر "إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" کی تفسیر پھر سامنے آگئی، لگتا تھا صور پھونک دی گئی، کیا خاص کیا عام، سب کا رخ دار جدید کی طرف تھا، کہتے ہیں کہ جنازہ ہوا تو کئی کلو میٹر دور تک لوگوں نے نماز پڑھی، اور اس سچے نائب رسولؐ کو قبرستان شاہ کمال میں مولانا اسعد اللہ صاحب کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا۔ زیر نظر کتاب خواہر زادۂ عزیز مولانا سید محمود حسن حسنی نے بڑی محنت اور دیدہ وری سے تصنیف کی ہے اور بڑی تفصیل سے مولانا کے حالات زندگی، ان کا علمی مقام زہد وتقویٰ کے واقعات اور پھر مولانا کے اساتذہ تلامذہ کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ غرض موصوف کو سوانح نگاری کا بڑا ذوق ہے، مولانا

تو ان کے محبوب بھی تھے اور محب بھی اس تعلق ومحبت کا اثر اس کتاب میں موجود ہے۔ اور یہ کہ اہل ذوق ومحبت بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے، اور اہل علم کو بھی بہت کچھ فوائد اس سے حاصل ہوسکیں گے۔ سید احمد شہید اکاڈمی، مرکز الامام ابی الحسن الندوی (دارِعرفات) رائے بریلی کے لئے یہ بات باعث شرف وسعادت ہے کہ وہ اس کی ناشر ہے، ہمیں اس کا موقع ملا ہے ہمارے لئے عزت کی بات ہے، کہ ہم لوگ یہ کتاب شائع کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحب سوانح کے علوم ومعارف کی اشاعت کے اس عمل کو قبول فرمائے اور مصنف اور ان کے معاونین اور ادارے کے معاونین اور اس کی اشاعت میں حصہ لینے والوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

۲۱ر شوال ۱۴۴۰ھ
مہمان خانہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بلال عبدالحی حسنی ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مصنّف

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد بن عبد اللّٰہ الصادق الأمین وعلیٰ الہ الطیبین الطاھرین وأصحابہ الغرّ المیامین وعلیٰ من تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم إلی یوم الدین أما بعد!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے حدیث کو امت کے لیے صحیح میزان ومعیار قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''حدیث نبویؐ ایک ایسی صحیح میزان ہے جس میں ہر دور کے مصلحین ومجددین اس امت کے اعمال وعقائد، رجحانات وخیالات کو تول سکتے ہیں اور امت کے طویل تاریخی وعالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات وانحرافات سے واقف ہوسکتے ہیں، اخلاق واعمال میں کامل اعتدال وتوازن اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک قرآن وحدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے، اگر حدیث نبویؐ کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل، کامل ومتوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے، اور وہ حکیمانہ نبویؐ تعلیمات نہ ہوتیں اور یہ احکام نہ ہوتے جن کی پابندی رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرہ سے کرائی، تو یہ امت افراط وتفریط کا شکار ہوکر رہ جاتی اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا اور وہ عملی مثال نہ موجود رہتی جس کی اقتدا کرنے کی خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دی ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. (الاحزاب: ۲۱)	یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اسوۂ حسنہ ہے

اور یہ فرما کر آپ ﷺ کے اتباع کی دعوت دی ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ	آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمھیں اللہ سے محبت

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران: ۳۱)　　ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا۔

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے، اور جس سے وہ زندگی اور قوت واعتماد حاصل کرسکتا ہے، اور یہ اطمینان کرسکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان ہے بلکہ ایک امر واقعہ ہے۔

حدیث نبویؐ زندگی، قوت، اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح وتجدید کے کام، فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آرا اور برسر جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے، اور اس کے اثر سے ہر دور اور ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے، جنھوں نے اصلاح وتجدید کا جھنڈا بلند کیا، جو کفن بردوش ہوکر میدان میں آئے اور بدعتوں وخرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی، اور دین خالص اور صحیح اسلام کی دعوت دی، اسی لیے حدیثِ نبوی امت اسلامیہ کے لیے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لیے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت، ترتیب وتدوین، حفظ اور نشر واشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی وذہنی، عملی واخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہیں رہ سکتا۔ (۱)

اور آگے لکھا ہے اور بہت صحیح لکھا ہے کہ:

”اگر علمائے اسلام کی دسترس میں کتب حدیث نہ ہوتیں اور سنتوں و بدعتوں میں تفریق وامتیاز کا یہ معتبر وسہل ذریعہ نہ ہوتا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے عہد سے حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب (م ۱۱۷۶ھ) کے عہد تک مصلحین امت اور دین خالص کے مبلغین کا یہ سلسلہ وجود میں نہ آتا اور مصلحین روزگار اور تصحیح عقائد واصلاح رسوم کے علمبردار نظر نہ آتے۔“ (۲)

امام شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ)، ابن رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ)، ابن عبدالہادی (م ۷۴۴ھ)، علامہ ابن القیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)، امام شمس الدین سخاوی (۹۰۲ھ)، امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) اور

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت، جلد پنجم ص: ۱۲۱-۱۲۲ (پندرہواں ایڈیشن ۲۰۱۷ء)

(۲) حوالہ سابق ص: ۱۲۵

پھر برصغیر ہند میں حضرت مجددالف ثانی، امام احمد بن عبدالاحد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ)، شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)، اوران سے پہلے صاحب کنز العمال شیخ علی متقی برہان پوری (م ۹۷۵ھ)، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م ۹۹۸ھ)، علامہ محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع بحار الانوار (م ۹۷۶ھ) وہ نادر روزگار ہستیاں ہیں جن کی طرف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اشارہ کیا ہے جب کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) سے پہلے صحاح، سنن اور مسانید کے مصنفین اوران سے پہلے ائمہ فقہ کی خدمات اور مصلحین امت اور علمائے اسلام کے کارنامے اپنی جگہ ہیں، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) کے مدرسہ رحیمیہ نے حدیث شریف سے اشتغال اور اس میں کمال ومہارت پیدا کرنے اور یکسوئی حاصل کرنے اوراس کو موضوع بنانے اوراپنی توانائیاں اس میں صرف کرنے کی طرف توجہ دلائی، جہاں سے ان کے باکمال شاگردوں نے اس کواور ترقی دی اوران کے جانشین اور خلف اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) اور پھر حدیث شریف کی اشاعت وتدریس میں ان کے جانشین اور نواسہ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی (۱۱۹۷ھ-۱۲۶۲ھ) نے اس مدرسہ کو چار چاند لگائے اوران کے تلامذہ نے اس علم کواور پروان چڑھایا اوراس کے مدارس دہلی، پنجاب، دیوبند، سہارن پور، جون پور، اعظم گڑھ، لکھنؤ، ٹونک، بھوپال اور دوسرے مقامات پر اس فیض کو عام کرتے رہے، آخر ان ولی اللہی درس گاہوں میں، سہارن پور اور لکھنؤ کے دارالعلوموں نے بڑی شہرت حاصل کی اور مظاہر علوم سہارن پور نے حدیث شریف کو ہی اصل موضوع بنا کر ایسے فضلا اور اساتذہ ومصنفین تیار کیے جنھوں نے اس سلسلہ میں امت کے لیے بڑا اثاثہ تیار کردیا، ان فضلاء میں خاص طور پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م ۱۳۴۶ھ) کا نام نامی اسم گرامی نمایاں اوران کی شخصیت مرجع خاص وعام اور شیخ العرب والعجم کی ہوئی، جن کی اسانید نے بھی شہرت حاصل کی اور حرمین شریفین کے اساتذۂ حدیث ومشائخ سے بھی کسب فیض کیا، ان کے ممتاز تلامذہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی صاحب اعلاء السنن (م ۱۹۷۳ء) کا نام اس لحاظ سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ ان کی بعض کتابوں کو علامہ عصر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (۱۹۱۷ء-۱۹۹۷ء) نے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ بہت اہتمام سے شائع کیا، اور ایک دوسرے

ممتاز شاگرد علامہ سید بدر عالم میرٹھی (۱۳۸۵ھ) کی ''ترجمان السنۃ'' نے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور اپنی نوعیت میں انفرادیت رکھتی ہے، اہل علم حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی، لیکن جو شہرت و مقام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ) کو علم حدیث میں اپنی تصنیفات سے ملا اور دنیا بھر میں ان کا جو علمی و عرفانی فیضان جاری اور عام ہوا اس میں ان کی نظیر دور دور نہیں ملتی، ان کی طرف عوام و خواص کا جو رجوع ہوا اس میں وہ اپنی ضیا پاشی میں مثل آفتاب کے نظر آئے، علم حدیث کی خدمت و اشاعت میں ان کی تیار کردہ جماعت جس کی چالیس سے زائد کھیپ تیار ہوئی اور مختلف حیثیت سے ان کی خدمات سامنے آئیں، اور ہندوستان و پاکستان کے علاوہ بلاد عربیہ حرمین شریفین کے علاوہ امریکہ، افریقہ یورپ کے ملکوں میں مدارس کے قیام اور وہاں حدیث شریف کی خدمت کی سعادت ان کے حصہ میں آئی۔ البتہ ان کی اپنی مسند حدیث پر جہاں وہ نصف صدی کے قریب عرصہ تک جلوہ افروز رہے تھے ان کے عزیز ترین شاگرد و مجاز اور خلیفہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوری (۱۳۵۶ھ-۱۴۳۸ھ) متمکن ہوئے اور پورے پچاس سال صحیح البخاری شریف کا درس پوری ذمہ داری اور وسعت نظر کے ساتھ دیتے رہے، مولانا کا اصل امتیاز علم تھا، اور علم میں جامعیت اور تنوع و رسوخ ان کی خصوصیت تھی، لیکن اس کا محور و مرکز علم حدیث شریف تھا، حدیث شریف میں ان کے وسعت مطالعہ، دقت نظر اور کشادہ قلبی و روشن ضمیری نے ان کو بلاد عربیہ میں خاص طور پر بہت مقبول کرایا تھا، جہاں وہ اپنے عمرے اور حج کے سفروں میں سال میں کم از کم دو بار قیام فرماتے، یہ زمانہ مظاہر علوم سہارن پور کی تعطیلات کا ہوتا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے اور تشنگانِ علم و معرفت کو اپنے دینی و علمی سفروں کے ذریعہ سیراب کرتے، اس میں ان پر علامہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ بلگرامی (م۲۰۰۵ء) کی مثال صادق آتی ہے کہ ان کی قدر ان کے ملک سے زیادہ بلاد عربیہ میں ہوئی، اور بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''جن کے تبحر و تحدیث کی عالم عربی میں دھوم مچ گئی''۔[1]

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ان کی وفات پر مصر و شام و یمن، بحرین و قطر، کویت تونس، الجزائر، ترکی اور سب سے بڑھ کر حجاز

---

(۱) حوالہ سابق ص:۱۹۰

مقدس کے علماء کے جو تأثرات مضامین ومقالات کی شکل میں سامنے آئے، یہ ان کی غیر معمولی مقبولیت اوران کے علمی تبحر اور تحدیثی فضل کا اعتراف وشہادت ہے، راقم السطور نے بھی اپنی بے بضاعتی وتہی دامنی کے احساس کے ساتھ اس میں حصہ لینا ضروری سمجھا کہ ان کے وہ بعض دوسرے پہلو بھی سامنے لائے جائیں جو اجتباء واصطفاء کا ذریعہ بنتے ہیں اور لوگوں کی انفرادی واجتماعی اصلاح کا بھی ذریعہ ہوتے ہیں، راقم سطور پر ان کے بے پایاں احسانات بھی ہیں جن کا تعلق شفقت ومحبت سے اور تربیت وارشاد سے ہے اور صرف ایک ذاتی حق نہیں امت پر ان کا حق سمجھتے ہوئے یہ تصنیفی شرف حاصل کیا اگر توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو اس کی ہمت بھی کرنا محال تھا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مبارک کرے۔ آمین۔

اظہار تشکر میں سب سے پہلا اور بڑا حق برادر محترم مولانا اسماعیل بھولا ندوی کا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اس کا تقاضہ کیا اور برابر خبر گیری کی اور پھر خال محترم مولانا بلال حسنی ندوی کا ہے جنھوں نے ہمت افزائی کی اور کلمة الناشر کے طور پر ایک فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر کیا۔ مخدوم گرامی منزلت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی زید مجدہم کی تقریظات اس کتاب کی زینت ہیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ نے بعض اہم پہلوؤں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ عزیزی سید احسان اللہ حُسینی ندوی بلخی سلمہٗ سے پروف کی تصحیح میں مدد ملی اور مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ازراہ تعلق مسودہ پر ایک نظر ڈالی۔ برادران گرامی مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء) ومولانا کلام الدین ندوی (معاون انچارج مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ) اور عزیز القدر مولوی سید محمد غفران ندوی باندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء ونواسہ عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی قدس سرہ) وغیرہ کا تعاون بھی حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ فجزاهم الله تعالیٰ خير الجزاء وأبقاهم لإعلاء كلمته ولنصرة الدين.

محمود حسن حسنی

میڈو پارک، جوگیشوری، ممبئی۔

جمعرات، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

ریحانۃ المحدثین شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

کا ایک اجمالی سوانحی خاکہ

مرتبہ: مولانا عبدالرحیم فلاحی استاد جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

تاریخ ولادت: ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ-۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء (شمسی تاریخ کے اعتبار سے ۱۳۵۶ھ ہے)

جائے ولادت: شیراز ہند جون پور (یوپی) کے ایک غیر معروف چھوٹے سے گاؤں چوکیہ میں۔

والد ماجد: شیخ شبیر احمد مرحوم۔

والدہ محترمہ: پونے چھ برس کی عمر میں انتقال فرماگئیں۔

بچپن کی پرورش: نانی صاحبہ نے کی جو باخدا اور نیک سیرت خاتون تھیں۔

ابتدائی تعلیم: اپنے ماموں جان کے ہمراہ ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع مکتب میں، پھر دوسرے مکتب میں قاعدہ بغدادی۔

ابتدائی اردو تعلیم: اپنے وطن ضیاء العلوم چوکیہ میں مولانا نور محمد صاحب سے حاصل کی۔

ابتدائی فارسی تا عربی متوسطات: مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری اور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب سے۔

مظاهر علوم سهارن پور میں داخله: ماہ شوال ۱۳۷۷ھ-مئی ۱۹۵۸ء ایک دو رفقائے تعلیم، دو معمولی کپڑے اور پانچ روپئے کل پونجی تھی۔

مظاهر کا تعلیمی سال اوّل: ۱۳۷۷ھ-۱۹۵۸ء جلالین، ہدایہ اوّلین، میبذی۔

مظاهر کا تعلیمی سال دوم: ۱۳۷۸ھ-۱۹۵۹ء تفسیر بیضاوی، مشکوٰۃ، ہدایہ ثالث، سُلّمُ العلوم۔

مظاہر علوم کا تیسرا سال: ۱۳۷۹ھ-۱۹۶۰ء دورۂ حدیث شریف۔

مظاہر علوم کا چوتھا سال: ہدایہ رابع، درمختار، صدرا، شمس بازغہ۔

اساتذۂ دورۂ حدیث: بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے، صحیح مسلم حضرت مولانا منظور خان صاحبؒ سے، ترمذی شریف حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے، ابوداؤد شریف وطحاوی حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے اور حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے۔

تدریس۔

☆ ۱۳۸۱ھ-۱۹۶۲ء بحیثیت معین مدرس، دو سال یہ تقرر رہا۔ تیسرے سال ۳۰/روپئے بلا طعام استقلالی تقرر ہوا۔

☆ شوال ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۵ء قطبی، ہدایہ اور اصول الشاشی زیر تدریس رہیں۔

☆ ۱۳۸۵ھ-۱۹۶۶ء اپنے محبوب استاذ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی کی وفات کے بعد مشکوٰۃ المصابیح باب الکبائر وعلامات النفاق سے زیر تدریس رہی، جو مفتی مظفر حسین صاحب سے منتقل ہو کر آئی تھی۔

استاذ حدیث سے شیخ الحدیث تک: شوال ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۷ء ابوداؤد شریف ونسائی شریف اور شوال ۱۳۸۷ھ-۱۹۶۸ء مسلم شریف، ابن ماجہ وموطین۔ ان کے بعد حضرت شیخ زکریاؒ کی بیماری، معذوری اور ہجرت مدینہ کی وجہ سے ۱۳۸۸ھ سے ۱۴۳۸ھ-۱۹۶۹ء تا ۲۰۱۷ء تک بخاری شریف و مسلم شریف آپ سے متعلق رہیں۔ پچھلے دو تین سال سے مسلم شریف ناظم مدرسہ حضرت مولانا سلمان صاحب مظاہری کے پاس ہے، اور حضرت شیخ جونپوری کی وفات کے بعد بخاری شریف حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس ہے۔

مدت تدریس صحیح بخاری شریف: پچاس سال۔

اجازت وخلافت: سب سے پہلے ناظم مظاہر علوم خلیفہ حضرت تھانویؒ شاہ اسعد اللہ صاحب رام پوری نے حضرت شیخ مولانا یونس صاحب اور حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب کو اپنے دارقدیم کے حجرے میں بلوا کر ایک ساتھ خلافت عطا فرمائی، غالباً ظہر وعصر کے درمیان کا وقت

تھا۔ پھر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے دی۔

عمر مبارک: تقریباً اسی برس۔

نماز جنازہ: حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

تدفین: سہارن پور شاہ کمال قبرستان میں اپنے استاذ و مربی، بل کہ اپنے شیخ و مرشد حضرت شاہ اسعد اللہ صاحبؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

تخمینی تعداد شرکائے جنازہ: غیر محتاط اندازہ تو لوگوں نے غلبۂ عقیدت میں دس لاکھ سے زائد بھی بتلائی ہے، لیکن محتاط اندازے کے مطابق تین لاکھ سے زائد اور پانچ لاکھ کے اندر کا مجمع تھا، جو تاریخِ سہارن پور کا سب سے بڑا جنازہ کہلاتا ہے۔

پہلا باب

میراثِ نبوت کے حاملین، ان کا تسلسل، مقام اور خدمات

یہ اسلام کو تحریف، غلط انتساب اور جاہلانہ تاویلات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی تاریخ ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاریخی حقیقت کو پوری وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے جو ''حیات خلیل'' (حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری علیہ الرحمہ) مرتبہ مولانا سید محمد ثانی حسنی علیہ الرحمہ کے مقدمہ کا حصہ ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ہندوستان میں مصلحین کے دور کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

اصلاحی وتجدیدی کوششیں ہندوستان میں:

''یہ سلسلہ زمانی حیثیت سے وفات نبویؐ کے بعد سے ہماری صدی تک اور مکانی حیثیت سے عالم اسلام کے مشرقی گوشہ سے لے کر مغربی گوشہ اور شمالی سرحد سے لے کر جنوبی سرحد تک برابر جاری رہا، لیکن مختلف تاریخی اسباب کی بنا پر جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، آٹھویں صدی ہجری سے یہ تحتی براعظم (ہند) تجدیدی واصلاحی کوششوں کا ایک بڑا مرکز بن گیا، یہ کوشش یہاں پہلے اشاعت اسلام، تزکیۂ نفوس، درجۂ احسان کے پیدا کرنے اور تصفیۂ باطن کی شکل میں شروع ہوئی جس کے بڑے مرکز خانقاہیں، اور جس کے بڑے داعی ومبلغ، مشائخ روحانی اور علماء ربانی تھے، پھر جب یہ کام دسویں صدی ہجری کے آخر تک بقدر ضرورت پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور یہ محسوس ہونے لگا کہ اسلام کی اشاعت، اور قلوب وارواح کی لطافت وحرارت کے ساتھ ہندوستان کے قدیم مذاہب وتہذیبوں اور ہمسایہ اقوام کے خیالات وعادات اور رسوم وتوہمات بھی مسلمانوں کی زندگی اور معاشرت میں داخل اور ان سے ان کے عقائد وعبادات بھی متاثر

ہونے لگے ہیں، تو اس تجدیدی واصلاحی خدمت کا رخ حفاظتِ دین، احیاء سنت، تطہیر عقائد، رد بدعات اور اصلاح رسوم کی طرف پھر گیا۔“

دین صحیح کی تبلیغ اور علوم نبوت کی اشاعت:

یہاں کے مشائخ وعلماء نے دین صحیح کی تبلیغ، علوم نبوت کی اشاعت اور خاص طور پر علم حدیث کی ترویج وتعلیم اور کتب حدیث کے درس وتدریس اوران کی تشریح وتحقیق پر اپنی توجہ مرکوز کردی۔

کسی نے یونانی الحادوزندقہ، ویدانت کے ملحدانہ فلسفہ، وحدۃ الوجود کے غالی اور بے باک داعیوں کی دعوت ودعوے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وتوسط کے بغیر وصول الی اللہ، اور قرب عنداللہ کے مدعیوں، اور طریقت کو شریعت پر اور حقیقت کو کتاب وسنت پر ترجیح دینے والوں کے خلاف جہاد شروع کیا، اس گروہ کے امام وقائد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے۔

کسی جماعت نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان خرابیوں اور کمزوریوں کی اصل جڑ ہندوستان جیسے ملک میں کتاب وسنت سے براہ راست ناواقفیت اور علم حدیث سے بے گانگی اور دوری ہے اور جب تک اس ملک میں اس علم شریف کو عام نہیں کیا جائے گا عوام وخواص میں قرآن مجید کی تعلیمات سے واقفیت پیدا نہیں ہوگی اور ان میں اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اس میں تفکر وتدبر کا ذوق نہیں پیدا ہوگا علماء واہل مدارس کتب حدیث بالخصوص صحاح ستہ سے اشتغال نہیں کریں گے اور ان کو اپنی تعلیم ودرس کا جزء نہیں بنائیں گے، اس وقت تک دین کا صحیح شعور، سنت کا شوق، بدعات سے نفرت اور ہندوانہ رسوم وعادات سے گلوخلاصی نہیں ہوگی، اس جماعت کے پیشوا اور سرگروہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ان کا خاندان اور ان کے تلامذہ اور تربیت یافتہ حضرات ہوئے جنھوں نے قرآن مجید کے ترجمے کیے، صحاح ستہ کے درس کو رواج دیا، اور مسلمانوں کا کتاب وسنت سے ٹوٹا ہوا یا کمزور رشتہ دوبارہ استوار کیا۔

مشرکانہ عقائد و تہذیب اور بدعات ورسوم کا مقابلہ:

ایک گروہ وہ تھا جس کو قرآن مجید کے عمیق مطالعہ، کتاب وسنت کے صحیح علم اور مسلمانوں کی زندگی کے وسیع تجربے نے اس نتیجہ تک پہنچایا تھا، کہ علم دین سے ناواقفیت، قرآن وحدیث سے بعد، غیر قوموں کے اختلاط، اور دنیادار علماء کی غفلت ومداہنت کے نتیجہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بے خبر، توحید سے ناآشنا اور شرک جلی میں گرفتار ہے، اس میں مشرکانہ عقائد، توہمات، ہندوانہ رسوم، اور کھلی ہوئی بدعات بکثرت پھیلی ہوئی ہیں، ہندوستان کی مشرکانہ تہذیب اور علم الاصنام (دیومالا) نے ایک بڑے طبقہ کو متاثر کیا ہے، ایسی صورت میں کہ جب بنیادی عقیدہ متزلزل اور نفس ایمان ہی خطرہ میں ہے، کوئی تکمیلی کوشش اور خارجی علاج مفید نہیں ہوسکتا، وقت کی سب سے بڑی ضرورت، اور مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے عقائد کی اصلاح کی جائے اور "أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِص" اور "فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْن" کی کھلی ہوئی دعوت دی جائے، توحید وشرک کا فرق اور بدعت وسنت کا امتیاز واضح طریقہ پر بیان کیا جائے اور اس میں کوئی لگی لپٹی نہ رکھی جائے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے، اس گروہ نے اردو میں جو اس وقت مسلمانوں کی زبان بن چکی تھی، ایسے عام فہم رسائل اور کتابیں تصنیف کیں، جنھوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کردیا، اور انھوں نے اپنے تبلیغی دوروں میں اور عوامی وعظوں کے ذریعہ بھی توحید وشرک کی حقیقت واضح کی اور بدعات ورسوم کا پردہ چاک کیا، پھر اس کو کافی نہ سمجھتے ہوئے عام فضا کو بدلنے، زندگی کو جاہلیت، نفس پرستی اور رسم ورواج کے شکنجہ سے نکالنے، احکام شرعی کو مسلمانوں کی زندگی میں نافذ اور حدود شرعیہ کو جاری کرنے کے لیے وہ طاقت پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے وہ تھوڑے وقت میں مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب لاسکیں اور "حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ" (یہاں تک کہ فتنہ

(کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔) کا ظہور ہو، اس کے لیے اس گروہ نے سر دھڑ کی بازی لگائی اور مسلمانوں میں جانبازی اور سرفروشی کی ایک ایسی روح پھونک دی، جس نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کردی، اس گروہ کے بانی وداعی حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے ''مدرسہ وخانقاہ'' ہی کے تیار کئے ہوئے افراد تھے، جن میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ سب سے زیادہ نمایاں تھے، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ''تقویۃ الایمان'' نے لاکھوں دلوں کو نور توحید سے منور اور ہزاروں بستیوں اور گھروں کو شرک وبدعت سے پاک کردیا، ہندوستان کی علمی واصلاحی تاریخ میں ہم کو کسی ایسی کتاب کا علم نہیں جس نے مسلمانوں کی زندگی کو اتنا متاثر کیا ہو، اور شرک وبدعت کی بنیادوں پر ایسی کاری ضرب لگائی ہو جزاھم اللہ عن الإسلام و المسلمین خیر الجزاء.

اسلامی شعائر وتہذیب کی حفاظت کے لیے دینی مدارس کے قیام کی کوششیں:

کچھ حضرات نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستان جیسے وسیع اور طویل وعریض ملک اور اس کثیر آبادی میں عربی زبان سے بیگانگی اور مرکز اسلام سے دوری کی وجہ سے مسلمان اس ملک میں غفلت وجہالت کا شکار اور دنیا پرست و دین فروش مدعیان علم ودرویشی کی دجل وتلبیس کا آلۂ کار بن گئے ہیں، جو

اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ.	بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہ خدا سے روکتے ہیں۔

[سورہ توبہ آیۃ: ۱۰٤]

کے صحیح مصداق ہیں، اس لیے اس ملک کی سب سے بڑی ضرورت مدارس دینیہ کا قیام، علوم دینیہ کی اشاعت اور ایسے علماء تیار کرنا ہیں جو صحیح طریقہ پر درس وتدریس وعظ وارشاد، امامت وخطابت اور افتاء کی خدمت انجام دے سکیں، مسلمانوں میں دینی روح، تعلق مع اللہ، اسلامی غیرت وحمیت قائم رکھیں اور اسلامی شعائر وتہذیب کی حفاظت کریں، یہ ضرورت

اس وقت اور بڑھ گئی جب اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت واقتدار کا ٹمٹماتا ہوا چراغ آخری طور پر گل ہوگیا اور یہ ملک کلیۃً سلطنت انگریزی کے قبضہ وانتظام میں آگیا جس نے صرف اس ملک کا نظم ونسق ہی نہیں سنبھالا تھا، بلکہ وہ ایک تہذیب، فلسفۂ حیات، نظام تعلیم بلکہ عیسائیت کی بھی مبلغ وداعی تھی، اس گروہ نے بڑے پیانہ پر دینی مدارس کے قیام کو وقت کا سب سے بڑا فریضہ اور وقت کا سب سے بڑا اعلاج سمجھا، اس گروہ کے رہنما وقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تھے، اسی نورانی فہرست میں مولانا سعادت علی صاحب بانی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، مولانا عبدالوہاب صاحب ویلوری بانی مدرسہ ''الباقیات الصالحات'' ویلور، مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا انوار اللہ خاں صاحب حیدرآبادی، بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد اور مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب آروی بانی مدرسہ احمدیہ، آرہ کا نام آتا ہے ''جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ.''

سلسلۂ ولی اللٰہی کے علماء کا فتنوں کا مقابلہ:

یہ چاروں گروہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنی کوششوں میں مصروف تھے، وہ کہیں دہلی میں سرگرم کار نظر آتے ہیں، کہیں ضلع سہارنپور اور مظفر نگر کے دینی مرکزوں میں، کہیں رام پور اور لکھنؤ میں اور کہیں پٹنہ، کلکتہ، امرتسر اور لاہور میں، کوئی علم حدیث کی تدریس کا بڑا مرکز تھا، کوئی احیاء سنت ورد بدعت کا علمبردار کسی پر تربیت باطنی کا رنگ غالب تھا اور کہیں اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد کا جذبہ زیادہ نمایاں، اللہ تعالیٰ ان سب خادمان دین ووارثان رسول امین کو بہترین جزا عطا فرمائے، کہ انھوں نے دین کی حفاظت، کتاب وسنت کی اشاعت اور زمانہ کے فتنوں کا مقابلہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کی،

''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى	مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے خدا سے کیا تھا

نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً."

اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہوگئے اور بعض ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت کا مسلک رکھنے والے علماء و مصلحین اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی رہنمائی و سرپرستی:

چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں حفاظت دین، اشاعت علم، دعوۃ الی اللہ اور ردّ شرک و بدعت کا ایک بڑا مرکز وہ علاقہ بن گیا جس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی و معنوی انتساب رکھنے والے بزرگوں اور ان کے سلسلۂ درس سے تیار ہونے والے فضلاء اور حضرت سید احمد شہیدؒ قدس سرہٗ اور ان کی جماعت کا مسلک رکھنے والے مشائخ و علماء نے جابجا دینی مدرسے اور خانقاہیں قائم کی تھیں، کچھ ہی عرصہ بعد اس پورے سلسلہ کی قیادت و سرپرستی، اسی سلسلہ کے ایک عالم ربانی، شیخ کامل، محدث جلیل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے حصہ میں آئی، جن کو ان چاروں گروہوں کی (جن کا اوپر ذکر آیا) وراثت سے حصہ وافر ملا تھا، اور ان چاروں کے ذوق ورجحان ان کی ذات میں آکر جمع ہوگئے تھے، وہ ایک طرف شریعت وطریقت کے مجمع البحرین، محدث وفقیہ، ناشر سنت، ماحی بدعت، حدیث کے بلند پایہ مدرس وشارح، تصوف وسلوک میں مجتہدانہ مقام پر فائز، اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد کے جذبہ سے سرشار، دو عظیم مدرسوں (دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور) کے سرپرست استاذ الاساتذہ اور شیخ الشیوخ تھے، ایک طرف وہ تربیت وسلوک کی تعلیم دیتے اور اس سلسلہ میں مشائخ چشت سے (جن سے وہ نسبت باطنی رکھتے تھے) ذوق اور درد و محبت کی دولت سے ان کو بہرہ وافر ملا تھا، دوسری طرف وہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (جن سے ان کو حضرت سید

احمد شہیدؒ کے ذریعہ سے انتساب حاصل تھا) کی تمکین و وقار، استقامت علی الشریعۃ اور اتباع سنت کی دولت سے مالا مال تھے، ایک طرف وہ اپنے زمانہ کے مسلّم فقیہ تھے جو عام طور پر فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیتے، دوسری طرف حدیث کی تدریس میں ان کا وہ مقام تھا اور اس میں ان کا شغف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ گنگوہ طالبان علم حدیث اور فضلاء مدارس کا ملجا و ماویٰ بن گیا تھا، جہاں تک عقائد و مسلک کا تعلق تھا وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب اورؒ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پورے متبع ان کی ولایت و مقبولیت کے قائل و معتقد، اور ''تقویۃ الایمان'' کے لیے سینہ سپر تھے، یہ گوناں گوں اور بظاہر متضاد رنگ ان کی ذات میں پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں، طبیعت کی یکسوئی اور گوشہ گیری کے باوجود وہ مسلمانوں اور اسلام کی فکر سے خالی اور ان مفید کاموں اور اداروں کی معاونت و سرپرستی سے بے تعلق نہیں تھے جو ان کے مخلص دوستوں، رفقاء کار یا شاگردوں نے علم دین کی اشاعت اور تبلیغ و دعوت کے لیے قائم کیے وہ بیک وقت دار العلوم دیوبند مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست بھی ہیں اور ان کے اخلاقی و روحانی نگراں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے جیسے مخلص و جاں نثار، مطیع منقاد، صاحب علم و فضل اور باکمال مریدین و خلفاء عطا فرمائے، ویسے (ہمارے ناقص علم میں اور کم سے کم اس دور میں) کم کسی شیخ طریقت اور مربی روحانی کو ملے ہوں گے، ان ممتاز ترین مریدین و خلفاء میں جس کے حالات سنئے، یا تذکرہ پڑھیے، معلوم ہوتا ہے کہ بس یہی فرد فرید اور مرید رشید تھا، اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی ذات سے اس پرآشوب دور میں کہ الحاد، بے دینی کے بادل امنڈ رہے تھے اور فتنے پانی کی طرح برس رہے تھے، ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو زندہ، دماغوں کو صیقل اور اخلاق کو آراستہ کیا، کسی نے علم حدیث کی نشر و اشاعت اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا وسیع پیمانہ پر کام کیا، کسی نے تطہیر عقائد اور اصلاح رسوم کا فرض انجام دیا، کسی نے قلوب کو عشق الٰہی اور حب نبوی ﷺ سے نرم و گرم کیا اور ان کے ذریعہ سے ہزاروں بندگان خدا درجۂ احسان کو پہنچے، کسی نے بہا د حریت کا

صور پھونکا، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش کی، کسی نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ دین وعلم کی خدمت کی ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں کامل اور ہمارے پورے احترام وتوقیر کا مستحق ہے۔"(۱)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے متعلق اپنے رسالہ یاد یاراں (تذکرہ حضرت محدث گنگوہیؒ) میں اپنے اوپر ان کے دینی علمی روحانی فیضان واحسان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ان کے دو احسان زیادہ قابل ذکر ہیں ایک علم ظاہر کے متعلق دوسرا باطن کے متعلق۔"

پھر ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

"ان دونوں احسانوں کو امید ہے کہ عمر بھر نہ بھولوں گا اور حکم بھی یہی ہے: "من لم يشكر الناس لم يشكر الله،"

پھر حضرت قدس سرہٗ کی خصوصیات نمبروار اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱۔ ایک دقیق کمال حضرت قدس سرہٗ میں یہ پایا کہ کبھی ہنسنے کی آواز نہیں سنی گئی، یا زیادہ کھِل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔

۲۔ اسی طرح کبھی مغلوب الغضب نہیں پائے گئے اور یہ دونوں امر شعبہ ہیں اتباع سنت کے طبعی ہوجانے کا۔

۳۔ حدیثوں میں جیسا برتاؤ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیہاتیوں کے ساتھ آیا ہے، اس کا نمونہ حضرت قدس اللہ سرہٗ میں دیکھا کرتے تھے۔

۴۔ قلت کلام اور کثرت ذکر کے مفہوم کا مصداق اتباع سنت کے حدود کے ساتھ کسی نے حضرت قدس سرہٗ کے برابر کہیں کم دیکھا ہوگا۔

۵۔ خوش مزاجی وقار کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ میں عجیب لطافت کے ساتھ پائی جاتی تھی۔

۶۔ دلجوئی اور تسلی جس بلیغ اور سلیس طرز پر حضرت قدس سرہٗ میں دیکھی بہت کم اس کی نظیر

(۱) از مقدمہ "حیات خلیل" مصنفہ مولانا سید محمد ثانی حسنی، مطبوعہ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ۔

پائی جاسکتی ہے ایک بار ایک شخص نے اپنا خواب عرض کیا تھا کہ گویا آپ کی وفات ہوگئی ہے اور اس خواب نے اس کو بہت پریشان کر رکھا تھا، آپ نے نہایت بے ساختگی سے ارشاد فرمایا کہ بھائی تمہارے سامنے زندہ تو بیٹھا ہوں اور آخر کبھی تو مروں گا ہی، مگر یہ کیا ضرورت ہے کہ خواب کے ساتھ ساتھ تعبیر بھی واقع ہوجائے۔

۷۔ قدرتی طور پر اور میرا گمان یہ ہے کہ کچھ کثرت ذکر سے مزاج میں لطافت اور ذکاء حس اس درجہ تھی کہ ادنیٰ امر موذی سے متأذی ہوتے تھے لیکن اس کے ساتھ ضبط اس کمال کا تھا کہ جہاں اظہار سے کسی کی تأذی کا احتمال ہوتا تحمل فرماتے تھے۔

۸۔ اپنے خدام اور منتسبین میں اتفاق کو بہت محبوب رکھتے اور کبھی کسی کی شکر رنجی کی اطلاع ہوتی تو توافق میں سعی فرماتے۔

۱۰۔ اپنے مخلصین کے ساتھ حسن ظن نہایت درجہ رکھتے۔

۱۱۔ استقلال اس درجہ تھا کہ بڑے بڑے حوادث سے از جا رفتہ نہ ہوتے۔

۱۲۔ ہیبت خداداد اس درجہ تھی کہ باوجود آپ کی غایت خوش اخلاقی و نرم مزاجی کے بڑے بڑے ہمت و جرأت والوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ آپ کے سامنے زیادہ کلام کرسکیں۔

۱۳۔ آپ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی یا وساوس کی کثرت ہو جوں ہی آپ کی صحبت میں بیٹھے اور قلب میں ایک خاص قسم کا سکینہ اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورات رفع ہوگئیں اور قریب قریب آپ کے کل مریدوں میں عقائد کی درستی، دین کی پختگی خصوصاً حب فی اللہ و بغض فی اللہ بدرجۂ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے، یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے اور ان کمالات کی شہادت میں بے شمار واقعات موجود ہیں۔ (۱)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کا کام و مقام:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے تعلق سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مستقل رسالہ "خوان خلیل" کے نام سے ہے جو بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی دریا کو کوزہ میں بند کردینے کے مرادف ہے، چند اہم خصوصیات ان

---

(۱) رسالہ "یاد یاراں" تذکرہ محدث گنگوہی ص:۱۵-۱۷ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون۔

کے اس رسالہ سے نقل کی جاتی ہیں، حضرت مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں:

"مولانا میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل واشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرما لیتے تھے۔"(۱)

اور لکھتے ہیں کہ:

"عجیب بات ہے کہ باوجود یہ کہ میں ہر طرح چھوٹا تھا، عمر میں بھی طبقہ میں بھی، اور علم وعمل میں بھی، اور علم وعمل میں تو مجھ کو کوئی نسبت ہی نہ تھی، اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر بھی ایک درجہ میں ادعاء ہے علم وعمل کا، مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا، بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے، کہ جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ، اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا تواضع کا۔"(۲)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ حفاظت دین، خدمت حدیث شریف و اشاعت سنت کے رجال کا تسلسل بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے بارے میں اپنے رسالہ "بصائر" میں لکھتے ہیں:

"لیکن کسی کی ادنیٰ تنقیص واعتراض کے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کو اپنے شیخ ومرشد سے خاص نسبت تھی جس کو مناسبت تامہ "اعتماد کامل" اور آخری درجہ میں فنائیت فی الشیخ کے الفاظ سے عام طور پر ادا کیا جاتا ہے۔

اس کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اپنے شیخ کی جامعیت وہم رنگی کا، بلکہ ایک درجہ میں محبوبیت کا شرف ملا جس کا کسی قدر اندازہ ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے جو حضرت گنگوہیؒ نے اپنے بعض مکاتیب میں آپ کے لیے استعمال کیے ہیں، ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے، نہ معطیانہ۔"

"من دق باب الكريم انفتح."(۳)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

---

(۱) "خوان خلیل" از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ص:۸ (۲) خوان خلیل، ص ۶ (۳) مکاتیب رشیدیہ، ۴/۴۱

”تم کو اپنے لئے فخر وباعث نجات جانتا ہوں، کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں۔“(۱)

ایک جگہ آپ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں، کہ

”پس یہ نسبت (یادداشت واحسان) کہ شمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی۔(۲)

آپ کی اس جامعیت کا (جس میں آپ اپنے شیخ کے پورے جانشیں نظر آتے ہیں، ہلکا سا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف آپ کی قوت نسبت باطنی، سلوک کے دقائق سے آگاہی، اور اس راہ کے نشیب وفراز سے واقفیت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں مسلم ہے، یہاں تک کہ شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری جیسے مبصر اور شیخ کامل نے اپنے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری سے وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ ”سیاسیات میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو حضرت شیخ الہندؒ کی طرف کی جائے، مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی طرف میں نے حضرت کو اس لائن میں بہت اونچا پایا ہے۔“(۳)

اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور شیخ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب جیسے شیوخ کاملین جن کی ذات سے لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچا ہے، آپ کے حلقہ بگوش اور تربیت یافتہ ہیں اور جس کا کچھ اندازہ ان مکاتیب سے کیا جاسکتا ہے جو آپ نے اپنے خلفاء ومریدین کے نام سلوک وتصوف کے مسائل، مقامات ومشکلات کے سلسلہ میں لکھے ہیں، دوسری طرف ان کو حدیث کی خدمت کا شغف اور انہماک حضرت گنگوہیؒ کی وراثت وخلافت میں ملا، ساری عمر حدیث کا درس دیا اور ”بذل المجھود“ جیسی بلند پایہ کتاب یادگار چھوڑی، جس نے ان کی محدثیت، وسعت نظر اور رسوخ فی العلم کا سکہ قائم کردیا، سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں اس اونچے مقام پر فائز ہونے کے بعد جس کا اعتراف شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا تھا کہ:

”تم میرے سلسلہ کے فخر ہو، مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے۔“(۱)

---

(۱) مکاتیب رشیدیہ، ص ۴۵ (۲) ایضاً/ ۴۵ (۳) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ/ ۸۰

دوسری طرف وہ اپنے شیخ کی طرح اس مسلک اور راستہ پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم اور اس کی حقانیت ومقبولیت کے قائل تھے جس کی راہ کم سے کم ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے اپنی تصنیفات اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ''تقویۃ الایمان'' کے ذریعہ ہموار کی تھی، اسی حمایت اور حمیت نے آپ کے قلم سے ''انوار ساطعہ'' کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' لکھوائی، جس کی وجہ سے آپ مخالفین ومعترضین کا سب سے بڑھ کر ہدف بن گئے اور آج تک بنے ہوئے ہیں، جس کا کچھ اندازہ ''حسام الحرمین'' اور ان درجنوں بلکہ بیسیوں رسائل وتحریرات سے ہوسکتا ہے، جو آپ کی مخالفت وتردید میں لکھی گئی ہیں لیکن آپ تادمِ واپسیں اسی مسلک پر قائم اور اسی پر مطمئن ومنشرح رہے، یہی جذبہ آپ کو ان مناظروں میں شریک ہونے اور اہل سنت اور مسلک صحیح کی طرف سے مدافعت اور احقاق حق پر آمادہ کرتا تھا جن سے آپ کی یکسوئی، عزلت پسندی اور علمی ذوق رکھنے والی طبیعت کو بہ ظاہر کوئی مناسبت نہ تھی۔

اس باطنی مشغولیت، خلوت پسندی، یکسوئی کے ساتھ (جو آپ کے شیخ کی خاص نسبت ہے) آپ مسلمانوں کے اجتماعی وملّی نفع کے لیے اجتماعی کاموں میں شریک ہوتے تھے، مدرسہ مظاہر علوم کی صدارت تدریس کی مسند کو زینت بخشی، پھر اس کی سرپرستی قبول فرمائی جو آخر دم تک جاری رہی، اسلام کی سربلندی، مقامات مقدسہ اور ممالک اسلامیہ کی آزادی اور ہندوستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کے مفاد کے لیے اپنے محبّ اور محبوب دوست اور برادر طریقت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی کوششوں میں شریک، ان کے مشیر اور ان کے سچے ہمدرد اور قدرداں رہے اور جہاں تک ہوسکا ان کی تقویت وتائید سے دریغ نہ کیا[1] یہ سب اسی جامعیت کا پرتو تھا جو آپ کو اپنے شیخ کامل سے وراثت ونیابت میں ملی تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور یگانہ خصوصیت سے نوازا، وہ یہ کہ آپ کے اور آپ کے چند ممتاز خلفاء وتربیت یافتہ حضرات کے ذریعہ نہ صرف سلسلہ چشتیہ صابریہ کا چراغ روشن رکھا، بلکہ اس وقت سلوک وتصوف کی جو کچھ رونق اور گرم بازاری نظر آرہی ہے، وہ زیادہ تر آپ

---

(۱) تذکرۃ الخلیل/۳۵۲۔

ہی کے دو چیدہ اور برگزیدہ خلفاء کی مختلف الجہات کوششوں اور مقبولیت کا نتیجہ ہے، میری مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے ہے، اوّل الذکر نے اپنی عہد آفریں اور عالمگیر دعوتی اور تبلیغی تحریک وجدوجہد سے جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک اور ایشیا وافریقہ سے لے کر یورپ وامریکہ تک پہنچ چکی ہے اور آخر الذ کر نے اپنی تصنیفات، درس حدیث اور بیعت وارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام کیے ہیں کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جاسکتی۔ (۱)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں اس سلسلے کے امتداد اور اس کی برکات کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے:

"خدا کے ایک مخلص ومقبول بندہ کے حالاتِ زندگی خدماتِ دینی وعلمی، اور کمالاتِ ظاہری وباطنہ ، کچھ لکھنے کی سعادت حاصل کرنے کے سلسلہ میں جو کوشش کی گئی ہے، شاید وہ سعادت دارین کا سامان ہوجائے بقول شاعر ؂

حکایت از قدِ آں یار دل نواز کنیم
بایں بہانہ مگر عمر خود دراز کنیم

ہندوستان نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں صدیوں سے جو دینی نظامِ تعلیم وتربیت کارفرما تھا اور جس کے حدود گھروں کی چہار دیواری سے لے کر مدارس وجامعات، حلقہائے درس، گوشہ ہائے تصنیف وتالیف، خانقاہوں کی پرسکون فضاؤں اور سعی وجہد کی متحرک وپُرشور رزم گاہوں تک وسیع تھے، اس کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت، ایمان واحتساب، اساتذہ وشیوخ کے معاملہ میں کامل اطاعت وانقیاد، مربیوں ومحسنوں کے مسئلہ میں مکمل تفویض وتسلیم، مقاصد زندگی کے بارے میں توکل وقناعت، اعتماد علی اللہ بلکہ ایثار وقربانی، محنت ومطالعہ اور حصول کمال کے سلسلہ میں استغراق وخود فراموشی، معاصرین کے ساتھ تعلقات میں تواضع

---

(۱) مقدمہ "حیات خلیل"، مصنفہ مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتبۂ اسلام۔

واعتراف، مختلف الخیال عناصر، افراد و جماعتوں کے سلسلہ میں حسن ظن، التماس عذر اور جمع بین الاضداد کی قوت وصلاحیت، کمالاتِ علمی اور مدارج باطنی کے حصول میں علوّ ہمت ومجاہدہ، رفقائے کار وشرکائے حیات کے بارے میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے سروکار اور اپنے حقوق کے مطالبہ سے خاموشی پر تھی، اس نظامِ تعلیم وتربیت کا اپنی محدود معلومات اور کوتاہ نظر میں) بظاہر آخری نمونہ اور جامع ترین پیکر حضرت شیخ الحدیث کی ذات تھی، اس لیے ان کی زندگی کی کوئی ہلکی سے ہلکی تصویر پیش کرنا بھی اس دور کے تعلیمی وتربیتی عوامل واثرات کے (جو تدبیر الٰہی سے حضرت شیخ کے دورِ طفولیت وشباب اور ان کے ماحول میں جمع ہوگئے تھے) بہترین نتائج کا خاکہ اور خلاصہ پیش کرنا ہے، اور ایک ایسے دور کی تاثیر وکامیابی کی جلوہ نمائی کی کوشش ہے، جو بظاہر حضرت شیخ کی وفات پر منتہی ہوتا ہے، اس لیے یہ عصر حاضر کے ایک باکمال فرد کی سوانح نہیں، ایک مردم خیز دور، ایک مرد آفریں معاشرہ، ایک حیات بخش نظام تعلیم وتربیت، اور ایک پُر ثمر اور شاداب شاخ ونہال کی آخری بہار کی کہانی ہے، اس لیے سوانح نگار کی محنت وقوتِ مطالعہ اور ذمہ داری فرد واحد کی سوانح نگاری تک محدود نہیں، اس سے کہیں زیادہ وسیع وعمیق اور نازک ہے، اور ان اوراق کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے وقت دل ودماغ شدید طور پر اس بارے میں شبہ واضطراب میں مبتلا ہیں کہ یہ فرض ادا ہوسکا یا نہیں؟"(۱)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کا مولانا محمد یونس جونپوریؒ پر اعتماد اور مسند حدیث میں ان کی جانشینی:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ اپنے سفر حجاز ۱۳۸۸ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

"۱۳۸۸ھ کا حج طے تھا، اس سیاہ کار کا افریقہ کے احباب کے پاس

(۱) از مقدمہ سوانح شیخ العرب حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مؤلفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی مطبوعہ مکتبۂ اسلام، لکھنؤ

سے ٹکٹ آ گیا جو مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہ کے ساتھ آیا تھا، چوں کہ امراض کی کثرت کی وجہ سے بخاری شریف کا سبق چھوڑ دیا تھا اس لیے زکریا کا اصرار تھا کہ اگر جائے تو ایک دو سال قیام کرے، جلدی واپس نہ آئے۔"(۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ اور دیو بند، ندوہ، نظام الدین کے لوگ اور دوسرے اہل تعلق حضرت شیخ الحدیث سے الوداعی ملاقات کے لیے مظاہر میں جمع ہو گئے تھے، اور حضرت شیخ نے مسلسل بالاولیہ مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھوا کر اور خود بخاری شریف کی اوّل حدیث پڑھی اور مولانا یونس صاحب سے اس کی تشریح وتقریر کرا کر دار الحدیث جدید کا افتتاح بھی فرمایا، حضرت شیخ نے آپ بیتی میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

"دار الطلبہ جدید کی دار الحدیث جناب الحاج حکیم محمد ایوب صاحب نے اپنے اہتمام سے بہت ہی ذوق شوق سے بنوائی تھی، ان کا اصرار تھا، کہ زکریا اس کا افتتاح کرے اس لیے ۲۵ رشوال چہار شنبہ کی صبح کو مولوی یونس صاحب سے اوّل الحدیث المسلسل بالاوّلیہ پڑھوائی پھر زکریا نے بخاری شریف کی پہلی حدیث حفظ پڑھی کیوں کہ آنکھوں میں نزول آب تھا اور پڑھ کر یہ کہا کہ بھائی تقریر تو اس کی بہت لمبی چوڑی ہے، وہ تو مولانا یونس صاحب کریں گے تبرکاً "بسم اللہ" میں نے کرا دی ہے، اس کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب نے عزیزان زبیر، شاہد کا نکاح ہر ایک کا دوسرے کی بہن سے مہر فاطمی پر پڑھایا، اور آدھ گھنٹہ تک خوب دعائیں کرائیں اور نکاح میں بجائے چھواروں کے پنڈ کھجوریں تقسیم ہوئیں۔"

حضرت شیخ کا سفر حجاز حج کے بعد جب نظام الدین کے حضرات حج سے واپس آ گئے تو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ان کے رفقاء مولانا معین اللہ ندویؒ اور مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے ساتھ ہوا، اور جو حضرت شیخ کا سفر ہجرت تھا، اس کے احوال آپ بیتی حصہ چہارم ص: ۵۴۴-۵۴۵ میں اس طرح درج ہے:

"مکہ کے آمدہ خطوط بالخصوص عزیز سعدی کے بہت ہی تفصیلات

---

(۱) آپ بیتی حوالہ سابق۔

سے اور درد انگیز واقعات سے لبریز آتے رہے، معلوم نہیں ان خطوط کے پڑھنے سے علی میاں پر کیا اثر ہوا کہ انھوں نے اس سیہ کار پر جلد مکہ جانے پر تقاضا کیا اور بہت ہی بلبلا کر اس پر اصرار کیا کہ دعا کرو، میرے چلنے کی بھی کوئی صورت پیدا ہو جائے، اللہ کے یہاں اضطراری دعا تو فوراً قبول ہوتی ہے، بلا وہم وگمان جامعہ مدینہ پاک کا ایک اجتماع حکومت نے طے کیا جس میں علی میاں کو خاص طور سے مدعو کرنے کے احکام جاری کیے اور ان کے رفیق کے ٹکٹ بھی آگئے اور زکریا پر ساتھ چلنے کا شدید اصرار کیا۔

۵/صفر ۱۳۸۹ھ-۲۳/اپریل ۱۹۶۹ء چہار شنبہ کی صبح اذان کے بعد اپنی جماعت کر کے بہ نیت صوم علی گڑھ والوں کی کار میں گنگوہ مزار پر حاضر ہوتے ہوئے، نظام الدین پہنچا، اللہ سے دعا کی تھی کہ یہ سفر سہارن پور سے مدینہ تک بہ نیت صوم باوضو پورا ہو جائے، اللہ نے اپنے فضل سے پورا فرمادیا، ورنہ پیشاب کی کثرت سے ہوائی جہاز میں بہت ہی فکر تھا، کہ پیشاب کے بعد معاً وضو کرنے میں بھی نہ معلوم کتنے میل گذر جائیں گے مگر اللہ نے کرم فرمایا، انعام فرمایا، احسان فرمایا، فللہ الحمد و المنہ۔

علی میاںؒ بھی روانگی سے ایک دن پہلے مع مولوی سعید الرحمٰن ومولوی معین اللہ دہلی پہنچ گئے تھے، ۲۶/اپریل مطابق ۸/صفر ۳۸۹ھ یوم شنبہ کو لکھنوی حضرات کی معیت میں زکریا، ابوالحسن ۹/بج کر ۲۰/منٹ پر دہلی سے چل کر دس بج کر ۵۵/منٹ پر بمبئی کے ہوائی اڈہ پر پہنچے وہاں مطار پر علی میاں نے بہت طویل دعا کرائی۔''(۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے اس سفر ہجرت مدینہ منورہ کے متعلق، ان کے غیر معمولی اہتمام اور ذات نبویؐ سے والہانہ تعلق اور وارفتگی کو اپنے لیے ایک یادگار سفر حجاز کے طور پر ''کاروان زندگی'' (حصہ دوم) میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''یوں تو الحمد للہ رابطہ اور جامعہ اسلامیہ کے بہانہ سے تقریباً ہر سال ایک دو بار حجاز حاضری ہوتی تھی، سوائے ۱۹۶۶ء کے کہ اس وقت میرا

(۱) آپ بیتی، نمبر ۴ (اسفار حج)۔

پاسپورٹ حکومت ہند نے رکھ لیا تھا اور اس کی وجہ سے میں اس سال مقدیشو (صومالیہ میں ہونے والی مؤتمر اسلامی) میں شریک نہیں ہوسکا تھا جس کی مجلس انتظامی کا رکن تھا، حکومت ہند نے میرے بجائے اپنے ایک معتمد نمائندہ کو بھیجا تھا جس کے متعلق مؤتمر کے سکریٹری نے کہا کہ یہ ناخوانده مہمان ہیں، ہم نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کو بلایا تھا، لیکن ۸؍صفر ۱۳۸۹ھ (۲۶؍اپریل ۱۹۶۹ء کا سفر حجاز جو جامعہ اسلامیہ کی کمیٹی (المجلس الاستشاری) میں شرکت کے لیے کیا گیا تھا، اس حیثیت سے یادگار رہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ہم رکابی میں کیا گیا، گویا بقول استاد مومن ع

مومن چلا ہے کعبہ کو ایک پارسا کے ساتھ

اس سفر میں عزیزان گرامی مولوی قاضی معین اللہ ندوی اور مولوی سعید الرحمٰن ندوی مدیر رسالہ ''البعث الاسلامی'' بھی ساتھ تھے، ۸؍صفر کو دہلی سے ہوائی جہاز سے بمبئی کے لیے اور وہاں چند دن قیام کر کے براہِ کراچی جدہ کے لیے روانگی ہوئی، میں نے حضرت شیخ کے مدینہ اور صاحب مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعلق کا کچھ اندازہ اس سفر سے کیا، راستہ میں حسب معمول ہوائی جہاز کی طرف سے کھانے کی کوئی چیز پیش کی گئی اور میں نے حضرت شیخ کی طرف جن کے پہلو میں میں بیٹھا ہوا تھا، بڑھایا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''مولوی صاحب میرا روزہ ہے۔''

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نے مدینہ طیبہ کی اس حاضری کے شکرانہ میں دو مہینہ کے روزہ کی نیت کر رکھی ہے، اس کا سلسلہ مدینہ طیبہ کے قیام میں جاری رہا، شیخ اقدام مبارکہ میں جہاں ان کے بیٹھنے کا معمول تھا، کھجور اور زمزم سے افطار کر لیتے، پھر عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد نور تشریف لے جاتے، میں آگے کی سیٹ پر ساتھ ہی بیٹھتا، رات کے کھانے سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ (بستان نور ولی باب التمار) میں آتا۔

مدینہ طیبہ سے حضرت شیخ کی معیت ہی میں جامعہ کی گاڑی پر جو

مدینہ طیبہ میں مجھے دی گئی تھی، مکہ معظمہ آئے، راستہ میں اور وہاں کے قیام میں حضرت شیخ کی شفقت، میری راحت اور آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے خصوصی اہتمام کے ایسے نمونے دیکھے، جو پدرانہ اور سرپرستانہ شفقت کو یاد دلاتے تھے۔"(۱)

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری کی اس طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی حیات مبارک میں جانشینی عملی میں آئی، جب کہ وہ نوعمر تھے اور حضرت شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند طلبہ پس وپیش میں تھے، حضرت شیخ نے صاف کہلوادیا کہ کہہ دیا جائے کہ بخاری مولوی یونس ہی سے پڑھنا ہے جو طلبہ نہ چاہیں وہ دوسرے مدارس چلے جائیں۔

یہ عظیم شرف یوں ہی ان کو عطا نہ ہوا، تبحر علمی کے ساتھ عشق رسول ﷺ کی وہ دولت کا پس منظر بھی ہے جس کی طرف ایک مضمون نگار نے یوں اشارہ کیا ہے:

مولانا مرغوب احمد سہارن پوری لکھتے ہیں:

"کبھی کبھی دوران درس وجد طاری ہوتا تو حق جل مجدہ کا نام نامی اسم گرامی اتنی عظمت وعقیدت اور محبت وحلاوت سے لیتے کہ سننے والوں پر بھی وجد اور سکینت طاری ہوجاتی اور مجمع پر سکتہ چھا جاتا۔

انتقال سے ایک روز قبل اپنے ایک مرید باصفا...... سے پوچھا کتنی دیر ذکر کرتے ہو؟ ان کے بتلانے پر فرمایا! ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، حقیقی اور مخلصانہ عشق الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں خالق حقیقی کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیین، غرۃ المحجلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ولگاؤ اور وارفتگی حد درجہ تھی، خود بھی خوب خوب سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے اگر خادم، اوّل بائیں پاؤں میں چپل پہنانے کے لیے پیر میں ڈالتا تو پاؤں کھینچ لیتے اور ڈانٹتے، موقع پاتے تو چپت بھی رسید فرمادیتے، اور جا بجا طلبۂ عزیز اور متوسلین کو سنت رسول پر عمل کی تلقین اور

---

(۱) کاروان زندگی، جلد دوم ص: ۵۵-۵۶، مکتبۂ اسلام، لکھنؤ

تاکید کرتے اور زبان حال سے فرماتے ؎

اسوۂ خیر الوریٰ اپنایئے اس میں مضمر ہیں فضائل انگنت

دورانِ درس ومجلس آپ ﷺ کا نام آتا تو نام نامی اسم گرامی کے ساتھ عقیدت ومحبت سے درود شریف کا خوب اہتمام فرماتے، اپنے اکابر کی طرح دینی غیرت وحمیت میں صلابت واستقامت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تو فوراً بلا جھجک ٹوک دیتے ؎

قبروں میں نہیں ان کو کتابوں میں اتارو
یہ لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

اسی دینی غیرت وحمیت کے تحت سہارنپور میں ۲۸رفروری ۲۰۰۶ء بروز منگل کو واقع ہونے والے تاریخی احتجاجی جلسہ میں شرکت فرمائی، حالاں کہ آپ کا مزاج جلسے جلوس میں شرکت کا نہیں تھا، اور آپ نے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی پرجوش، پرسوز، اور مدبرانہ تقریر فرما کر یہ بتلا دیا کہ ؎

گستاخ نبی کو بتلا دو کہ غیرت مسلم زندہ ہے

حضرت شیخ نے بخاری شریف کے کئی مسائل خواب مبارک میں خود معلم انسانیت شارح الحدیث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حل فرمائے، ایسے ہی بہت سے مسائل آپ نے نجوم ہدایت، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حل فرمائے۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء.‘‘[1]

امیر المومنین فی الحدیث کا لقب.

آپ کے ساتھ ’’امیر المومنین فی الحدیث‘‘ کا جو لقب لگا مولانا سید مرغوب احمد سہارنپوری اس کا سبب یوں لکھتے ہیں:

’’واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صفوان بن عدنان داودی (معلم حدیث شریف، مسجد نبویؐ) نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی اور دریافت کیا! اس وقت حدیث کے باب میں امیر المومنین کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! محمد یونس جونپوری، شیخ صفوان اس سے قبل آپ کو

(۱) ماہنامہ ’’شاہراہ علم‘‘، اکل کواں، ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ۔

جانتے نہ تھے، اس کے بعد آپ کو تلاش کرتے رہے، ایک مرتبہ معلوم ہوا، شیخ یونس جونپوری، مدینۃ النبی تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا خواب بیان فرمایا، حضرت شیخ خواب سن کر روپڑے، اس کے بعد شیخ صفوان نے آپ سے بخاری ومسلم وغیرہ پڑھی۔"(۱)

دوسری شہادت شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری کی شیخ محمد بن وائل حنبلی (ترکی) نے یوں بیان کی ہے کہ:

"وقد سئل صدر المدرسين العلامة المحدث الفقيه محمد سعيد البالنبوري حفظه الله "إن كان رتبه أميرالمومنين في الحديث تطلق على أحدٍ بزماننا فلمن تكون؟ فأجاب على الفور للشيخ محمد يونس الجونفوري۔" (۲)

مشہور سلفی عالم اور علم حدیث کے اس عصر کے امام علامہ ناصر الدین البانی کے ممتاز شاگرد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے حدیث کے بڑے استاد شیخ دکتور عاصم قریوتی حفظہ اللہ نے بھی اپنے ایک تعزیاتی بیان میں اس کی تصدیق کی، اور پھر یہ لقب ایسا مشہور ہوتا چلا گیا کہ "زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" کا مصداق ہوگیا۔

برادر محترم مولانا محمد یحییٰ نعمانی ندوی (نواسہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) لکھتے ہیں:

"بلا مبالغہ اس دور میں وہ "امیر المومنین فی الحدیث" کے لقب کے مستحق تھے جس سے کسی دور میں حضرت سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، امام بخاری کو یاد کیا جاتا تھا۔"(۳)

راقم سطور کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حضرت والا کے نام اپنے خطوط میں امیر المومنین فی الحدیث لکھ کر سعادت ونیاز حاصل کرتا تھا، قدس اللہ سرّہ ورضی عنہ، اعلیٰ مراتبه، وأوصل الينا من معارفه و بركاته۔

---

(۱) روایت مولانا مرغوب احمد سہارن پوری، ماہنامہ "شاہ راہ علم" اکل کوا، ص: ۷۷ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

(۲) قلائد المقالات والذكريات في شيخ الحديث العلامة محدث العلامه محمد يونس الجونفوري، محمد بن ناصر العجمي ص ۲۱۹ - ۲۲۰، دارالمقتبس بيروت/دمشق سنة ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸م الطبعة الاولى۔

(۳) الفرقان، ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ۔

محدثانہ شان اور علمی رسوخ:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کے بڑے محقق عالم دین کے طور پر یہاں تک کہ امیر المومنین فی الحدیث، امیر کارواں حدیث، شیخ المحدثین، زبدۃ المحدثین، ریحانۃ المحدثین فخر الاماثل جیسے القاب سے یاد کیا جا رہا ہے۔ اور بجا طور پر وہ اس کے مستحق اور اپنے عصر میں اس میں امتیازی شان کی حامل شخصیت بن گئے تھے، ان کا علمی انہماک، اور حدیث شریف سے شغف اتنا بڑھ گیا تھا کہ اس کے بغیر ان کی زندگی کا تصور ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ جیسے مچھلی کے لیے پانی اس کی زندگی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ کتابوں کے درمیان انھوں نے پوری زندگی گزار دی اور علمی خدمت کو شادی پر ترجیح دے کر ان بڑے علماء میں اپنا شمار کرایا جنھوں نے علم کو شادی پر ترجیح دی، اگر علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حیات ہوتے تو وہ اپنی اس موضوع پر البیلی کتاب "العُلماء العُزَّابُ الَّذِینَ اٰثروُا العِلم علی الزَّواجِ" کے جدید ایڈیشن کو ان کے تذکرہ سے ضرور مزین کرتے، جس میں امام طبری، امام نوویؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیات کے تذکرے ہیں۔

حضرت علامہ جون پوری اپنے علمی کمالات کے ساتھ ان وہبی صفات سے بھی متصف تھے جو کم یاب ہوگئی ہیں، مادّیت کے دور دورے کے زمانہ میں جب کہ ہر ایک نے اپنا خرچ بڑھا دیا ہے وہ بھی بڑھا سکتے تھے، مگر وہ اپنا خرچ کم کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ اپنی تنخواہ کا سلسلہ بھی آج سے تیس سال قبل موقوف کرا دیا، جب کہ ان کا کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں تھا، چوں کہ وہ زمانۂ طالب علمی سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے مہمان بلکہ گھر کے ایک عزیز فرد کی طرح تھے اور ان کے دسترخوان کا حصہ تھے، اور کنبہ کی کفالت کا بھی مسئلہ نہ تھا، ان کو تنخواہ لینا ایک بار محسوس ہوتا تھا، اس کو ختم کر کے اپنے کو اس بوجھ سے ہلکا کیا، مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ علم آپ کا گوشت پوست، علم آپ کی رگوں میں جاری وساری، علم ہی آپ کی غذا، اور علم ہی آپ کی تفریح اور وہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ (زندگی میں لکھے گئے ایک مضمون سے ماخوذ)

☆☆☆

دوسرا باب
مختصر سوانحی حالات

ولادت:

ربانی الامۃ محدث جلیل، عارف باللہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری ثم سہارن پوری قدس سرہ العزیز۔ صبح ۷؍ بجے بروز شنبہ ۲۵؍ رجب ۱۳۵۶ھ/۲؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ یہ تاریخ لوحِ مرقد پر ثبت ہے۔

دین پسندی کا ماحول:

دادیہال اور نانیہال دونوں جگہ دینی ماحول تھا، پہلے حضرت مولانا سید محمد امین نصیرآبادی (م ۱۹۳۰ء) اور پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (م ۱۹۵۷ء) کے اصلاحی دورے ہوا کرتے تھے، ایک موقع پر حضرت مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے نہیں جڑے وہ بدعت کی طرف چلے گئے، اور مولانا کے استاذ حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوری علیہ الرحمہ یہی خصوصیت حضرت مولانا سید محمد امین نصیرآبادی کی بیان فرماتے تھے، اور انھوں نے ان کی زیارت بھی فرمائی تھی، ان کے یہاں اصلاح عقیدہ، اتباع سنت، ازالۂ منکرات وبدعات کے کام میں کوئی لچک نہ تھی اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک قوی النسبت بزرگ حضرت چاند شاہ صاحب کا بھی والہانہ تذکرہ فرماتے تھے کہ ان سے بھی اس خطہ میں بڑا نفع پہنچا، مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوری کا تذکرہ مولانا علیہ الرحمہ نے اپنے مشائخ کے شیخ (شیخ مشائخنا) کے طور پر کیا ہے۔

پانچ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ محترمہ عمدۃ النساء کا انتقال ہوگیا تھا، والدِ ماجد اور ماموں کی سرپرستی حاصل رہی۔ اور مکتب کی تعلیم کی خاص طور پر انھوں نے نگرانی فرمائی۔

مکتب کی تعلیم:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ اپنی ابتدائی تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا انتقال ہوگیا تھا جب کہ ان کی عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی۔ نانی کے زیر سایہ عاطفت تھے۔''

وہ فرماتے ہیں:

''وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کے لیے مار رہی تھیں، میرے منہ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دئے گئے۔ مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا۔ اسی طرح کبھی اٹھا لیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہوگیا۔ مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہوسکا صرف کھیل کود کام تھا۔

پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے۔ وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا۔ ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔''(۱)

پرائمری اسکول میں:

آگے لکھتے ہیں:

''پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہوگیا اس میں جانے لگے۔ درجہ دوم تک وہاں پڑھا۔ پھر درجہ سوم کے لیے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا۔

سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہہ کر چھڑا دیا کہ ''انگریزی کا دور نہیں اور ہندی پڑھانا نہیں چاہتا۔''

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں

---

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور ان کے خلفاء کرام، مرتبہ مولانا محمد یوسف متالا برطانیہ۔

لکھاہواتھا کہ:

''طوطارام رام کرتا ہے۔''

والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا:

''کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا۔''

اس کے بعد تعلیم تقریباً دو سال چھوٹی رہی۔''(۱)

عربی وفارسی کی تعلیم:

مولانا لکھتے ہیں:

''پھر تقریباً تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا۔ ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر معانی، مقامات حریری وشرح وقایہ ونور الانوار تک وہیں پڑھیں۔''

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی سے پڑھیں مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں اس لیے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی ہم نے اوّلاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کردیا اور خود پڑھایا۔''(۲)

غالبًا (۱۹۴۹ء–۱۹۵۰ء) –(۶۸-۱۳۶۶ھ) میں کچھ تعلیمی استفادہ کے لئے فتح پور تال نرجا بھی آئے جہاں مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوری کا قیام تھا اور ان کی سرپرستی حاصل تھی، یہ بات حضرت مولانا قمر الزماں الہ آبادی مدظلہم نے بتائی۔ (۳)

---

(۱) حوالہ سابق (۲) حوالہ سابق جلد دوم، ص: ۱۲۰-۱۲۲

(۳) بروایت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم خویش حضرت مصلح الامت علیہ الرحمہ

جامعہ مظاہر علوم میں:

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری مظاہر علوم سہارنپور میں شوال ۱۳۷۸ھ میں داخل ہوئے جہاں کو حضرت مولانا مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کی خصوصی شفقت اور ان کی سرپرستی پائی جو ان کے استاذ بھی تھے، پہلے سال تفسیر جلالین، ہدایہ اولین، میبذی، اور دوسرے سال ۱۳۷۹ھ میں تفسیر بیضاوی، ہدایہ ثالث اور مشکوٰۃ المصابیح، اور علم تجوید حاصل کی، پھر دورۂ حدیث میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے صحیح بخاری، حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری سے سنن ابوداؤد، مولانا منظور احمد خاں سے صحیح مسلم اور مولانا امیر احمد کاندھلوی سے سنن ترمذی اور سنن نسائی پڑھی اور امتیازی نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کی، آپ کے رفقاء درس میں ممتاز لوگوں میں مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مدظلہ جو ان کی وفات کے بعد مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم ابن حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ قابل ذکر ہیں۔

تعلیمی مراحل:

اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ ورہنمائی سے مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جون پور سے مظاہر علوم میں داخل ہوئے، جو ہندستان میں حدیث شریف کے بڑے مراکز میں سمجھا جاتا رہا ہے، اور دور دور سے لوگ وہاں کا رُخ کرتے اور علم میں رسوخ کے ساتھ دین پر عمل میں کمال پیدا کرنے کا جذبہ رکھتے۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اپنے بڑوں کی تمناؤں پر کھرے اترے اور اس عصر کے امیر کارواں حدیث (امیر المؤمنین فی الحدیث) کے طور پر عالم میں متعارف ہوئے۔ وہ مظاہر علوم میں اپنے داخلہ اور اس کی تکمیل اور پھر مسند تدریس پر فائز ہونے کی داستان یوں قلم بند فرماتے ہیں:

> ”اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا۔
> یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اوّلین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، مسلم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور اگلے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان

۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم وتدریس تھیں۔

اگلے سال بھی کتابیں رہیں اور وظیفہ دس روپئے ماہانہ ہوگیا۔ اس سے اگلے سال تیس روپئے خشک پر تقرر ہوا اور مقامات وقطبی سپرد ہوئیں۔ اور اس سے اگلے سال یعنی شوال ۱۳۸۴ھ ہدایہ اوّلین، قطبی واصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

اسی سال ذی الحجہ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفرحسین صاحب حال ناظم اعلیٰ مظاہرعلوم کے یہاں منتقل ہوکر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی۔

پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر معانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی۔ اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف ونسائی شریف ونورالانوار زیر تعلیم رہیں۔

اس کے بعد شوال ۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ ومؤطئین زیر درس رہیں۔

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً علیہ۔

اور بحمداللہ سبحانہ وتعالیٰ بخاری شریف اور دوسری کوئی کتاب ہوتی رہتی ہے۔

مظاہر آنے کے کچھ دن بعد نزلہ وبخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا۔ حضرت اقدس ناظم صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ واعلیٰ اللہ مراتبہ نے بلاکر ارشاد فرمایا کہ:

"جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا۔"

میں نے عرض کیا، جواب تک یاد ہے، کہ:

”حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا۔“

حضرت نے فرمایا کہ:

”بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟“

میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں، کہ:

”حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔“

اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

”پھر پڑا رہ۔“

یہ ہے حضرت قدس سرہٗ سے پہلی بات چیت۔

اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے۔ اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے۔

انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ:

”یہ کیا یقین ہے کہ یہ خون پھپھڑے سے آیا ہے؟“

اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہو گیا۔ لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

ایک یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دارالحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا درس سنتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ نہ معلوم ہم کو بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر یہ کہ اس نے توفیق سے مدد کی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی لیکن سب فضل وکرم ہے۔“

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی!!(۱)

---

(۱) ملاحظہ ہو ”حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور ان کے خلفاء“ مرتبہ مولانا محمد یوسف متالا مرحوم

تصنیفات ورسائل:

جہاں تک تصنیفات ورسائل کا تعلق ہے:

موصوف مولانا کی کتابوں کی ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے، ان کے علمی افادات وتحقیقات کے مجموعے ان کے بعض شاگردوں کی طرف سے طبع ہوکر سامنے آچکے ہیں، جن کی طرف پچھلی سطروں میں اشارہ گزر چکا ہے، آخری اہم کام صحیح بخاری کی شرح کی تصنیف ''نبراس الساري إلى رياض البخاري'' ہے، جس کا پہلا حصہ ان کی زندگی میں منظر عام پر آگیا تھا، جو بدء الوحی سے کتاب الوضوء تک ہے اور مولانا محمد ایوب سورتی نے مکتبۃ العلم سورت سے شائع کردیا ہے۔

اور مولانا کی سندوں پر مولانا محمد اکرم ندوی کی کتاب ''الفوائد في عوالي الأسانيد وغوالي الفوائد ثبت العلامة المحدث الشيخ محمد يونس الجونفوري'' مکتبہ نظام الیعقوبی بحرین سے طبع ہوکر ان کی زندگی میں سامنے آگئی تھی، اور مولانا کی خدمت میں پہنچ گئی تھی۔

ان کے علاوہ عقائد، حدیث، اصول حدیث، فقہ واصول فقہ، تاریخ وسیرت کے موضوعات پر کئی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسائل ہیں جیسے جزء تخریج حدیث، انما الاعمال بالنیات، تذکرہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

تجرد کی زندگی اختیار کرنے کے اسباب:

حضرۃ الشیخ جس عمر میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے وہ ان کی شادی کی عمر تھی مگر مولانا عبدالعظیم ندوی (صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوریؒ) فرماتے ہیں کہ تجرد کی زندگی اختیار کرنے کے اسباب میں ایک بڑا سبب صحت کی کمزوری ہے، جس کی وجہ سے جلدی جلدی بیمار پڑ جاتے تھے، اور اسی وجہ سے انھوں نے شادی کی ہمت نہیں کی، انھوں نے اپنے والد جلیل حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب کی روایت سے یہ بات بتائی کہ ایک بار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ نے ان سے کیا کہ یونس تمہارا شاگرد

ہے اس سے کہو کہ شادی کرے، ابا (یعنی والد صاحب) نے مولانا یونس صاحب سے یہ بات کہی تو مولانا یونس صاحب نے فرمایا:

''میں اپنے کو جسمانی طور پر بہت کمزور پاتا ہوں، یہاں تک کہ غسل کی حاجت پڑ جاتی ہے تو بخار آجاتا ہے۔''

البتہ آخر عمر میں حضرت کو اس کا بڑا احساس تھا کہ اپنی کمزوری صحت کا عذر نہ کرنے شادی کر لینی چاہیے تھی جس کی آج بڑی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت الشیخ نے خود بھی یہی سبب تحریر فرمایا ہے اور اپنے ایک مضمون میں جب کہ ان کی عمر چالیس پچاس کے درمیان اپنی ہوگی لکھا تھا کہ:

''امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت نہ ہوئی، اور اب بڑھاپا شروع ہو چکا ہے، حدود چہل خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے وقت گزر گیا۔''(۱)

تدریس:

شوال ۱۳۸۲ھ میں مظاہر علوم سہانپور میں استاد مقرر ہو گئے، شروع میں قطبی، مقامات حریری، ہدایہ اولین، مختصر المعانی اور اصول الشاشی زیر درس ہیں، ۱۳۸۵ھ میں حدیث شریف مشکوٰۃ شریف سپرد ہوئی، حدیث شریف سنن ابوداؤد اور سنن نسائی سپرد ہو گئی اور شوال ۱۳۸۶ھ تا شعبان ۱۳۸۷ھ دورۂ حدیث کا پہلا سال تھا یہی مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے دورۂ حدیث کا سال ہے، جبکہ اگلے سال مولانا محمد زبیر الحسن اور مولانا سید محمد شاہد صاحب کے دورۂ حدیث ۱۳۸۷ھ کے سال میں مسلم شریف، سنن ابن ماجہ، اور مؤطا امام مالک و مؤطا امام محمد بھی رہیں، اور ۱۳۸۸ھ میں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے آنکھ کی معذوری اور صحت کی کمزوری کے باعث بخاری شریف مولانا کے ہی حوالہ کر دی، اور ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں باقاعدہ آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی جگہ شیخ الحدیث مظاہر علوم مقرر کر دئے گئے، علمی و تصنیفی خدمات میں آپ کا بڑا علمی تحقیقی کارنامہ صحیح البخاری شریف کا حاشیہ

---

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، اور ان کے خلفاء، جلد دوم ص: ۱۲۲-۱۲۴

بلکہ بڑی محققانہ شرح ہے، جوآپ کے پچاس سالہ تدریسی وعلمی مشغولیت وانہماک کا فیضان ہے، جواب منظرعام پرآنے کو ہےاوراس کی پہلی جلد "نبراس الساري إلى رياض البخاري" کے نام طبع ہوکرآپ کی حیات مبارک میں ہی منظرعام پرآ گئی تھی جو "باب بدء الوحي" سے وضوء کی احادیث تک ہے۔اسی طرح صحیح مسلم شریف پر بھی کام ہے، جیسے ''آپ کے شاگرد مولوی عاصم عبیداللہ ندوی مظاہری (برمی) سامنے لارہے ہیں، آپ کے علمی افادات کے جمع وترتیب کرنے کا کام آپ کے کئی تلامذہ نے الگ الگ کیا ہے جس میں ''اليواقيت الغاليه '' (مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی لندن)، "كتاب التوحيد في الرد على الجهمية" وغیرہم (مرتبہ مولانا موصوف) اور ''نوادر الحدیث ونوادر الفقہ '' (مرتبہ مفتی محمد زید مظاہری ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے ذریعہ شائع ہوچکی ہیں، حدیث کے علاوہ فقہ واصول فقہ پر بھی آپ کا کام ہے۔علم حدیث میں ان کے مقام اوران کی سندوں کے تعارف پر مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کی کتاب" الفرائد في عوالي الأسانيد وغوالي الفوائد" ایک گراں قدر کام ہے، وہ بھی آپ کی حیات مبارک میں طبع ہوکر سامنے آ گیا تھا۔

ایک یادگار مکتوب اور بشارت:

ذیل میں ایک یادگار مکتوب پیش کیا جارہا ہے جو حضرت شیخؒ کی جانب سے مولانا محمد یونس صاحب کے نام ہے جس میں غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو مولانا یونس رحمۃ اللہ علیہ سے کیا توقعات وابستہ تھیں اور وہ ان کے علمی مقام کو مستقبل میں خود اپنے مقام سے بلند دیکھ رہے تھے، تحریر فرماتے ہیں:

ابھی کمسن ہیں، وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھے

''ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے، اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریسِ حدیث کا سینتالیسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے۔ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے۔''

تیسرا باب

خاندان، والدین ماجدین اور علاقہ کے علماء و مصلحین سے ربط و تعلق، تعلیم و تربیت، علمی انہماک و اشتغال اور سلسلۂ تلمذ و استفادہ

خاندان اور علاقہ:

حضرۃ الشیخ علامہ محدث جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کا خاندان شیراز ہند کا وہ خاندان ہے جس نے امت کو متعدد اصحاب فضل و کمال دیئے، ان ہی میں شمس العلماء علامہ شبلی نعمانیؒ (متوفی ۱۹۱۴ء) علامہ حمید الدین فراہیؒ (م ۱۹۳۰ء)، معروف شاعر اقبال سہیل مرحوم، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور حضرۃ الشیخ محدث جون پوری (متوفی ۲۰۱۷ء) کی ہستیاں بین الاقوامی شہرت کی حامل اور اپنے فن میں ید طولیٰ رکھنے والی شخصیات ہیں، ان کے علاوہ علم و ادب، روحانیت و معرفت، دعوت و عزیمت کی ایسی بہت سی شخصیات ہیں جن سے امت کو خوب فیض پہنچا۔

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ کے خاندان کے متعلق مولانا عبد العظیم ندوی جونپوری (فرزند گرامی حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم جون پوری) کہتے ہیں:

جو شیخ یونس علیہ الرحمہ کا خاندان کہلاتا ہے، ان کے والد کو ہم لوگ اور علاقہ کے لوگ شیخ شبیر احمد صاحب کہتے تھے، گورینی قصبہ کی یہ مسلم برادری شیخ اور پٹھان خاندانوں پر مشتمل ہے، مولوی محمد ارشد ندوی جون پوری (مقیم بمبئی) بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، ان کی اس خاندان میں قرابتیں بھی ہیں، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے راقم سطور سے فرمایا! مولانا یونس صاحب کی برادری ہماری برادری ایک ہے جو اعظم گڑھ اور جون پور

میں آباد ہے اور اسی کے علامہ شبلی نعمانی بھی ہیں، وہ اپنے خاندان کے متعلق اپنے سفرنامہ حیات ''داستان میری'' جلد اوّل ص: ۴۳ میں لکھتے ہیں کہ:

''اعظم گڑھ مشرقی یوپی کا مشہور ضلع ہے، کبھی یہ جون پور کا ضلع سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کی سرزمین سے بڑے بڑے اہل فن وکمال اٹھے ہیں، اس ضلع میں ایک خاص برادری آباد ہے جس میں شیخ بھی ہیں، پٹھان بھی عام طور پر آبائی پیشہ کاشتکاری ہے، علامہ سید سلیمان ندوی نے ''حیات شبلی'' میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اس برادری کے لوگ عام طور پر جفاکش، محنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں، اگر ایک ہی خاندان میں ایک دو عالم نظر آتے ہیں، تو ان میں سیکڑوں عامی بھی ہیں۔''

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) جونپور کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''آپ کا تعلق جونپور کے ایک گاؤں گورینی سے ہے، مشرقی یوپی کی مشہور درسگاہ ''ریاض العلوم'' یہیں واقع ہے، جسے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ نے تقریباً تیس سال پہلے قائم کیا تھا، اور جس سے ہر سال سیکڑوں طلبہ فیضیاب ہوتے ہیں، جونپور کا خطہ علم وفضل کے لیے ہمیشہ مشہور رہا ہے، شاہجہاں نے ایک بار فرمایا تھا جونپور شیراز مااست اور شاہجہاں ہی نے جونپور کو ''دارالعلم'' کا خطاب دیا، بقول مولانا صفی لکھنوی: ؎

جونپور ارباب علم وفضل کے دارالسرور
کہتے تھے شیراز ہند اکثر تجھے اہل شعور

جونپور کی علمی تاریخ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''حیات شبلی'' کے مقدمہ میں بڑی تحقیق کے ساتھ جونپور کی علمی تاریخ پیش کی ہے، ان تفصیلات کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں، درج ذیل اشعار جونپور کے تابناک ماضی کے آئینہ دار ہیں:

جنت عدن جونپور بود
کاندر آنجا مقام حور بود

مسکن علم وفضل ودانش ورائے
نبود آنجناں بملک خدائے
فخر ہرکس درو بعلم وہنر
بے ہنر اندر ونیابد فر
گلشن جونپور خرد باد
واندرو ہرکہ ہست بیگم باد
دست اوسر بسر گلستاں باد
جائے مستان می برستان باد[۱]

علامہ سیّد سلیمان ندوی ؒ کا تجزیہ

علامہ سیّد سلیمان ندوی حیات شبلی میں اعظم گڑھ اور جون پور اور ان کی مسلم آبادی کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"اعظم گڑھ ایک نئی آبادی ہے، البتہ اس کے اکثر مردم خیز قصبات پرانے ہیں، اور پہلے وہ جون پور میں شمار ہوتے تھے، اس لیے موجودہ ضلع اعظم گڑھ کے اکثر اگلے مشاہیر جون پوری مشہور ہوئے، اس زمانہ میں سرکار جون پور کی وسعت آج کل سے مختلف تھی، اس موقع پر ایک اصطلاحی غلطی کا دور کرنا ضروری ہے، مغلوں کے زمانہ میں سرکاروں کی جو تقسیم تھی، وہ موجودہ انگریزی تقسیم سے بالکل الگ تھی، آئین اکبری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس زمانہ میں سرکار جون پور کا رقبہ موجودہ فیض آباد کی سرحد سے لے کر موجودہ غازی پور کے حدود تک پھیلا تھا، جس کو آج کل اضلاع مشرقی کہتے ہیں۔"[۲]

آگے لکھتے ہیں:

"اعظم گڑھ کے کھلے ہوئے دو حصے تھے، ایک حصہ میں اکثر راج پوتوں یا دوسرے نومسلموں کی آبادی ہے، دوسرا حصہ وہ ہے، جس میں وہ

---

(۱) ماہنامہ "نقوش اسلام" جون/ جولائی ۲۰۱۷ء ص:۱۹ (۲) حیات شبلی، ص:۱۱۳۔

خاندان آباد ہیں، جن کے آباء واسلاف دوسرے اسلامی ملکوں یا شہروں سے ہجرت کر کے یہاں آئے، یا آباد ہوئے، اس دیار کی زبان میں ان بزرگوں کو ملکی کہا جاتا ہے،

نومسلم خاندانوں میں جو وقتاً فوقتاً اسلام کی خلعت سے سرفراز ہوئے، دو قومیں پیدا ہوئیں، ایک وہ لوگ جو اپنی اصل ونسل میں بالکل خاص رہے، ان میں قابل ذکر اعظم گڑھ کے راجاؤں اور سدھاری متصل اعظم گڑھ کے بابوؤں کے خاندان ہیں، اور جواب تک اسی طرح بے میل مسلمان راجپوت ہیں، دوسری قوم وہ ہے جو مغلوں، پٹھانوں، شیوخ، اور دوسرے خاندانوں میں شادی بیاہ کرنے لگی، ان کو عرف عام میں روتارہ کہتے ہیں، جو حقیقت میں اصل ہندی لفظ راوت کی خرابی ہے، یہ راوت لفظ پہلے راج پوتوں کے لیے بولا جاتا تھا، اور اب بھی کہیں کہیں بولا جاتا ہے۔"

امیر خسرو دہلوی قران السعدین میں کہتے ہیں ؏

راوت ژوپین زن وخارا شگاف [1]

مرہٹی میں راوت سوار سپاہی کو کہتے ہیں، اور وہ بہت سے خاندانوں کا سرنام ہے۔ [2]

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے علامہ شبلی نعمانیؒ کی برادری وخاندان کے متعلق اسی راوت خاندان کا تذکرہ کیا ہے، جو روتارہ سے معروف ہے، لکھتے ہیں:

"مولانا کا خاندانی سلسلہ وہی نومسلم راج پوتوں کا ہے جو راوت کہلاتے ہیں۔" [3]

ان کے مورث علی شیوراج سنگھ کا اسلامی نام سراج الدین ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"سراج الدین کے پوتے سہراب نے دنیاوی عزت کے علاوہ مذہبی اعزاز بھی حاصل کیا، یعنی اپنی باطنی کیفیت میں یہ ترقی کی کہ ان کے مرشد نے ان کو بیعت کی اجازت دی اور شیخ کے معزز لقب سے سرفراز کیا اسی لیے نومسلم راج پوتوں کے عام دستور کے خلاف یہ لوگ خان کے بجائے شیخ

---

(۱) ص: ۳۶ مطبوعہ علی گڑھ۔ (۲) حیات شبلی ص: ۱۱۴۔ (۳) حوالہ سابق ص: ۱۲۰۔

کہلاتے ہیں۔‘‘(۱)

والد ماجد شیخ شبیر احمد جونپوریؒ:

حضرۃ الشیخ نور اللہ مرقدہ کا گھرانہ چوکیہ گورینی میں چار پشتوں سے آباد ہے، آپ کے جد امجد ’’گھاموں شیخ‘‘ سلطان پور سے یہاں آئے تھے، دادا گھاموں شیخ کے ایک بیٹے تھے، ان کا نام ’’حُبّہ‘‘ تھا۔

’’حُبّہ شیخ‘‘ کے پانچ بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑے ’’جہانگیر شیخ‘‘ تھے،

دوسرے صاحبزادے حیدر علی شیخ تھے،

تیسرے صاحبزادے امیر علی شیخ تھے، جو ’’امیرن‘‘ سے مشہور تھے،

چوتھے صاحبزادے شیر علی شیخ تھے،

پانچویں صاحبزادے چراغ علی شیخ تھے،

حضرۃ الشیخ جون پوری نور اللہ مرقدہ شیر علی شیخ کے پوتے تھے، شیخ شیر علی رحمہ اللہ نے دو شادی کی تھیں، پہلی بی بی کا نام ’’اُمۃ النساء‘‘ تھا، جو حضرۃ الشیخ کی حقیقی دادی والدہ شیخ شبیر احمد مرحوم ہیں۔

دوسری بی بی ’’ثمینۃ النساء‘‘ مرحومہ تھیں جن کی ایک صاحبزادی ’’مفید النساء‘‘ مرحومہ ہوئیں، یہ حضرۃ الشیخ علیہ الرحمہ کی پھوپھی ہیں۔(۲)

مولانا کے والد کے نام کے ساتھ شیخ لکھا جاتا اور وہ شیخ شبیر کہے جاتے تھے، مولانا عبد العظیم ندوی خلف الرشید حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم جونپوری ان کے متعلق بیان کرتے ہیں:

> ’’شیخ شبیر احمد نے نوے سال کی عمر میں ۱۹۸۸ء میں اپنے وطن چوکیہ گورینی ضلع جون پور میں وفات پائی، اس سے ڈیڑھ دو سال قبل حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا تھا، حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو اس کی بہت فکر رہتی تھی کہ وہ حج کرلیں مگر وہ تنہا نہیں جاسکتے تھے، آخر عمر کی وجہ سے ذہول ہونے لگ گیا تھا، ایک دن ابا یعنی حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم

---

(۱) بحوالہ سابق ص: ۱۲۳ طبع جدید دار المصنفین اعظم گڑھ، سنہ طباعت ۲۰۱۵ء۔

(۲) معلومات از تحریر مولانا محمد جابر پالن پوریؒ

صاحب سے مولانا یونس صاحب نے فرمایا: آپ ہی ابا کو حج کرادیجیے میرے بس کا نہیں، چنانچہ نظام بن گیا، مولانا یونس صاحب فرمانے لگے لگتا ہے اب ابا واپس نہیں آئیں گے، والد صاحب حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے فرمایا دیکھتے ہیں، آخر سفر ہوا اور ابا نے شیخ شبیر صاحب کا بڑا خیال رکھا، ابا کے ساتھ ان کے بیٹوں میں بھائی عبدالکریم اور بھائی عبداللہ ساتھ تھے، ہم پچھلے سال ۱۹۸۵ء ساتھ جا چکے تھے، سبھی نے ان کا بہت خیال رکھا، خاص طور پر بھائی عبدالکریم نے بہت خیال رکھا، جس کی پیرانہ سالی اور اعذار کی وجہ سے ان کو ضرورت بھی تھی یہ سولہ افراد کا قافلہ تھا حج سے براہ ممبئی جب واپسی ہوئی تو استقبال کرنے والوں کو شامل کرکے وطن جون پور آنے پر ۲۴ نفر کا قافلہ ہوگیا۔ میں بھی استقبال کرنے والوں میں تھا جون پور پہنچ کر شیخ شبیر صاحب مرحوم کو ان کے گھر پہنچایا اور ابا کو آکر خبر دی کہ ان کو ان کے پوتوں کے حوالہ کرآیا ہوں، ابا نے فرمایا کہ مولوی یونس کو بتادو۔"

مولانا عبدالعظیم ندوی جونپوری کا یہ بھی بیان ہے:

"شیخ شبیر احمد مرحوم نماز کے بڑے پابند تھے، طہارت کا بڑا اہتمام رکھتے تھے، حلال آمدنی اور اپنے ہاتھ کی کمائی کی فکر وخیال رکھے، اس کے لیے بھینس پال رکھی تھی، جس کے وہ شوقین بھی تھے، اور اصلی گھی کا کاروبار کرتے تھے، اچھے کاشتکار تھے، اور زمین وجائداد تھی، دو بیٹے تھے، مولانا یونس صاحب اور محمد ایوب صاحب، مولانا یونس صاحب بہت کم زور، نحیف ولاغر تھے، اس لیے وہ کاشتکاری اور کوئی بھی محنت کا کام نہیں کرسکتے تھے، مگر محمد ایوب صاحب نے اپنے والد کی طرح کاشتکاری کی، مولانا محمد یونس صاحب کا زمین وجائداد سے کوئی مطلب نہیں تھا، اور سب بھائی کے حوالہ کردی، شیخ شبیر احمد مرحوم اگرچہ تعلیم یافتہ نہیں تھے، لیکن مطالعہ وسیع تھا اور برما میں ایک عرصہ قیام کی وجہ سے انگریزوں کی تاریخ سے بہت واقف ہوگئے تھے مطالعہ کے بہت شوقین تھے، حافظہ اچھا تھا،

ایک بار فرمانے لگے، یونس شیخ الحدیث ہوگیا ہے لیکن مجھ سے گفتگو کرے تو مجھ سے آگے نہیں نکل پائے گا، اردو بہت اچھی تھی، اردوئے معلّٰی بولتے تھے، اور بہت اچھی گفتگو کرتے تھے، ایک بار مجھ سے فرمانے لگے:

"میں نے عزم مصمم کرلیا ہے کہ تراویح تمہارے پیچھے ہی پڑھوں گا۔"

وہ اس کا اہتمام کرتے تھے کہ میرے پیچھے تراویح پڑھیں، ایک ہاتھ میں لالٹین، ایک ہاتھ میں عصا لے کر آنے جانے کا اہتمام تھا، قد لانبا اور جسم مضبوط تھا، ابا (حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب) کا بہت لحاظ کرتے تھے، سامنے نہیں آتے، فرماتے ہم نے پڑھا ہے اللہ والوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے، کہ کہیں بے ادبی نہ ہوجائے اور کوئی ایسا جملہ نکل آئے جو نامناسب ہو۔"

شیخ شبیر احمد کا نکاح عمدۃ النساء خاتون سے ہوا، مولانا محمد یونس جون پوری ۵ر سال کے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، ثانی صاحبہ نے تربیت کی۔ ۱۹۸۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جونپوری علیہ الرحمہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور تقریباً نوے سال کی عمر میں ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۰۸ھ کو اپنے وطن میں وفات پائی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

بھائی محمد ایوب مرحوم اور ان کی اولاد

مولانا محمد یونس جون پوری کے ایک ہی بھائی تھے شیخ محمد ایوب، جو ان سے عمر میں چھوٹے تھے لیکن کثیر الاولاد تھے، ۸ر فرزند اور تین بیٹیاں ہوئیں، صاحبزادگان کے نام اس طرح ہیں:

محمد خالد، محمد حامد، محمد شاہد (عرف ننّھے) محمد سلیم، محمد علیم، محمد اطہر، محمد اعظم، عبدالسلام۔[1]

یہی سب مولانا کے وارث اور عصبہ ہیں، اور اپنی زندگی میں ہی مولانا نے اپنے وطن کی سب چیزیں مکان، جائداد، کھیت، زمین والدین کا ترکہ وغیرہ سب انہی لوگوں کے حوالہ کردیا، یہاں تک کہ سہارن پور کے گذر بسر کا سامان بھی وہاں کے ذمہ داروں نے انہی

---

(۱) ملفوظات وسوانح، از مولانا جابر پالن پوری، ص: ۵۴۔

حضرات کے حوالہ کیا، سہارن پور کا ذاتی مکان جو اگر چہ ان کی رہائش گاہ نہ تھی، مظاہر علوم وقف کو وقف کیا، اور ذاتی کتب خانہ جس میں خود ان کی خریدی ہوئی کتابیں لاکھوں کی لاگت کی تھیں، مظاہر علوم دار جدید کو وقف کیا جہاں وہ مسند نشیں تھے، جسے وہاں کے ذمہ داروں نے ان کی ہی یادگار کے طور پر قائم کر کے مکتبۃ الشیخ محمد یونس الجونفوری کے نام سے یادگار قائم کی، باقی مستعملہ وغیر مستعملہ ذاتی سامان ان کے بھتیجوں کی ملکیت قرار پایا اس لیے کہ ان کے ورثاء میں دادا، دادی، نانا، نانی، والدین، چچا، ماموں اور بھائی وغیرہ کوئی نہیں تھا، صرف یہی بھتیجے ہیں جو ان کے وارث اور مثل فرزند ہیں۔

والدہ ماجدہ، ان کا خاندان اور وطن

خود حضرۃ الشیخ نے فرمایا:

''میری والدہ کا نام عمدۃ النساء تھا، والدہ دتّن کے نام سے مشہور تھیں۔''(۱)

والدہ ماجدہ محترمہ عمدۃ النساء مرحومہ گاؤں میں ''دتّن'' کے نام سے مشہور تھیں، بہت ہی نیک خصلت اور صوم وصلاۃ کی پابند اور بڑی نیک طبیعت خاتون تھیں، بہت کم عمر پائی، سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر کچھ کم وبیش پائی، ٹی بی کے مرض میں وفات پائی، جو اس زمانہ میں لاعلاج مرض تھا، اور جس کو ہو جاتا تھا اس کے لیے مرض الوفاۃ سمجھا جاتا تھا، حضرۃ الشیخ کی عمر اس وقت پانچ سال دس ماہ تھیں، اس کے مطابق ان کی وفات جون ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا سال وفات ہے، اس لیے کہ حضرۃ الشیخ کی تاریخ ولادت ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۵/رجب المرجب ۱۳۵۶ھ ہے۔

محترمہ عمدۃ النساء جناب شعیب علی مرحوم کی صاحبزادی ہیں، جو بارا کلاں گاؤں کے رہنے والے تھے، بارا کلاں کھیتا سرائے کے قریب چوکیہ سے سات یا آٹھ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

حضرۃ الشیخ کی نانی مرحومہ ''ملاحت'' کے نام سے مشہور تھیں، دُبایا گاؤں کی تھیں،

---

(۱) بیان کردہ مولوی محمد ارشد ندوی جونپوری (مقیم بھیونڈی ممبئی)

ڈبایا چوکیہ سے پچیس کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، انھوں نے پہلی شادی حضرتؒ کے حقیقی نانا جناب شعیب علی سے کی تھی، جناب شعیب علی کی وفات حضرۃ الشیخ کی والدہ ماجدہ کی ولادت سے پہلے ہوگئی تھی۔ نانی صاحبہ کی دوسری شادی حضرت کے دادا شیخ شیر علی کے بھائی شیخ امیر علی سے ہوئی، حضرت ان کے ساتھ جہاں دادا کی حیثیت سے سلوک کرتے وہیں نانا کی حیثیت سے ان کو مرتبہ ومقام دیتے تھے، اور ان کا بھی دونوں حیثیت سے شفقت ومحبت کا معاملہ تھا۔ (۱)

ولادت:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری کی ولادت کی تاریخ میں اسلامی اور عیسوی تاریخ ملانے میں اختلاف نظر آتا ہے۔ مولانا مسعود احمد الاعظمی نبیرۂ محدث الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں:

> ''مولانا کی تاریخ پیدائش ان کے خودنوشت مرقع کے اعتبار سے ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء ہے، مولانا کے علمی افادات موسوم بہ ''الیواقیت الغالیۃ'' مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی میں ''ایک خودنوشت مرقع'' کے عنوان کے تحت ان کی تاریخ ولادت یہی درج ہے، جو ہم نے لکھی ہے، غالباً اسی پر اعتماد کرتے ہوئے بعض دوسرے مضمون نگاروں نے اپنے اپنے مضمون میں یہی تاریخیں درج کی ہیں، مثال کے طور پر دیکھئے ماہنامہ مظاہر علوم سہارن پور اور ضیاء علم حیدرآباد ۷؍اگست ۲۰۱۷ء کے شمارے جن کے اندر مولانا مرحوم کے حالات ان کے علمی وعملی کارناموں اور منہج فکر کو قدرے تفصیل سے قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن معلوم ہوتا ہے اس میں کہیں سے وہم یا سہو ہوا ہے، ہماری تلاش کے لحاظ سے ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ کی مطابقت ۲؍اکتوبر سے ہے نہ کہ ۱۹۳۷ء سے، بلکہ اس کے مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۶ء ہے۔ (۲)

مولانا مسعود الاعظمی نے اسلامی تاریخ کو اصل مان کر عیسوی تاریخ میں جو اصلاح کی ہے، اس لحاظ سے ان کی بات درست ہے مگر صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ اس میں انگریزی

---

(۱) استفادہ از تحقیقات مولانا جابر پالن پوری۔ (۲) سہ ماہی مجلۃ المآثر، ۹؍۱۴۳۹ھ محرم تاربیع الاول

تاریخ کو اصل مان کر اسلامی تاریخ میں تصحیح کی جائے، تو اس سے رجب اور اس کی تاریخ صحیح قائم رہے گی اور سن میں اس طرح فرق آئے گا کہ وہ ۱۳۵۵ھ کے بجائے ۱۳۵۶ھ ہو جائے گا، جیسا کہ مولانا ایوب سورتی نے بھی لکھا ہے:

> ''اس طرح تاریخ پیدائش ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۵/رجب ۱۳۵۶ھ ہوگی۔''

شعور کی عمر، روزہ کشائی اور والد صاحب کے ایک واقعہ سے نصیحت:

حضرۃ الشیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنی روزہ کشائی فقہی آغاز روزہ کی تاریخ کی تعیین تو نہیں فرمائی، البتہ اپنے والد ماجد کے ایک واقعہ سے اس کے زمانہ کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات کے ناقل راوی ہیں:

> ''فرمایا: ایک دن کا لطیفہ ہے، ہمارے والد صاحب آسمان دیکھ کر اذان سے پہلے سب سے پہلے ہی افطار کرتے تھے، ایک دن بہت ہی سخت بارش ہوئی سب لوگ مسجد میں پہنچ گئے، اور سب نے اتفاق کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے، تو سب نے روزہ افطار کر لیا، اور اذان بھی ہو گئی، لیکن والد صاحب نے افطار نہیں کیا، کہ کچھ دیر انتظار کر لوں، کچھ دیر بعد بادل ہٹے اور سورج نے اپنی مونچھیں نکالیں، دادا نے بھی افطار کر لیا تھا، یہ قصہ جو سنا رہا ہوں اس وقت کا ہے جب میں نے روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔''(۱)

والد ماجد شیخ شبیر احمد کی مایوس کن علالت اور ایک درویش صفت بزرگ کی تسلی:

حضرۃ الشیخ کے والد ماجد شیخ شبیر احمد جب سنگاپور سے چوکیہ اپنے گاؤں آئے اس وقت ان پر کسی نے جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ سات سال بستر پر رہے، ان کے مرض کی اطلاع حضرت کی نانی کے چچازاد بھائی شاہ محمد صاحب کو ہوئی، یہ ایک درویش صفت انسان تھے، اکثر حالت جذب میں رہا کرتے تھے، وہ بغرض علاج تشریف لائے، اس وقت حضرت کی عمر تقریباً ۱۲ یا ۱۳/سال رہی ہوگی، اس وقت اس درویش صفت بزرگ نے حضرۃ الشیخ کے

---

(۱) ملفوظات مع سوانح از مولانا محمد جابر پالن پوری ص: ۱۶۰۔

والد ماجد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”تمہارا بیٹا یونس اپنے وقت کا بڑا عالم ہوگا، اس وقت اس جیسا بڑا عالم نہ ہوگا“، اور حضرت کے چھوٹے بھائی، شیخ محمد ایوب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کھیتی وغیرہ کا کام کرے گا۔“(۱)

چنانچہ شیخ شبیر احمد کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی، اور طویل عمر دی، تقریباً نوے سال حیات رہے اور حج کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے اور حضرۃ الشیخ کا عروج خود اپنی نگاہوں سے دیکھا اور ربّ ذوالجلال کے شکر گزار ہوئے۔

اس سے قبل کی کیفیت حضرۃ الشیخ نے بیان فرمائی کہ بچپن میں والد پڑھانا نہیں چاہتے تھے، ہمارے ایک دور کے رشتہ دار نے والد کو سمجھایا اور مجھے پڑھانے کا قائل کرلیا، اور والد صاحب خاموش ہوگئے۔ (۲)

بچپن کے کوائف اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی عظمت و محبت کا پہلا تأثر:

بچپن کا نقش یقیناً نقش کالحجر ہوتا ہے، اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی محبت و عظمت دین کی نسبت سے ان کے دل میں سب سے پہلے جاگزیں ہوئی، حضرت شیخ الاسلام کے نواسہ مولانا مفتی سید محمد عفان منصور پوری اس تعلق سے لکھتے ہیں:

”سب سے پہلے جس شخصیت کی عظمت و بزرگی کی دھاک میرے دل پر بیٹھی وہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شخصیت تھی، اپنے بچپن کے واقعات سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقہ میں جب ایک مرتبہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ تشریف لائے تو پورا گاؤں اور آس پاس کا علاقہ حضرت کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑا، بڑا مجمع بیعت ہوا، اور لوگوں کی گرویدگی اور فدائیت قابل دید تھی، مرد تو مرد عورتیں اور بچے بھی مسرور اور نئے کپڑوں میں ملبوس دکھائی دے رہے تھے، عید کا سا سماں تھا، علاقہ کے لوگوں میں کسی شخصیت کی آمد پر یہ جوش وخروش و وارفتگی میں نے شعور سنبھالنے کے

---

(۱) از تحریر، مولانا محمد جابر پالن پوری۔

(۲) از ملفوظات مع سوانح ص: ۱۱۱-۲۱۲ مرتبہ مولانا جابر پالن پوری۔

بعد پہلی مرتبہ دیکھی تھی، اسی دن سے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی عظمت کا سکہ ایسا بیٹھا کہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، ان واقعات کو ایسی محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر فرماتے کہ بارہا آواز بھرّا جاتی اور سننے والوں کی آنکھیں بھی بھیگ جاتیں۔"[۱]

حضرت شاہ میاں چاند شاہ ٹانڈوی کے دینی وروحانی اثرات

حضرت شاہ میاں چاند شاہ صاحب ٹانڈوی کا تعلق حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے سلسلہ سے ہے، جو اس طرح ہے:

ان کے شیخ حضرت مولانا سید ابوالحسن نصیر آبادی، مولانا شاہ مراد اللہ تھانیسری کے خلیفہ تھے، وہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی کے، وہ حضرت شاہ مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کے وہ حضرت شیخ نور محمد بدایوی کے وہ حضرت خواجہ سیف الدین کے وہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے وہ حضرت مجدد الف ثانی کے (آگے کے سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو) راقم کا رسالہ "سلاسل اربعہ" (مطبوعہ سید احمد شہید دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی)

حضرت شاہ میاں چاند شاہ صاحب کا نسلی تعلق افغانستان کے قبیلہ یوسف زئی سے تھا، ان کے دادا ہندوستان آئے اور والد کرم خاں صاحب ٹانڈہ میں مقیم ہوئے۔

حضرت چاند شاہ صاحب ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے، اٹھارہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی اور دنیوی مشاغل سے اپنے کو الگ کرکے یادِ خدا میں مشغول ہو گئے، بیعت وامارت کا تعلق حضرت شاہ سید ابوالحسن نصیر آبادی سے تھا اور انہی کی زیر تربیت رہ کر منازل سلوک طے کئے، اور خلافت سے سرفراز ہوئے، ان کے شیخ نے یہ ہدایت کی کہ جاؤ کام کرو، اور فرمایا کہ تم جہاں بھی رہو گے چاند کی مانند روشن ہو گے، آپ کی طرف رجوع بڑھتا گیا، جبکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن اللہ نے علم لدنی سے نواز دیا تھا، علماء کی جماعت اصلاح واستفادہ کے لئے آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی۔ لمبی عمر پائی، اور ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ میں نوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔[۲]

---

(۱) ماہنامہ اشرف الجرائد، حیدر آباد اگست ۲۰۱۱ء ص: ۴۳۔

(۲) بحوالہ اقوال سلف، جزء ۴ راز حضرت مولانا قمر الزماں الہ آبادی

حضرت میاں چاند شاہ صاحب سے اصلاح عقائد واصلاح اعمال کا بڑا کام مشرقی دیار میں ہوا، اور ان سے بڑی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ جن کا تذکرہ حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی مدظلہ نے اقوال سلف میں کیا ہے اور راقم السطور نے حضرت مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سے ان کے کشف وکرامات کے واقعات بار بار سُنے ہیں۔ جو خود ان کے مشاہدے کے نہیں ہیں لیکن ان کے بزرگوں کے مشاہدے کے ہیں۔

دادا کا تذکرہ

حضرت الشیخ علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں اپنے دادا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ”ہمارے دادا جب غسل کرتے تھے، تو تین مرتبہ بدن دھویا کرتے تھے میں تو چھوٹا تھا، اس لئے دادا سے کہا کہ تین مرتبہ کیوں بدن کو دھوتے ہو، میرے دادا تین مرتبہ بدن کو کیوں دھوتے تھے، (اس لئے کہ) سنت تھا، سنت ان کے پاس کہاں سے آئی جو ہمارے یہاں ایک پیر صاحب آتے تھے وہ آداب سکھلاتے تھے۔“[1]

قاعدہ بغدادی کے استاذ حافظ عبدالحی مرحوم اور نانی صاحبہ کی فکروتوجہ:

زبدۃ المحدثین حضرۃ مولانا محمد یونس جون پوری نوراللہ مرقدہٗ کا یہ کمال تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ راز کہ وہ کبھی اپنے کسی محسن کو بھولے نہیں، یہاں تک کہ قاعدۂ بغدادی جس استاد سے پڑھا ان کو بھی یاد رکھا، اس سلسلہ کا ایک اقتباس ان کے ایک ملفوظ کی روشنی میں برادر محترم مولانا مفتی سید محمد عفان منصور پوری کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے:

> ”تعلیم کے باب میں ہماری نانی (صاحبہ) جیسے ہی ہمیں دیکھتیں بڑے زور سے کہتیں ”مدرسہ جاؤ“۔

باپ تو کرے نرمی اور ماں کرے سختی، یا اس کا اُلٹا ہو، جیسے حافظ عبدالحی علیہ الرحمہ، گھر والے چھوٹا کمپنی کو ڈراتے تب کہتے، ”ابا آوت ہیں“ یہ لفظ سنتے ہی پورا گھرانا ٹوٹ پڑتا تھا اُن پر، اُن کا رعب بے انتہا تھا، اُن کا ہر نواسہ، نواسی، پوتا، پوتی، نیز بیٹا بیٹی سب سات سال میں حافظ ہو گئے، صرف دو بچے تھے جو گیارہ سال میں ہوئے، یہ کمال ہی تھا، معلوم نہیں کہاں سے

---

(۱) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش، ص ۵۶۷۔ مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی، ترکیسر

وہ درک فرما لیتے تھے، کہ اس کے لیے تسہیل کا کیا طریقہ ہے، دیگر حافظ جی صاحبان کی طرح زیادہ نہیں مارتے تھے، میں نے اُن سے قاعدۂ بغدادی پڑھا تھا، دو دن سبق نہیں سنایا، جو سبق نہیں سُناتا تھا وہ پیٹا جاتا تھا، میں چھ سال کا تھا فرمایا: ہاتھ پھیلاؤ، دوسرا پھیلاؤ، بس ایسے مارا کہ ہاتھ گرم ہوگیا، اور گرم ہو کے ٹھنڈا ہوگیا، یعنی بچہ کو احساس تو ہو جاتا تھا مار کا، لیکن وہ احساس باقی نہیں رہتا تھا، نشان وغیرہ تو پڑتا ہی نہیں تھا۔

فرمایا: یہ تمہارے نانا جان سے بیعت تھے، اور بہت آگے نکل گئے تھے۔ اپنے ان اوّل استاد حافظ عبدالحی مرحوم کے احسان کو حضرۃ الشیخ نے جس طرح یاد رکھا اس کی برکات ان پر کھلتی چلی گئیں، مولانا سید محمد عفان منصور پوری کو ان کے نانا کی نسبت سے ان کی مزید جو خصوصیات بتائیں وہ یہ تھیں، فرمایا:

> ''جب جنازہ اُٹھا تو لوگوں کا ہجوم بے حساب تھا، بانس پہ بانس باندھے جا رہے تھے، اور لوگوں کو کاندھا نہیں مل رہا تھا، پورا علاقہ اُمڈ پڑا تھا، ہم لوگ نہیں گئے اگر جاتے تو کچل جاتے، ایسی زبردست برکت تھی۔''

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی برکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ان محسن اور اوّل استاد کا ایک اور امتیاز اس طرح ظاہر فرمایا کہ:

> ''یہ بہت بڑے عامل بھی تھے، کوئی کیس بھی ناکام نہیں ہوا، سحر کا ہو یا جن کا، لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے دست مبارک میں ہاتھ دیا، اور فوراً سب چھوڑ دیا، جنوں کی جماعت سے جو ان کے قبضے میں تھے عہد لیا، کہ نیک بچوں کو نہ ستانا، قسم لی اور چھوڑ دیا۔''(۱)

مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جونپور کا زمانۂ تعلیم اور استاذ خاص مولانا ضیاء الحق فیض آبادیؒ کی خصوصی توجہ وشفقت:

شیخ شبیر احمد جونپوری نے اپنے فرزند کو مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں داخل کرایا وہی ایک مدرسہ تھا جو گاؤں سے قریب تھا، گاؤں چوکیہ گورینی میں حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم

---

(۱) ماہنامہ اشرف الجرائد، اگست ۲۰۱۷ء ص: ۴۵-۴۶ حیدرآباد۔

صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ۷۴-۱۹۷۳ میں مدرسہ ریاض العلوم قائم کیا جو بہت ترقی کر گیا، اور بہت بڑے مدرسوں میں اس کا شمار ہونے لگا، یہ زمانہ مولانا محمد یونس صاحب کا مظاہر علوم میں زمانۂ تدریس کا ہے، مولانا مظاہر علوم سہارن پور، مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جون پور سے گئے، جس کا ذریعہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب علیہ الرحمہ بنے، حضرت شاہ عبدالحلیم صاحب ان پر شروع سے بڑے شفیق و مہربان تھے، اور ان کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے۔

مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں مولانا ضیاء الحق مظاہری فیض آبادی ان کے استاد خاص تھے جو حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری کے ماموں زاد بھائی تھے، اور شاگرد بھی تھے، اس طرح مولانا محمد یونس صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری علیہ الرحمہ کے بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں اعتبار سے شاگرد اور فیض یافتہ ہیں۔

مولانا ضیاء الحق فیض آبادی کی تعلیم حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب نے اس طرح دی کہ ایک درجہ کی کتابیں ان کو پڑھاتے اور پچھلے درجہ کو پڑھانے کو کہتے اس طرح تعلیم و تعلم دونوں کام ان سے ایک ساتھ لیتے، جیسے شرح وقایہ پڑھائی، فرمایا قدوری والوں کو قدوری پڑھادو، عربی سوم کی کتابیں پڑھا رہے تھے، فرمایا کہ دوم والوں کو تم پڑھا دیا کرو، کچھ یہی طریقہ مولانا یونس صاحب کے ساتھ اختیار کیا گیا، بوجھ پورا مولانا ضیاء الحق صاحب طلبہ پر ڈالتے اور چھڑی ساتھ ہوتی، سخت تنبیہ و تادیب کرتے، کتابیں طالب علم ہی سے حل کراتے، عبارت بھی مطلب بھی، اور تربیت بھی اور اخلاق بھی سکھاتے، مولانا ضیاء الحق کی شفقت و توجہ اخلاص کا جذبہ و فکر کا یہ حال تھا کہ جب مولانا یونس صاحب کی طبیعت خراب ہوجاتی اور وہ مانی کلاں سے اپنے گاؤں چوکیہ گورینی آجاتے تو یہی مولانا ضیاء الحق ان کو بلانے آتے، اور ہمت دلاتے، اور پھر واپس مانی کلاں تعلیم جاری رکھنے کے لیے لاتے، حالاں کہ مولانا ضیاء الحق کے پیر میں معذوری تھی، مگر وہ راستہ کی صعوبت اٹھا کر یہ زحمت فرماتے۔

مولانا عبدالعظیم ندوی جون پوری صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری جو حضرۃ الشیخ کے دورۂ حدیث میں مظاہر علوم میں شاگرد بھی ہیں، کہتے ہیں کہ حضرۃ الشیخ مولانا ضیاء الحق کے احسانات کا تذکرہ بخاری شریف کے درس میں خاص کیفیت سے فرمادیا

کرتے کہ بچو! آج جو کچھ تم ہمیں دیکھ رہے ہو یہ مولوی ضیاء الحق کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور خود حضرۃ الشیخ فرماتے ہیں:

”میرے والد مجھے پڑھانا نہیں چاہتے تھے، اور حالات بھی ایسے نہیں تھے یہ تو مولانا ضیاء الحق کا احسان ہے کہ وہ نبھاتے رہے، اور جو کتاب ان کے یہاں بیس دن میں پوری ہوتی تھی، میری وجہ سے تین مہینے میں پوری ہوئی، اس لیے کہ میں زیادہ تر بیمار رہتا تھا، ایک دن سبق پڑھا پھر بیمار رہا، مولانا ضیاء الحق صاحب کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے یہ انہی کی عنایت ہے کہ پڑھ گیا ورنہ کوئی اسباب نہ تھے، وہ سبق یاد کرانے کے لیے مارتے بھی تھے لیکن میری بیماری کی وجہ سے میری رعایت کرتے۔“(۱)

حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری رحمۃ اللہ علیہ جو ایک صاحب فراست اور مرد باخدا عالم دین و مربی و معلم تھے، مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں کے ہی مؤقر استاد تھے، مولانا محمد یونس صاحب نے ان سے بھی پڑھا اور ان کی نظر شفقت وعنایت نے انھیں مظاہر علوم پہنچایا، اس طرح ابتدائی اور ثانوی تعلیم اسی مدرسہ ضیاء العلوم میں ہوئی، بعد میں حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب مدرسہ سے بعض اسباب کی بنا پر علاحدہ ہوئے، اور پھر چوکیہ گورینی میں تعلیمی ادارہ مدرسہ ریاض العلوم کے نام سے قائم فرمایا جو الحمد للہ بہت برگ و بار لا رہا ہے۔

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی جونپوری مدرسہ کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

”آپ کا اسم گرامی کان میں اس وقت پڑا جب سنہ ۱۳۹۲ ہجری میں ۹ رسال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں فارسی کی پہلی جماعت میں پڑھ رہا تھا، ہمارے خاص استاذ مولانا عبدالعلی مانوی مدظلہ تھے جن سے ہم نے گلستاں، بوستاں اور یوسف زلیخا وغیرہ پڑھی، آپ اور مولانا عبدالعلی صاحب ہم سبق تھے اور یہیں مدرسہ ضیاء العلوم میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مظاہر علوم سہارنپور سے تکمیل کی اور وہیں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوگیا، چند سالوں میں اس عظیم درسگاہ کی سب سے بڑی مسند علمی یعنی شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے، قدرتی طور پر مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں

(۱) از ملفوظات، مرتبہ مولانا جابر پالن پوری۔

میں اس کا چرچا تھا، مدرسہ کے لیے بڑے فخر وناز کی بات تھی کہ اس کا ایک
طالب علم ترقی کر کے اس عظیم منصب تک پہنچ جائے گا، مدرسہ کی فضاء میں
آپ کا تذکرہ اپنے اساتذہ اور اونچی جماعتوں کے طلبہ سے سنتا، جس سے
آپ کی عظمت کے نقوش ابتدا ہی سے دل میں پیوست ہو گئے۔‘‘(۱)

تعلیم کا جذبہ اور مجاہدات:

حضرۃ الشیخ اپنی والدہ کی وفات کے بعد اگر چہ اپنے شوق سے نانی صاحبہ کی شفقت اور دعا سے ماموں کے ساتھ مکتب میں جانے لگے تھے، لیکن والد صاحب کو تنگی تھی وہ چاہتے تھے کہ کمانے وغیرہ میں لگیں، حضرۃ الشیخ فرماتے ہیں:

’’سردی کی رات میں اُٹھتا، میری ماں نہیں تھیں، آٹا گوندھتا، گھر کے لوگوں کے لیے کھانا بناتا محض اس لیے کہ والد پڑھنے سے منع نہ کریں، ایک مرتبہ سب کام کرنے کے بعد کہا: ’’بھینس چرواہے کے پاس پہنچادو، بارش ہوئی، اس لیے دیر ہوگئی، گھومتے گھومتے گیارہ بج گئے، چھٹی ہوگئی تھی، میں جی بھر کے رویا، دوسرے روز استاذ نے ڈانٹا، فرمایا: والد سختی اس لیے کرتے تھے کہ غریب تھے، کون والد نہیں چاہے گا کہ میرا بچہ پڑھے لکھے؟ مگر ہر ایک کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔‘‘(۲)

فرمایا: میں ایک مرتبہ مسلسل بارش میں بھیگا ہوا مدرسہ پہنچا، مدرسہ پانچ میل دوری پر تھا، پہنچنے پر حضرت استاذ نے کہا کہ جاؤ! حجرے میں جا کر لنگی بدل لو، ایسا شفیق استاذ اور خیر خواہ کم دیکھا۔(۳)

مظاہر علوم کے زمانۂ تعلیم کی بات ہے کہ افطار میں ایسا کچھ نہیں ہوتا تھا کہ آسودگی ہو سکے، ایک بار دورۂ حدیث کے طلبہ سے فرمایا جیسا کہ مولانا جابر پالن پوری بیان کرتے ہیں کہ:

’’میں جب تمہاری عمر کا تھا تو جیب میں روٹی کا ٹکڑا لے کر جاتا، جب اذان ہوتی تو روٹی نکال کر کھاتا اور پانی پی لیتا۔‘‘(۴)

---

(۱) ماہنامہ ’’نقوش‘‘ اسلام سہارن پور شیخ یونس نمبر جولائی ۲۰۱۷ء ص: ۱۹-۲۰۔

(۲) از ملفوظات، مرتبہ مولانا جابر پالن پوری ص: ۲۱۰ (۳) ایضاً ص: ۲۱۷ (۴) ایضاً ص: ۱۶۰

چوتھا باب
اساتذہ ومشائخ
سلسلۂ تلمذ واستفادہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے حضرت شیخ جونپوری کے استفادہ کا حال پچھلے صفحات میں بھی گذر چکا ہے، اگرچہ دورۂ حدیث میں آپ ان کے باقاعدہ شاگرد ہوئے، لیکن مظاہر علوم کے شروع کے زمانۂ طالب علمی سے ان سے ربط قائم ہو گیا تھا، جو برابر بڑھتا گیا، یہاں تک کہ بیعت وسلوک کا تعلق بھی قائم ہوا، اور خلیفہ بھی ہوئے، ان کی مجلس میں عصر بعد کی حاضری کا ہمیشہ بڑا اہتمام کیا، اوران کی دسترخوان کی معیت بھی برابر حاصل کی، جس کو ان کے بعد ان کے جانشین وصاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نے تاعمر جاری رکھا، اوران کے کھانے کا انتظام حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی اہلیہ خود کرتیں، اور وضو کے اہتمام کے ساتھ فوراً اپنے ہاتھ سے ان کا کھانا پکاتیں۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی شفقتوں کا تذکرہ اپنے اس مضمون میں کیا ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف متالا کی کتاب ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اوران کے خلفائے کرام'' میں شامل ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نے اپنی اجازت نامہ حدیث (اجازۃ عامۃ مختصرۃ) میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے علم حدیث میں کام وقراءت کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"و كان من حُسنِ صنعِ اللّٰه سبحانه لي و إحسانه إليّ أن حَبّبَ إلَيّ حديثَ النبي صلى اللّٰه عليه و اله وسلم و سُنّتَه، في

حداثتی و بداية طلبی للعلم حتی صار ذلك أكبر همی و شغلی، و من تمام إحسانه إلَیَّ اَنْ وَفَّقنی لملازمة شیوخ ماهرین اَجِلّة محققین، فی العلم و العمل راسخین، صحبتُهم و سمعتُ منهم، و علیهم بقراء تی وهو الاکثر و بقراء تی غیری، ثم أجازونی بما تجوزلهم روایته، جُلّهم بجا معتنا المعروفة (مظاهر العلوم) فأولهم : الإمام العلّامة المحدث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن محمد یحی بن إسماعیل الکاندهلوی، صاحب أوجز المسالك إلی مؤطا مالك، و تلخیص البذل (١٣١٥ھ-١٤٠٢ھ) دفین البقیع رحمة الله تعالیٰ۔ فقد صحبته ولازمته مدة طویلة، و سمعتُ علیه "الجامع الصحیح" للبخاری و قرأت علیه شیئاً من مقدمة صحیح مسلم و النصف الأول من "سنن أبی داؤد" و "الأوائل السنبلیة" و الفضل المبین فی مسلسلات النبی الأمین" و النوادر من حدیث سید الأوائل والأواخر، والدُّرلثمین فی مبشرات النبی الأمین صلی الله علیه واله وسلم ثلاثتها للعلامة، الکبیر محدث الهند أحمد بن عبدالرحیم الدهلوی المعروف "الشاه ولی الله"۔

(اللہ کا مجھ ناچیز پر بڑا احسان اور فضل یہ رہا کہ اس نے حدیث شریف اور سنت پاک کی محبت دل میں شروع سے ڈال دی، اور پھر وہی میرا سب سے بڑا شغل اور فکر ہوگیا، مزید اللہ تعالیٰ کا یہ احسان رہا کہ جلیل القدر محقق و ماہر اساتذہ عطا فرمائے اور ان سے لگ کر علم حاصل کرنے کی توفیق بخشی جو علم و عمل میں رسوخ رکھتے تھے، مجھے ان کی صحبت ملی، اور سماع حاصل ہوا، اور قراءت اگر میری اور بھی کبھی دوسروں کی بھی رہی، پھر ان حضرات مشائخ نے اجازت حدیث سے نوازا جس کی روایت کی انہیں اجازت تھی اور ان میں اکثر مظاہر علوم کے بڑے اساتذہ تھے۔

پہلی اور بڑی شخصیت امام علامہ محدث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن محمد یحیٰ بن اسماعیل کاندھلوی صاحب ''اوجز المسالک اِلی مؤطا امام

مالک"، وتلخیص "البذل" (۱۳۱۵-۱۴۰۲ھ) دفین بقیع رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔
مجھ ناچیز کو اس کی صحبت وملازمت طویل مدت حاصل رہی، جامع صحیح امام بخاری کا سماع اور مقدمہ مسلم کے ایک حصہ کی قراءت اور سنن ابوداؤد کی نصف اول اور اوائل سنبلیہ اور مسلسلات شاہ ولی اللہ دہلوی کی قراءت کا شرف حاصل ہوا۔)

اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی آپ سے اپنے علمی استفسارات کے ذریعہ ان کی برابر سرپرستی فرماتے رہے، اور جو ممتاز علماء حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے حدیث شریف میں رجوع کراتے، حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کو ان کی مستند حوالوں کے لئے متوجہ کرتے، اور وہ بڑے اہتمام سے جوابات دیتے، جنہیں نوادر الحدیث، نوادر الفقہ (مرتبہ مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری) اور الیواقیت الغالیہ مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ (۱۳۱۴ھ-۱۳۹۹ھ)

حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمۃ کے دوسرے شیخ ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی شخصیت علم وتقویٰ اور ربانیت کی جامع شخصیت تھی، ان کے ایک محبوب شاگرد راقم السطور کے نانا حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ ان کی نسبت سے تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کو مسلمان عوام وخواص کی طرف سے جزائے خیر دے کہ ان کی حکمت وفراست، علم ودانش، تزکیہ وتعلیم نے صحرا کو گلشن اور خار کو گل بنایا اور ایک عالم کو علم وعمل کی دولت سے سرفراز فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ صدیوں میں ایسی مؤثر اور جامع الصفات شخصیت پیدا ہوتی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت حکیم الامت کی باقیات الصالحات میں بے شمار اہلِ علم شخصیات گزری ہیں اوراب بھی ان میں متعدد بقید حیات ہیں جنہوں نے اپنی جدوجہد، عزم وثبات، یقین وتوکل، علم وعمل تزکیہ وتعلیم سے بکثرت مدارس چلائے، خانقاہیں آباد کیں، اورایسے نفوس پیدا کئے جن کے تابندہ نقوش ہندوستان کے چپہ چپہ پر ثبت ہیں، حضرت حکیم الامت برداللہ مضجعہ کے خلفاء ومجازین نے اس دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کیا۔ کون ہے جو حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری، حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت مولانا اسعداللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہرعلوم، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری وغیرہم کی خدمات جلیلہ کو فراموش کو سکتا ہے اور موجودہ دور میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کی خدمت علوم دینیہ اور تزکیہ نفوس سے کس کو انکار ہے، اور پھران بزرگوں کے اخلاف میں جس جانفشانی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے اسلاف کرام کے اس متاع گرانمایہ کی حفاظت اوراس کو عام کرنے میں اپنی زندگیاں گذاررہے ہیں، وہ ناقابل فراموش ہیں۔ ان حضرات کی بدولت دینی مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے، اور تشنہ کاران علوم ان مبارک علمی چشموں سے خوب سے خوب تر سیراب ہورہے ہیں، اوراس دور الحاد میں جبکہ خدافراموشی اور خودغرضی کا دوردورہ ہے۔ سرکاری مدارس میں کفروشرک کی تعلیم دی جارہی ہے، گھروں میں بداخلاقی وبے حیائی کا دوردورہ ہے۔ بازاروں اور دکانوں پر نفس پرستی کا بول بالا ہے۔ ان بزرگوں کی خدمات ایک انمول سرمایہ ہیں، اور قابل قدر تحفہ ہے۔

استاذ مکرم مخدوم ومعظم حضرت مولانا محمد اسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کو ہم سب خدام حضرت ناظم صاحب کے الفاظ سے یاد کرتے تھے اور یاد کرتے ہیں) کی شفقتوں کو بھلا نہیں سکتے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں اور تعلق والوں کو علم وعمل، دینی تعلیم وتعلم اور عزم وہمت کی وہ مشعل عطا فرمائی جو روشن ہے اور روشنی دیتی رہے گی۔ استاذ معظم حضرت مولانا اسعداللہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمین پر اسعد
جس پہ دو چار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

(از معائنہ رجسٹر مدرسہ اصلاح المسلمین جمداشاہی بستی مؤرخہ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ)

عربی اجازت نامہ حدیث میں جو ان کے بعد تلامذہ کا تیار کردہ ہے اپنے شیخ ثانی کے طور پر حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وثانيهم العلامة المحقق جامع المعقول والمنقول الشيخ محمد أسعد الله بن رشيد الدين بن بشارة الله بن سعد الله الرامفوري." [١٣١٤-١٣٩٩هـ]

لازمته مدة طويلة وقرأت عليه "سنن أبي داؤد" إلّا فوتًا يسيرًا قدر صفحة من كتاب الصلوٰة -بسبب المرض- فإجازة، وقرأت عليه أيضًا شيئًا من أوائل "صحيح البخاري" ومن أوّل "شرح معاني الآثار" للطحاوي إلى تمام "كتاب النكاح".

(دوسرے استاد حدیث علامہ محقق جامع المعقول والمنقول شیخ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ بن رشید الدین بن بشارت اللہ بن سعد اللہ رامپوری ہیں۔ میں نے ان کی طویل صحبت اٹھائی ہے اور ان سے سنن ابوداؤد پڑھی ہے جس کی اجازت حاصل ہے۔ اور کچھ اوائل بخاری بھی پڑھے، اور طحاوی شریف از آغاز تا کتاب النکاح مکمل پڑھی۔)

حضرت جون پوری علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا اسعد اللہ علیہ الرحمہ کے توسط سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری اور حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی) کی علم حدیث کی نسبت کے حصول کا بھی اپنے اجازت نامہ حدیث میں خصوصیت سے ذکر کیا ہے، بلاشبہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے نہ صرف استاذ ثانی وشیخ ثانی بلکہ قائم مقام مرشد ومربی بھی تھے اور علم وروحانیت دونوں میں ان سے اپنے شیخ اوّل حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی طرح کسب فیض کیا اور یکساں اعتماد اور محبت حاصل کی۔

۳۔ مولانا منظور احمد خاں سہارن پوریؒ (وفات ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء)

جامعہ مظاہر علوم کے دورۂ حدیث کے اساتذہ میں تھے اور صحیح مسلم ذمہ تھی، بہت نیک طبیعت تھے، طلبہ کو بھی کچھ نہیں کہتے تھے، البتہ غیر حاضر رہنے والے طلبہ کے بارے میں پُر امید نہیں تھے، اور جو درجہ کی پابندی کرتے ان کو بہت عزیز رکھتے اور دعا دیتے تھے، مولانا عبدالقوی حیدرآبادی حضرت مولانا محمد یونس صاحب کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں، فرمایا:

"ہمارے ایک استاد مولانا منظور صاحب تھے، ان کی آواز کم تھی طلبہ درس میں شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ جو ہمارے درس میں شریک نہ ہوگا وہ پڑھانے کے کام کا نہ ہوگا۔ ہم لوگوں نے پوچھا کہ جو طلبہ پابندی کریں گے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں گے چنانچہ میرا تجربہ ہے، کہ جو طلبہ پابندی کرتے تھے، ان میں سے ایک طالب علم بھی ایسا نہیں ہے، جس نے جلالین سے کم تک کی کتابیں پڑھائی ہوں۔"

حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ اپنے "اجازت نامہ حدیث" میں ان کا ذکر اپنے اساتذہ کے ضمن میں اس طرح کرتے ہیں:

"وثالثهم الشيخ الجليل مولانا منظور أحمد السهارنفوري رحمة الله تعالىٰ [م١٣٨٨هـ] لازمته كثيرًا، وسمعت عليه صحيح مسلم، أكثره بقراءتي وباقية بقراءة غيري إلّا قدراً يسيرًا قدر ثلاث ورقات أو أربع قرب ختم الكتاب، وأحاديث عديدة من كتاب الصلوٰة بسبب المرض وغيره والمؤطا برواية محمد بن الحسن.

(تیسرے استاد شیخ جلیل مولانا منظور احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء) ہیں، ان کی میں نے خوب صحبت اٹھائی اور صحیح مسلم پڑھی، اکثر حصہ خود پڑھا اور باقی سنا البتہ کچھ حصہ آخر کتاب تین ورق یا چار ورق رہ گیا اور کتاب الصلوٰۃ کی کچھ حدیثیں رہ گئیں اس لیے کہ میں

بیمار ہو گیا تھا، اور مؤطا بروایت امام محمد بھی انہی کے یہاں پڑھی)۔

مولانا منظور احمد خاں سہارن پوری حضرت مولانا جون پوری کے استاد ہونے کے ساتھ مولانا امیر احمد کاندھلوی اور مولانا مفتی مظفر حسین سہارن پوری وغیرہ کے توسط سے استاذ الاساتذہ ہیں۔

حضرت مولانا منظور احمد خان کی وفات ۲۳؍جمادی الاول، ۱۳۸۸ھ ۱۹؍اگست ۱۹۶۸ء کو ہوئی۔

۴۔ مولانا امیر احمد کاندھلویؒ (۱۳۲۷ھ-۱۳۸۴ھ)

مولانا امیر احمد کاندھلوی جامعہ مظاہر علوم کے ممتاز اساتذہ حدیث میں تھے، عالم اسلام کے معروف علمی قصبہ کاندھلہ سے وطنی تعلق تھا البتہ اس خاندان سے تعلق نہ تھا جو اپنی علمی دینی خدمات میں عالم اسلام میں متعارف ہے، اپنے علمی رسوخ، اور اس پر عمل میں یہ بھی ممتاز تھے، زیادہ عمر نہیں پائی، اور حضرت مولانا کے اساتذہ میں سب سے پہلے انھوں نے ہی ۱۳۸۴ھ میں ۵۷؍سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ ان کی شفقت اور مہربانیوں کے واقعات سنایا کرتے تھے، ان کے متعلق اپنے اجازت نامۂ حدیث میں اس طرح رقم طراز ہیں:

> "ورابعهم العلامة المحدث مولانا أمير أحمد بن عبدالغني الكاندهلوي [١٣٢٧هـ ١٣٨٤هـ] لازمته كثيرًا وسمعت عليه "جامع الترمذي" والشمائل النبوية" له و "السنن الصغرى" للنسائي و "سنن ابن ماجه" ومن أوّل "الموطا" برواية الليثي إلى [كتاب الحج] و"مشكوٰة المصابيح" و "نزهة النظر" للحافظ ابن حجر أكثر ذلك بقراءتي."

(اور چوتھے استاد علامہ محدث مولانا امیر احمد بن عبدالغنی کاندھلوی (۱۳۲۷-۱۳۸۴ھ) ہیں، ان کی میں نے خوب صحبت اٹھائی، اور ان کی خدمت میں جامع ترمذی، شمائل ترمذی اور سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور موطا امام مالک، کتاب الحج تک اور مشکوٰۃ المصابیح اور

حافظ ابن حجر کی نزھۃ پڑھی، اکثر میری ہی قراءت رہی۔)

حضرت مولانا نے اپنے اساتذہ حدیث میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور پھر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور پھر مولانا منظور احمد خاں کو رکھا ہے، حضرت مولانا اپنے چوتھے استاد کا پہلے اور تیسرے استاد سے استفادہ اور دوسرے مشائخ سے استفادہ واتصال اسانید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد أخذ شيخنا الرابع عن شيخنا الأوّل والثالث وأخذ أيضًا عن الشيخين السيد عبداللطيف بن جمعية علي البرقاضوي [۱۳۰۰ - ۱۳۷۳ھـ] والشيخ عبدالرحمٰن بن قل أحمد الكاملفوري [۱۳۰۰ - ۱۳۸۵ھـ] بأخذهما مع شيوخنا الثلاثة الأوّلين عن شيخهم العلّامة المحدث المربي أبي إبراهيم خليل أحمد السهارنفوري [۱۲٦۹ - ۱۳٤٦ھـ] صاحب بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، وبأخذ البرقاضوي مع شيخينا الأوّلين عن والد أوّلهما الشيخ محمد يحىٰ الكاندهلوي. [۱۲۸۷ - ۱۳۳٤ھـ]

وبأخذ البرقاضوي مع شيخنا الأوّل عن الشيخ عنايت الٰهي السهارنفوري. [م۱۳٤۷ھـ]

وبأخذ البرقاضوي عن عمه ثابت علي. [۱۲۷۷ - ۱۳٤۲ھـ]

(ہمارے چوتھے استاد حدیث نے ہمارے پہلے اور تیسرے استاد سے استفادہ کے ساتھ شیخین مولانا سید عبداللطیف پور قاضوی اور مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری سے بھی علم حدیث حاصل کیا، اور ان دونوں طریق کے علاوہ ہمارے اوّل الذکر تینوں اساتذہ (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا منظور احمد خاں رحمہم اللہ) کے طریق سے بھی ان پانچوں بزرگوں کے استاد علامہ محدث

مربی مولانا ابوابراہیم خلیل احمد سہارن پوری سے علم حدیث حاصل کیا۔

مزید استاذ محترم مولانا امیر احمد کاندھلویؒ نے مولانا سید عبداللطیف پور قاضوی اور ہمارے اوّل الذکر دونوں استاد (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) کے ذریعہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے والد حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی کا فیض حاصل کیا اور مولانا سید عبداللطیف پور قاضوی اور میرے اوّل الذکر استاد (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ) کے توسط سے مولانا عنایت الٰہی سے یہ نسبت حاصل کی۔

اور مولانا سید عبداللطیف علیہ الرحمہ سے استفادہ کے ذریعہ ان کے عم محترم مولانا ثابت علی سے علم حدیث کی نسبت حاصل کی (اجازت نامہ حدیث برائے مستجیزین از حضرت جون پوریؒ۔

مولانا امیر احمد کاندھلوی سے تلمذ سے یہ جو عظیم نسبتیں حاصل ہوئیں، اس کا مولانا کے تئیں بڑا خیال تھا۔

۵۔ شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین مرادآبادیؒ (۱۳۱۰ھ-۱۳۹۲)

شیخ جلیل علامہ محدث مولانا سید فخر الدین مرادآبادی پہلے جامعہ قاسمیہ مرادآباد میں استاد و شیخ الحدیث رہے اور مرادآباد کی نسبت سے ان کی شہرت ہوئی، وہ ہاپوڑ کے رہنے والے تھے جو دہلی اور مرادآباد کو جوڑتا ہے، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی ۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ممتاز تلامذہ میں تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی وفات ۱۳۷۷ء-۱۹۵۷ء کے بعد انھیں دارالعلوم دیوبند بلایا گیا اور شیخ الحدیث کا منصب عطا کیا گیا، ان کا درس چاردانگ عالم میں مشہور ہوا، اور ان کے شاگرد ملک اور بیرون ملک خوب پھیلے، دارالعلوم دیوبند میں ان کے اوّل اور ممتاز شاگردوں میں مولانا ریاست علی بجنوریؒ سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، استاذ محترم مولانا محمد برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، اور مولانا قمر الدین گھور کھپوری استاد حدیث دارالعلوم دیوبند خاص طور پر مشہور ہیں بعد دیگر ممتاز شاگردوں میں مولانا سعید احمد پالن پوری حال شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے بڑی شہرت حاصل کی۔

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری قدس سرہ نے ان کی نسبت اور مزید ان کے توسط سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کی نسبت حاصل کرنے کے لیے دار العلوم دیوبند کی ختم بخاری شریف کی اختتام سال کی نشست میں شرکت اور اجازت حاصل کی، وہ اپنے پانچویں استاد کی نسبت سے ان کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"وخامسهم الشيخ المحدث فخر الدين أحمد المرادآبادي [١٣١٠ - ١٣٩٢هـ] سمعت عليه اخر باب من صحيح البخاري في مجلس ختمه الحافل بدار العلوم الديوبندية."

اور پانچویں استاد شیخ محدث مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ ہیں، جن سے صحیح بخاری کے آخری باب میں بطریق سماعت بھری محفل حدیث دار العلوم دیوبند میں شرکت کی۔

ان کے توسط سے حضرت شیخ الہند کی بیک واسطہ نسبت اور شیخ سادس (حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی) کے توسط سے بدو واسطہ نسبت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"وبأخذ شيخنا السادس عن الشيخ حسين أحمد المدني [١٢٩٦ - ١٣٧٧هـ] بأخذه و كذا شيخنا الخامس عن شيخ الهند محمود حسن الديوبندي." (اجازت نامہ حدیث اور علامہ جون پوری)

۶۔ فقیہ الامت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۵-۱۴۱۷ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی ۱۰/ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ ۲۱/ جولائی ۱۹۰۷ء میں گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کے ممتاز تلامذہ اور کبار خلفاء میں سرفہرست بزرگ ہیں، جن سے ان خلفاء بھی رجوع کرتے اور ممتاز اہل علم وفضل واصحاب کمال استفادہ کرتے، حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نے باوجود حدیث میں اختصاص اور کمال وشہرت حاصل کرنے کے ان سے کتب ستہ کی اجازت حدیث حاصل کی اپنی سند میں وہ اپنے مشائخ میں چھٹے (سادس) شیخ کی حیثیت سے ذکر

کرتے ہیں:

”وسادسهم الشيخ العلامة المفتي محمود حسن بن حامد حسن الكنكوهي سمعتُ عليه أوائل ”الكتب الستة لما قدم سهارن پور“ [چھٹے شیخ علامہ مفتي محمود حسن بن حامد حسن الكنكوہی ہیں ان سے اوائل کتب ستہ سنی جب وہ سہارن پور تشریف لائے۔)

پھر ان کے توسط سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے اجازت حدیث کا ذکر کرتے ہیں:

”وباخذ شيخنا السادس عن الشيخ حسين أحمد المدني [۱۲۹۶-۱۳۷۷ھ] باخذه“. (شیخ سادس سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی اجازت حدیث بھی حاصل کی)۔

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی نے مظاہر علوم سہارن پور اور جامع العلوم پٹکا پور کان پور اور دار العلوم دیو بند میں مختلف علوم وفنون پڑھائے، دار العلوم دیو بند میں صحیح بخاری کا بھی ایک حصہ پڑھایا، اور آخر میں ان کا قیام بھی دار العلوم دیو بند میں چھتہ والی مسجد میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حجرہ میں ہو گیا تھا، اور وہی ان کی خانقاہ اور مدرسہ تعلیم وتربیت تھا، جہاں بڑے علماء وخواص اور دوسرے حضرات کسب فیض کے لیے آتے، وہ دینی سفر بھی کرتے، خاص طور پر حضرت مولانا ابرار الحق حقی کی دعوت پر ہر دوئی تشریف لائے اور اس کے مضافات کے دورے بھی فرمائے، اسی طرح حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی کی دعوت پر ہتھورا باندہ تشریف لاتے اور قیام فرماتے، حاجی جمیل احمد کلکتوی کی دعوت پر کلکتہ تشریف لاتے اور قیام فرماتے، اور ایک رمضان المبارک میل وشارم میں (مدراس) میں گزارا اور جنوبی افریقہ جہاں آپ کا بڑا حلقہ بن گیا تھا اپنے خادم خاص وخلیفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم پاندور کی کوشش سے تشریف لے گئے اور وہیں آپ آسودۂ خاک ہوئے۔ جہاں آپ کی نماز جنازہ آپ کے دوسرے ممتاز خلیفہ مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی حال مہتمم دار العلوم دیو بند نے پڑھائی۔

مولانا کی شہرت ایک فقیہ اور مفتی اعظم ہند کی حیثیت سے زیادہ ہوئی اور ان کے فتاویٰ

کوفتاویٰ محمودیہ کے نام سے ان کے تلامذہ نے جمع کیا اور پاکستان میں مولانا سلیم اللہ خاں کراچی کی توجہ سے بڑے اہتمام سے اور ہندوستان میں مولانا مفتی محمد فاروق میرٹھی کی فکر و توجہ سے کئی جلدوں میں شائع ہوئے، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی کو مولانا محمد یونس جون پوری سے جو تعلق اور ان کے علم پر جو اعتماد تھا اس کو اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے جیسا کہ مولانا محمد سلمان گنگوہی استاد حدیث مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہی نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے کہ:

"ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ کے پاس شہر کانپور کے قاضی اور مدرسہ جامع العلوم ٹپکا پور کانپور کے صدر مفتی و رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب کانپوری کی جانب سے ایک استفتاء آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کے نکاح کے موقع پر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت کی تھی یا نہیں؟ اس وقت حضرت فقیہ الامت کا مستقل قیام جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں تھا، اس استفتاء کو لے کر حضرت فقیہ الامت جامعہ ہٰذا کے کتب خانہ میں تشریف لے گئے یہ سیہ کار ساتھ تھا۔ حضرت فقیہ الامت نے جامعہ کے ناظم کتب خانہ سے مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ نکلوائیں اور اس میں حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے متعلق روایت احقر سے نقل کروائی کہ اس موقع پر صحابہ جوق در جوق تشریف لا رہے تھے، اور کھانا کھا کر جا رہے تھے، جس سے ثابت ہوا کہ لڑکی کی شادی و نکاح کے موقع پر لڑکی کے والد کو احباب کی دعوت کرنے کا حق ہے، یہ جواب حضرت نے لکھوا کر حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب کانپوری کے پاس بھیج دیا تھا، لیکن بعد میں احقر کو معلوم ہوا کہ حضرت فقیہ الامت نے اس سے رجوع فرمالیا اور وہ رجوع نامہ گرینی جون پور سے شائع ہونے والے رسالہ "ریاض الجنۃ" میں چھپا ہوا ہے۔

احقر نے جب اس کی تحقیق ان حضرات مفتیان کرام سے کی جو حضرت فقیہ الامت کے پاس پابندی کے ساتھ ہر ہفتہ حاضر ہوتے تھے کہ اس فتویٰ سے رجوع حضرت فقیہ الامت نے کیوں کیا؟ تو معلوم ہوا کہ اس

فتویٰ کا علم جب حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث کو ہوا تو حضرت فقیہ الامت سے عرض کیا کہ حضرت آپ اس فتویٰ سے رجوع فرمالیں، اس لیے کہ آپ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی متہم ہے، اور اس پر حضرات محدثین نے سخت کلام کیا ہے، حضرت کے فرمانے سے حضرت فقیہ الامت نے اس سے رجوع فرمالیا اور اس کا اعلان متعدد رسالوں میں شائع کیا، ان رسالوں میں ایک رسالہ ''ریاض الجنۃ'' ہے۔ (۱)

استاد شاگرد کے بے تکلفانہ تعلق اور استاد کی شفقت ومحبت اور شاگرد کی عقیدت وعظمت کو اس سے بھی سمجھا جاسکتا ہے جیسا کہ مولانا محمد سلمان گنگوہی کہتے ہیں:

''حضرت فقیہ الامت کے پاس رمضان وغیر رمضان میں حضرت شیخ الحدیث صاحب وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب آپ ہمارے لیے بھی دعا کرتے ہیں، یا نہیں؟

حضرت نے معاً فرمایا کہ میں آپ کے لیے بین الخطبتین دعا کرتا ہوں۔ (۲)

اسی طرح ماہ مبارک میں ایک مرتبہ جب (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ) نے معتکفین کو دیکھا کہ علماء کا مجمع ہے جو رات بھر شب بیداری کر رہا ہے اور تلاوت نوافل و اوراد میں مشغول ہیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں ماشاء اللہ مکھن ہی مکھن جمع ہے۔ (۳)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے مرتبہ ومقام کو سمجھنے کے لیے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت واعتراف اہمیت کا حامل ہے وہ لکھتے ہیں:

''سب سے بڑا حادثہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کی رحلت کا ہے، جو ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز سہ

---

(۱) ماہنامہ صدائے حق گنگوہ، ص: ۴۴-۴۵ ستمبر، اکتوبر ۱۴۱۷ھ۔

(۲) حوالہ سابق۔ (۳) حوالہ سابق۔

شنبہ جو ہانس برگ افریقہ میں پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۹۲ رسال کی تھی، علمی رسوخ فقہ وحدیث پر عمیق وغائر نظر، افتاء اور فقہی فیصلوں میں وہ سند وحجت کا درجہ رکھتے پھر ذکر وسلوک میں بھی ایک رہنما اور مرجع ہونے کی بناء پر آپ کو اگر ''بقیۃ السلف'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، آپ کی وفات کی خبر اسی دن جنوبی افریقہ کے ٹیلی فون کے ایک پیغام سے ملی، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کیا گیا اور دارالعلوم کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد مولانا برہان الدین صاحب نے ایک تعارفی وتعزیتی تقریر کی''۔[1]

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی علیہ الرحمۃ کو علمی اشتغال کے ساتھ اعمال سلوک میں یکسوئی حاصل تھی اور اپنے شاگردوں کی تربیت میں امتیاز حاصل تھا، ان کے ممتاز شاگردوں میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا ابرارالحق حقی، حضرت مولانا صدیق احمد باندوی کے کام خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور ممتاز خلفاء میں مولانا محمد ابراہیم پانڈور (جنوبی افریقہ)، مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا مفتی محمد فاروق میرٹھی بانی جامعہ محمودیہ میرٹھ اور حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات کے مشہور نام ہیں۔

مربی جلیل حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ (۱۳۲۷ھ-۱۴۲۰ھ):

مربی جلیل حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری بانی وناظم جامعہ ریاض العلوم گورینی جون پور ورکن ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارن پور خلیفۂ مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوری (متوفی ۱۹۶۷ء) وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۹۸۲ء) ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے، پہلے انگریزی اسکول میں داخل کیے گئے، مگر وہاں طبیعت نہ لگی تو مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ فیض آباد میں ابتدائی تعلیم حاصل کی مظاہر علوم سہارن پور ۱۳۴۶ھ میں داخل ہوئے، جہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ سے صحیح بخاری جلد اوّل، سنن ابوداؤد اور شمائل ترمذی پڑھی،

---

(۱) کاروان زندگی، جلد ششم، ص: ۲۶۷۔

اور ناظم مظاہر علوم حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضوی (متوفی ۱۹۵۴ء) سے بخاری جلد ثانی
اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری سے صحیح مسلم، سنن ترمذی اور طحاوی شریف پڑھی،
مولانا منظور احمد خاں سہارن پوری سے سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پڑھی، اس کے علاوہ تفسیر
وحدیث کا دوسرا نصاب بھی پڑھا اور ۱۳۴۸ھ کو استاد بھی ہو گئے، اور اپنے وطن آگئے، پھر مدرسہ
ضیاء العلوم مانی کلاں میں پڑھانے لگے اور وہاں تیس سال پڑھایا، یہیں ان کو حضرت مولانا
محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ، ملے ان کی سرپرستی فرمائی اور پڑھایا بھی، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں
گورینی جون پور میں مدرسہ ریاض العلوم قائم کیا، اور اس کا ترجمان "ریاض الجنۃ" کے نام سے
نکالا، آپ کے دامن تربیت سے جو تربیت وارشاد کے لیے مجاز ہوئے ان میں آپ کے
صاحبزادگان شاہ عبدالرحیم مظاہری اور شاہ عبدالعظیم ندوی کے علاوہ حضرت مولانا منیر احمد کالینا
ممبئی، حضرت مولانا قاری ولی اللہ مظاہری علیہ الرحمہ (ممبئی) کے نام معروف ومشہور ہیں۔

علمائے مظاہر علوم اور ان کی تصنیفی خدمات کے مصنف نے آپ کی ایک کتاب
"مانسینا" کا تذکرہ کیا ہے جو آیت کریمہ "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ
أَنفُسَهُمْ" کی تفسیر ہے، جو ۳۲ صفحہ کا رسالہ ہے اور مانی کلاں کے زمانۂ قیام کا ہے۔

آپ کے ممتاز وارشد تلامذہ میں مولانا ضیاء الحق فیض آبادی استاد حضرت مولانا
محمد یونس جون پوری اور خود حضرت جون پوری علیہ الرحمہ کا نام روشن اور زیادہ نمایاں ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جون پوری نے حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کی
زیارت کی تھی، اور وہ ان کی نگاہ اور دعا کی تاثیر کے واقعات بھی سناتے تھے، راقم سطور نے
گورینی میں حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی علیہ الرحمہ کے ساتھ ان کی زیارت کی اور اس تعلق
سے ان کی زبان مبارک سے کچھ سنا بھی، ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی میں شرکت کا اہتمام
فرماتے تھے، ایک بار فرط تعلق سے یہ بات بھی فرمائی کہ اس کا انتظار ہے اور اشتیاق ہے،
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو ان سے اور انھیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے
بڑا تعلق تھا، وہ ان کے وطن رائے بریلی بھی تشریف لائے، تبلیغی جماعت سے بڑا تعلق تھا اس
کے اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے، ان کے ان اجتماعات میں علماء کے درمیان بیانات میں

راقم نے شرکت کا شرف حاصل کیا ہے، ممبئی ان کا لمبا قیام ہوتا، اور وہاں ان کے اصلاحی بیانات ہوئے جس سے اہل ممبئی کو بڑا ایمانی اصلاحی نفع پہنچا، اور ان کے خلفاء کے ذریعہ اس عمل کا تسلسل آج بھی جاری ہے، فللّٰہ الحمد ومنہ التوفیق.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کاروان زندگی میں ان کی وفات پر اپنا تأثر اس طرح بیان کیا ہے:

> ''خاکسار کے زمانۂ علالت میں دو مخلص اور عظیم القدر علمائے دین کی وفات ہوئی، ایک مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوری کی جو مدرسہ ریاض العلوم جون پور کے بانی وناظم اور معروف عالم دین ومربی بزرگ تھے، مولانا کا فیض صرف ان کے مدرسہ ہی کے ذریعہ نہیں بلکہ دور نزدیک پھیل رہا تھا، وہ سلف کے طریقہ پر صلاح وتقویٰ، وعظ ونصیحت اور اصلاح باطن کا کام انجام دے رہے تھے، خاص طور پر مشرقی یوپی اور بمبئی میں ان کی صحبت اور وعظ وتقریر سے بڑا اثر پڑا اور بہت سے لوگوں نے ان سے ارادت اور خصوصی استفادہ کا تعلق قائم کیا، مولانا کا تعلق پہلے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری سے تھا، پھر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے تعلق قائم رہا، حضرت شیخ نے بھی اپنی خلافت سے نوازا، نماز جنازہ اور تدفین میں اتنا اژدھام اور عقیدت مندوں اور حاضرین کی کثرت تھی کہ بہت دنوں سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی، جو مولانا کی علم ودین اور مقبولیت وجلالت شان کا ایک مظہر تھا۔ (۱)

۸۔ فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑویؒ (۱۳۴۸ھ-۱۴۲۴ھ)

فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا وطنی تعلق اجراڑہ میرٹھ سے تھا جہاں ان کا آبائی گھر تھا ان کے والد اور مظاہر علوم سہارن پور کے مفتی اعظم مولانا مفتی سعید احمد علیہ الرحمہ صاحب معلم الحجاج (متوفی ۱۹۵۶ء) سہارن پور تشریف لائے اور یہیں آباد ہوگئے تھے، ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین ناظم ومتولی مظاہر علوم

---

(۱) کاروانِ زندگی، جلد ہفتم، ص: ۲۵۱

سہارن پور تھے جو حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری کے ممتاز خلفاء میں تھے، اور ابتدائی جوانی سے بڑے متقی پرہیز گار اور مشتبہات سے بھی بہت بچنے والے صاحب فضل وکمال عالم دین، معلم اور اعلیٰ انتظامی صلاحیت کے حامل تھے، اور اس کے ساتھ دوسروں پر بڑے شفیق ومہربان، حضرت مولانا محمد یونس جون پوری جب تعلیم کے لیے سہارن پور آئے اور مظاہر علوم میں داخلہ لیا اسی وقت سے حضرت مفتی صاحب سے ان کا تعلق اچھا قائم ہو گیا، اور حدیث کی اہم کتاب مشکوٰۃ شریف ان سے پڑھی تھی، اور بعض دوسری کتابیں بھی پڑھیں، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے ان استاد وشاگرد کے تعلق کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

> ''حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے اس ناچیز نے ''الجامع الصحیح للبخاری'' شروع سے اخیر تک پڑھی ہے اور شیخ کو میرے درس کا بہت اہتمام تھا، وہ زمانہ حضرت شیخ کی صحت ونشاط کا تھا، یہ واقعہ ۱۹۵۷ء کا ہے، میرے اس قیام کے زمانہ میں محترم مولانا محمد یونس جونپوری مرحوم اور مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مشکوٰۃ پڑھتے تھے اسی زمانہ میں مولانا محمد یونس صاحب کا مجھ سے تعارف ہوا...... یہی وہ زمانہ ہے جب مولانا کو شدت علالت کی وجہ سے وہاں کا قیام اور تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہو رہا تھا، لیکن اللہ کا فضل اور ان کی ہمت علمی ذوق کی بناء پر وہ کسی قیمت پر مظاہر سے اپنے وطن جانے کے لیے تیار نہ ہوئے، اسی زمانہ سے ان کا حضرت مولانا مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ (م ۱۴۲۴ھ) سے گہرا تعلق قائم تھا، اور حضرت مفتی صاحب ان کی پوری سرپرستی فرما رہے تھے۔''[1]

اس احسان کو جس کا ذکر حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ نے کیا ہے حضرت مولانا یونس صاحب نے اس کو ہمیشہ یاد رکھا، عُسر میں بھی یاد رکھا اور یُسر میں یاد رکھا، یہاں تک اپنی طرف آنے والوں کو حضرت فقیہ الاسلام علیہ الرحمہ کی طرف متوجہ فرماتے اس سلسلہ کا ایک واقعہ مولانا محمد سلمان گنگوہی نے اس طرح ذکر کیا ہے:

> ''جس وقت جامعہ مظاہر علوم میں اختلاف ہوا تو حضرت فقیہ الامت

---

(۱) پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ، ۱۰؍ستمبر ۲۰۱۷ء۔

علیہ الرحمہ سے معلوم کیا گیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ماہر ڈرائیوروں سے ہو جاتا ہے بس یہ وہی ہے...... اس موقع حضرت مولانا محمد یونس صاحب کا طرز کیا تھا؟ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ احقر جب ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سلمان تو یہاں میرے پاس ملاقات کے لیے آتا ہے لیکن حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس جانا نہ چھوڑنا ان کے مجھ پر بہت احسانات ہیں، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار تھا، دوا کے پیسے بھی میرے پاس نہیں تھے، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب عیادت کے لیے تشریف لائے اور مجھ کو ۱۴؍روپے عنایت فرمائے، مجھے حضرت کی اس عنایت پر رونا آگیا، کیوں کہ اس وقت ۱۴؍روپئے بہت اہمیت رکھتے تھے، اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت میرا طریقہ تو یہ ہے کہ جب بھی میرا سہارن پور آنا ہوتا ہے تو دونوں طرف کے اساتذۂ کرام سے ملاقات کی کوشش کرتا ہوں اور حتی المقدور ملاقات کے بعد ہی واپس گنگوہ جاتا ہوں۔‘‘(۱)

مظاہر علوم کی تقسیم کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی نسبت اور بعض مصلحتوں پر آپ نے مظاہر علوم جدید کا قیام اختیار کیا تھا مگر مظاہر علوم وقف سے حضرت مفتی صاحب کی نسبت اور وہاں اپنے قدیم قیام اور استفادہ کی وجہ سے وہی قلبی تعلق قائم رکھا جو پہلے تھا اس کا ذکر مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے اس طرح کیا ہے:

’’زندگی کے اخیر میں ان کا تعلق مظاہر وقف سے بھی ویسے ہی قائم ہو گیا تھا جیسا پہلے تھا۔‘‘(۲)

---

(۱) ماہنامہ ’’صدائے حق‘‘ گنگوہ، ص ۴۶ ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۷ء۔

(۲) تعمیر حیات لکھنؤ، ۱۰؍ستمبر ۲۰۱۷ء۔

پانچواں باب
علم حدیث شریف سے خاص شغف، درس وتدریس، تحقیق اور اجتہادی شان

جامعہ مظاہر علوم کا مسند حدیث:

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اعظمی شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جون پوری کو ''علم حدیث کا مہر تاباں'' قرار دیتے ہوئے ان کی تدریس حدیث شریف کو سلسلہ ولی اللّٰہی کا امتداد کے طور پر پیش کرتے ہوئے ''تعمیر حیات'' میں رقم طراز ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور ان کے شاگردوں نے خاص طور سے علم حدیث میں ہندوستان کا پایہ اتنا بلند کردیا کہ کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہم سری نہیں کرسکتا، اسی سلسلہ ولی اللّٰہی کے چشم وچراغ مسند الہند حضرت مولانا محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کی ذات گرامی ہے، ان کے شاگردوں میں علم حدیث کے بڑے بڑے علماء وصاحب فن پیدا ہوئے، جن میں عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) کی ذات گرامی ہے، ان کے شاگردوں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) جو مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست اور شیخ الحدیث بھی رہے ہیں، ان کے شاگردوں میں کئی باکمال اور ممتاز شخصیتیں نظر آتی ہیں، جن میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی (م ۱۳۶۳ھ) بانی تبلیغ، جن کی دعوت وتبلیغ کا فیض پورے عالم میں پہنچا، اور پورا عالم اس سے فیض یاب ہورہا ہے، اسی

طرح علمی میدان میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی (م ۱۳۹۴ھ) مصنف "إعلاء السنن"، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی (م ۱۳۸۵ھ) مصنف "ترجمان السنۃ"، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م ۱۳۹۴ھ) مصنف "التعلیق الصبیح" ومعارف القرآن وغیرہ اور حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (م ۱۳۳۴ھ) جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے تلمیذ خاص اور معتمد ہونے کے ساتھ حضرت سہارنپوری کے علمی وروحانی دونوں سلسلوں میں، عظیم الشان مقام کے حامل ہیں۔

ان کے صاحبزادے ہمارے استاذ وشیخ حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ (م ۱۴۰۲ھ) ہیں، جن پر حضرت مولانا گنگوہی کی نورانی وربانی نظر تھی، اور ان کے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ علم وعمل میں ہندوستان کی تاریخ میں ایک درخشاں تارہ تھے، انھوں نے اپنے صاحبزادہ کی تعلیم وتربیت میں بھی ایک نرالا انداز اختیار فرمایا، جس کی وجہ سے عشق ومحبت اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خمیر میں داخل ہو گیا تھا، پھر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے تلمذ وتربیت نے ان کو آفتاب وماہ تاب بنا دیا، یہاں تک کہ حضرت سہارنپوری نے "بذل المجهود" کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ: "قرة عيني وقلبي"، اور لکھا کہ مناسب ہے کہ اس کتاب کا انتساب مولوی محمد زکریا کاندھلوی کی طرف کیا جائے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مراجع ومصادر کی تلاش حضرت شیخ الحدیث کرتے تھے، اور ان پر نظر ثانی کے بعد شیخ املا کراتے تھے، لیکن سعادت مند شاگرد نے کسی طرح اس کو گوارا نہیں کیا۔

حضرت شیخ کی تدریس کے زمانہ میں دیوبند وسہارنپور میں بڑے بڑے علماء وافاضل موجود تھے، لیکن حضرت شیخ کا درس حدیث اپنی جامعیت اور وسعت نظر، دقت معلومات میں نرالا درس تھا، جس کی تفصیل اس ناچیز نے تقریر بخاری کے مقدمہ میں کر دی ہے، ساتھ ہی ساتھ مجلس درس میں ہر شریک ہونے والا محسوس کرتا کہ گویا وہ باغ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں بیٹھا ہوا ہے ع

انھیں کے میکدہ سے ہے بڑا فیضان اے ساقی

حضرت شیخ الحدیث کے درس کی مثال ع

بلبل چہک رہی ہے باغ رسول میں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے سامنے اس ناچیز نے "الجامع الصحیح للبخاري" شروع سے لے کر اخیر تک پڑھی ہے، اور شیخ کو میرے درس کا بہت اہتمام تھا، وہ زمانہ حضرت شیخ کی صحت ونشاط کا تھا، یہ واقعہ ۱۹۵۷ء کا ہے، میرے اس قیام کے زمانہ میں محترم مولانا محمد یونس جونپوری مرحوم اور مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مشکاۃ پڑھتے تھے، اسی زمانہ میں مولانا محمد یونس کا مجھ سے تعارف ہوا کہ ہمارے قریبی علاقے گرینی کے رہنے والے ہیں، حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری (م ۱۴۲۰ھ) کے خاص شاگرد ہیں، اور وہ ایک سال پہلے مظاہر میں داخل ہوئے ہیں، اور حضرت شیخ کی خاص نظر ان پر ہے، میرا قیام مدرسہ قدیم کے حجرہ میں تھا، کھانا ناشتہ سب حضرت شیخ کے دسترخوان پر ہوتا، یہ وہی زمانہ ہے جب مولانا کو شدت علالت کی وجہ سے وہاں کا قیام اور تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہو رہا تھا لیکن اللہ کے فضل اور ان کی ہمت علمی ذوق کی بنا پر وہ کسی قیمت پر مظاہر سے جانے کے لیے اپنے وطن تیار نہیں ہوئے۔"(۱)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کا اعتماد وفراست:

حضرت مولانا تقی الدین ندوی حضرت شیخ یونس کی تدریس بخاری شریف کے آغاز اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی شفقت وتوجہ کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں:

"حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کبرسنی وعلالت اور مدینہ منورہ کے سفر اخیر کے موقع پر یہ مسئلہ درپیش تھا کہ بخاری شریف کی تدریس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے، حضرت شیخ نے بے تکلف مظاہر کے ذمہ داروں اور

---

(۱) تعمیر حیات، ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فرمایا کہ مولوی یونس کے ذمہ کر دیا جائے، وہ ماشاء اللہ اچھا پڑھالیں گے، ان دونوں حضرات نے اس کی پرزور تائید فرمائی۔"(۱)

مولانا ندوی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی اس فراست وبصیرت اور ان کے مولانا پر اعتماد اور ان کے فیصلہ کی تصویب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"الحمدللہ ان کی صغرسنی کے باوجود ان کا درس بخاری، صحیح بخاری کے اسرار وحِکَم ان ساری چیزوں کو مختلف مراجع ومصادر کو پیش نظر رکھ کر اس کا خلاصہ بیان کرتے تھے، مراجع ومصادر کا حوالہ دیتے چلے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ، ذکاوت وفطانت کی دولت سے نوازا تھا، ان دونوں کا جمع ہونا بھی بہت کم ہوتا ہے، چناں چہ ان کی بخاری شریف کی تقاریر کا ریکارڈ بہت سے شاگردوں نے جمع کیا ہے، جن میں بعض لوگ شائع کر رہے ہیں اور کچھ شائع بھی ہوگئی ہیں، حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کا ایک گرامی نامہ وتحریر جس میں ان کی شان میں فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تم چالیس سال کے بعد تدریس بخاری میں مجھ سے بھی آگے نکل جاؤ گے اس کا مشاہدہ دنیا نے کیا۔"(۲)

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی ان کے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے علمی روابط اور اعتماد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا محترم کے دورۂ حدیث میں آنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث سے ان کے سوالات وجوابات کا سلسلہ تھا جس سے شیخ بہت مسرور ہوتے تھے اور اس طرح حضرت شیخ کی سرپرستی میں علمی مراحل طے کرتے رہے، دنیا سے بالکل یکسو، گویا اپنے کو بالکل آستانۂ نبوت پر ڈال رکھا تھا، شادی وغیرہ کا ذکر آیا تو اپنے علمی اشتغال وامراض وغیرہ کی وجہ سے ہمت نہیں کرتے تھے۔

میرا تیسرا قیام سہارن پور میں حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں بذل المجہود کی حواشی کی ترتیب وتحقیق کے سلسلہ میں تھا، کبھی کبھی اس مجلس میں

---

(۱) تعمیر حیات، ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء۔ (۲) تعمیر حیات، ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء۔

مولانا بھی شریک ہوتے تھے، اور بعض مسائل پر آپس میں مشورہ بھی ہوتا جس سے ان کی وسعت معلومات کا مزید اندازہ ہوتا تھا، اسی زمانہ میں انھوں نے وہ مقدمہ جو میں نے تقریر بخاری پر تحریر کیا تھا، پڑھا اور بہت خوش ہوئے اور ایک نمبر کا اس میں اضافہ کیا، اور جب یہ مقدمہ حضرت شیخ الحدیث کی مجلس میں پڑھا گیا تو بہت خوش ہوئے، اور اس وقت حضرت شیخ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی، جب میں نے یہ شعر پڑھا ع

بادِ صبا آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پر کھلی زُلف یار ہے

کبھی مولانا سے حضرت شیخ سوالات بھی کرتے تھے، جن کے جوابات وہ لکھ کر لاتے تھے، اور ان کو پڑھ کر سُناتے تھے، اس پر حضرت شیخ خوشی کا اظہار فرماتے تھے، اخیر میں جو سوالات حدیث کے آتے تو حضرت شیخ ان ہی کی طرف محوّل فرمادیتے تھے۔"(۱)

تدریسی انہماک ویکسوئی:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل امتیاز حدیث شریف کی تدریس ہے، جس کے متعلق انھوں نے خود لکھا بھی ہے اور ایک بار خود راقم السطور سے فرمایا بھی کہ کام کرنے کے چار میدان ہیں، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، ارشاد وتربیت، اور تعلیم وتدریس، بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاروں کا حصّہ عطا فرمادیتا ہے، اور ہر میدان کے مردِ میدان ہوتے ہیں، ہمارے پاس تعلیم وتدریس ہی ایک ذریعہ ہے، اس لیے ہم نہیں چاہتے اس میں ذرا بھی کوتاہی ہو یا درس میں ناغہ ہو، حضرت مولانا کا اس میں اہتمام اس قدر بڑھ گیا تھا کہ دوران درس بڑی سی بڑی شخصیت آجائے، یا جتنا اہم کام سامنے آجائے، وہ درس کو اوّلیت دیتے، ہر معاملہ میں استثناءات ہوتے ہیں اس میں ایک دو شکلیں ایسی سامنے آئیں، کہ ان کو درس موقوف کرنا پڑا، ایک واقعہ تو خود راقم کے مشاہدہ کا ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے حضرت مولانا کے پاس کسی وجہ سے بھیجا تھا، اطمینان کے لیے حضرت کا فون دفتر نظامت

(۱) تعمیر حیات، ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء۔

کے فون پر اس وقت آیا جب حضرت مولانا درس حدیث دے رہے تھے، ناظم جامعہ مولانا سید محمد سلمان مظاہری مدظلہ نے حضرت کے احترام میں حضرت مولانا کو اس کی اطلاع فرمائی، کہ حضرت مولانا علی میاں ٹیلی فون پر ہیں، موبائیل کا رواج نہ تھا، لینڈ لائن تھی، اسی وقت درس موقوف کر دیا اور درس گاہ سے دفتر نظامت کے لیے آئے اور حضرت سے بات کر کے واپس اسی وقت درس کے لیے پر تشریف لے گئے۔

لوگوں نے بتایا اور سچ بتایا کہ ان کی تاریخ کا یہ ایک نادر واقعہ تھا، ایک دوسرا واقعہ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ایک دوسرے موقع پر ان کے استاد خاص حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوری کی وفات کی اطلاع بھی دوران درس میں ملی تھی، خبر سن کر درس موقوف کرتے ہوئے اسی وقت جونپور کے لیے روانہ ہو گئے تھے، کوئی تیسری نظیر اس کے علاوہ نہ مل سکی، البتہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری ناظم مظاہر علوم سہارن پور کی وفات پر حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کے دیر رات تشریف آوری اور آرام نہ پاسکنے کو محسوس کر کے اپنی مسند پر ہی بلایا تھا وہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب کا بھی غیر معمولی احترام فرمایا کرتے تھے اور ان کی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ میں سال کے اختتامی درس میں شرکت کے معمول کو تاعمر باقی رکھا، جس میں دور دراز مقامات سے بھی استفادہ کے لیے لوگ آتے اور دعا کے لیے عوام کا بڑا مجمع بھی جمع ہوتا۔

تدریسی خصوصیات:

بخاری شریف جو ان کے ذمہ تھی ساتھ میں صحیح مسلم بھی تھی، ان کے ایک ممتاز شاگرد حضرت مولانا منیر احمد صاحب (کالینا ممبئی) نے ان سے مسلم شریف پڑھی تھی، جب مسلم شریف کے ساتھ بخاری شریف ذمہ ہوئی، مسلم شریف میں تفصیل کم کر دی۔ ختم البخاری شرح صحیح بخاری کے تعلق سے وہ حضرت شیخ جون پوری کا ملفوظ نقل فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں شروع سے تحقیق ہے، بعد میں تطویل ہے۔

مولانا عبداللہ ندوی مظاہری (ممبئی) سابق استاد حدیث مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی و مدرسہ ضیاء العلوم کنڈلور کہتے ہیں:

''حضرۃ الشیخ کی ایک بڑی تدریسی خصوصیت یہ تھی کہ تمام شراح کا کلام پیش نظر رہتا، اور کسی کی بات کو حرف آخر نہ قرار دیتے، متاخرین کی بات کو متقدمین سے کہ یہ بات سب سے پہلے کس نے کہی اور کس کس نے اس بات کو ذکر کیا، اس تحقیقی مذاق ومزاج کی وجہ سے ان کو بعض اوہام اور اخطاء پر اطلاع حاصل ہوئی، چنانچہ پورے وثوق سے اس بنیاد پر وہ کہہ دیتے تھے، کہ فلاں نے یہ بات نہیں کہی، ان کی طرف غلط منسوب ہے، انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ ابن حجر میرے استاد ہیں، استاد اس طرح کہ ان کے مطالعہ کا انداز ان کی بات اخذ کرنے کا انداز ان سے سیکھا، حدیث اور سنت سے جو بات ثابت ہو جائے، اس کو اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے، علمی اور فقہی مسائل میں مکمل انصاف کے ساتھ تمام دلائل کے ساتھ محاکمہ فرماتے تھے، اور جو رائے ان کو اقرب الی الحدیث معلوم ہوتی، اس کی طرف کسی تعصب کے بغیر اپنا رجحان ظاہر فرما دیتے، اور دوران درس طلبہ کو نصیحت سلف کے اقوال اور واقعات سے کرتے، محدثین اور مشائخ سے والہانہ محبت کا اظہار بھی فرماتے، محدثین اور مشائخ سے ان کی عقیدت ان کی تمام باتوں سے جھلکتی تھی، جو حدیث آتی اس کے موافق اور اس کے معیار کی حدیث پیش کرتے، اس میں تطبیق دیتے اور شراح حدیث کے اقوال مفصل ذکر کر کے ان میں محاکمہ کرتے، اور ان میں کونسی توجیہ اقرب ہے، اس کو بیان کرتے اور فرماتے، ان کے نزدیک کونسی راجح ہے، اس کو بیان کرتے اور کہتے: میں کہتا ہوں یہ اس طرح ہے۔''

حضرۃ الشیخ کے یہاں فقہاء مجتہدین چاہے ائمہ اربعہ ہوں یا دوسرے علمائے سلف، ان کے اقوال بیان کرنے کا بڑا اہتمام تھا۔

ایک دفعہ اپنا واقعہ خود سنایا کہ ایک صاحب نے دوسروں کے سامنے مجھ پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ صاحب یہ قیل قال سے کیا ہوتا ہے؟ اس کا کیا فائدہ؟ میری ان سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے ایک حدیث سے متعلق استفسار کیا، وہ جواب نہیں دے سکے، تو میں نے انھیں بتایا کہ اس سے فلاں بات معلوم ہو رہی ہے اور فلاں صاحب اس مسئلہ میں اس کے

قائل ہیں، اور یہ ان کی دلیل ہے، اور یہ قیل قیل کا فائدہ ہے۔

صحیح بخاری کو کسی خاص مسلک کا پابند بن کر نہیں پڑھاتے تھے، بخاری کو بخاری والا بن کر پڑھاتے تھے، چنانچہ وہ امام بخاری کے قول کی تشریح بہت تفصیل سے کرتے تھے، امام ان کی دیگر کتابوں الادب المفرد، التاریخ الکبیر وغیرہ سے بھی مدد لیتے تھے، وہ امام بخاری کی طرف سے دفاع بھی کرتے تھے، صحیح معنی میں بخاری کے عاشق تھے، جیسے ایک حنفی مدرس پر اپنے مسلک کی چھاپ یا ایک شافعی مدرس پر ان کے مسلک کی چھاپ ہوتی ہے اور عموماً مدرسین بخاری کے دروس میں یہ بات جھلکتی ہے کہ وہ اپنے مسلک کو سامنے رکھ کر بخاری پڑھا رہے ہیں، لیکن مولانا کے یہاں بات کچھ اور تھی، وہ رد بخاری پر وقت ضائع نہیں کرتے تھے، اگر امام بخاریؒ کی رائے پر کوئی رائے ہوتی ہے تو اس کو نقل کرتے لیکن اس پر زور صرف نہیں کرتے تھے، مختلف مسالک کی آراء، اور ائمہ کے اقوال بیان کرتے اور دلائل دیتے، پھر ان کے نزدیک جو قول اور جو رائے راجح یا قوی ہوتی اس کی تصریح کر دیتے۔

رفع یدین پر عمل کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے نزدیک یہی ارجح ہے، اور اسی پر میں عمل کرتا ہوں، قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں حنفیہ کے مطلق قرأت نہیں ہے، شوافع کے یہاں ہر نماز میں یہاں تک کہ جہری میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھیں گے، امام احمدؒ کے نزدیک سری میں پڑھا جائے اور جہری میں نہ پڑھا جائے گا، اس قول پر سارے دلائل جمع ہو جاتے ہیں، حضرۃ الشیخ امام احمد کے مسلک کو ترجیح دیتے تھے۔

مالکیہ میں قاضی عیاض کو بہت پسند کرتے تھے، اور فرماتے تھے: وہ میرے محبوب عالم ہیں، حنابلہ میں امام احمد بن تیمیہ کے بڑے عاشق تھے، اور ان کا نام شیخ الاسلام کے بغیر نہیں لیتے تھے۔''

حضرۃ الشیخ کو فقہ میں مہارت حاصل تھی اور انھوں نے شروع میں کئی سال ہدایہ واصول الشاشی پڑھائی، حضرۃ الشیخ زیادہ تعریف سے خوش نہیں ہوتے تھے، بلکہ تعریف روک

دیتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ تعریف سے کیا ہوتا ہے، جب میں ہدایہ پڑھاتا تھا تو اس کی تعریف لوگوں نے کی کہ اور ایک صاحب نے کہا کہ ایسا درس تو میں نے سنا نہیں، میں جوان تھا خوش ہوگیا، لیکن اس خوشی سے کیا فائدہ، اور ایسی تعریف سے کیا ملا۔

مولوی محمد عاصم عبید اللہ ندوی مظاہری (برما) لکھتے ہیں:

''ہر فن میں مہارت حدیث، علوم حدیث تفسیر، ادب اور معقولات پر بھی دسترس حاصل تھی، ان کا معمول تھا جو بھی کتاب ملتی اس کا مطالعہ گہرائی سے کرتے اور اس پر تعلیق فرماتے، جو ان کی ذاتی کتابوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، ایک بار ایک لفظ کا ترجمہ انھیں اردو میں مشکل سے ادا ہورہا تھا جس سے ان کو تشفی نہیں ہورہی تھی، انھوں نے مجھ سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو فون لگوایا اور گفتگو کے بعد فرمایا الحمد للہ تشفی ہوگئی۔

طلبہ سے فرماتے کہ من برکة العلم أن يُنسَب إلى أهله، اور ایک خصوصیت حضرت کی یہ تھی کہ جو حدیث پاک پوری طرح نہیں کھل پارہی تھی تو رویائے صادقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح فرمائی جس سے وہ حدیث پاک میں سمجھ آگئی، زندگی میں خواب میں دوبار اللہ ربّ العزت کا دیدار بھی ہوا۔

اپنی کمی اور کوتاہی کا ان کے اندر بہت احساس تھا اور اپنے چھوٹوں سے ہم طلبہ سے معافی مانگتے، اور ان کے ایصال ثواب کو کہتے ہیں، اور دو دو روپئے ان کی طرف سے صدقہ کرنے کو کہتے، ہم خدام اگر حضرت کے کپڑے دھونا چاہتے تو مدرسہ کی ٹنکی کے پانی سے نہ دھلواتے بلکہ ہینڈ پائپ کے پانی سے دھونے کو کہتے، جو ہدایا نذرانے وغیرہ ملک وبیرون ملک کے عقیدت مند پیش کرتے اگر قبول کرتے تو مولانا عبد العظیم بلیاوی استاد مظاہر علوم سے کرنسی تبدیل کرا کے حفظ کے طلبہ کے لیے اور مکاتب کے لیے دینے کو فرماتے اور خود فائدہ نہ اٹھاتے۔

کشف کے بار بار واقعات سامنے آتے، ہم خدام حاضر خدمت تھے، فرمایا بدبو آرہی ہے، ہم لوگوں نے عرض کیا چوہا وغیرہ مرگیا ہوگا، تو اس

کو نکال کر باہر کر دیں اور ہم لوگ تلاش کرنے لگے، فرمایا کیا تلاش کر رہے ہو، ہم بدنگاہی کی بدبو بتا رہے ہیں، پھر ایک ساتھی نے باہر آ کر اعتراف کیا کہ آج واقعی مجھ سے بدنگاہی بہت ہوئی۔

عصر بعد کی مجلس میں حضرت کبھی کچھ فرماتے اور کبھی کچھ نہیں فرماتے، فرماتے درود شریف پڑھو، ایک دن حضرت شروع سے اخیر تک چپ رہے، مجلس ختم ہونے سے پہلے حضرت نے حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خاں جلال آبادی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے یہ بات فرمائی، جس کو میری خاموشی سے فائدہ نہ ہوا سے میرے بولنے سے بھی فائدہ نہیں ہوگا، اس کو اس پر مجلس ختم ہوگئی، پھر ایک ساتھی نے آ کر اعتراف کیا، دوران مجلس میرے دل میں یہ بات گزر رہی تھی کہ حضرت کچھ نہیں فرما رہے ہیں کیسی مجلس ہے، اس پر حضرت کے دل پر یہ بات منکشف ہوئی۔

حضرت کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ سے بہت انس ومحبت تھی، ایک ایسے علمی سفر سے محرومی کا تذکرہ کر کے غالباً جو بخارا کا تھا افسوس فرماتے تھے کہ سبق کی وجہ سے میں نہیں گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں اشارہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صاحب کا تھا، اگر پہلے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں ضرور سفر کرتا۔

احتیاط کا یہ حال تھا کہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے اپنے دروس بخاری پر مشتمل کتاب پر حضرت سے کچھ لکھانا چاہا، مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی صاحب نے فون پر بات کرائی، حضرت نے فرمایا چوں کہ ہم نے کتاب پڑھی نہیں اور اس کے مشتملات نہیں دیکھے ہیں اس لیے مقدمہ وتقریظ نہیں لکھ پاؤں گا، البتہ دعائیہ کلمات آپ شامل کرنا چاہیں تو شامل فرمائیں، اور یہ دعا بتائی:

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ جُهُوْدِكُمْ وَسَعْيِكُمْ."

ائمہ اور علمائے مجتہدین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن حجر اور متقدمین، محدثین میں امام بخاری سے بہت تعلق تھا، فتاویٰ ابن تیمیہ کا بار بار بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور جگہ جگہ تعلیقات بھی لکھیں، فتح الباری

کے قدیم وجدید سب نسخوں کا مطالعہ فرمایا اوران پر بھی جگہ جگہ تعلیقات لکھیں، حضرتؒ نے بتایا اوران کے ایک ممتاز شاگرد سے بھی سنا کہ بخاری شریف کے کتاب العلم میں حدیث پڑھی جس میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پانی ابل رہا تھا، یہ علامہ ابن تیمیہ کی تشریح کے مطابق تھا، اس پر حضرت نے عشق رسول میں فرمایا کہ پانی کے ابلنے کی تعبیر صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ اس میں معجزاتی پہلو کم ہے، رات کو خواب میں دیکھا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پانی اُبل رہا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی حیات تھے، حضرت نے ان سے خواب کے بارے میں پوچھا، حضرت شیخ نے پوچھا تم نے کل کونسا درس پڑھایا، حضرت نے پورا درس دھرایا، اس پر حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ایک کی بات کو اس طرح کالعدم اور کم وزن کر دینا مناسب نہیں ہے، اس کے بعد سے حضرۃ الشیخ کو علامہ ابن تیمیہؒ سے بہت تعلق بڑھ گیا، جب ان کا ذکر کرتے تو شیخ الاسلام کے لقب سے کرتے، اور ہمیشہ یہ فرماتے کہ علامہ ابن تیمیہ کا قول پتھر کی لکیر ہے، درس کے دوران حضرت کی زبان سے بار بار یہ سنا۔

حضرت شیخ کے درس میں اجتہادی رنگ صاف نظر آتا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ اصول میں سلف کی آراء کے سخت پابند اور فروع میں توسع کے قائل اور اس پر عمل پیرا تھے، ان کے درس کی بڑی خصوصیت تھی کہ جب وہ کوئی قول اور جملہ نقل فرماتے تو قرنِ اوّل سے شروع فرماتے اور عہد بہ عہد اس پر نزول فرما کر اپنی بات بیان فرماتے، اور ضرورت ہوتی تو وجوہ ترجیح بھی بیان فرماتے۔

لغت پر بھی حضرت کی بڑی گہری نظر تھی، امام ابن سید الناس کی لغت کتاب العین اور اسی زمانہ کی لکھی ہوئی دوسری لغات کا حوالہ دیتے، یہ ان کے بہت مطالعہ میں رہی تھیں۔

ادب کے تمام مراجع ادب الکاتب، البیـان و التبیین، الأغـانـی وغیرہ کا گہرا مطالعہ نقد کے ساتھ تھا اغانی پر سخت نقد بھی فرماتے۔"

مولانا عبداللہ خطیب ندوی بعض دوسری علمی ودرسی خصوصیات ان کے علمی افادات اور وسعت نظر اور حوالہ کے اہتمام وغیرہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

- ”الأریسین کے معنی میں شراح کرام کا اختلاف رہا ہے۔ ایک مشہور معنی یہ ہیں کہ اس سے ”کاشتکار“ مراد ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ کاشتکاری تو کسریٰ کی قوم زیادہ کرتی تھی، یہ نسبت قیصر کی قوم کی طرف ہے، اگر یہی معنی مراد ہیں تو یہ لفظ کسریٰ کو لکھے گئے خط میں استعمال کیا جانا چاہیے تھا، بہ نسبت قیصر کے خط کے، شیخ نے فرمایا کہ مولانا کا بیان کردہ یہ نکتہ نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے۔
- علامہ شبلی نعمانیؒ کی سیرۃ النبی کی بڑی تعریف فرماتے تھے، ایک دفعہ صاحب اصح السیر مولانا عبدالرؤوف داناپوری کی ایک بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے یہ کتاب بس علامہ شبلیؒ کے رد میں لکھی ہے۔ ”ورنہ سیرۃ النبی کا جو مقام ہے وہ اصح السیر کا کہاں!“ (او کما قال)
- اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے ہمیشہ احسان مند رہے، ان سے عشق ومحبت اور وارفتگی ہمیشہ درس میں جھلکتی رہی۔ ”ہمارے حضرت شیخ“ کہہ کر ہی ان کو یاد فرماتے۔ خصوصاً تراجم ابواب بخاری کی غرض کے سلسلہ میں شیخ کے اقوال اہتمام سے نقل کرتے تھے۔
- تراجم ابواب کے سلسلہ میں دیگر شراح کی آراء ذکر کرنے کے بعد ”میرا خیال یہ ہے کہ“ کہہ کر اپنی رائے بھی ظاہر کر دیتے۔
- ان کے یہاں کسی کے ساتھ تعصب نہیں تھا۔ حنفی ہو یا شافعی، حنبلی ہو یا مالکی حتی کہ ظاہریہ کی کتابوں سے بھی انھوں نے خوب استفادہ کیا تھا اور سب کا احترام بھی ملحوظ رکھا۔ ابن حزم کی شدت اور ظاہریت کے باوجود ان کا دفاع کرتے ہوئے ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ محب سنت ہے۔ سنت کی مخالفت کو گوارہ نہیں کر پاتا، اس لیے سخت بات کہہ دیتا ہے۔
- حنابلہ میں موفق ابن قدامہ کے بڑے قائل تھے، فرماتے تھے کہ

حافظ ابن تیمیہ نے کئی مقامات پر ان کا کلام نقل کیا ہے۔ مگر نام نہیں لیا ہے۔ مالکیہ میں قاضی عیاضؒ کے بڑے مداح تھے۔ ان کو اپنا محبوب عالم کہتے تھے۔

- امام شافعیؒ سے بڑی محبت تھی۔ محبت کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ فرمایا کہ: ”میں نے کئی دفعہ خواب میں امام شافعیؒ کی زیارت کی ہے“۔

علمی شغف:

”حضرت نے یہ بھی فرمایا: کہ ہم جب جوان تھے تو کبھی کبھی خواب میں حضرت شیخ (حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھتے کہ ان کے ساتھ علمی بحث کر رہے ہیں۔

- مقدمہ مسلم کے درس میں اصولِ حدیث کے مباحث پر نہایت محققانہ کلام پیش فرماتے۔ بعض اصطلاحات میں متقدمین ومتاخرین کے استعمال میں فرق رہا ہے، ایک عام طالب حدیث اس سے ناواقفیت کی وجہ سے متقدمین کے کلام سے غلط استدلال کر بیٹھتا ہے۔ شیخؒ اپنے دلائل کے ذریعہ اس پر تنبیہ فرماتے۔ مثلاً: منکر کی تعریف متاخرین محدثین کے یہاں مخالفة الضعیف لروایة الثقه رہی ہے۔ لیکن شیخؒ اپنی تحقیق کی روشنی میں بتلاتے تھے کہ متقدمین ابوزرعہ رازی وابن حاتم رازی کے کلام میں منکر اس معنی میں نہیں استعمال ہوا ہے۔
- شیخؒ کے معاصر علماء میں شیخ البانیؒ نے مقدمہ مسلم کی ایک عبارت کے ذریعہ کہا کہ امام مسلم کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً نا قابل قبول اور واجب الترک ہے۔ شیخؒ امام مسلم کے کلام کا سیاق وسباق بتلا کر ان کی تردید کرتے تھے۔ اور بتلاتے تھے کہ امام مسلم نے یہ بات شدید الضعف اور متروک راویوں کی روایت کے بارے میں فرمائی ہے۔
- حدیث ”لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة“ کی تشریح میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ابوعبید قاسم بن سلام کے حوالے فرمایا ہے کہ یہاں مراد ”عرایا“ ہے۔ شیخؒ نے ابوعبیدؒ کے کلام کی پوری تحلیل کر کے بتلایا کہ ابوعبیدؒ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ تو کچھ اور فرما رہے ہیں۔ علامہ انور شاہؒ سے ان کا کلام سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

فإذا كان الراوي لها ليس بمعدن للصدق والأمانة، راوی اگر معدن صدق نہیں ہے تو وہ کاذب ہے اور اس کی روایت کوئی بھی قبول نہیں کرنا چاہیے احکام میں ہو، فضائل میں دیکھئے امام مسلم آگے ان روایات کے بارے میں فرمارہے ہیں: "ولعلها أو أكثرها أكاذيب لا أصل لها" کیا یہ بات عام ضعیف روایتوں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے؟

- نصب الراية میں ایک عبارت کی شیخ کو تلاش تھی۔ نہ ملی تو ایک شاگرد سے فرمایا کہ دیکھو، تلاش کرو، بعینہ وہ عبارت تو نہ ملی، البتہ اس سے ملتی جلتی بات ملی، شیخ کو بتائی گئی کہ شاید یہ زیلعیؒ کے نقل کرنے میں غلطی ہوئی، فرمایا: نہیں زیلعی متقن عالم ہیں۔ ان کی نقل کو رد کرنا آسان نہیں۔ ضرور اس رسالہ کا یہ نسخہ ناقص ہے۔" (روایت مولانا عبداللہ، خطیب ندوی مظاہری (بمبئی)

درس حدیث کی خصوصیات ایک درس کے حوالہ سے:

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) دارالعلوم لندن میں آپ کے ایک درس حدیث میں شرکت کے حوالہ سے لکھتے ہیں، اور اس کی نمبروار خصوصیات اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کے متعلق عالمانہ اور محققانہ درس دیا، تقریر کی سلاست وروانی اور فصاحت وبلاغت "كأن حديثها سكر الشراب" کا عکس تھی، اس درس کے خاتمہ پر آپ کے متعلق جو تأثرات ذہن میں قائم ہوئے وہ ذیل میں پیش ہیں:
>
> ۱) آپ فن حدیث کے ماہر اور متبحر عالم تھے، عالمانہ شان آپ پر غالب تھی، اور یہی اسلاف کی عظیم خصوصیت تھی کہ ورع وتقویٰ اور زہد وصلاح میں کمال کے باوجود علم وتحقیق کے شرائط وآداب کے التزام میں کبھی کمی نہیں آنے دی، ہر بات مدلل پیش کرتے تھے اور اخبار واحادیث میں صحت وتدقیق کا پورا پاس ولحاظ رکھتے تھے، خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحث وتحقیق کی کن کن باریکیوں کی رعایت کی ہے جن کی تہ تک پہنچنا، ہم نا اہلوں کے بس کی بات نہیں، بعض دوسرے حضرات کے یہاں بھی ختم بخاری کی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے

لیکن سخت مایوسی ہوئی، غیر مستند قصے، منکر و موضوع، روایات اور خوابوں کا انبار، اصح الکتب کے درس میں ہماری علمی سطحیت کس طرح بے نقاب ہوتی ہے، اس سے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

۲) آپ تصوف میں بھی عظیم مقام پر فائز ہیں، صوفیاء کے طرق وسلاسل اور مناہج واوراد سے کامل واقف ہے اور دو عظیم شیوخ حضرت مولانا اسعد اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہما اللہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے، لیکن عام مشائخ کے برعکس تصوف کی شطحیات وخرافات سے کافی دور تھے بلکہ ان پر نکیر کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ کے درس سے ہر ایک کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں علم صحیح تصوف کے مقامات سے کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔

۳) اس درس کے دوران ایک اہم بات یہ واضح ہوئی کہ آپ "صحیح بخاری" امام بخاری کی تصنیف کی حیثیت سے پڑھاتے تھے، آپ اس کی کوشش کرتے تھے کہ بخاری شریف کے ہر ترجمہ باب، حدیث اور بحث سے خود امام بخاری کا مقصود کیا ہے؟ اسے سمجھا جائے، حسن ترتیب اور متابعات وغیرہ میں امام بخاری نے کیا رعایتیں رکھی ہیں، اور جب امام بخاری کسی حدیث کی دوسری سند ذکر کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے، عام طور سے مدارس میں بخاری شریف کی خصوصیات نظر انداز کرکے سارا زور متن، ترجمہ، باب اور امام بخاری کے فقہی مسلک کی تردید پر صرف ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ طلبہ اس عظیم کتاب کی خصوصیات اور خوبیوں سے نا آشنا رہتے ہیں، اور انھیں اس معیار بحث وتحقیق کا بالکل اندازہ نہیں ہوتا جو امام بخاریؒ کے عہد کا طرۂ امتیاز ہے اور دنیا آج بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۴) اس درس سے اندازہ ہوا اور آپ کی تقریرات بخاری سے بھی اس کی تائید ملی کہ بخاری فہمی میں آپ کسی کے مقلد نہیں بلکہ آپ کا محققانہ ذہن ہر موقع پر مناسب سوال پیدا کرتا ہے، پھر ممکنہ مراجع میں اس کا حل تلاش کرتے تھے، بسا اوقات عام مراجع سے آپ کی تشفی نہیں

ہوتی، اور آپ تلاش وجستجو میں لگے رہتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے صحیح جواب کی طرف آپ کی رہنمائی ہوتی تھی، اور کبھی کبھی ایک اشکال کو حل کرنے میں کئی سال لگ جاتے تھے، اس درس میں بھی آپ نے ایک اشکال پیش کیا، اور عام شراح حدیث نے جو جوابات دیئے ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے وضاحت کی کہ یہ جوابات تشفی بخش نہیں، پھر آپ نے تذکرہ کیا کہ گزشتہ سال اس کا ایک جواب آپ کے ذہن میں آیا، جس کا حاضرین کے سامنے آپ نے ذکر کیا۔

۵) آپ کے درس کی ایک اہم خصوصیت یہ نظر آئی کہ آپ مسلک وفکر کے تعصب سے پاک تھے، دلیل کی پیروی کرتے، اور یہی ایک سچے محقق کی شناخت ہے۔

اس درس سے آکسفورڈ اس حال میں لوٹا کہ دل آپ کی محبت وعقیدت سے لبریز تھا، اور ایک چھپی خواہش دل میں کروٹیں لے رہی تھی کہ کاش آپ سے بخاری شریف پڑھی ہوتی اور کاش کہ آپ کے کچھ دروس میں شرکت کا اور آپ سے براہِ راست استفادہ کا موقع میسر آجائے، الحمد للہ دو سال پہلے بخاری شریف کے ختم پر لندن آپ کی تشریف آوری ہوئی، آپ کی مجلس میں شرکت کی اور آپ کے قریب بیٹھنے اور براہِ راست گفتگو کرنے اور استفادہ کا موقع ملا، آپ جیسے صاحب علم وفضل اور بلند پایہ محدث کے ساتھ قرب کے یہ لمحات اس عاجز کے لیے سرمایہ عزت وافتخار تھے، آپ کے سامنے "الیانع الجنی" کے کچھ صفحات پڑھے اور آپ سے حدیث کی اجازت عامہ حاصل کی، اس مجلس میں آپ کی گفتگو کا انداز حسب معمول عالمانہ ومحققانہ تھا، دوران گفتگو حافظ عبدالحیٔ الکتانی کی فہرس الفہارس کا تذکرہ آیا، اس عاجز نے جرأت سے کام لیتے ہوئے بعض باتوں کا اس طرح تذکرہ کیا کہ گویا آپ نے وہ کتاب دیکھی نہیں، لیکن فوراً احساس ہوگیا کہ آپ عبدالحیٔ الکتانی سے خوب واقف ہیں، اپنی جرأت پر بے انتہا شرمندگی اور ندامت ہوئی، اس دوران علامہ شبلی نعمانی کا تذکرہ آیا اور آپ نے علامہ کی تحقیقات اور انشاء پردازی کی دل کھول کر داد دی، شبلی

کے متعلق عام طور سے علماء ومشائخ کے حلقوں اور مدارس میں تنگ نظری کی حد تک غلط فہمی پائی جاتی ہے، شبلی کا نام ان دیندار مجلسوں کے لیے اجنبی ہے، حیرت اور خوشی ہوئی کہ آپ جو کہ ہندوستان کی ایک عظیم درس گاہ کے شیخ الحدیث تھے علامہ شبلی کی قدر دانی اور مقام شناسی میں شبلی کے کس مداح سے بھی کم نہیں، آپ کے بارے میں عدم تعصب کا جو تأثر تھا اس گفتگو سے اسے مزید تقویت ملی:

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض (۱)

علمی رسوخ:

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی علمی رسوخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''گذشتہ سال مشفق مکرم مفتی شبیر صاحب کے مکان پر آپ کے بعض افادات دیکھنے کا موقع ملا اور مفتی صاحب نے ''الیواقیت الغالیۃ'' کی پہلی جلد کا ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا، یہ احادیث نبویہ کے متعلق آپ کی عالمانہ اور محققانہ تحریروں کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے شاگرد جلیل عالم صالح شیخنا المجیز مولانا محمد ایوب سورتی مدظلہ العالی نے بڑے اہتمام سے شائع فرمایا ہے، بڑے ذوق وشوق سے پوری کتاب پڑھی، کتاب کی ہر سطر نئی معلوم ہوتی تھی، کتاب پڑھنے سے آپ کی علمی عظمت کا سکہ دل پر جم گیا، وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عہد میں جب کہ علمی پستی کا ہر طرف رونا رویا جارہا ہے، کوئی ایسی کتاب تصنیف ہوسکتی ہے جو امام ابوالحجاج المزی، امام شمس الدین الذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی یاد تازہ کردے، کتاب کی دوسری جلد بھی آگئی ہے، اس کے مضامین بھی پہلی جلد کی طرح محدثانہ تحقیقات کا نمونہ ہیں، عصر حاضر میں ایسی نادر علمی تحقیقات کسی اعجوبہ سے کم نہیں، آخری عہد کے جن علماء کی محدثانہ تحقیقات نے علمی حلقوں کو سب سے زیادہ متأثر کیا، وہ علامہ عبدالحئ فرنگی محلی، مولانا انور شاہ کشمیری، اور

(۱) نقوش اسلام شیخ یونس نمبر، ص: ۲۱-۲۲

علامہ محمد زاہد الکوثری ہیں اور انصاف یہ ہے کہ محدثانہ اصول کی روشنی میں استاد محترم کے علمی جوابات بسا اوقات ان حضرات کی تحریروں سے فائق ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سمندروں کو کھنگھال گئے ہیں، اس پر مزید یہ کہ انصاف واعتدال اور توازن کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، ان گراں قیمت تحقیقات کے چند نمونے ہدیہ ناظرین ہیں:

سنن ترمذی کے باب مفتاح الصلاۃ الطہور کی سند میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں یا سفیان ابن عیینہ؟ اس سلسلہ میں مختلف شارحین کے اقوال کی مدلل تردید کرنے کے بعد پوری تفصیل سے واضح کیا کہ اس سند میں صرف سفیان ثوری مراد ہیں، ان تصریحات کے بعد ابن عیینہ ہونے کا احتمال ھباءً منثورا ہوگیا، اور حق صراحتاً ثابت ہوگیا: "ولا ینکرہ من کان الحدیث النبوي فنه" (۱)

آپ کے استاذ حضرت شیخ الحدیث نے استفساراً آپ کے پاس لکھا: "الأبواب والتراجم" ٹائپ والی کے صفحہ ۳۲/ پر "سترة الإمام سترة لمن خلفه" کے متعلق یہ لکھا ہے: "للأوسط بضعف" یہ عبارت میری تو نہیں ہوسکتی، کہیں سے نقل کی ہے، فتح الباری قسطلانی میں تلاش کرلی، کہیں یہ عبارت نہیں ملی، آپ کے ذہن میں ہو یا علم میں تو تحریر فرمادیں، آپ نے جواب دیا "بظاہر یہ عبارت جمع الفوائد کی ہے، اس کے بعد کتب خانہ سے جمع الفوائد منگوا کر دیکھی تو خیال ٹھیک تھا" ولفظه (ص:۸٦) أنس رفعه: سترة الإمام سترة من خلفه، للأوسط بضعف". (۲)

صلاۃ الاوّابین کی محدثانہ وعالمانہ تحقیق کے آخر میں فرماتے ہیں:
ہمارے فقہاء نے عامۃً اوّابین کے مصداق میں "رکعات ستة بعد المغرب" ہی کا ذکر فرمایا ہے، مگر روایات کے پیش نظر صلاۃ الضحیٰ کا اوّابین ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ساری ہی نمازیں صلاۃ الاوّابین کا مصداق ہوں۔ (۳)

ایک سوال کہ جن صحابی سے ملاقات سے کیا کوئی تابعی شمار ہوسکتا

---

(۱) الیواقیت، جلد ۱/ص: ۵۴۔ (۲) الیواقیت، جلد ۱/ ۲۴۶۔ (۳) الیواقیت، جلد ۲/ ص: ۱۷۔

ہے، کے جواب میں دلائل ذکر کرنے کے بعد اور یہ واضح کرنے کے بعد کہ جنات بکثرت دروغ گوئی کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کے صدق وکذب کا کوئی قطعی قرینہ نہیں، فرماتے ہیں ''لیکن قرن صحابہ گزر جانے کے بعد کسی جن صحابی کے دیکھنے سے بر تقدیر صحت میری ناقص رائے میں تابعیت کا شرف حاصل نہ ہوگا۔''(۱)

تہذیب التہذیب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع نہیں۔ کے جواب میں سیر حاصل محدثانہ گفتگو سے ثابت کیا کہ زہری عروہ بن زبیر کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، مزید یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں سقوط واقع ہوا ہے، اصل عبارت کی تقریباً نصف سطر چھوٹ گئی اور ”لکن لا يثبت له السماع من عروة“ سے یہ سمجھ میں آنے لگا کہ زہری کے عروہ سے سننے کا حافظ انکار کرتے ہیں، حالاں کہ اصل ماخذ جہاں سے حافظ نے یہ کلام لیا ہے، یعنی ''کتاب المراسیل لابن ابی حاتم'' اس کے الفاظ یوں ہیں:

”الزهري لم يسمع من أبان شيئًا لا أنه لم يدركه، قد أدركه وأدرك من هو أكبر منه، لكن لا يثبت له السماع منه، كما أن حبيب بن أبي ثابت لا يثبت له السماع من عروة بن الزبير، وأن كان قد سمع ممن هو أكبر منه“. (۲)

الیواقیت کی دوسری جلد میں حافظ ابن حجر کے بعض مسامحات جو فتح الباری وغیرہ میں ہیں، ان کا بڑے محققانہ انداز سے تذکرہ کیا ہے۔

اب چند سطریں آپ کی تقریرات بخاری کے متعلق عرض ہیں، اردو میں بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث پر متعدد شرح وتقاریر شائع ہو چکی ہیں، جن کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوتی ہے، نہ کوئی تحقیق اور نہ کسی مسئلہ پر عالمانہ ومحدثانہ کلام، صرف کہنہ وبوسیدہ مباحث کی تکرار اور ناقابل معافی غلطیوں کی بھرمار، حیرت ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی اشاعت سے کون سی خدمت مقصود ہے؟ ”جاء شاعر إلى بشار بن برد، فأنشده شعراً

(۱) الیواقیت، جلد۲رص:۱۵۴۔ (۲) الیواقیت، جلد۲رص:۲۷۳۔

ضعيفاً وقال له كيف تراه؟ فقال له: أحسنت إذا أخرجته من صدرك لو تركته لأورثك الفالج".

اس میں شک نہیں کہ بخاری شریف کی شرح کا جو قرض اس امت پر صدیوں سے چلا آرہا تھا، اس قرض کی ادائیگی کی سنجیدہ علمی کوشش حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کی، حافظ ابن حجر کی حدیث کے مختلف مجموعوں اور خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نظر تھی اس کی نظیر بہت کم ہے، بخاری شریف کی شرح میں ان سے خصوصی فائدہ اٹھایا، بخاری شریف کی اسانید ومتون پر اعتراضات کا علمی جواب دیا اور امام بخاری کی منشا کو واضح کرنے میں پوری جدوجہد صرف کی اور ایک ایسی شرح تصنیف کی کہ آج تک اصول ستہ میں سے کسی کتاب کی ایسی شرح وجود میں نہیں آئی اور فتح الباری کے لیے یہ حدیث ضرب المثل بن گئی "لا هجرة بعد الفتح" یعنی فتح الباری کی تصنیف کے بعد سفر کی ضرورت نہیں رہی، اور یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد اب تک بخاری شریف کی کوئی دوسری شرح اس پایہ کی نہیں آئی، عام طور سے بخاری شریف کے پڑھانے کے لیے فتح الباری ہی بنیادی مرجع رہی ہے، بلکہ بخاری شریف کو روایت ودرایت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر پڑھانے کا رواج کم رہا، زیادہ تر سماع، یا سماع کے ساتھ مختصر تشریح پر اکتفا کیا جاتا رہا ہے۔

علم حدیث کے متعلق برصغیر میں جن حضرات کے خصوصی کارنامے ہیں، ان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سرفہرست ہیں، آپ نے علم حدیث کو ہندوستان میں عام کیا اور حدیث کے معانی واسرار ونکات کے بیان میں آپ نے حجۃ اللہ البالغہ جیسی بے نظیر اور گراں مایہ کتاب تصنیف کی، اس کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے حدیث کے حلقہ درس کو مزید وسیع کیا، آپ کے جانشین شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے کتب حدیث کی تدریس میں فقیہانہ ومحدثانہ خصوصیات کی جامعیت کا حق ادا کیا، آپ کے سب سے زیادہ نمایاں شاگرد شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی تھے، آپ کا فیض عرب وعجم میں عام ہوا، سنت سے محبت اور بدعات سے

نفرت میں آپ مجددی خاندان کے صحیح وارث تھے اور یہ ذوق آپ سے ہندوستان کے دو عظیم اماموں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما میں منتقل ہوا، سچ یہ ہے کہ صحاح ستہ کی تعلیم کو پورے ہندوستان میں رواج دینے کا سہرا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے سر ہے، آپ کی ذات عابد وذاکر اور زاہد مرتاض ہونے کے علاوہ فقہ وحدیث کے میدان میں یکتا ولاثانی تھی، آپ کو سنت سے جو محبت اور بدعات سے جو نفرت تھی اس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملے گی، اس امت میں مجددین کی فہرست کافی طویل ہے، لیکن ان میں حضرت سعید بن مسیتب، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ خاص شان کے مالک ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی پر اصلاح وتجدید کی اس جماعت کا رنگ غالب ہے، اس حیثیت سے ہندوستان کی تاریخ اصلاح وتجدید میں مولانا گنگوہی کا کوئی ہمسر نہیں۔

آپ کے بعد حدیث کی محققانہ خدمت مولانا انور شاہ کشمیری کے حصہ میں آئی، اور فرنگی محل کے علماء میں حضرت مولانا عبدالحیؒ نے مختصر عمر میں حدیث وفقہ کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اشخاص تو اشخاص عام ادارے بھی ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کی علمی خدمات مسلم اور ان میں سے ہر ایک کی زندگی اور کارناموں پر متعدد جلدیں لکھی جاسکتی ہیں، لیکن شاید صحیح بخاری کے حوالہ سے ان حضرات کی تحقیقات کا وہ امتیازی مقام نہیں، بخاری شریف کو اس طرح پڑھانا کہ امام بخاری کے مقصد ومنشاء کی پوری ترجمانی ہو، بخاری کی سندوں کی خصوصیات اور متابعات کے فوائد، حدیث سے مسائل کے استنباط اور کتاب کے نکات ودقائق کی تہ تک پہنچنے اور ائمہ کے اختلاف ومذاہب اور ان کے دلائل وماخذ کو بیان کرنے کی غیر جانبدارانہ کوشش ہو، یہ چیز جس طرح استاد محترم کے حصہ میں آئی کسی کے یہاں اس جامعیت سے میسر نہیں، سنت کی محبت، بدعات سے نفرت اور تحقیق وعدم عصبیت میں آپ کو بے انتہا مشابہت ہے، مولانا گنگوہی سے اور محدثانہ تحقیقات میں آپ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی اور مولانا انور شاہ کشمیری سے

قریب تر اور مجموعی طور پر خاص بخاری فہمی میں ان سب سے فائق۔

جیسا کہ پہلے آچکا ہے، حافظ ابن حجر کی حدیث کے مجموعوں خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نگاہ ہے اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو بخاری شریف کی محققانہ تدریس کا وہ موقع نہیں ملا جو موقع استاد محترم کو ملا، آپ چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے بخاری شریف کو پوری تحقیق اور روایت ودرایت کے اصول کی روشنی میں پڑھا رہے ہیں، جن حضرات نے بنظر غائر فتح الباری کا مطالعہ کیا ہے وہ اتفاق کریں گے کہ ابن حجر بخاری شریف کے بعض مشکل مقامات سے سرسری طور پر گزر گئے ہیں، بعض جگہوں پر صرف نقول جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے اور بعض جگہوں پر ان کے ذہن میں کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا، استاذ محترم نہ کسی کے مقلد جامد ہیں اور نہ کسی مقام سے سرسری طور پر گزرنے کے عادی، ابن حجر کی قدردانی کے باوجود ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن مقامات سے ابن حجر اور دوسرے شراح حدیث سرسری طور پر گزر گئے ہیں یا جن کو نظر انداز کر دیا ہے، ان کی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے بعد بخاری شریف کے مقاصد کی تشریح میں اس پایہ کی کامیاب کوشش اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد استاد محترم کے حصہ میں آئی، اور یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ "لا هجرة بعد الفتح" کا مقولہ کل تک "فتح الباری" کے لیے بالکل سچ تھا، لیکن اب نہیں:

اس کو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح — اہل انصاف غور فرمائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے — ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں
یونس نکتہ داں سے کیا نسبت — خاک کو آسمان سے کیا نسبت

ضرورت ہے کہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء اور طلبا مظاہر علوم سہارنپور کا سفر کریں، اور جو حضرات اس سفر پر قادر نہیں وہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی تقریرات بخاری سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، خاص طور سے وہ اہل علم حضرات جن کا صحیح بخاری سے برسوں سے

اشتغال ہے، ان کے لیے شیخ الحدیث کی یہ مبسوط تقریرات بہت مفید ثابت ہوں گی اور وہی ان کی قدر کر سکتے ہیں:

حیف پر جاں سخن داں نہ رسد"[۱]

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کا تجزیہ:

حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ کی تبحر علمی، محدثانہ شان اور مطالعہ بخاری میں ان کی تحقیقات وافادات اور تدریس بخاری میں دوسرے علوم سے استفادہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"لامع الدراری" میں شیخ زکریا نے صحیح بخاری کی خصوصیات اور اس کے ابواب وتراجم پر مفصل اور غیر معمولی بحث فرمائی ہے جس میں صحیح بخاری میں ستر امتیازات اور خصائص شمار کرائے ہیں۔ اس سے پہلے جملہ شراح بخاری اور محدثین کے یہاں ان خصوصیات کا شمار چالیس سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ حضرت مولانا شیخ محمد یونس نے شیخ زکریا کی تحقیقات وافادات پر نیا اور بہت بڑا اضافہ کیا ہے، جس سے ان کی تعداد تقریباً ایک سو دس تک پہنچ گئی ہے، جو بلاشبہ تمام شراح حدیث اور شروحات بخاری پر ایک بہت بڑا اور نادر بحث ہے۔ شیخ یونس کی اس وقت نظر اور نئی دریافت پر مفصل علمی فنی گفتگو اور اس کے درون میں جھانکنے کی کوشش!

ابواب وتراجم میں حضرت مولانا کی خاص آراء اور اس میں ممتاز شرّاح بخاری اور اکابر محدثین سے اختلاف واتفاق پر، ایک واضح نظر۔

حضرت شیخ الاسلام حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی آراء میں جو تجزیہ فرماتے تھے، اس کی مولانا کی تحریرات کی روشنی میں تفصیلی تنقیح۔

حضرت حافظ ابن حجر کی بعض آراء اور اطلاعات سے واضح اختلاف اور ان کی تردید وتحقیق۔

حضرت حافظ ابن حجر کی مصنفات، خصوصاً فتح الباری میں فروگذاشتوں، اوہام اور دوسری کتابوں میں بھی بعض سقطات، ترجیحات

---

(۱) ازمقدمہ الیواقیت الغالیۃ فی الأحادیث العالیۃ مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی۔

واطلاعات کی تصحیح وتحقیق۔ حضرت مولانا نے حافظ ابن حجر کے تقریباً پانچ سو اوہام پر، اپنی تحریرات اور شرح بخاری میں متنبہ فرمایا ہے۔

حضرت مولانا کی شرح بخاری "نبراس الساري إلى رياض البخاري" کی ترتیب مباحث، اس کی خصوصیات اور شروحات بخاری کے درمیان اس کے مقام کے تعین اور اس کے مرتبہ پر، کئی حیثیتوں سے لکھا جاسکتا ہے، توجہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا کے تقریر درس بخاری کا جو ایک آخری حصہ، کتاب التوحید کے نام سے چھپا ہے، اس کے اور نبراس الساری کے مندرجات میں کیا کلامی مناسبتیں اور کیا اختلاف ہے۔

حضرت مولانا کے مجموعۂ افادات اور رسائل "اليواقيت الغالية في الأحاديث العالية" کا علمی حیثیت سے مفصل جائزہ، خصوصاً جہاں مولانا نے اپنی رائے قائم فرمائی ہے، جس کا دوسرے علماء وائمہ حدیث سے اختلاف جھلکتا ہے۔ اس کا علمی مقام اور اس پر تبصرہ!

اليواقيت الغالية میں حضرت مولانا نے خصوصاً حدیث شریف کی بنیادی کتابوں اور مجموعوں پر مختلف حیثیتوں میں گفتگو کی ہے، اس کی افادیت اور اس کا تفصیلی تعارف۔

اسی کتاب میں صحاح ستہ پر اٹھائے گئے مختلف شبہات واعتراضات اور ان کی روایات واسانید پر جو جرح وتنقید کی گئی ہے اور بعض حلقوں کی جانب سے حضرت مولانا کے موقف پر جو چند سوالات اٹھائے گئے، ان سوالات واعتراضات پر ایک نظر اور حضرت مولانا کی رائے کی معنویت۔

ان رسائل کی روشنی میں علامہ ناصرالدین البانی کی تحقیقات کی بعض جہتوں کا مطالعہ، علامہ البانی پر حضرت شیخ کی بعض تحقیقات حدیث میں فوقیت!

فقہ حنفی اور اس کے بعض مسائل ومستدلات پر حضرت مولانا کی بعض آراء، ان مسائل سے واضح اختلاف اور اس کی علمی تحقیق۔

حضرت مولانا کے خاص اور نہایت محبوب چند اکابر محدثین کرام:

(۱) حضرت امام شافعی اور ان کی کتاب الام
(۲) امام ابن بطال مالکی، شارح ابوداؤد و صحیح بخاری
(۳) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
(۴) مؤرخ اسلام حضرت شمس الدین ذہبی
(۵) حافظ ابن رجب حنبلی
(۶) علامہ ابن الہادی حنبلی
(۷) علامہ زیلعی، صاحب نصب الرایہ
(۸) شیخ الاسلام والمحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی، رحمہم اللہ تعالیٰ!

مطالعہ کے تنوع اور اس میں ان کی آراء و نظریات و ترجیحات کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں۔

متکلمین (اشاعرہ و ماتردیدیہ) کے نظریات اور عقائد کی بحثوں میں حضرت مولانا کا موقف وہ کس جانب کو درست سمجھتے اور ترجیح دیتے تھے۔

توحید وجودی (وحدت الوجود) کے قائلین و علمبردار علماء اور صوفیائے کرام، خصوصاً شیخ اکبر، شیخ محی الدین ابن عربی، مولانا شمس تبریز، مولانا جلال الدین رومی، مثنوی مولانائے روم اور اس طرح کے چند اور اکابر کے نظریات، خیالات کے بارے میں مولانا کا سخت موقف اور ان حضرات کے فکر و خیالات کا جائزہ۔

شیخ اکبر ابن عربی اور مولانا روم کے حوالہ سے برصغیر ہند کے ممتاز ترین علماء اور اہل نظر، حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ ولی اللہ، بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی، حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، اور آخر میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے اور ترجیحات کا حضرت مولانا یونس صاحب کے خیالات سے تقابل۔

حضرت مولانا کا، حضرت شیخ یحییٰ منیری و حضرت مجدد الف ثانی کے علوم تحقیقات خصوصاً مکتوبات سے، شرح حدیث میں استفادہ اور اس کے اقتباسات و اثرات۔

علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تصانیف و تحقیقات

خصوصاً سیرت شریف سے خاص انسیت، اس کی تحسین وتوصیف اور اپنی تحریرات ورسائل میں ان سے رجوع واستفادہ۔

علامہ اقبالؒ کے کلام اور شاعری سے شغف اور اس کے اثرات۔ اگرچہ آخری تقریباً دوسال پہلے علامہ اقبال کے مشہور خطبہ "ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر" کے مطالعہ کے بعد وہ رائے نہیں رہی تھی، جو پہلے تھی، دونوں کا تذکرہ وتجزیہ۔

حضرت مولانا کا ذوق شعروادب، تازہ مطبوعات ومضامین پڑھنے کا اہتمام، ان پر خاص نظر اور اس میں مولانا کی ترجیحات۔"

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی یہ تحریر نہ صرف حضرت جون پوری کی تحقیقات کا تجزیہ پیش کرتی ہے، بلکہ ان کو پیش نظر رکھ کر اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کی دعوت دیتی ہے۔

چھٹا باب

علمی کمالات اجتہادی شان، مسلکی ونظریاتی توسع، عدم تعصب اور علم کلام میں ان کی محدثانہ ترجیحات

اجتہاد:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) حرانی دمشقی حنبلی اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) دونوں عظیم مجتہدین اسلام و حکمائے اسلام میں ہیں جن کی دین وشریعت کے سلسلہ مین اتباع اور اجتہاد کے سلسلہ میں بڑی معتدل اور متوازن آراء ہیں جو ان کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ.

> ''غیر مشروط و غیر مقید تقلید جو اتباع واطاعت رسول کے متوازی وبالمقابل ہے، ہر زمانہ کے محققین اور علمائے راسخین نے اعتراض وانکار کیا ہے، وہ نہ تو ابن حزم اور بعض دوسرے غالی علماء کی طرح تقلید کی حرمت کے قائل ہیں، نہ ایسی غیر مشروط تقلید کی اجازت دیتے ہیں، جس میں اور رسول کی اتباع واطاعت میں کوئی فرق نہ ہو، ان علماء میں جن کی رائے اور تحریر اس مسئلہ میں بڑی متوازن اور معتدل ہے، متقدمین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور متاخرین میں شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں حافظ ابن تیمیہ ایک طرف تو اس واقعہ کا اظہار واقرار کرتے ہیں، کہ عوام اور غیر مجتہد علماء کے لیے فقہاء ومجتہدین کی طرف رجوع کرنے اور ان کی

تقلید سے چارہ نہیں اور یہ کہ ائمہ کی حیثیت وسائل اور وسائط کی ہے، اور مذاہب کی پیروی ایک عملی ضرورت اور قدرتی امر ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کسی خاص مذہب یا فقہ پر کسی شخص کا نشو ونما ہونا اور کسی خاص طریقہ کے مطابق عبادات واحکام شریعت کو بجالانا ایک قدرتی امر ہے اور ایسا قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے، لیکن مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے کو اصلاً خدا ورسول کا مطیع وفرماں بردار سمجھے اور اس کے لیے تیار رہے، کہ جو کچھ کتاب وسنت سے ثابت ہو جائے گا، وہ بلاتردد اس کی پیروی اختیار کرے گا۔"[1]

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ایسے عالم کے متعلق جو تحقیق واستدلال کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ معلوم کرسکتا ہو کہ اس مسئلہ میں راجح قول کس کا ہے وہ لکھتے ہیں:

"أما القادر على الاستدلال فقيل يحرم عليه التقليد مطلقًا، وقيل يجوز مطلقًا وقيل يجوز عند الحاجة كما إذا ضاق الوقت عن الاستدلال وهذا القول أعدل."

(جو شخص استدلال پر قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ اس کے لیے تقلید مطلقاً حرام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جائز ہے، مثلاً وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ وہ براہِ راست تحقیق کر سکے اور دلیل سے مسئلہ نکال سکے اور یہی قول زیادہ منصفانہ اور قرین صواب ہے)۔[2]

البتہ ان کی رائے ایسے عالم ضلیع اور فقیہ ومحدث کے لیے جس کی نصوص پر گہری نظر اور اجتہاد تام پر قدرت ہو وہ جس مسلک کی پیروی کرتا ہے اس سے ہٹ کر وہ ان نصوص کی پیروی کرنے کا حق رکھتا ہے جو اس کے سامنے زیادہ روشن ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی،

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت، جلد دوم، ص: ۳۳۷-۳۳۹۔

(۲) تاریخ دعوت وعزیمت، جلد دوم، ص: ۳۴۰ بحوالہ فتاویٰ شیخ الاسلام جلد دوم ص: ۳۸۴۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے اس سلسلہ میں پیش کرنے سے پہلے ان کے فیصلہ کو اس طرح ذکر کرتے ہیں:

"البتہ جس کو اجتہاد تام پر قدرت حاصل ہو اس کے لیے ان کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی جانب اس کو نصوص نظر آئیں اور ان نصوص کا مقابلہ کرنے اور ان کو دفع کرنے والی کوئی وجہ نہ ہو تو اس کو نصوص کی پیروی لازم ہے۔"(۱)

شیخ الاسلام حافظ احمد بن تیمیہ فرماتے ہیں:

"أما إذا قدر على الاجتهاد التام الذي يعتقد معه أن القول الآخر ليس معه ما يدفع به النص فهذا يجب عليه اتباع النصوص، وإن لم يفعل كان متبعًا للظن وما تهوى الأنفس، وكان من أكبر العصاة لله ولرسوله." [فتاویٰ شیخ الاسلام،۲/۳۸۵]

(البتہ اگر اس کو ایسے اجتہاد تام پر قدرت حاصل ہے کہ اس کو یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ فلاں مسئلہ کی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے نص کو دفع کیا جا سکے تو اس پر نصوص کی پیروی واجب ہے، اگر ایسا نہ کرے گا (اور مخالف نص قیاس یا مسئلہ پر تقلیداً قائم رہے گا تو وہ "إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ" (وہ گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں)، کی وعید قرآنی میں آئے گا، اور اللہ و رسول کا بڑا نافرمان اور عاصی کہلائے گا)(۲)

شیخ الاسلام امام احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی کو دیکھا جائے تو وہ ایک مجتہد امام کے طور پر نظر آتے ہیں البتہ وہ حنبلی مسلک پر عمل پیرا تھے اور اسی کے مذہب واصول پر فتویٰ دیتے تھے، اور اکثر مسائل میں ان کی رائے اور فتویٰ ائمہ اربعہ وائمہ ہدی میں سے کسی نہ کسی امام کے اجتہاد وفتویٰ کے مطابق ہے، اور بعض مسائل میں اجتہاد سے کام لیا ہے اور کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی روشنی میں فتویٰ دیا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں کہ:

"وہ مذہب حنبلی کے مجتہد منتسب تھے، مجتہد منتسب (وہ ہے) جو فروع واصول میں مجتہد ہو لیکن اپنے طریق استدلال وطریق استنباط میں کسی امام کے

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت،۲/۳۴۱۔ (۲) تاریخ دعوت وعزیمت،۲/۳۴۱۔

ساتھ متفق ہو اور عام طور پر اس کے دائرہ سے نہ نکلتا ہو۔"(۱)

آگے لکھتے ہیں:

"امام ابن تیمیہ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انھوں نے جس طرح کتاب وسنت کو عقائد کا ماٗخذ بنانے کی پر زور دعوت دی اور خود کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کیا، اسی طرح کتاب وسنت کو فقہیات واحکام کا ماخذ بنانے اور ان کو حق کا معیار قرار دینے کی طاقتور دعوت دی، اور اپنے زمانہ میں اس پر عمل کر کے دکھایا، اور "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" (سورہ نساء:۵۹)

ان کی اس دعوت سے ان فقہی دائروں اور امت کے علمی حلقوں میں جن میں عرصہ سے نئے غور وفکر اور احکام ومسائل کے کتاب وسنت سے مقابلہ کرنے کا کام بند ہو گیا تھا، اور اجتہاد واستنباط کا سلسلہ عرصہ سے مسدود تھا، نئی علمی وفکری حرکت اور براہِ راست کتاب وسنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا ہوئی، اور اس طرح سے انھوں نے اس صحیح اسلامی فکر کا احیاء کی، جو قرون اولیٰ میں پائی جاتی تھی، اور مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد تھی اور وہ اپنے ان تمام علمی وعملی کارناموں کی بنا پر تاریخ اسلام کی ان چیدہ شخصیتوں میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید واحیاء کا کام لیا، "ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشآء و اللّٰه ذو الفضل العظيم". [سوره جمعه: ٤] (۲)

جہاں تک حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے، فقہ سے اور اصول سے اوّل اشتغال اور پھر مسلسل پچاس سال سے زائد حدیث شریف سے غیر معمولی شغف اور اشتغال تام نے جس میں ان کی قوت یادداشت اور سرعت ذہن اور پھر خشیت ربانی اور تقویٰ وانابت کی صفت نے ان کو نہ صرف فقہیات بلکہ کلامی مسائل میں بھی اجتہاد کے مقام پر فائز کر دیا تھا جس میں ان کے وسعت مطالعہ، تبحر علمی، اور زمانہ کے تقاضوں اور حالات پر نظر کو بھی دخل تھا، لیکن وہ ان کی کمال احتیاط کی بات تھی، کہ وہ نصوص پر گہری نظر رکھ کر بھی دوسروں

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت، ۲/۳۴۲۔ (۲) تاریخ دعوت وعزیمت، ۲/۳۴۲۔

کو ان مسالک پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرماتے جن کے متعلق وہ لوگ ہوتے البتہ خود اقرب إلی القرآن والسنۃ کو اختیار کرتے اور اس سلسلہ میں اپنی جو رائے مناسب سمجھتے بیان کر دیتے۔ رسوخ فی العلم رکھنے والے کا یہی انصاف اور امانت کی ادائیگی کا حق ہے۔

حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہ کے علم و فضل اور حدیث شریف پر گہری نظر اور اس کے نتیجہ میں تفقہ کی غیر معمولی صلاحیت اور اجتہادی شان و مرتبہ کا اندازہ حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاد تفسیر و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کے اس اعتراف فضل سے کیا جا سکتا ہے جو انھوں نے سفر سہارن پور مارچ ۱۹۸۳ء کے ضمن میں کئی بڑے علماء واصحاب فضل و کمال سے ملاقات و علمی تبادلۂ خیال کے بعد کیا ہے، وہ رقم طراز ہیں:

”وقابلنا بعد الصلوٰة الشيخ يونس وتحادثنا معه أطراف الحديث وسألناه عن حديث ابن وهبان أو أهبان، فأخرج ترجمته والحديث من الإصابة، وأخرج الحديث -أصلاً- الطبراني وغيره كما تحدثنا في موضوع المصافحة باليد واليدين، وموضوع طعن المحدثين في أبي حنيفة النعمان، فقال في الأوّل: الأمران ثابتان، وفي الثاني أن هذا الاختلاف نظري منهجي بين أصحاب الرأي وأصحاب الحديث، ثم ذهبنا إلى المفتي......، وسألنا عن ربا البنك وناقشناه في القضية، وأبدى رأيه في موضوع ”دار الحرب“ وأن الهند دار الحرب، وظهر لي أن مطالعته محدودة، وأنه برغم بعض التوسع في فكره محدود النظر، وليس هذا الأمر في الشيخ محمد يونس فهو رجل ذو رأي وبصر بالحديث واجتهاد في الآراء ليس مقلّدًا لآراء الناس...... (۱)

(شیخ یونس سے نماز بعد ملاقات کی اور ان کے ساتھ اطراف حدیث کے سلسلہ میں تبادلۂ خیال ہوا اور ہم نے حدیث ”ابن وهبان یا اهبان“

---

(۱) مذكراتي، ج:١٦/١٧ ص:١١٨۔

کے بارے میں پوچھا تو ان کا ترجمہ اور حدیث اصابۃ...... سے نکال کر دکھائی، حدیث کی اصلاً طبرانی وغیرہ نے تخریج کی ہے، اسی طرح ایک ہاتھ سے اور دو ہاتھ سے مصافحہ اور امام ابوحنیفہ کے سلسلہ میں محدثین کے کلام کے بارے میں گفتگو ہوئی مصافحہ کے تعلق سے فرمایا دونوں ثابت ہے، اور محدثین و امام ابوحنیفہ کے تعلق سے فرمایا یہ نظری اور منہجی اختلاف اصحاب رائے (فقہاء) اور اصحاب حدیث (محدثین) کے درمیان پایا جاتا ہے، پھر ہم مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور بینک کے سود کے متعلق استفسار کیا اور اس قضیہ کے متعلق مناقشہ ہوا، مفتی صاحب نے بینک کے سود کے سلسلہ میں دارالحرب کی بات کہی اور کہا کہ ہندوستان دارالحرب ہے، مجھے محسوس ہوا کہ ان کا مطالعہ باوجود فکری توسع کے محدود ہے، اور نظر بھی محدود ہے، جب کہ شیخ محمد یونس کا معاملہ دوسرا ہے وہ تو فقیہ، محدث اور مجتہد سب ہیں، اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں رائے دیتے ہیں، لوگوں کی آراء کے پابند نہیں ہیں۔)

حضرۃ الشیخ کی وفات سے ۳۴ رسال قبل یہ تبصرہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا ہے جس کی ان کی وفات پر ممتاز سلفی عالم ڈاکٹر عاصم قریوتی کے تبصرہ و تأثر سے تائید ہوتی ہے کہ شیخ یونس سے ملاقات اور علمی تبادلۂ خیال کے بعد یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ اپنے گہرے مطالعہ کے ساتھ کسی کے لیے عصبیت نہیں رکھتے، اور یہ کہ انھوں نے یہ بات بھی فرمائی کہ "لست عبداً لأبي حنيفة" (میں امام ابوحنیفہ کا غلام نہیں ہوں)۔[1]

اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرۃ الشیخ کا تبحر علمی، نصوص پر گہری نظر، وسعت مطالعہ، مزاج نبوت سے وابستگی، اور سنت کے اتباع کے شوق اور احیاء سنت کے جذبہ اور رائے پر حدیث کو ترجیح دینے اور صحیح پر زیادہ صحیح کو اختیار کرنے کی فکر کے باوجود حنفی عالم ہونے کے بہت سے مسائل و آراء میں علماء احناف و ائمہ احناف سے اختلاف کرتے ہیں، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا اپنے کو پابند نہیں کرتے، مگر اس میں وہ صحابہ یا تابعین یا علماء سلف اور ائمہ متبوعین سے دلیل حاصل کر لیتے ہیں، اور اپنے کو آزاد نہیں چھوڑتے،

---

(۱) بہ شکریہ سید احسان اللہ ندوی

یہی طریقہ اہل حق ائمہ ومجتہدین اور علماء محققین کا رہا ہے، جیسے شیخ الاسلام امام احمد بن تیمیہ جو کہ حنبلی تھے اور حکیم الاسلام امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ اسماعیل شہید جو کہ حنفی تھے، اسی طرح حضرات شوافع میں امام نووی، اور متاخرین میں علمائے ازہر کا اختلاف اور مالکیہ میں قاضی عیاض اور متاخرین مالکیہ میں علامہ سید علوی مالکی حجازی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) نے اپنے تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ کی روشنی میں صحیح لکھا ہے کہ جس حضرات نے بنظر غائر "فتح الباری" کا مطالعہ کیا ہے وہ اتفاق کریں گے کہ ابن حجر بخاری شریف کے بعض مشکل مقامات سے سرسری طور پر گزر گئے ہیں، بعض جگہوں پر صرف نقول جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے، اور بعض جگہوں پر ان کے ذہن میں کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا، استاذ محترم نہ کسی کے مقلد جامد ہیں، اور نہ کسی مقام سے سرسری طور پر گزرنے کے عادی، ابن حجر کی قدردانی کے باوجود ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن مقامات سے ابن حجر اور دوسرے شراح حدیث سرسری طور پر گزر گئے ہیں یا جن کو نظر انداز کر دیا ہے ان کی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے بعد بخاری شریف کے مقاصد کی تشریح میں اس پایہ کی کامیاب کوشش اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد استاذ محترم کے حصہ میں آئی، اور یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ "لا ھجرۃ بعد الفتح" کا مقولہ کل تک فتح الباری کے لیے بالکل سچ تھا لیکن اب نہیں ؎

اس کو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح
اہل انصاف غور فرمائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط منھ نہ کھلوائیں
یونس نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسمان سے کیا نسبت[1]

(۱) ماہنامہ نقوش اسلام سہارن پور، ص: ۲۵ رجولائی ۲۰۱۱ء)۔

تصنیف کا اعلیٰ مذاق ومزاج

مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء جوان کے معتمد شاگردوں میں ہیں، ان کے تحقیقی ذوق ومزاج کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"آپ کے مزاج میں تحقیق کا مادہ تھا، شراح ومحققین میں سے کسی ایک کا قول نقل کرنے پر کلی اعتماد کر کے نہیں بیٹھ جاتے یا اپنے اساتذہ ومشائخ کی بات کو حرف آخر سمجھ کر اُس سے آگے قدم بڑھانے کو بے ادبی اور حصولِ علم سے محرومی کا سبب نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان سے محبت ان کی قدر اور ان کے پورے احترام کے ساتھ صحیح بات اور حق کی تلاش میں لگے رہتے اس کے لیے یہ کوشش کرتے رہتے کہ فلاں نے یہ بات لکھی ہے یا نقل کی ہے، تو انھوں نے کہاں سے نقل کیا، انھوں نے فلاں کتاب سے لی تو اس کتاب میں کہاں سے آگئی، اس کا تتبع کرتے پھر کہیں نقل کرنے میں یا اُن حضرات کے سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی، تو اس کی تحقیق کرتے اور صحیح بات اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی حتی الامکان کوشش کرتے، اس میں کبھی اپنے مشائخ یا متقدم علماء پر ایک طرح کا نقد یا اعتراض بھی ہو جایا کرتا، جس کو بعض کم علم یا ظاہر بین حضرات سوء ادب پر محمول کرتے، جب کہ وہ دراصل حق کو ظاہر وواضح کرنے کی کوشش ہوتی، والحق أحق أن يتبع شیخ تو اپنی محبوب اور بڑی محسن کتاب فتح الباری کے بارے میں جو کہ اچھے اچھے فاضل ومحقق علماء کے لیے مرجع اور حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے، فرمایا کرتے تھے "میں سب باتیں فتح الباری سے بیان نہیں کرتا ہوں بلکہ چنتا ہوں اس لیے قدر کرنا چاہیے" اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں کوئی بات کہتا ہوں تو نقل کی بنیاد پر کہتا ہوں، جذبات کی بنیاد پر نہیں" اسی طرح فرمایا کہ "جب ہم کسی کا وہم بیان کرتے ہیں، تو اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ آدمی اس کے وہم میں مبتلا نہ ہو، یہ نہیں کہ کسی کی تحقیر مراد ہے، کسی کی غلطی اس لیے بیان نہ کی جائے کہ اس نے غلطی کی ہے بلکہ اس لیے کہ دوسرے اس میں مبتلا نہ ہوں، ائمہ پر تحقیق کے لیے اعتراض کوئی بات نہیں لیکن اگر تنقیص کی نیت سے کی

جائے تو اچھی بات نہیں ہے، اسی طرح ایک مرتبہ اپنے تعلق سے فرمایا کہ

"جب میں بڑوں کی کسی بات پر اعتراض کرتا ہوں تو نیتِ اعتراض سے پرہیز کرتا ہوں اللہ سے ڈرتا ہوں صرف تحقیق کی نیت سے بتاتا ہوں۔"

بہرحال شیخ کا مزاج تحقیق وتتبع کا تھا، بسا اوقات کسی حدیث یا اس کے صحیح مقصود تک پہنچنے کے لیے سالوں محنت کرتے لگتے رہتے، اور مختلف کتابیں کھنگال کر صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے، آپ فرمایا کرتے تھے "کسی کا اجتہاد نص کے خلاف اس کے حق میں تو معذرت بن سکتا ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔"

اسی طرح شیخ کا مزاج خالص علمی تھا، اور جن کا مزاج وذوق علمی ہوتا ہے خاص کر فن اسماء الرجال اور جرح وتعدیل وغیرہ کی کتابوں سے واسطہ پڑتا ہے، تو ان کو تنقید وتبصرہ کرنا پڑتا ہے کھرے کھوٹے کی تمیز کرنی اور اس کو دیانۃً اپنے تلامذہ وشاگردوں کو بتانا پڑتا ہے، بعض محدود ذہن والے اس کو ہضم نہیں کر پاتے، ہمارے حضرت الشیخ بھی گاہ بگاہ اپنے دروس یا مجلس میں بقدر ضرورت اس طرح کی باتیں فرماتے رہتے تھے، اور اس کو علمی دیانت سمجھتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں دیانۃً اچھی طرح پڑھانا چاہتا ہوں اور اس قول کو تو بار بار نقل کرتے تھے "کل یؤخذ ویترك إلّا رسول اللہ ﷺ" اور اس فن میں جن علماء کی کتابوں سے فائدہ پہنچا، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"مجھے نقد حدیث میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ، امام ذہبیؒ، علامہ ابن القیمؒ، ابن عبد الہادیؒ، ابن رجبؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ کی کتابوں سے فائدہ پہنچا، دو سال قبل ۱۴/اگست ۲۰۱۵ء کو سہارنپور حضرت والا کی خدمت میں ایک دو دن کے لیے حاضر ہوا تھا تو علامہ ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذہبی کی کتابیں خصوصاً ان کی میزان الاعتدال، ابن رجبؒ وابن عبد الہادیؒ کی کتابیں، علامہ ابن القیم کی کتابیں خاص کر زاد المعاد اسی طرح علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایۃ اور ابن کثیرؒ وابن حجر العسقلانیؒ کی کتابوں کا تذکرہ کرتے کرتے اپنے اس مبتدی شاگرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ شاید تم ان سے فائدہ اٹھاؤ۔"

اسی سال یعنی ۲۰۱۵ء ماہ اپریل کے ایک سفر میں حاضری کے موقع سے ارشاد فرمایا کہ ''میری حدیث کی سندیں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، مولانا منظور صاحبؒ سہارنپوری اور دوسرے اساتذۂ مظاہر علوم سے ہیں اور حدیث کے معانی ومفاہیم کی اسانید تو علامہ ابن تیمیہؒ ابن عبدالہادیؒ، ابن رجبؒ، ابن کثیرؒ، ذہبیؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، امام زیلعیؒ اور ابن دقیق العیدؒ وغیرہ کی کتابوں سے ہے'' نیز فرمایا کہ ابن عبدالہادیؒ کی کتابیں کم ہیں لیکن اس میں بہت سی اچھی چیزیں ملیں۔'' ان حضرات کی کتابوں کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے یہاں علمی تنقید کا کیسا رنگ ہوتا ہے، اسی لیے حضرت الشیخ ان حضرات کی تعریف بھی کرتے رہتے تھے کہ ان حضرات کے یہاں عقیدت ومحبت میں غلو نہیں تھا، اور علمی تنقید کو خلاف عقیدت واحترام نہیں سمجھا جاتا تھا، یہی حال ہمارے حضرت الشیخ کا تھا کہ تنقید وتبصرہ کو عقیدت ومحبت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے، کہیں کسی قول کو رد کرتے ہوئے کسی کی تحقیق پر سخت نقد کیا تو دوسری مرتبہ کسی موقع پر ان کی تعریف بھی کردی، ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد کا واقعہ سنایا کہ وہ اپنے استاد یعنی حضرت الشیخ پر سخت ناراض ہوئے اور حضرت بھی ان پر، پھر دس سال بعد ان کا خط آیا کہ آپ بزرگوں پر رد کرتے تھے، اس پر میں ناراض ہوتا تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ آپ حق پر تھے، اس لیے آپ مجھے معاف فرمائیں، میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے تمہیں معاف کردیا، لیکن تمہیں علم نہیں آئے گا کہ میں تنقید کرتا تھا تحقیق کی وجہ سے نہ کہ تنقیص کی وجہ سے، ہمارے دل میں ان کا احترام رہتا ہے۔

اسی طرح کتابوں اور شخصیات پر آپ کے تبصرے بھی بڑے وقیع ہوتے تھے، صاحب کشاف جن کا شمار ائمہ معتزلہ میں ہوتا ہے، ان کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا ''لغت نحو وصرف، بلاغت اور حدیث کے امام تھے، غریب الفاظ الحدیث پر بڑی نظر تھی، پھر فرمایا معتزلی تھے، لیکن ان کے علم اور مہارت وبراعت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور صرف اعتزال کی بنا پر ان کو چھوڑنا اور ان کے علوم سے استفادہ نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

مشہور محدث وفقیہ اور شارح مسلم علامہ نووی کے بارے میں فرمایا کہ ''اللہ نے ان

میں بڑی برکت رکھ دی تھی، بڑے ہی زاہد و متقی، ان کی عبارتیں آسان ہوتی ہیں، اور اس میں تسلسل پایا جاتا ہے، مختصر سی عبارت میں تمام مطالب اور ضروری باتیں بیان فرماتے ہیں، لیکن قاضی عیاضؒ ان سے فائق ہیں، اور کبھی کبھار امام نوویؒ اپنی عبارت میں پورے مطالب پیش نہیں کر پاتے تو قاضی عیاض کی عبارت نقل کر دیتے ہیں، اسی طرح قاضی عیاضؒ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا علم اور اسلوب بہت بلند ہے، اور فرمانے لگے کہ کیسے بلند معانی اخذ کرتے ہیں، سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی ان کی کتاب ''الشفاء'' کی بڑی تعریف کی اور مجھے اس کے مطالعہ کا بھی حکم دیا۔

فقہ حنبلی بلکہ فقہ اسلامی کی ممتاز کتاب ''المغنی'' کے مصنف علامہ موفق بن قدامہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فقہ وحدیث پر ان کی بڑی نظر ہے، اور باریک باریک مسائل کا بھی اچھا استحضار ہے۔

ایک مرتبہ اس عاجز کی حاضری کے موقع سے امام شافعی کی جلالت شان علمی مقام لغت وادب پر عبور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امام صاحب اگر کوئی بات بغیر دلیل بھی کہیں تو لوگ خاموش ہو جاتے ہیں، اور اس کا توڑ مشکل ہو جاتا ہے، پھر فرمایا کہ آپ اصیل النسب اور عالی الھمة تھے، عرب کے صحرا و بادیہ میں جا کر اصل عربی زبان کی تحصیل کی تھی، اس کے بعد اپنے خاص انداز میں ارشاد فرمایا کہ لیکن حدیث میں امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہ کا پایہ ان سے بلند تھا اور محدثین اس سلسلہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، فروری ۲۰۱۴ء کی ابتدائی تاریخوں میں ایک دو دن کے لیے حضرت الشیخ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، حضرت کی طبیعت ناساز چل رہی تھی اور ٹھنڈک بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی تو اپنے اس مبتدی شاگرد سے کمرے ہی میں چند شاگرد و خدام کی موجودگی میں جمعہ پڑھانے کا حکم دیا، مختصر خطبہ اور نماز کے ذریعہ حکم کی تعمیل کی گئی، اس کے بعد ہم لوگ وہیں بیٹھ گئے تو باتوں میں اپنے اس مبتدی شاگرد سے محبت و تعلق کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری قراءت مجھے بہت پسند ہے، تمہارے قرآن پڑھنے سے دل لگتا ہے اور دوسری وجوہات کے ساتھ ایک عجیب وجہ یہ بیان فرمائی کہ اور تم شافعی ہو اگر میں کسی امام کی مکمل تقلید کرتا تو

امام شافعی کی کرتا لیکن میرے امام تو محمد بن اسماعیل البخاری ہیں۔ (۱)

علم حدیث کی ہمہ جہت شخصیت:

مولانا محمد سلمان بجنوری مدیر ماہنامہ "دارالعلوم دیوبند" حضرت الشیخ کے ان کے معاصر محدثین میں جن امتیازات وخصوصیات کو بیان کرتے ہیں وہ اس طرح ہے:

"سالِ رواں کو جس بزرگ نے بھی علماء ومحدثین کی وفات کا سال کہا تھا وہ ایسا سچ ثابت ہوا کہ قضاء الٰہی نے میدان علم وفن کی متعدد شخصیات سے ہمیں محروم کردیا، خاص طور سے طبقہ محدثین کی چار اہم شخصیات، سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور نصف صدی سے زائد بخاری شریف پڑھانے والی شخصیت حضرت مولانا عبدالحق اعظمی رحمۃ اللہ کا حادثۂ وفات پیش آیا، اس کے بعد استاذ المحدثین اور شیخ الکل کے نام سے متعارف شخصیت حضرت مولانا سلیم اللہ خاں رحمۃ اللہ رخصت ہوئے، پھر چند ماہ کے بعد دور شباب سے خدمت حدیث میں مشغول نیز حدیث اور خصوصاً درایت حدیث میں انتہائی گہری نظر کی حامل شخصیت حضرت مولانا ریاست علی بجنوری رحمۃ اللہ سے ہم محروم ہوئے اور آخر میں اس قافلہ کے گل سرسبد حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارن پور داغ مفارقت دے گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت شیخ قدس سرہ فن حدیث میں موسوعی انداز کی شخصیت کے مالک تھے، اور ان کو طبقۂ علماء میں بڑا احترام حاصل تھا، وہ اپنے اساتذۂ کرام بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کے حسن تربیت کا عکس جمیل تھے، انھوں نے اپنی انتھک محنت سے اپنے اکابر کا نام روشن کیا اور خود اپنا نام زندۂ جاوید کر گئے، اللہ رب العزت کی توفیق سے انھوں نے پورے پچاس برس بخاری شریف کا درس اس شان سے دیا، کہ ابتدائی سالوں ہی میں ان کی وسعت مطالعہ کی دھاگ بیٹھ گئی، اور پھر ان کی شخصیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اور

(۱) عطیۂ خاص برائے مصنف از مضمون نگار

آج وہ اس حال میں رخصت ہوئے ہیں، کہ ان کی نظیر تلاش کرنا مشکل محسوس ہو رہا ہے۔

ان کی شخصیت سلوک وتصوف اور روحانیت میں بھی بہت بلند تھی، اور اس راہ سے بھی ان سے بڑا فیض مسلمانوں اور خصوصاً طبقہ علماء کو پہنچا۔ (۱)

مطالعہ کا تنوع اور مسلکی توسع:

مولانا عبدالسلام ندوی بھٹکلی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھتے ہیں: "اگرچہ حضرت الشیخ کا خاص موضوع حدیث شریف اور علوم حدیث تھا لیکن آپ نے فقہ، اصول فقہ، ادب، شعر وشاعری، تاریخ، تفسیر، اصول تفسیر، سیرت وسوانح، نحو وصرف، علم کلام، عقائد وملل وفرق وغیرہ سے متعلق چیزوں اور اس کی اہم کتابوں کا خوب مطالعہ کیا تھا، اور اکثر موضوعات کی اہم اور اصولی کتابیں آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں، مدارس وجامعات کے ترجمان، ماہانہ رسائل، مصنفین اور مؤلفین کی طرف ارسال کردہ کتابوں پر بھی ایک نظر ڈال لیتے تھے، اچھے ممتاز شعراء کے اشعار بھی خوب یاد تھے، جس کو حسب موقع وضرورت پڑھتے بھی رہتے تھے، ایک مرتبہ فرمانے لگے" میں درمیان درمیان میں اشعار پڑھتا ہوں تو تم لوگ کہتے ہو کہ یہ کیا بات ہے، یہ تمہاری جہالت ہے ورنہ ہم تو طالب علمی کے دور میں بھی اس طرح کی دلچسپیاں رکھتے تھے، علامہ اقبالؒ کے اشعار پڑھتے تھے، میں علامہ اقبال، جوش، غالب وغیرہ کی کتابیں دیکھتا تھا، ملفوظات پڑھتا تھا، مثنوی سے بہت محبت تھی، لیکن طالب علمی کے دور میں نہیں، ذرا ذرا وقت نکال کر اس طرح کی کتابیں پڑھتے رہنا چاہیے، (البتہ حضرت والا کو ادھر چند سالوں سے مثنوی اس کے مؤلف اور اس کے مضامین سے ایک سخت قسم کا تنفر پیدا ہو گیا تھا، جس کا اظہار آپ فرماتے رہتے تھے، جب کہ آپ کے مشائخ اور علماء دیوبند کے ایک بڑے حلقہ میں مثنوی مولانا روم کا شمار بڑی اہم اور مفید ونافع کتابوں میں ہوتا ہے)۔

اسی طرح آپ کے علمی مزاج میں توسع تھا، طبیعت تو بڑی نازک پائی تھی، اور مستقل امراض نے تو اور نڈھال کر دیا تھا، مزاج کے خلاف ذرا سی بات بھی بار خاطر ہو جاتی، لیکن علماً وذہناً مزاج وفکر میں بڑا توسع تھا، اور عملی زندگی میں بھی موقع بموقع احادیث کی روشنی میں اس

---

(۱) ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ماہ اگست ۲۰۱۷ء۔

پر عمل پیرا ہوتے۔

جب کہ آپ جس مدرسہ سے تعلیمی وتدریسی طور پر وابستہ ہوئے اور جہاں سے وابستگی دنیا کے ظاہری اسباب میں آپ کے نافع ہونے اور آپ کے فیوض علمی وروحانی کے دور دور تک پہنچنے کا سبب بنی، اس کا ایک علمی واعتقادی وعملی طریق کار ہے، جس کا وہاں کے بزرگوں نے ہمیشہ لحاظ رکھا۔

ہمارے حضرت الشیخ بھی اس سے بالکل الگ تھلگ نہیں تھے، لیکن حدیث سے خصوصی تعلق اور اس کے مطالعہ نے آپ میں وسعت علمی کے ساتھ توسع عملی بھی پیدا کر دیا تھا، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "میں نے اپنا علم حضور ﷺ کے آئینہ سے حاصل کیا ہے، نہ میں شافعی ہوں نہ کوئی اور...... یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ عبدالسلام اور اس کی برادری (یعنی اس وقت کے شافعی طلبہ) مجھے شافعی سمجھتی ہے۔

ایک مرتبہ میری ایک دو دن کی حاضری کے موقع سے اپنے درجہ میں تلطفاً فرمایا:۔

"گذشتہ سال ایک عبدالسلام بڑا متعصب شافعی تھا تمام حنفیوں کو دبائے رکھتا تھا، اس لیے کہ اس کے پاس حدیث کے دلائل بہت تھے، میرے بارے میں شافعی ہونے کا گمان رکھتا تھا تو میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ بھئی میں تو حنفی ہوں، لیکن حدیث کے آگے پیچھے رہتا ہوں، اسی پر عمل کرتا ہوں جہاں نہ ملے وہاں احناف پر عمل کرتا ہوں، (متعصب بظاہر مزاحاً فرمایا تھا ورنہ ہم لوگ مسلکی سختی کو پسند نہیں کرتے بلکہ احناف وغیرہ کی مساجد میں انھی کے نظام وترتیب کے مطابق عمل کرتے ہیں اور خاص کر برصغیر میں حنفی مسلک کو اصل اور احناف کو اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں۔"

حضرت نے حنفی ماحول میں پرورش پائی تھی، حنفی فقہ پڑھی، فقہ حنفی واصول فقہ حنفی پڑھی بھی ہیں، اور پڑھائی بھی، لیکن یہ سب باتیں حضرت والا کے لیے کوئی بہت اہمیت کی حامل نہیں تھی کہ مسلک کی تعیین کر کے حرف بحرف اس پر عمل کیا جائے، اور اس پر سختی کی جائے بلکہ آپ کا مسلک بقول آپ ہی کے "میں خاندانی حنفی ہوں لیکن جوال سیال ہوں۔"

اسی طرح ایک مرتبہ لباس کے بارے میں فرمایا: ''میں لباس وغیرہ کے بارے میں مولویت نہیں جانتا بلکہ جو بھی ہو غیر شرعی نہ ہو اور ہاں چوں کہ ہمارے بلاد میں لمبا کرتا پہنتے ہیں تو اس لیے پہنتا ہوں۔''(۱)

مولانا مفتی اشرف عباس قاسمی استاد دارالعلوم دیوبند اس سلسلہ میں اپنا تأثر اس طرح بیان کرتے ہیں، جنھوں نے حضرت شیخ سے شرف تلمذ کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند سے وقتاً فوقتاً مجلس مسلسلات میں شرکت اور دیگر اسباق حدیث میں شرکت کے لیے مظاہر علوم کا سفر کیا انہوں نے ان کے علمی تبحر اور فکری توسع سے فائدہ اٹھایا۔

''مسلسلات کے علاوہ بھی مجھے کبھی کبھار آپ کے درس حدیث میں شرکت کا موقع ملا، روایت حدیث پر آپ کی شاندار علمی گفتگو سے محسوس ہوتا کہ آج مجھے ذہبی وعسقلانی کے درس میں شرکت کا موقع مل رہا ہے، آپ تدریس حدیث میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے، معانی حدیث بیان کرتے ہوئے، اپنے خاص ذوق اور شان علمی کی وجہ سے بسا اوقات احناف کے مخالف قول کو ترجیح دیتے، اور آپ کو اپنے علمی مقام، وسعت مطالعہ اور مسلسل تدبر کی وجہ سے اس کا حق تھا، لیکن ہم کم علموں کے لیے اس کو ہضم کرنا بہت مشکل ہوتا، خیار والی روایت پر آپ کی تشریح کی روشنی میں مجھے یاد ہے کہ ہمارا آپ کے شاگردوں کے ساتھ زوردار مباحثہ ہوا، کبھی کبھار ہم نے محسوس کیا، کہ شیخ کا رجحان جب کسی مسئلہ میں کسی خاص امام کی طرف ہوتا تو وہ بھی ہم حنفیوں کی طرح اس کے مخالف حدیث کی کمزور تاویل کو بھی قبول کر لیتے، مس مرأۃ والے مسئلہ میں محسوس ہوا کہ شیخ کا رجحان شوافع کی طرف ہے، چناں چہ اس کے ناقض وضو ہونے پر صرف حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تاویل کہ ''ممکن ہے وہ حائل کے ساتھ ہو'' کو ذکر کر کے بلا تبصرہ آگے بڑھ گئے، ہم مسکرا کر رہ گئے، کہ ایسی بعید تاویل اگر کسی حنفی عالم نے کر دی ہوتی تو شاید ہی شیخ اتنی آسانی سے اس کو بخش دیتے، بہر حال شیخ جبل العلم تھے، ان کے اشتغال، قوت حافظہ اور

(۱) عطیۂ خاص برائے مصنف از مضمون نگار

انقطاع إلی العلم نے قرون اولیٰ کے محدثین کی یاد تازہ کردی تھی۔"(۱)

مولانا مرغوب الرحمٰن سہارن پوری نے علامہ انورشاہ کشمیری قدس سرہ کے ممتاز شاگرد مولانا عبداللہ خان بجنوری کا ملفوظ نقل کیا ہے کہ:

"حضرت علامہ انورشاہ کشمیری کا علم مولانا یونس صاحب کی طرف منتقل ہوا ہے۔"(۲)

بعض علماء نے حضرۃ الشیخ کے حدیث سے غیر معمولی شغف اور اشتغال کا تذکرہ کرتے ہوئے فقہ اور اصول فقہ خاص طور سے اس کی اہم اور حنفی مکتبہ فکر کی اصول فقہ واصول حدیث کی کتابوں کا اس درجہ اعتناء نہ کرنے کا ذکر اس پس منظر میں کیا جس میں انھوں نے احناف کے بہت سے مسائل پر شوافع یا حنابلہ کو ترجیح دی ہے، درحقیقت وہ اس اجتہاد کے پورے حق دار تھے اور اس مقام اجتہاد پر فائز تھے کہ جہاں ائمہ اربعہ سے انھوں نے اختلاف کیا ہے، اور سلفی نقطۂ نظر کی تائید کی ہے، اور کلامیات میں بھی بعض گتھیوں کو ایسا حل کیا جس میں وہ ائمہ متاخرین ہی نہیں متقدمین کے، شانہ بشانہ نظر آتے ہیں، وہ اپنے رسوخ فی العلم سے اس کے مستحق تھے، مولانا حذیفہ دستانوی نے ان کی جامعیت اور رسوخ فی العلم کو ایک جملہ میں اچھے انداز میں بہت خوب واضح کیا ہے جس سے وہ اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ فقیہ اور اصولی نہیں تھے انھوں نے حدیث سے پہلے فقہ واصول فقہ کو پڑھایا اور اس سلسلہ میں لکھا بھی گرچہ وہ شائع ہونے سے رہ گیا، وہ لکھتے ہیں:

"الحافظ، الفقيه الأصولي، المحقق البارع، المدقق الرائع المجتهد الناقد البصير، المربي الجليل، الزاهد الورع."

(یعنی حافظ حدیث، فقیہ اصولی، باکمال محقق، ممتاز مدقق، مجتہد، واقف کار ناقد، جلیل القدر مربی محتاط زاہد......)(۳)

---

(۱) ماہنامہ شاہراہ علم اکل کوا، ص:۹۳، ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ ستمبر ۲۰۱۷ء)

(۲) مجلہ شاہراہ علم اکل کوا، حوالہ سابق، ص:۶۹۔

(۳) مجلہ شاہراہ علم، حوالہ سابق ص:۱۶

علم کلام میں محدثانہ شان اور مجتہدانہ مقام:

کلامیات میں مولانا کا محدثانہ رنگ تھا، مگر وہ علم الکلام کی ایسی گتھیاں سلجھاتے نظر آتے ہیں، جو ایک راسخ العلم محدث کی ہی شان ہے، اس سلسلہ میں ان کے صحیح البخاری کے دروس میں علم التوحید کا باب بڑے حقائق ورموز کا باب ہے جو مستقل کتاب کی صورت میں معروف وممتاز عالم دین استاذ گرامی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی زیدمجدہ استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مقدمہ کے ساتھ مولانا محمد ایوب سورتی کی تحقیق سے شائع ہو چکا ہے، ان دونوں کے تاثرات سے پہلے ہم برادرِ محترم مولانا یحیٰ نعمانی ندوی کا تأثر نقل کریں جو انھوں نے اپنے مضمون میں ظاہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''راقم سطور کو اسماء وصفات (خصوصاً صفات خبریہ) کے سلسلہ میں نہ معروف ''سلفی'' موقف پر اطمینان تھا جس کے داعی علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم ہیں، (جس میں غلوئی التاویل کے ردعمل میں اثبات میں بات اتنی آگے بڑھ گئی ہے، کہ تشبیہ وتجسیم کا گمان ہوتا ہے) اور نہ متأخرین متکلمین کے طرز تاویل پر اطمینان تھا، خیال ہوتا تھا کہ حق اور صحابہ وسلف کی روش اس کے بیچ میں کہیں ہونی چاہیے، ایک مرتبہ مجلس میں یہ موضوع نکل آیا، حضرت نے بڑی سہولت سے مسئلہ حل فرمادیا، فرمایا کہ سلف تو بس ''اَمِرُّوھا کما جاءت'' کے قائل تھے، مگر بعد میں شبہات کے مرض کے علاج کے لیے علماء کو تاویل بھی کرنی پڑی، غلطی یہ ہوئی کہ جو چیز محض ضرورۃً اور دوا کے طور پر اختیار کی گئی تھی لوگوں نے اس کو مستقل کی چیز بنالیا (یعنی بے ضرورت بھی تاویل کرنے لگے)۔ حضرت نے یہاں دوا اور علاج کے عام فہم لفظوں سے بڑی گہری حقیقت بیان فرمادی:
>
> ''ہمارے حضرات کا یہی موقف رہا ہے، حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے بیان القرآن (سورۂ اعراف آیت: ۵۵) میں دونوں کو جمع فرمایا ہے، اور ملفوظات میں اس پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے بعینہ اسی موقف کا اظہار فرمایا ہے، اور تاویل کو شبہات کے علاج کے لیے بس

ضرورۃً اختیار کی جانے والی چیز بتلایا ہے، اور اپنے رسالہ ''تمہید العرش'' کا بھی حوالہ دیا ہے۔''(۱)

حضرت مولانا عتیق احمد بستوی (قاسمی) استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے حضرۃ الشیخ کی جامعیت، رسوخ فی العلم اور ان کی اجتہادی شان کو اس طرح ظاہر کیا ہے، کہ وہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے بعد برصغیر کی دوسری بڑی شخصیت ہیں، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی بھی ان کے تبحر علمی اور اجتہادی شان کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ ان کو اس مقام پر دیکھتے ہیں کہ وہ حدیث کی صحت وسقم کے غیر معمولی طور پر واقفیت اور ورع وتقویٰ اور خشیت میں امتیازی شان رکھنے اور دین کا تفقہ اور علمی بصیرت کے نتیجہ میں نہ صرف علمائے متاخرین بلکہ ائمہ متقدمین سے بھی اپنا اختلاف ظاہر کر سکتے ہیں، جس طرح دنیا کو عہد حاضر میں نت نئے مسائل وقضایا کا سامنا ہے ان کے حل کے لیے ایسے علمائے راسخین کی ضرورت بڑھتی ہے جن کا علمی اشتغال انہیں ہر چیز سے دور رکھتا ہے، چہ جائے کہ ان کی عدم تعصب اور تنگ نظری سے بھی حفاظت ہو، اور اپنے اساتذہ ومشائخ کا بھی ان کو پورا اعتماد حاصل رہا ہو، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ جنھوں نے ان کی تربیت فرمائی تھی اور ان کا درس ان کی قراءت سے ہوتا تھا یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان سے بہت سی آراء میں اختلاف کرتے ہیں، ان ہی کی طرف رجوع کرنے کو فرماتے اور بعض مرتبہ یہ فرمایا کہ اس میں یونس کی رائے دوسری ہوگی، یہی حال فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ اور دوسرے اساتذہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب وغیرہ کا بھی تھا، چنانچہ علم کلام، عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وتصوف (فقہ باطن) میں ان کی بعض آراء اور عمل اپنے ان مشائخ اور اساتذہ سے مختلف تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ ایسے راسخ فی العلم اور وسیع مطالعہ وسیع المشرب عالم ومحدث متکلم وفقیہ شیخ کے لیے اس کی پابندی بال نہیں رہتی، اور نہ صرف اس کے اقوال رہنما ہوتے اس کا عملی اختلاف اور طریقہ ہی رہنمائی کرتا اور علم کے دروازے کھولتا ہے۔ (زبانی گفتگو کا خلاصہ)

---

(۱) الفرقان ذوالحجہ، ۱۴۳۸ھ، لکھنؤ۔

استاذی الجلیل مولانا عتیق احمد بستوی (قاسمی) استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء[1] حضرۃ الشیخ کی کتاب التوحید (مجموعہ دروس کتاب التوحید صحیح البخاری) پر اپنے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام کی تاریخ میں علوم وفنون کی جامع شخصیات کی طویل فہرست ہے، ہر دور میں کچھ نہ کچھ جامع العلوم والفنون قدر آور شخصیات ہوا کرتی تھیں، تذکرۂ وتراجم اور رجال کی کتابیں ایسی شخصیات کے تذکروں سے مالا مال ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہندوستان میں بھی تقریباً ہر دور میں ایسی جامع العلوم والفنون شخصیات ظاہر ہوتی رہیں، علوم وفنون کی جامعیت اور گہرائی اللہ جل شانہ کا خصوصی عطیہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو سرفراز کرتا ہے۔

دور اخیر میں برصغیر ہند وپاک میں اس کی نمایاں مثال حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں خارق عادت قوت حافظہ، فہم وفراست اور علم میں فنائیت سے نوازا تھا، ان کی پوری زندگی تدریس حدیث میں گزری، تصنیف وتالیف کی طرف حضرت کی خاص توجہ نہیں تھی، چند مختصر رسائل بعض محرکات کی بناء پر شاگردوں کے اصرار پر تصنیف فرمائے، اگر ''فیض الباری'' اور ''العرف الشذی'' کی صورت میں ان کے درسی افادات شاگردوں نے ترتیب نہ کردئے ہوتے تو علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم سے دنیا محروم ہو جاتی ہے۔

ہمارے دینی مدارس میں ماہر فن اساتذہ نادر ہوتے جارہے ہیں، اساتذہ کی معراج فی الحال یہی ہے کہ درسی کتابوں کو حل کرلیں، اور طلبہ کو اچھی طرح پڑھادیں، فن پڑھانے والے اور فن پر عبور رکھنے والے اساتذہ

---

(۱) استاذی الجلیل مولانا عتیق احمد بستوی دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک رہے، دورۂ حدیث اور افتاء بھی کیا، پھر مرادآباد میں تدریسی خدمت انجام دی اور ان پر نظر انتخاب مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی پڑی اور وہ ان کی شفقت کو دیکھتے ہوئے وہ مرادآباد سے لکھنؤ آگئے اور ان کی سرپرستی میں علمی تصنیفی وتحقیقی اور تدریسی مراحل دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طے کئے، اور پھر اسلامک فقہ اکادمی اور آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ میں نمائندگی کی اور امریکہ ویورپ کے متعدد علمی سفر کئے، أطال اللہ بقاءہ.

خال خال ہی کہیں نظر آتے ہیں، جامع فنون اساتذہ تو کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔

میری نظر میں اس دور اخیر میں ایک جامع العلوم والفنون شخصیت حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، دامت برکاتہم کی ہے، ان کا علمی فیضان ان کے حلقۂ درس تک محدود تھا، ان کے شاگرد ان کی جامعیت اور علمی فنائیت کے بارے میں رطب اللسان تھے، لیکن باہر کی علمی دنیا ان کے فیض علمی سے محروم تھی، ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب زید مجدہم نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کے تحریری افادات "الیواقیت الغالية في الأحاديث العالية" کے نام سے چار جلدوں میں شائع کر کے شیخ کے علوم کی عطر بیز خوشبو دور دور تک پہنچادی، اور استفادہ آسان کر دیا۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم کی زندگی کا بڑا حصہ بخاری شریف کی تدریس اور خدمت میں گذرا ہے، ان کے باتوفیق شاگردوں نے ان کے درسی افادات حرف بہ حرف قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے، اور خود حضرت شیخ نے صحیح بخاری کے مختلف مقامات کو حل کرنے کے لیے اپنے نسخۂ بخاری پر بے شمار فوائد ونوٹس تحریر فرمائے ہیں، یہ سب چیزیں جب مرتب ہو کر علمی دنیا کے سامنے آئیں گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث وعلوم حدیث کا گلستاں اپنی خوشبو بکھیرے گا، اور بے شمار علمی گتھیاں حل ہوں گی۔

سر دست میرے پیش نظر حضرت شیخ دامت برکاتہم کے درس بخاری کا آخری حصہ ہے جو کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ وغیرہم کے بارے میں ہے، یہاں پہنچ کر عموماً اساتذہ حد درجہ اختصار سے کام لیتے ہیں، اور منزل کو پالینے کی بے صبری انھیں تیز گامی پر مجبور کرتی ہے، لیکن حضرت شیخ دامت برکاتہم کے درس کے اس حصہ نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں حیرت زدہ رہ گیا۔

علم کلام کے الجھے ہوئے مباحث کو جس طرح انھوں نے سلجھایا ہے یہ انھیں کا حصہ ہے، صفات باری کے موضوع کو منقح کر کے رکھ دیا ہے،

توحید اور صفات باری میں اشاعرہ، ماتریدیہ، سلف امت، معتزلہ، خوارج، روافض، مجسمہ، معطلہ وغیرہ کے مواقف اور دلائل کو بڑے آسان انداز میں پیش فرما کر صراط مستقیم کی نشاندہی فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ درس بخاری کا یہ مختصر سا حصہ علم کلام کے ہزاروں صفحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، اس مختصر حصہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر حضرت شیخ دامت برکاتہم کا مکمل درس بخاری شائع ہو جائے تو علوم اسلامیہ کے میدان میں گراں قدر اضافہ ہوگا، خصوصاً حدیث، علوم حدیث، اور رجال حدیث کے میدان میں بڑی وقیع اور قابل رشک خدمت علمی دنیا کے سامنے آئے گی۔ (۱)

حضرۃ الاستاد مولانا عتیق احمد بستوی زید مجدہ کا یہ تأثر ان کے اس درس کے اور علمی افادات وتحقیقات کے تعلق سے ہے جو ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کا ہے، جیسا کہ اس درس کے مرتب مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے بیان کیا ہے۔" (۲)

مسائل میں اقرب إلى السنة کی رعایت:

جہاں تک عقائد کا تعلق ہے حضرۃ الشیخ فرماتے تھے کہ میں سلفی العقیدہ ہوں، یعنی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء تابعین وتبع تابعین کے مسلک پر تھے، اور تصوف کے اشغال واوراد میں مسنون وماثور اذکار اشغال واوراد کو ترجیح دیتے اور اس کا مشورہ دیتے البتہ ذکر نفی اثبات لا إله إلا الله اور ذکر اسم ذات الله الله کی کثرت خود کرتے اور کرنے کا مشورہ دیتے اور فرماتے کہ یہ تقرب إلى الله میں بہت کارگر ہے، باقی اعمال وافعال میں وہ اس مسئلہ کو اختیار کرتے اور ترجیح دیتے جو حدیث سے زیادہ قریب اور صحیح وضعیف میں صحیح کے مطابق وموافق ہوتا، اس سلسلہ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

فرمایا: قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصایا میں فرمایا تھا کہ میری نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا، حضرۃ الشیخ نے یہ بات فرما کر حاضرین سے کہا کہ اگر تم میں

---

(۱) ازمقدمہ کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ، ص: ۱۵-۱۶ (۲) بحوالۂ سابق ص: ۱۴۔

سے کوئی میری نماز جنازہ پڑھے تو سورۂ فاتحہ پڑھنا۔"(۱)

فرمایا: جب کوئی حنفی آتا ہے تو میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہوں اور کوئی اہل حدیث آتا ہے تو دو ہاتھ سے کرتا ہوں، اہل حدیث میں سے ایک شخص آئے میں نے ان سے دو ہاتھ سے مصافحہ کیا انھوں نے ایک ہاتھ سے کیا، فوراً میں نے یہ اثر پڑھا۔

"صامخ حماد بن زيد ابن المبارك بكلتى يديه" تو فوراً انھوں نے دوسرا ہاتھ لگایا اور کہا:

هذه فائدة استفدناها منكم.

فرمایا: یہ ہیں عرب، ان میں صدق بہت ہے، ہندوستان والوں کی طرح نہیں۔ (۲)

فرمایا: ابن تیمیہ سے میری اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے ان کے بحرِ علم میں کھو جاتا ہوں جن چیزوں کو صوفیا احوال کہتے ہیں ان کو ابن تیمیہ اپنی کتابوں میں اجزائے ایمان کہتے ہیں، ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ (۳)

فرمایا: میں عقیدہ میں سو فیصد سلفی ہوں اور عملاً حدیث کا پابند ہوں۔ (۴)

فرمایا: میں حضرتؒ کے پاس ہوتا تھا اور قراءت خلف الامام کرتا تھا، کیا حضرتؒ کو پتہ نہیں چلتا تھا؟ وہ جانتے تھے کہ کیوں کرتا ہوں؟ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی چیز ہوگی، تب ہی کرتا ہے، ورنہ ایسی حرکت نہ کرتا۔ (۵)

فرمایا: بچو! کیا تم نے اختلافِ ائمہ پڑھ لیا؟ اس اختلاف سے بڑا ضرر ہو گیا، امت اپنے نبی ﷺ سے کتنی دور ہو گئی، ائمہ کی رائے محترم ہے، مگر اختلاف میں اس قدر غلو مذموم ہے، نبی ﷺ کا اتباع کرو، ان کو واسطہ تو بنا سکتے ہو۔ (۶)

فرمایا: میرے یہاں قنوت کا مسئلہ مرجوح ہے، ہاں، رفع یدین راجح ہے، اس میں مجھے اشکال نہیں ہے۔ (۷)

---

(۱) ملفوظات مع مختصر سوانح مولانا یونس جون پوری از مولانا محمد جابر پالن پوری جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات ص:۱۴۲۔

(۲) بحوالۂ سابق ص:۲۱۸-۲۱۹۔ (۳) بحوالۂ سابق ص:۲۱۹۔

(۴) بحوالۂ سابق ص:۲۲۴۔ (۵) بحوالۂ سابق ص:۲۱۱۔

(۶) بحوالۂ سابق ۲۱۹۔ (۷) بحوالۂ سابق ص ۲۲۲۔

فرمایا: کیا میں اپنے بزرگوں سے اعراض کروں گا؟ نہیں، میں تو اختلافِ رائے کرتا ہوں۔ (۱)

فرمایا: پگڑی باندھنا برائے سنت جائز ہے، برائے زینت و آرائش مکروہ ہے، آج کل اکثر طلبہ زینت کے واسطہ باندھتے ہیں، دو رکعت اللہ کو خوش کرنے کے لیے پڑھنا ہزار مرتبہ پگڑی باندھنے سے بہتر ہے، پگڑی آپ ﷺ کی سنت غیر مطلوب (زائدہ) ہے، سنتِ ہدیٰ نہیں ہے۔ دو رکعت پڑھنا سنت ہدیٰ ہے۔ (۲)

فرمایا: ایک نوجوان میرے پاس مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا، اس نے نماز کے وقت ٹوپی نکال دی، تو میں نے کہا اے بیٹے! ٹوپی کیوں نکال دی؟ تو وہ سمجھا کہ مجھے اعتراضاً کہہ رہا ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا، میں نے کہا: ٹوپی تم زینت کے لیے پہنتے ہو؟ اس نے کہا: جی، تو میں نے کہا: "إن اللہ أحق تتزين له" اس نے بات مان لی اور ٹوپی پہن لی۔ (۳)

"نبراس الساری" کی روشنی میں حضرت شیخ جونپوری کا طریقۂ نقد

(یہ فاضلانہ مضمون برادر عزیز مولانا محمد عبد الرشید ندوی راجستھانی استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء نے مصنف کی فرمائش پر پیش نظر کتاب کے لیے تحریر کیا جوان کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے)۔

راقم سطور نے "نبراس الساري إلى رياض البخاري" کے صفحات پر ایک سرسری نظر ڈالی تو حضرت شیخ الحدیث بقیۃ السلف مولانا یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بحث و تحقیق اور نقد و تمحیص کے طریقہ کے سلسلہ میں چند باتیں ظاہر ہوئیں جن کو احقر نمبروار نکات کی شکل میں ذیل کی سطروں میں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

(۱) حضرت شیخ کے اسلوب بحث و تحقیق میں بڑی گہرائی اور گیرائی ہے، علماء سلف کی مختلف آراء استیعاب اور احاطہ کے ساتھ نقل فرماتے ہیں پھر اپنی رائے بھی پیش فرماتے ہیں، مثال کے طور پر امام بخاری کے پہلے باب بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں امام بخاری کا کیا مطلب ہے اس میں پانچ اقوال ذکر فرمائے،

---

(۱) بحوالۂ سابق ص: ۲۲۲۔ (۲) بحوالۂ سابق ص: ۲۲۸) (۳) بحوالۂ سابق ص: ۱۲۲-۱۲۳۔

پانچواں قول یہ بیان فرمایا "غرضه بیان أوائل الوحي ومبادیها" یعنی ان کا مقصد اس باب کو قائم کرنے سے وحی کے ابتدائی حالات کی طرف اشارہ کرنا ہے، پھر اپنی رائے اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"قلت : وعلى هذا فيكون المراد بالبدء الابتداء الممتد لا الابتداء الآني، وقد كنت أميل إليه إلى زمن طويل ثم بدا لي أن إبقاء الترجمة على ظاهرها هو اللازم فإن المصنف أراد بقوله: بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم" إثبات نبوته فإن بدء الوحي إليه بدء لنبوته."

یعنی بدءالوحی سے اس قول میں وحی کے پہلی بار آنے کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ وحی کے ابتدائی دور کے امور کا ذکر مقصود ہے، جس میں کسی قدر امتداد ہے، فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تک میں بھی اسی رائے کی جانب مائل تھا، لیکن بعد میں میرے نزدیک یہ بات راجح ہوئی کہ ترجمۃ الباب کو اپنے ظاہری معنی پر رکھنا زیادہ اولیٰ ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا اثبات چاہتے ہیں، کیوں کہ وحی کی ابتدا دراصل حضور ﷺ کی نبوت کی ابتدا ہے۔

(۲) حضرت شیخ رحمہ اللہ جو بھی قول یا فائدہ یا رائے نقل فرماتے ہیں اس کو مستند کرتے ہیں اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا حوالہ ضرور ذکر فرماتے ہیں ص:۳۶، امام شافعیؒ کا قول نقل فرمایا: "لو لا مالك وسفيان [هو ابن عيينة] لذهب علم الحجاز"، پھر فرمایا: "كذا في مسند الشافعي [۴۳۸/۲] ص:۴۵ میں پہلی إنما الأعمال بالنيات" کے سلسلہ میں فرماتے ہیں، "ومال آخرون إلى أنه نبه الطالبين على حسن نياتهم" یعنی اس سے امام بخاریؒ کا مقصد طلبہ کرام کو حسن نیت کی جانب متنبہ فرمانا ہے پھر فرمایا: "وإليه ذهب النووي [۲۴/۲] وتبعه أبو عبد الله الأبي ثم أبو عبد الله السنوسي [۲۵۵/۵] صفحہ ۵۴ پر ام سلمہ کا قول ذکر فرمایا: "أنا أم الرجال منكم والنساء" اس کا حوالہ دیا أخرجه ابن سعد

۸/ ۱۷۹، ۲۰۰) صفحہ ۶۹ پر فجاء ہ الملك" میں ملک کی تشریح جبریل علیہ السلام سے فرمانے کے بعد فرمایا: "قال الشراح الكرماني ص:۳۳ والبلقيني والقطب الحلبي والحافظ ابن حجر [۷۱۷/۸] إنه جبريل."

(۳) اگر کسی مصنف کی عبارت کے درمیان کسی دوسرے عالم کی رائے یا توجیہ ذکر کی جاتی ہے تو حضرت شیخ اس کو اصل مصدر سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، صفحہ ۴۸ پر فرمایا:

"قال الحافظ ابن حجر [۱/ ۱۱] قال ابن المنير في أوّل التراجم: كان مقدمة النبوة في حق النبي ﷺ الهجرة إلى الله تعالیٰ بالخلوة في غار حرا فناسب الافتتاح بحديث الهجرة، پھر فرماتے ہیں: قلت: إن كلام ابن المنير في المتواري [ص:٤٨] أن الحديث اشتمل على أن من هاجر إلى الله وحده، والنبي ﷺ كان مقدمة النبوة في حقه هجرته إلى الله وإلى الخلوة بمناجاته والتقرب إليه بعبادته في غار حراء، فلما ألهمه الله صدق الهجرة إليه وطلب وجد وجد، فهجرته إليه كانت بدء فضله عليه باصطفائه وإنزال الوحي عليه مضافًا إلى التأييد الإلهي والتوفيق الرباني الذي هو الأصل والموئل."

(۴) حضرت شیخ کے اسلوب میں استطرادبھی ایک نمایاں وصف نظر آتا ہے، کسی اہم دینی یا علمی فائدے کی غرض سے آپ بات سے بات نکالنے میں کوئی حرج نہیں محسوس فرماتے ہیں صفحہ ۳۷ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تعارف فرمانے کے بعد عشرۂ مبشرہ کے اسماء گرامی ذکر فرمائے پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ذکر کیا جس میں ان کے نام ذکر فرمائے گئے ہیں وہ یہ ہے ؎

لقد بشر الهادي من الصحب عشرة   بجنات عدن كلهم فضله اشتهر
سعيد زبير سعد طلحة عامر   أبوبكر عثمان ابن عوف علي عمر

اس کے بعد حضرت عمر کی اولاد کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا:

"وله أولاد وأحفاد ذوو علم، قال الحاكم في علوم الحديث ص ٥١، أما العمريون فقد كثرت الثقات الأثبات منهم بلغ عديد من أخرج حديثه في الصحيح منهم نيفًا وأربعين رجلاً.

ص:۸۱ پر حضرت عبداللہ بن عباس کا ذکر آیا تو عبادلہ اربعہ کا تذکرہ چھیڑ دیا، فرمایا:

"وفي من سمي بعبد الله من الصحابة كثرة كاثرة كما لا يخفى على من قرأ الكتب المصنفة في الصحابة، وقد يقع عند المحدثين والفقهاء ذكر العبادلة الأربعة واختلف فيه فالمحدثون وبعض الحنفية يريدون بهم أبناء عمر والزبير وعباس وعمرو بن العاص، وأما بعض الحنفية كصاحب الهداية وغيرهم فيريدون ابن مسعود بدل ابن الزبير ولكنه اصطلاح لهم خاصة والأوّل هو الراجح، وإنما جمعت الأربعة المذكورة لأنهم إذا اتفقوا على مسألة قيل: هذا قول العبادلة الأربعة، وأما ابن مسعود فقد تقدمت وفاته فلا يذكرونه معهم."

(۵) حضرت شیخ احادیث کی تخریج اور اس پر حکم لگانے پر خصوصی توجہ مرکوز فرماتے، خواہ وہ حدیث اصالۃً ذکر کی گئی ہو یا ضمناً آئی ہو لیکن اس کی تخریج کا التزام فرماتے ہیں، صفحہ ۳۸ پر إنما الأعمال بالنيات کی تخریج تقریباً نصف صفحہ میں فرمائی، پھر نیت والی حدیث حضرت عمر کے علاوہ دیگر صحابہ سے وارد ہوئی، اس کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا:

"وجاء عن أبي سعيد وأنس وأبي هريرة وعلي بن أبي طالب ولكن الأسانيد إليهم غير ثابتة" اس کے بعد تقریباً ڈھائی صفحوں میں ان احادیث کی تخریج نیز اس کے رواۃ پر کلام فرمایا۔

(۶) حضرت اوہام واغلاط پر جرأت کے ساتھ تنبیہ فرماتے ہیں، صفحہ ۳۹ پر حافظ ابن حجرؒ کا قول تلخیص الحبیر کے حوالہ سے نقل کیا:

"لم يبق من أصحاب الكتب المعتمدة من لم يخرجه سوى مالك فإنه لم يخرجه وإن كان ابن دحية وهم في ذلك فادعى أنه [حديث إنما الأعمال بالنيات] في الموطا" پھر فرمایا کہ قلقشندی نے شرح عمدۃ الأحکام اور ابن علان نے دلیل الفالحین میں، اسی طرح ابن دحیہ پر رد کیا لیکن حضرت شیخ نے پھر فرمایا کہ ان حضرات نے اس حدیث کے موطا میں ہونے کا اس طرح انکار کیا ہے کہ انھوں نے موطا کے مشہور نسخوں کو پیش نظر رکھا ہے، موطا محمد کو ان حضرات نے نہیں دیکھا یہ حدیث موطا میں موجود ہے، جو امام مالک کے طریق ہی سے ہے اور موطا محمد دراصل موطا مالک ہی کی ایک روایت ہے۔

صفحہ ۶۶ پر فرمایا: "وأما قول ابن حجر (۱/۲۳) أنه وقع في ابن هشام في السيرة "يتحنف" بالفاء فهو وهم فإنه لم يقع عند ابن هشام إلّا ما حكيته من قوله."

صفحہ ۶۷ پر ابن ابی جمرۃ اور کرمانی کا قول ذکر کیا کہ:

"والتحنث هو التعبد" یہ حضرت عائشہ کی تفسیر ہے پھر اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قلت: بل هو بعيد رواية ودراية أما من جهة الرواية فلما وقع عند البخاري في التفسير في هذا الحديث من طريق يونس عن الزهري: فيتحنث فيه قال: والتحنث التعبد فقوله قال: والتحنث، يدل على أنه ليس من كلام عائشة إذ لو كان من كلامها لجاء "قالت" بالتأنيث بدل "قال" بالتذكير، وأما من جهة الدراية فلأن عائشة لم تكن تحتاج إلى أن تقول أوّلاً "فيتحنث" ثم تفسره بالتعبد بل كان الأسهل لها أن تقول: كان يتعبد."

(۷) آپ مستشرقین کے نظریات اور دور جدید کے غلط افکار کا ابطال بھی فرماتے ہیں،

صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں:

فائدہ: هـذا الـحديث باعتبار متنه واحد ولكنه لتعدد طرقـه يـجـعـل سبعة عند المصنف، فإن المحدثين يجعلون كـل طريق حديثا برأسه لتحمل المشقة في كل طريق وليس مـعـنـاه أن الـمـحـدثيـن زادوا فـي الأحاديث كما زعم برو كلمان ومن سلك مسلكه من المستشرقين."

(۸) حضرت شیخ موضوع اور باطل احادیث پر تنبیہ فرماتے ہیں جیسے ص:۸۷ پر فرمایا: "وأما حديث: "الفقر فخرى" فلا يثبت، ونقل السخاوي في المقاصد [ص:۳۰۰] عن شيخه الحافظ ابن حجر العسقلاني قال: هو باطل موضوع......"

(۹) معاصر محققین ومفکرین اور اہل علم سے استفادہ کرنے میں حضرت شیخ کوئی عار محسوس نہیں فرماتے صفحہ نمبر ۹٦ پر "الإريسيين" کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی کی رائے ذکر فرمائی فرمایا: "ورجح العلامة أبو الحسن علي الندوي القول الثاني الذي اختاره الطحاوي" اسی طرح ایک جگہ فرمایا: "قال العلامة حميد الله الحيدرآبادي......"

ساتواں باب
حدیث شریف کی اجازات واسانید

سلسلہ ولی اللّٰہی کے وارث وامین علماء ومحدثین:

ہندستان میں علم حدیث کا سب سے بڑا مرکز اور سب سے بڑی مسند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) کے بعد حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کا مدرسہ رحیمیہ رہا، جہاں ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم درس دیتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجاز مقدس جا کر علامہ شیخ طاہر کردی سے علم حدیث میں خصوصی استفادہ کیا تھا، اوران سے حدیث کی اجازت اور مسلسلات کی خصوصی اجازت حاصل کی تھیں اور پھر دہلی واپس آکر حدیث کی خدمت کو ہی اپنا سب سے بڑا مشن بنالیا تھا، مسلسلات کا یہ رسالہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "الفضل المبين في المسلسل من حديث النبي الأمين" کے نام سے مرتب فرمایا۔ جو دو رسالوں کے اضافہ کے ساتھ تین رسالوں کے مجموعہ کے طور پر شائع ہوتا رہا ہے جس کی قرأت وسماعت کا اہتمام مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے درس بخاری کے اختتام پر ہوتا اوراس میں مشہور علماء، دعاۃ، مفکرین، اور عالم اسلام کی عبقری شخصیات بھی شرکت فرماتی تھیں جیسے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (۱۹۱۷ء-۱۹۶۵ء) حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ (۱۹۱۸ء-۱۹۹۵ء) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۳ء-۱۹۹۹ء) اور دیگر اجازت حاصل کرنے والی عالمی شخصیات میں علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (۱۹۱۷ء-۱۹۹۷ء) اور دوسرے حضرات کے نام ہیں جن کی ایک وقیع اور طویل فہرست ہے،

یہ سند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ) کو اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) سے اور ان کو اپنے استاد محدث بھوپال بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم (۱۲۳۱ھ-۱۲۹۹ھ) (ابن علامہ عبدالحی بڈھانوی (خلیفہ حضرت سید احمد شہید) سے اور ان کو امام حدیث حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ (وفات ۱۲۶۲ھ) سے اور ان کو اپنے نانا سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) سے اور ان کو اپنے جلیل القدر والد اور عظیم مصلح ومجدد امام اکبر حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) سے ملی تھی یہ ولی اللہی درسگاہ حدیث مدرسہ رحیمیہ کے نام سے معروف تھی، مگر انقلاب ۱۸۵۷ء کی وجہ سے حضرت شاہ محمد اسحاق کے مکہ مکرمہ ہجرت کر جانے اور ان کے عظیم القدر شاگرد حضرت شاہ عبدالغنیؒ (۱۲۳۵ھ-۱۲۹۶ھ) بن شاہ ابوسعید مجددیؒ (وفات ۱۲۵۰ھ) کے مدینہ منورہ ہجرت فرما جانے کے بعد بھوپال اس کا مرکز بنا تھا اور دہلی کا مسند حدیث حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلی (وفات ۱۳۲۰ھ) سنبھالے رہے، جو علمائے اہل حدیث اور سلفی مکتبۂ فکر کا مرکز تھا، جس سے استفادہ کرنے والوں میں شارح ابوداؤد مولانا شمس الحق ڈیانویؒ، مولانا بشیر سہسوانیؒ، نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ (۱۳۰۷ھ)، شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) کے نام زیادہ نمایاں ہوئے۔ مولانا سید عبدالحی حسنیؒ رائے بریلوی (وفات ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء) نے جب علمی ودینی مراکز کا دورہ ۱۳۱۲ھ میں دہلی اور اس کے اطراف ومضافات کا کیا تھا تو انہوں نے اس مسند درس سے استفادہ ضروری سمجھا اور اجازت حدیث حاصل کی جب کہ گنگوہ جا کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (وفات ۱۳۲۳ھ) سے استفادہ ناگزیر سمجھا اور ان سے بھی اجازت حدیث لی تھی، اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (وفات ۱۳۱۳ھ) کی خدمت میں گنج مرادآباد اناؤ (نزد کان پور) حاضر ہوکر حدیث کی اجازت حاصل کی تھی، اور اسی طرح مسند الہند حضرت شاہ محمد اسحاق بن شاہ محمد افضل عمری دہلویؒ سے ان کے تلامذہ سے تین طرف سے انتساب حاصل کیا تھا، ان میں حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) سے براہِ راست بھی اجازت حدیث حاصل تھی جب کہ وہ حضرت

شاہ اسحاقؒ کے اجلۂ تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، حضرت مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ بھی حضرت شاہ اسحاقؒ کے اگرچہ اجازت حدیث میں ممتاز تلامذہ میں معروف ہیں مگر درسی استفادہ میں ان کو وہ خصوصیت حاصل نہیں ہے، جو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم بڈھانویؒ ثم بھوپالی کو حاصل تھی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ۔ یہ سب حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے اساتذہ میں اگرچہ شمار ہوں گے، جن کے جانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ہوئے، لیکن مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کا درسی استفادہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (۱۳۰۲ھ) سے زیادہ رہا تھا اور ان کی مسند درس انہوں نے مظاہر علوم میں سنبھالی تھی جو ان سے قبل حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ شارح صحیح البخاری (وفات ۱۲۹۷ھ) کی تھی جو حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے تلامذہ میں اپنے افادہ کے اعتبار سے جو تدریسی اور تحقیقی و تصنیفی تمام دائروں پر محیط ہے، زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں، اور ان کی وجہ سے مظاہر علوم، دہلی کے بعد حدیث کے درس کا وہ مرکز بن گیا تھا، جس نے درحقیقت دہلی کے مدرسہ رحیمیہ (یعنی مدرسہ شاہ ولی اللہ) کی جگہ لے لی تھی، اور دیوبند، کاندھلہ، دہلی، علی گڑھ، کان پور، لکھنؤ، رائے بریلی، نصیر آباد، جون پور، اعظم گڑھ، رام پور، مراد آباد اور سہارن پور و مظفر نگر کے اطراف و مضافات کے حدیث کے بڑے علمی مراکز میں صدر مرکز کی حیثیت حاصل کر لی تھی، اعظم گڑھ سے علامہ شبلی نعمانیؒ، لکھنؤ سے علامہ عبدالحی فرنگی محلیؒ، نصیر آباد رائے بریلی سے حضرت مولانا سید محمد امین حسنی نصیر آبادیؒ، کانپور سے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ (بانی ندوۃ العلماء، لکھنؤ) نے ان سے کسب فیض کے لیے سفر کیا اور سہارن پور میں طرح اقامت ڈالی۔

حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے نامور اور مرجع خلائق تلامذہ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرآبادیؒ، حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن پانی پتیؒ، حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلیؒ، حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکورویؒ، اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلویؒ ثم مہاجر مدنی کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔

سلسلۂ تلمذ واستفادہ اور اساتذہ جامعہ مظاہر علوم حضرۃ الشیخ کی تحریر کی روشنی میں:

مظاہر علوم کے دور اوّل کے اساتذۂ حدیث میں سب سے نمایاں نام حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری (متوفی ۱۲۹۷ھ) اور حضرت مولانا محمد مظہر صدیقی نانوتوی (متوفی ۱۳۰۲ھ) کا ہے، یہی دور تھا کہ محدث گنگوہی شیخ الشیوخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ) کے درس حدیث سے انفرادی طور پر اس کا ذوق رکھنے والے مستفید ہو رہے تھے اور دار العلوم دیو بند میں اس کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ)، وہاں کے استاد اوّل ملا محمود دیو بندی اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور ان تینوں شیوخ کبار کے نور چشم و فخر دیو بند شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی کا سکہ رائج الوقت تھا، اور علامہ محدث شیخ عبد الغنی مجددی محدث دہلوی مہاجر مدنی ان میں اکثر کے استاد و مربی تھے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کر کے بلا واسطہ ان سے کسب فیض کر کے اپنی نسبت عالی کی جو آپ کے شیخ الشیوخ اور استاذ الاساتذہ تھے، مزید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی نسبت ان کے تلامذہ سے حاصل کی۔

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری کو ان نسبتوں کا حصول کس طرح ہوا اس کو ان کی ہی تحریر سے بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> فأما الشيوخ خليل أحمد وعنايت إلٰهي وثابت علي فأخذوا عن الشيخ محمد مظهر الصديقي النانوتوي [نحو ۱۲۳۲-۱۳۰۲هـ] وهو الذي تنسب إليه المدرسة الدينية الشهيرة بسهارنفور المسماة بمظاهر العلوم.
>
> وقد أخذ الأوّلان الحديث بمدرسة مظاهر العلوم عن الشيخ المحدث أحمد علي بن لطف الله السهارنفوري [۱۲۲۵هـ - ۱۲۹۷هـ] طابع كتب الحديث الشريف.
>
> وأخذ الشيخ خليل أحمد سنة ۱۲۹۳هـ ببهوفال عن مفتيها الشيخ عبدالقيوم بن عبدالحي البدهانوي قرأ عليه

"صحيح البخاري" جميعه، و"الشمائل للترمذي" و"الرسائل الثلاث" للشاه ولي الله وأوراقًا من "صحيح مسلم" وشيئًا من "سنن الدارمي"، "مسلسل الأسودين"، وأجيز منه عامة، ثم حج من عامه ولقي بمكة مفتي الشافعية بها وشيخ علماء ها أحمد بن زيني دحلان فأجازه، ثم دخل مدينة النبي ﷺ بعد الحج أوّل سنة ١٢٩٤هـ فلقي محدثها الشيخ عبد الغني بن أبي سعيد الدهلوي فقرأ عليه أوائل الكتب الستة، والمسلسل بإجابة الدعاء عند الملتزم وأجاز له.

وأخذ الشيخ محمد يحي عن الإمام العلّامة المحدث المرشد أبي مسعود رشيد أحمد بن هداية أحمد الكنكوهي [١٢٤٤-١٣٢٣هـ] بأخذه عن الشيخين الأخوين عبدالغني وأحمد سعيد ابني الشيخ أبي سعيد المجددي الدهلوي.

وأخذ الشيخ أشرف علي بدارالعلوم الديوبندية عن شيوخها محمد يعقوب النانوتوي [١٢٤٩هـ - ١٣٠٢هـ] والملاّ محمود الديوبندي [م١٣٠٤هـ] وتلميذه شيخ الهند محمود حسن الديوبندي [١٢٦٨ - ١٣٣٩هـ] بأخذهم عن الشاه عبدالغني وزار العالم المربي المعمر الشاه فضل الرحمن الكنج مرادآبادي [١٢٠٨ - ١٣١٣هـ] ونال إجازته.

جہاں تک مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا عنایت الٰہی ومولانا ثابت علی کا تعلق ہے، مولانا محمد مظہر صدیقی نانوتوی ان کے استاد ہیں جن کی طرف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپوری کا انتساب ہے۔

پہلے دونوں بزرگوں مولانا خلیل احمد اور مولانا عنایت الٰہی نے مظاہر علوم میں ناشر کتب حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری سے حدیث پڑھی، اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے بھوپال جا کر مفتی بھوپال مولانا عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڑھانوی سے صحیح بخاری کامل،

اور شمائل ترمذی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسائل ثلاث (مسلسلات وغیرہ) اور صحیح مسلم کا کچھ حصہ اور مسند دارمی کا کچھ حصہ اور حدیث مسلسل ضیافت اسودین پڑھی اور اجازت حاصل کی۔

پھر اسی سال حج پر گئے، اور مکہ معظمہ میں مفتی شوافع استاذ العلماء شیخ احمد زینی دحلان کی خدمت میں حاضری دی اور اجازت حدیث لی اور پھر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حج کے بعد حاضر ہوئے، نئے سال ۱۲۹۴ھ کا آغاز تھا محدث دیار نبوت مولانا عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مدنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب ستہ کے اوائل اور حدیث مسلسل اجابت دعا ملتزم پڑھی اور انھوں نے اجازت دی۔

مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی نے علامہ محدث مرشد ربانی ابو مسعود مولانا رشید احمد گنگوہی سے علم حدیث لیا، اس نسبت سے جوان کو دو عظیم محدث بھائی شاہ عبدالغنی مجددی اور شاہ احمد سعید مجددی فرزندان گرامی حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی سے حاصل تھی۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے دارالعلوم دیوبند میں وہاں کے شیوخ کبار، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، ملا محمود دیوبندی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے علم حدیث حاصل کیا اور ان کے توسط سے حضرت شاہ عبدالغنی محدث ومہاجر مدنی سے نسبت واجازت حاصل کی، اور مزید سب سے بزرگ ومربی عالم دین حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی زیارت کی اور ان کی بھی اجازت حدیث حاصل کی۔ (۱)

مسند الہند حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی اور ولی اللّٰہی سلسلۂ اسناد:

مسند الہند حضرت شاہ محمد اسحاق بن محمد افضل عمری دہلوی (نواسہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی مسند حدیث پر بیٹھے تھے جوان کو اپنے والد حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے حاصل ہوئی تھی، اس نسبت ولی اللّٰہی کے حصول اور اس ولی اللّٰہی مدرسہ ومکتب فکر سے وابستگی کا تعلیم وتعلم کے ذریعہ سب سے بڑا ذریعہ یہی حضرت شاہ اسحاق تھے، اس کو حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) اجازت نامہ حدیث از علامہ جون پوریؒ

نے اس طرح بیان کیا ہے:

”وقد أخذ الشيخ فضل الرحمن و كذا الشيوخ المحدثون أحمد علي السهارنفوري، ومحمد مظهر النانوتوي، وعبد الغني الدهلوي بأخذه و كذا الشاه فضل الرحمن والشاه أحمد سعيد عاليًا عن جد أوّلهم لِأمه الشاه عبدالعزيز، وهو عن أبيه المعروف بالشاه ولي اللّٰه، وأسانيده مبسوطة في تآليفه وتآليف إبنه، ومن روي من طريقها وهي كثيرة مشهورة، ولما توفي الشاه ولي اللّٰه كان لإبنه الشاه عبدالعزيز ست عشره سنة، فأتم تحصيله على خلفآء أبيه، وأجلّهم ابن خاله وتلميذه ورفيقه في رحلته الحجازية محمد عاشق الفلتي والشيخ محمد أمين الكشميري ثم الدهلوي وأجازاه.“

(حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور دوسرے شیوخ محدثین مولانا احمد علی سہارن پوری، مولانا محمد مظہر النانوتوی، اور شاہ عبدالغنی دہلوی اور ان کے برادر حقیقی شاہ احمد سعید دہلوی اور مولانا عبدالقیوم بڑھانوی نے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے علم حدیث اور اس کی اجازت لی، اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی نے حضرت شاہ اسحاق کے واسطہ کے بغیر بھی ان کے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے یہ علم مبارک حاصل کیا اور اجازت لی، جو انھیں اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل تھی، حضرت شاہ ولی اللہ کی اسانید ان کی کتابوں اور ان کے فرزند جلیل حضرت شاہ عبدالعزیز کی کتابوں میں عام ہیں، اور ان دونوں کے طریق سے اسانید بہت ہیں اور مشہور ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے خلف الرشید حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان کی مسند سولہ سال کی عمر میں سنبھالی جب کہ تکمیل علوم اپنے والد

جلیل کے ممتاز لوگوں خاص طور سے حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے کی جو
کہ ان کے شاگرد خاص ہونے کے ساتھ ماموں زاد بھائی سفر حجاز میں
رفیق تھے اور شاہ محمد امین کشمیری ولی اللٰہی ثم دہلوی سے کی اور ان دونوں
نے بھی انھیں اجازت حدیث دی۔)

مظاہر علوم سہارن پور کا امتیاز اور مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کا درس مسلسلات:

سہارن پوری درس گاہ حدیث کو حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کے علاوہ کہ اوّل الذکر کی طرف مدرسہ کا انتساب بھی ہے اور انہی سے اکثر کتابیں حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے پڑھی تھیں، حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم بڈھانویؒ سے خصوصی نسبت حاصل ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ کا فیض بہت پھیلا، ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، علامہ محمد محسن بن یحیٰ ترہتیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ زیادہ مشہور ومعروف ہوئے۔ البتہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے جب حضرت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء ووالد ماجد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مسلسل بالاولیہ کی اجازت چاہی تو تھوڑے توقف کے بعد تیار ہوئے اور حدیث مسلسل بالاولیہ سنائی مگر اجازت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے توسط سے دی اور اس بات کا اظہار کیا کہ درس کی طرف توجہ زیادہ رہی تھی، اجازت کی طرف نہ تھی، فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو حاصل ہوئی تھی، ان سے مجھ کو حاصل ہوئی، اس واقعہ کی تفصیل مولانا سید عبدالحی حسنیؒ نے دہلی اور اس کے اطراف میں سفر گنگوہ کے ضمن میں بیان کی ہے۔ البتہ دوسری روایات واجازات اور تحصیل علم میں وہ امام محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھ شریک تھے۔

مولانا خلیل احمد سہان پوریؒ نے اپنے اساتذہ کے واسطہ سے اور بلاواسطہ بھی حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ سے علم حدیث میں کسب فیض کیا اور روایت کی، حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے باقاعدہ حدیث کی کتابیں پڑھیں اور دوران درس ان کے افادات وتعلیقات کو قلمبند بھی فرمایا، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے

والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ اور استاذ جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے حدیث روایت کی، محدث جلیل علامہ خلیل احمد سہارن پوریؒ کو اپنے سفر حرمین شریفین میں یہ فضیلت بھی حاصل ہوئی کہ شیخ احمد برزنجی مدنیؒ اور شیخ احمد زینی دحلان مکیؒ سے بھی اجازت وروایت حدیث حاصل کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور ان کے تلامذہ کو یہ امتیاز بھی حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے توسط سے حاصل ہوا، البتہ "امداد الفتاح بأسانيد ومرويات الشيخ عبد الفتاح" میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے مجیز علامہ محدث مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی کے مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے اجازت وروایت کے ذکر میں ان کا مولانا اکرم شاہ کاکورویؒ سے روایت کا تذکرہ ہے اور مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ کا رہ گیا ہے وہ اس طرح ہے:

خليل أحمد السهارنفوري ثم المدني الحنفي (١٢٦٩ - ١٣٤٦هـ)

يروى عن:

أ- أكرم شاه الكاكوروي عن محمد إسحاق الدهلوي بسنده.

ب- محمد مظهر النانوتوي عن محمد إسحاق الدهلوي/ ومملوك العلي الأخير عن رشيد الدين خان، عن عبدالعزيز الدهلوي.

ج- أحمد البرزنجي.

هـ- أحمد دحلان.

و- عبد الغني الدهلوي.(١)

مصنف حیات خلیل مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے مسلسلات کے درس واجازت کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا مسلسلات اور صحاح کی سندیں اور اجازت بھی دیا کرتے تھے، دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والوں کو آپ سند عطا فرمایا کرتے تھے، سر پر دستار باندھنے کی عادت نہیں تھی، مدرسوں کے علماء کے علاوہ بیرونی علماء بھی آپ سے مسلسلات کی سند حاصل کرنے کا اشتیاق

---

(١) [امداد الفتاح، ص:٣٦٧، مكتبة الإمام الشافعي الرياض، ١٤١٩ - ١٩٩٩]

رکھتے تھے اور جہاں آپ تشریف لے جاتے اہل علم اس نعمت کے حصول کی کوشش کرتے آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جن کو آپ اس کا اہل سمجھتے ان سے اوائل حدیث سن کر اور مسلسلات خود سنا کر ان کو سند اجازت مرحمت فرمایا کرتے تھے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ مسلسلات اور حضرت مولانا کی اجازت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''میں حضرت قطب عالم شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو مسند ہند کہا کرتا ہوں، حضرت مسند الہند قدس سرہٗ کے تین رسالے "الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین" دوسرا رسالہ "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" اور تیسرا رسالہ "النوادر فی احادیث سید الاوائل والاواخر" ان کا دوسرا رسالہ "الدر الثمین" تو مطبع مجتبائی میں ترجمہ کے ساتھ چھپا ہوا ملتا تھا لیکن پہلا اور تیسرا رسالہ نایاب قلمی میرے حضرت قدس سرہٗ کے پاس تھا ان تینوں رسالوں کو حضرت نے یکجائی ۱۳۴۰ھ میں چھپوا دیا تھا اور اس وقت سے حضرت قدس سرہٗ کا معمول یہ تھا کہ اگر کوئی سمجھدار ذی علم اس کی سند اور اجازت کی درخواست کرتا تو حضرت اس کو انفراداً یا اجتماعاً پوری سن کر یا اوائل سن کر اجازت فرمادیا کرتے تھے۔''(۱)

مولانا سیّد محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو حضرت مولانا نے اپنے سفر حجاز ۱۳۴۴ھ سے قبل حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کے سامنے مسلسلات کی اجازت دی حضرت شیخ الحدیث زید لطفہ اپنی اجازت کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

''حضرت قدس سرہٗ کی حجاز سے واپسی کے بعد سے آخر ۱۳۴۵ھ تک یہ سیہ کار سفراً وحضراً حضرت قدس سرہٗ کا ہم رکاب رہا اس لیے عموماً کوئی شخص اجازت لینے کے لیے آتا تو یہ ناکارہ بھی اس میں شریک رہتا بلکہ اکثر قرأت میں ہی کرتا مگر یہ اجازت عموماً انفراداً ہوتی۔''(۲)

---

(۱) آپ بیتی نمبر ۵، ص: ۱۴۶ (۲) آپ بیتی نمبر ۵، ۱۴۸۔

ہندوستان کے مختلف مدارس کے سند یافتہ علماء ہر سال حاضر خدمت ہوتے اور مسلسلات کی سند حاصل کرتے تھے ہندوستان کے علاوہ عرب کے اہل علم حضرات نے بھی آپ سے سند حاصل کی تھی محرم ۱۳۳۸ھ کو جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر تھے تو علماء مدینہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور سند حدیث کی خواہش ظاہر کی چناں چہ آپ نے اپنی قیام گاہ پر درس دینا شروع کیا کچھ دنوں کے بعد بکثرت طلباء اور علماء کی آمد کی وجہ سے جگہ ناکافی ہونے لگی تو مسجد نبوی میں بعد عصر درس دینے لگے مسلسلات کی اجازت کے لیے ایک بڑا مجمع اکٹھا ہونے لگا اور آپ مسلسلات پڑھ کر یا سن کر ہر ایک کو باقاعدہ اور اوائل حدیث وغیرہ کی سند اور اجازت دینے لگے، حضرت مولانا سے سند مسلسلات حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہ شمار وحساب سے باہر ہے۔ (۱)

حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانوی محدث بھوپال سے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا تلمذ اور اجازت حدیث

علامہ مفتی عبدالقیوم محدث بھوپالی کے بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''مولانا عبدالقیوم بڈھانوی (۱۲۳۱ھ-۱۲۹۹ھ) مولانا عبدالحی بڈھانوی کے نامور صاحبزادے، وقت کے مشہور علماء وصلحاء میں سے تھے، بچپن میں سید صاحب (حضرت سید احمد شہیدؒ) کے ہاتھ پر بیعت کی، مولانا محمد یعقوب اور شاہ اسحاق سے علم حاصل کیا، سید صاحب کے ایک مرید شاہ محمد عظیم سے طریقت کی تعلیم حاصل کی، نواب سکندر بیگم نے بھوپال کی اقامت کے لئے اصرار کیا اور عہدۂ افتاء سپرد کیا، اور جاگیر نذر کی، اپنے والد نامدار جدّ بزرگوار اور خاندانِ ولی اللّٰہی کے قدم بہ قدم اور ان کی برکات کے وارث تھے، مناقب وفضائل کے لئے دفتر درکار ہے۔ (۲)

---

(۱) حیات خلیل طبع قدیم مکتبہ اسلام لکھنؤ۔

(۲) کاروان ایمان وعزیمت ص ۱۰۵، مطبوعہ، مکتبہ اسلام لکھنؤ

حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری مسلسلات روایت کرتے ہیں، سوائے حدیث اجابت دعاء ملتزم کے کہ وہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی سے روایت کرتے ہیں، جس کا ذکر حجازی اسانید میں آئے گا، حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانوی کا اجازت نامہ اس طرح ہے:

”فيقول عبد القيوم بن المولوي عبد الحي المرحوم أنّ أخالي في الله الصمد المولوي خليل أحمد قرأ عليّ صحيح البخاري من أوّله إلى اخره، والشمائل للترمذي والمسلسلات للشاه ولي الله المحدث الدهلوي قدس سره ومسند الجن المسمى بالنوادر والدر الثمين له وأوراقًا معدودة من صحيح مسلم وشيئًا من مسند الدارمي فقد أجزته بكل ما سمع مني أو قرأ عليّ أو قرئ علي وهو حاضر وأجزته أن يروي عني بكل ما يجوز لي روايته من علم التفسير والحديث والفقه وغيرها من العلوم والروايات، مثل المسلسل بالتمر والماء وحزب البحر، مع الرعاية التي كتبها الشيخ ولي الله رحمه الله تعالىٰ في القول الجميل، واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، اللّٰهم اجعلنا هادين مهديين امين.“[1]

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اس پر یہ تعلیق فرماتے ہیں:

”وقد قرأت عليه الحديث المسلسل بالضيافة بالتمر والماء أجازني به وأضافني بهما وهو خارج عن رسالة المسلسلات للشاه ولي الله الدهلوي.“[2]

وكتبه:

عبد القيوم بن المولوي عبد الحي المرحوم الصديقي نسبًا

متوطن قصبه بودهانة

(۱) مؤرخه ثامن شوال يوم الجمعة سنة ۱۲۹۳ھ بلدة بهو فال بعد الزوال.

(۲) بحوالہ سابق ورسالہ مسلسلات ط. مکتبہ یحیوی سہارن پور

محدث جونپوری کا فیضانِ عام

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے تلامذہ میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کو یہ نسبت حدیث اس طرح حاصل ہوئی کہ جیسے یہ نسبت خاص ان میں اپنے شیخ حضرت سہارن پوری سے منتقل ہوگئی تھی لیکن حضرت جون پوری علیہ الرحمہ نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور بھی نسبتیں اور اجازتیں حاصل کیں جس کی تفصیل ان کے اجازت نامہ حدیث سے معلوم ہوتی ہے، البتہ صحیح بخاری کی اسناد کے تعلق سے مولانا محمد یوسف متالا مدظلہ بانی وناظم دار العلوم عربیہ اسلامیہ ہولکمب بری برطانیہ کی کتاب ''اسناد البخاری'' ملاحظہ ہو جس میں ان تمام مشائخ کا تذکرہ وحال مذکور ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آتے ہیں جن کی تعداد ۲۶/ ہے۔

حجازی اسانید:

حجازی اسانید حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ نے اپنے اسفار حجاز میں جو حاصل کیں وہ الگ ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے جو اپنے اسفار حجاز میں حاصل کیں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے، حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت شاہ عبدالغنی نے اپنے قیام حجاز مقدس میں جن علماء محدثین سے اجازت حاصل کی اور کسب فیض کیا، وہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ کے سلسلۂ سند حدیث کی زرّیں کڑیاں ہیں، وہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے حصول اجازت واستفادۂ علم حدیث کے ساتھ مشائخ حجاز کی اجازت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''وقد أخذ سبطه الشاه إسحاق أيضًا بمكة -لما حج- عن مسندها العلّامة الشيخ عمر بن عبدالكريم العطّار بروايته عن جماعة كثيرين كالشيوخ علي بن عبد البر الونائي وصالح الفلاني، ومحمد طاهر بن محمد سعيد بن محمد سنبل وبالمكاتبة عن السيد مرتضىٰ البلجرامي ثم الزبيدي نزيل الديار المصرية [اجازت نامہ حدیث از علامہ جون پوری علیہ الرحمہ]

علامہ عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مدنی کے علماء حرمین شریفین سے اجازت حدیث وکسب فیض کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”واخذ الشاه عبدالغني الحديث أيضًا عن محدث المدينة المنورة ورئيس علماء ها العلامة عابد السندي، والشيخ أبي زاهد إسماعيل بن إدريس الرومي ثم المدني كلاهما عن محدث المدينة في وقته صالح الفلاني عن شيخه محدث المدينة في وقته محمد سعيد سفر، عن شيوخه المحدثين أبي طاهر الكردي، ومحمد حياة السندي وأبي الحسن بن محمد صادق السندي، ولهؤلاء الشيوخ والذين سبق ذكرهم في هذه الإجازة طرق كثيرة وأسانيد عديدة مفصّلة في كتب الرواية والأسانيد.“ (اجازت نامۂ حدیث از علامہ جون پوریؒ)

(شاہ عبدالعزیز کے نواسہ شاہ اسحاق نے حج کے سفر میں مکہ معظمہ میں وہاں کے محدث شیخ عمر بن عبدالکریم عطّار سے علم حدیث لیا اوران کی روایت سے محدثین کی ایک جماعت جیسے شیخ علی بن عبدالبر الونائی، اور شیخ صالح فلانی اور شیخ محمد طاہر ابن محمد سعید بن محمد سنبل سے اور بذریعہ مکاتبت ہندی نژاد عالم علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی مقیم مصر کی اجازت بھی حاصل کی۔)

اور شیخ عبدالغنی نے اجازت حدیث محدث مدینہ منورہ اور وہاں کے صدر عالم علامہ عابد سندی اور شیخ ابوزاہد اسماعیل بن ادریس رومی مدنی سے لی اوران دونوں کو محدث عصر محدث مدینہ شیخ صالح فلانی سے اجازت تھی ان کو اپنے وقت کے محدث مدینہ منورہ شیخ محمد سعید سفر سے تھی، انہیں کبار شیوخ محدثین شیخ ابوطاہر کردی، شیخ محمد حیات سندی، شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی سے اجازت حدیث حاصل تھی، اوران کی اجازتیں اوران کے سلسلۂ اسانید اور طرق روایات عام اور مشہور ومعروف ہیں، اور کتب روایات واسانید میں

مفصل مذکور ہیں۔

جہاں تک حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کا تعلق ہے، تو مکہ معظّمہ میں انھوں نے شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی اور مدینہ منورہ میں شیخ احمد برزنجی شافعی اور شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی سے اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث میں کسب فیض کیا، شاہ عبدالغنی مجددی کی عطا کردہ سند میں ۱۲۹۴ھ کی تاریخ درج ہے اور لکھا ہے في المدينة المنورة سنة ١٢٩٤هـ اس تعلق سے مولانا سید محمد ثانی حسنی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۸۲ء/۱۴۰۲ھ) نے اپنی کتاب ''حیات خلیل'' میں تفصیل ذکر کی ہے جو وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

شیخ احمد زینی دحلان مکی مفتی الشافعیۃ مکہ مکرمہ لکھتے ہیں:

''فقد استجازني الفاضل الشيخ الخليل أحمد الأنبيتوي فأجزته لكل ما يجوز لي روايته ودرايته من منقول ومعقول بشرطه الذي هو عند أهله معتبر ومقبول وأخذت العلم عن كثير من المشائخ الثقات من أجلهم خاتمة العلماء المحققين المرحوم بكرم الله تعالىٰ سيدي وشيخي عثمان الدمياطي الشافعي الأزهري المكي ...... الخ.''

حضرت شاہ عبدالغني مجددي مہاجر مدنی لکھتے ہیں:

''قد قرأ علي من أوائل الكتب الستة مولانا الشيخ خليل أحمد وطلب مني إجازتها وإجازة بقية كتب الأحاديث والفقه والتفسير فأجزته أن يروي عني ويجيز غيره ممن تأهل لهذا الفن الشريف مع الشرائط المعتبرة عند علماء هذا الشان والله المستعان.''

اس حضرت پر مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نوٹ چڑھاتے ہیں:

''وأجازني بالحديث المسلسل بإجابة الدعاء في الملتزم وهو أيضًا زائد على المسلسلات.''

حضرت شیخ احمد برزنجی مفتی الشافعیۃ مدینہ منورہ بڑے القاب وآداب اور الفاظ

احترام ومحبت کے ساتھ الفاظ اجازت اس طرح لکھتے ہیں:

"وأجزناه إجازة خاصة وعامة شاملة تامة بجميع مسموعاتنا ومروياتنا من الصحاح والحسان في المسانيد والسنن، العاصمة من رعاها حق رعايتها من الأهواء والفتن، وسائر المصنفات في العلوم الشرعية الأصلية والفرعية ووسائلها من الفنون التي بها يتم أدب الأديب، ويتطرز بأعلامها حلّة كل فاضل أديب، مما هو موضح في أسانيد مشائخنا الأعلام الكاشفين بنور التحقيق حجب الأوهام عن وجوه محذرات هن مقصورات في الخيام الذين منهم والدي العلامة المحقق الفهامة السيد إسماعيل ...... الخ."

اور پھر اپنے خاص مشائخ کے ساتھ دوسرے مشائخ کے ذکر کے ساتھ لکھتے ہیں:

"فأجزناه بجميع ما تلقيناه ورويناه وأجازنا به أشياخنا المذكورون."(۱)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی اجازت حدیث کا ایک نمونہ

مظاہر علوم سہارنپور کی مسند حدیث میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے حضرت شیخ جونپوری جانشیں تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اپنے والد حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے روایت کرتے اور ان کے طریق سے اجازت دیتے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على خير خلقه سيد الأنبياء والمرسلين واله وأصحابه وأتباعه أجمعين إلى يوم الدين۔ أمابعد فيقول العبد المفتقر إلى

---

(۱) [مسلسلات اسانيد الشيخ خليل أحمد الأنصاري طبعه محققه مكتبه يحيويه سهارن پور]

رحمة ربه العليا عبده زكريا بن حافظ القرآن و الحديث
العلامة الشيخ محمد يحيٰ بلغه الله الدرجات القصوى
الكاندهلوى وطناً، السهارنفورى اقامة، الحنفى مسلكاً
غفرالله له ما أظهر وما أخفى أن أخالى فى الدين
المولوى..... قرأ علي أوائل الأمهات الستة المشهورة عند
المحدثين المحتوية للصحاح والحسان من أحاديث النبى
الأمين، الصحيحين للشيخين الإمامين الهمامين والسنن
الأربعة الأئمة الكرام الترمذى و أبى داؤد والنسائى وابن
ماجة رضى الله عنهم اجمعين و أفاض علينا من بركاتهم
وجمعنا معهم يوم الدين و طلب منى إجازتها فاجزت له
بشرط استقامة العقائد والأعمال على طريقة الصحابة
والتابعين كما أجازنى بها والدى المرحوم والشيخ السيد
الأمجد مولانا الحاج خليل احمد المهاجر المدنى نورالله
مرقديهما وأوصيه بتقوى اللّٰه تعالىٰ والإعتصام بسنة
سيدالمرسلين والإجتناب عن البدعات المخترعة و أن
يحترز عن طلب لذات الدنيا و حماتها و عن إساءة الادب
باكابر الامة وهداتها وان لاينسانى و مشائخى من صالح
دعواته فى خلواته و أن يوفقنى وإياه لما يحب و يرضاه ولا
حول ولاقوة إلا باللّٰه العظيم والصلوة والسلام على نبيه
الكريم واله و صحبه واتباعه ناصرى طريقه القويم۔

دستخط (محمد زكريا عفى عنه)

۱۳۷۵/۱/۲۹ھـ[1]

---

(۱) یہ نمونہ مکتوبات شیخ الحدیث مرتبہ مولانا یوسف متالا ص ۱۲۸ سے ماخوذ ہے، جو حافظ عبدالدیان نوشہرہ کے نام ہے۔

سہیل یمانی، شیخ حسین خزرجی اور امام شوکانی کی سنداور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے اس کی اجازت:

علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی خزرجی کے ہندوستان تشریف آوری کا سبب بتاتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے مشہور وعظیم عالم ومصنف امیر الملک والا جاہ نواب سید صدیق حسن خاں خود بڑے صاحب نظر عالم اور جوہر شناس رئیس تھے۔ حجاز کے سفر میں شیخ حسین بن محسن سے ملاقات ہوئی وہ ان کے علو اسناد، غیر معمولی حافظہ، علوم حدیث پر ان کی غیر معمولی قدرت اور ان کا تبحر علمی دیکھ کر ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود ان سے سند بھی لی اور ان کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت بھی دی، ۱۸۷۹ء میں وہ بھوپال آئے اور وہیں رہ پڑے۔

ان کی شخصیت اور علم حدیث میں ان کی جلالت شان کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

''شیخ حسین فن حدیث کے امام اور قدیم محدثین کی (جن کی قوت حفظ اور وسعت نظر کے واقعات قدیم تذکروں میں منقول اور اس دور کے لوگوں کے لیے سرمایۂ استعجاب ہیں) کی زندگی کی یادگار اور بولتی چالتی تصویر تھے، میں نے اپنے استاذ مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء سے جو ان کے شاگرد تھے، خود سنا ہے کہ فتح الباری (شرح بخاری) کی ۱۳ رجلدیں تقریباً ان کو حفظ اور مستحضر تھیں، ان کی سند حدیث نہایت عالی اور قلیل الوسائط تھی، جو علمائے حدیث کے یہاں ایک جید افتخار وامتیاز سمجھی جاتی ہے وہ نیل الاوطار کے شہرۂ آفاق مصنف، مجتہد یمن علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کے صاحبزادے علامہ احمد بن محمد علی الشوکانی اور دوسرے علماء یمن کے شاگرد تھے، ہندوستان میں ان

کے درس حدیث میں بڑی برکت ہوئی، بڑے بڑے اساتذۂ فن اور مشاہیر علماء نے جو خود صاحب درس وتصنیف تھے اور جن کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا، ان کے تلمذ کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا، آگے ان کے ممتاز و مایہ ناز تلامذہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: شیخ حسین کے قیام نے بھوپال کو دارالحدیث اور شیراز ویمن کا ہم سر بنادیا تقریبا ثلث صدی سے زائد موتی مسجد جو اس چھوٹے شہر میں جامع ازہر سے آنکھیں ملاتی تھی، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے گونجتی رہی اور نہ صرف بھوپال بلکہ ہندوستان کی فضا کو اس نفحۂ عنبریں سے معطر ومنور کرتی رہی، ۱۳۲۷ھ میں اس امام حدیث نے دنیا سے رحلت کی۔"(۱)

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہٗ نے حدیث کی اس اجازت کے لیے ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا بھی سفر فرمایا تھا اور صحیح البخاری کی پہلی حدیث پڑھ کر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہٗ سے اجازت حدیث حاصل کی، حضرت مولانا نے انہیں جو اجازت نامہ حدیث روانہ فرمایا تھا وہ صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک اور مسند امام احمد کا تھا جو انہیں اپنے استاد حضرت مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی (م ۱۹۴۲ء) سے حاصل ہوا تھا اور انہیں امام المحدثین علامہ حسین بن محسن خزرجی انصاری یمانی سے بیک واسطہ امام الحدیث علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار سے حاصل ہوا تھا، جس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں رئس المحدثین شارح بخاری امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی روایت کرتے ہیں:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنے شیخ حضرت علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کی اس سند حدیث کے تعلق سے یہ بھی لکھتے ہیں:

"لاہور سے علوم مروّجہ سے فراغت کر کے مولانا نے سہیل یمانی شیخ حسین ابن محسن انصاری خزرجی نزیل بھوپال کے شہرۂ آفاق درس حدیث میں شرکت کی، جو اس وقت اپنے محدثانہ طرز، یمنی خصوصیات اور علو اسناد

---

(۱) پرانے چراغ جلد اوّل، ص:۱۸۳-۱۸۴۔

کے لحاظ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ اپنے عہد میں ممتاز تھا، مولانا نے شیخ صاحب سے صحاح ستہ کا درس لیا، اور پورے انہماک اور مطالعہ و تحقیق کے ساتھ مصروف استفادہ رہے، شیخ صاحب نے ان کو تمام صحاح و متداول کتب حدیث کی سند دی جو نہایت عالی اور قلیل الوسائط ہے، اور جو بیک واسطہ علامہ یمن شیخ محمد ابن علی شوکانی صاحب "نیل الاوطار" پر منتہی ہوتی ہے، مولانا آخر تک اپنے شیخ کا دم بھرتے رہے، اور ان کو فن حدیث کا استاذ اور متبحر عالم سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ شیخ صاحب کو فتح الباری کی پوری ۱۳ر جلدیں تقریباً حفظ تھیں جہاں سے چاہتے اس کا مضمون سنا دیتے تھے، انھوں نے شیخ صاحب ہی کا طرز اپنایا تھا، اور آخر آخر تک اسی پر قائم رہے، مولانا نے اسی عہد کے دوسرے استاذِ حدیث اور شیخِ وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب اور ان کے درس میں بھی شرکت کی اور ان سے بھی سند لی، لیکن وہ حقیقت میں شیخ صاحب ہی کے شاگرد تھے، اور اسی کو اپنا سرمایۂ حیات سمجھتے تھے۔ (۱)

صاحب تحفۃ الاحوذی علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ سے بالواسطہ اجازت:

علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) کی اس سند میں جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حدیث کی اجازت چاہنے والوں کو عطا فرماتے تھے علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری (۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء) کی اجازت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ انھوں نے شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری کے سامنے کتب ستہ کے اوائل پڑھے ہیں وہ حمد وثنا اور شہادت توحید ورسالت کے بعد اجازت دینے میں اپنے کو اہل نہ سمجھتے ہوئے ائمہ اعلام سے تشبیہ میں اس مبارک جماعت میں شرکت کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

"الإجازة بوصل سنده بسند أهل الجد والإتباع، فأَجَزتهٗ بما طلب واجبتهٗ لما لهٗ رغب وإنْ لم أكُنْ أهلاً لذلك، ولا ممّن يخوض تلك المسالك، ولكن تشبّهًا

---

(۱) پرانے چراغ جلد اوّل، ص:۱۶۱، ۱۶۲۔

بالأئمة الأعلام، السابقين الكرام ــ

"إذا آجرت مع القصور فإنّني أرجو التشبه بالذين أجازوا
السابقين إلى الحقيقة منهجًا سبقوا إلى غرف الجنان ففازوا."

پھر صحاح ستہ کی سند بیان کرنے سے پہلے اجازت دیتے ہیں، اور ہر سند کو صاحب کتاب تک پہنچا کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں، جس میں شیخ حسین یمانی سے اوپر امام شوکانی، شیخ سلیمان بن مقبول الاہدل شیخ عبداللہ بن سالم البصری مکی، قاضی زکریا انصاری مصری اوران تمام سندوں میں امام ابن حجر عسقلانی اہم واسطہ ہیں، ان کا جب ذکر کرتے ہیں، تو اس طرح کرتے ہیں:

"عن شيخ الإسلام وخاتم المحدثين الاعلام أبي الفضل أحمد بن علي بن محمد العسقلاني رحمه الله تعالىٰ" وقد قرأت أوائل الصحاح على المحدث الجليل العلامة عبدالرحمن المباركفوري صاحب تحفة الأحوذي شرح سنن الترمذي وأجازني في الحديث فأُضيف إجازته إلى الإجازة الأولى عن شيخنا العلامة حيدر حسن خان بن المرحوم أحمد حسن خان الطوكي شيخ الحديث بدارالعلوم ندوة العلماء."

اجازت اولیٰ جس کا ذکر اجازت ثانیہ میں ہے وہ اس طرح ہے:

"فأقول قد أجزت الأخ المذكور بما ذكر وبجميع مروياتي ومسموعاتي من كل ما تجوزلي روايته وتصحّ عني درايته، كما أخذت قراء ة وسماعة وإجازة ولله الحمد، عن شيخنا العلامة حيدر حسن ابن المرحوم أحمد حسن الطونكي عن شيخه العلامة رأس المحدثين عمدة المحدثين وخاتم المحدثين شيخ الإسلام حسين بن محسن الأنصاري الخزرجي السعدي، نسبة إلى سعد بن عبادة رئيس الخزرج صاحب رسول الله ﷺ عن مشايخ

أجلاء أعلام، وسادة كرام ...... الخ."

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے اس سند کی خصوصیات وامتیاز اوراس کے مشائخ پر "نفحات الهند واليمن بأسانيد الشيخ أبي الحسن" لکھی جومقبول ومشہور ہوئی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندوی نے مسلسلات کی اجازت چاہنے والوں کواس کی اجازت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی کے طریق سے دی ہے جس کانمونہ بنگلہ دیش کے مشہور عالم مولانا سلطان ذوق ندوی کے نام اجازت نامہ سے پیش کیا جارہاہے۔

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

امـابعد! فقد أجرتُ أخي في اللّٰه الشيخ محمد سلطان ذوق بِكل ما اجازني به من المسلسلات للمحدث الكبير العلامة محمد زكريا السهارنفوري و بكل ماتصِح عَنّي روايته، ووصل إليّ بسند شيوخي في الحديث على طريقة السلَف الكرام۔

واذا اجزت مع القصور فإنّني
أرجو التشبه بالذين أجازوا
الفائزين إلى المناهج غدوة
سبقوا إلى غُرف الجنان ففازوا

وانا المذنب

ابوالحسن على الحسنى الندوى

رائے بريلى ١١/من رجب الفرد ١٤٠١ھ

علامۂ شام شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء-۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) سے استفادہ اوراجازت:

جہاں تک محدث جلیل علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے اجازت کا تعلق ہے اس کی تفصیل "امدادالفتاح بأسانيد ومرويات الشيخ عبدالفتاح" میں ہے جوان کے ممتاز

شاگرد شیخ محمد بن عبداللہ آل رشید کی تصنیف ہے اور مکتبۃ الامام الشافعی ریاض (سعودیہ) سے ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔

علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی پہچان حدیث شریف سے تھی اور ان کا بڑا امتیاز سلف کی کتابوں خصوصاً امام لکھنوی (علامہ عبدالحی فرنگی محلی متوفی ۱۳۰۴ھ) کی کتابوں کی تحقیق و تعلیق اور نادر کتابوں کی اشاعت جیسے امام حارث محاسبی کی رسالۃ المسترشدین اور معاصر علماء کی بھی کتابوں کی تحقیق واشاعت رہا جیسے علامہ عبدالرشید نعمانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کی اپنے موضوع پر منفرد کتاب مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث، اور علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی (م ۱۳۹۴ھ) کی کتابوں پر ان کا تحقیقی کام اہمیت کا حامل نظر آتا ہے، ان کا تعلق حلب شام سے تھا، اور وہاں کے علماء و مشائخ سے پڑھنے کے علاوہ وہ مصر تشریف لے گئے جہاں امام حسن البناء شہید (۱۹۰۶ء-۱۹۴۸ء) کی ان کو صحبت ملی اور ان سے بھی اجازت حدیث لی، اور سب سے بڑھ کر علامہ زاہد کوثری کی صحبت ملی اور ان کے علوم و تحقیقات سے بھرپور استفادہ کیا، حالاں کہ ان دونوں عظیم شخصیتوں کے ساتھ ۱۸۳ر مشائخ سے انھوں نے اجازت حاصل کی جن میں بعض سے بڑا علمی اور دینی استفادہ بھی کیا جیسے شیخ جلیل و مربی کبیر علامہ عیسی بیانونی وغیرہ لیکن اجازت نامۂ حدیث میں وہ علامہ زاہد کوثری اور شیخ راغب الطباخ کی نسبت نمایاں کرتے نظر آتے ہیں، ان کی اجازت حدیث کی انفرادی واجتماعی دونوں شکلیں ہوتی تھیں، اجتماعی تین موقع پر مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مسجد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، مسجد ضیاء العلوم تکیہ میدان پور، رائے بریلی میں راقم کو بھی شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مسجد میں ان کے عزیز شاگرد استاذ محترم مولانا سید سلمان الحسینی ندوی نے قراءت حدیث کی تھی، اور مسجد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ میں اس کے ناظم و شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی اور شیخ ثانی مولانا نفیس اکبر ہسوی نے قراءت حدیث کی تھی۔ مولانا مفتی سید عبیداللہ اسعدی، مولانا مفتی محمد زید ندوی وغیرہ اساتذہ وطلبہ شریک مجلس تھے اور رائے بریلی میں مولانا سید بلال حسنی ندوی نے اور اجتماعی

اجازت دینے کے ساتھ باندہ میں یہ بھی اہتمام کیا تھا کہ جو ہمارے یہاں رفقائے سفر ہیں ان کو بھی اجازت دیتا ہوں اس سفر میں محمد بن عبداللہ آل رشید جو حجاز سے ان کے ساتھ تھے اور لکھنؤ سے ساتھ ہونے والوں میں حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ مظاہری، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا قاضی فاروق بھٹکلی اور بھائی ظفرالدین ندوی تھے، سبھی اساتذہ وطلبہ کو ان کی طرف سے اجازت تھی، باندہ کے اس سفر کا تذکرہ بھی ''امدادالفتاح'' میں اور ندوہ کی خصوصی مجلس کا تذکرہ بھی شیخ محمد بن عبداللہ آل رشید مصنف کتاب نے امدادالفتاح ص:۲۱۷ میں کیا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں منعقد مجلس کی خاص بات یہ تھی کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی بھی شریک مجلس تھے۔ امدادالفتاح میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے اجازت لینے والے بڑے علماء میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نوراللہ مرقدہ کا اسم گرامی بھی ہے، جب کہ وہ خود علامہ عبدالفتاح ابوغدہ سے اجازت حدیث کا ذکر اپنے دیگر مشائخ اجازت کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں:

"وقد أجاز لي عامةً سوى مشايخي هؤلاء شيوخ اخرون كالعلامة الشيخ عبدالفتاح أبو غده والشيخ المعمر عبد الله بن أحمد الناخبي رحمهم الله تعالىٰ أجمعين."

(ہمارے ان مشائخ کے علاوہ دوسرے مشائخ نے بھی مجھے عام اجازت سے سرفراز فرمایا جیسے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور معمر شیخ شیخ عبداللہ بن احمد ناخبی رحمۃ اللہ علیہم۔)

شیخ محمد بن عبداللہ آل رشید حفظہ اللہ نے "بعض الآخذين عنه من تلاميذه ومستجيزيه" کی فصل قائم کر کے عالم اسلام کے ممتاز علماء واصحاب فضل وکمال کی ایک طویل فہرست دی ہے، اور ان ممتاز شخصیات کا تذکرہ کیا ہے جنھیں علامہ عبدالفتاح ابوغدہ سے حدیث کی اجازت حاصل ہوئی، جس میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نوراللہ مرقدہٗ کا نام درج ہے جب کہ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کے بعض شیوخ سے علامہ محمد یونس جونپوریؒ کا استفادہ اور روایت واجازت ثابت ہے جیسے شیخ عبداللہ ناخبی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ،

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہ، اسی طرح شیخ الشیخ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (متوفی ۱۳۱۳ھ) سے دوواسطوں سے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ چھ طرق سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

اوراس میں پہلا طریق علامہ زاہد کوثری کا دوسرا شیخ محمد ابوالنصر خلف کا، تیسرا شیخ محمد عبدالحی الکتانی کا، چوتھا شیخ عبدالحفیظ الفارسی کا، پانچواں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کا، چھٹا طریق علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی کا ہے (۲) جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے توسط سے ہے۔ (۳) جب کہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دوسرے شاگرد وخلیفہ اور مجاز حضرت مولانا اسعداللہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) کے طریق سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے توسط سے دوواسطوں سے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے روایت کرتے ہیں۔ (اجازت نامہ حدیث ازعلامہ جونپوری)

اسی طرح شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے علامہ عبدالفتاح ابوغدہ کو دوسرے طرق سے بیک واسطہ اجازت حاصل سے حضرت مولانا جون پوری کو بھی بیک واسطہ اجازت حاصل ہے۔

اور سہیل یمانی علامہ حسین بن محسن انصاری خزرجی سے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو دوواسطوں سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور علامہ عبدالرشید نعمانی کے طریق سے علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی کے توسط حاصل ہے، اور حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے طریق سے ان کے استاد علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی کے توسط سے اسی طرح دوواسطوں سے اجازت حاصل ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالفتاح ابوغدہ محدث جلیل سیّد علوی مالکی کے طریق سے ان کے والد شیخ عباس کے واسطہ سے شیخ احمد برزنجی مکی سے دوواسطوں سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے یہاں بھی اس سلسلہ میں دو واسطے حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے ہیں۔

---

(۱) امدادالفتاح ص: ۴۴۷۔ (۲) بحوالۂ سابق ص: ۴۴۷۔ (۳) بحوالۂ سابق ص: ۴۴۷۔

مثال کے طور پر دو تین نمونے پیش کیے گئے، اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں، جسے ڈاکٹر محمد اکرم الندوی کی ''ثبت العلامہ المحدث الشیخ محمد یونس الجونپوری'' .... ''اور شیخ محمد بن عبداللہ آل رشید کی کتاب ''إمداد الفتاح بأسانید ومرویات الشیخ عبد الفتاح'' کے تقابل ومراجعت سے زیادہ بہتر انداز سے سمجھا جا سکتا ہے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے تحریری اجازت نامہ کا ایک نمونہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يقول العبد الضعيف عبد الفتاح بن محمد أبو غدة الحمد لله والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد رسول الله وعلىٰ اله وصحبه ومن والاہ، وبعد فقد أجزتُ......، إجازةً عامة شاملة بما أجازني به شيوخ الصدور البدور رحمهم الله تعالىٰ، وفي مقدمتهم شيخنا الإمام الشيخ محمد زاهد الكوثري وشيخنا الشيخ محمد راغب الطباخ جامع هذه الأثبات الحلبية ومجي ‍ بكل مروياته رحمها الله تعالىٰ.

وأجزته أيضًا بكل مروياتي وما صح لي وعنّي رجاء أن ينفع الله به ويكرمه بالدخول في قافلة محبي السنة المطهرة الشريفة وخدمتها الاخيار.

آملا أن لا ينساني من صالح دعواته في مبارك أوقاته وعقِب صلواته، والله يحفظه ويرعاه.

وكتبه / عبد الفتاح أبو غده

حالاں کہ یہ تحریری اجازت نامہ مصنف امداد الفتاح محمد بن عبداللہ آل رشید کے لیے ہے، نمونہ کے طور پر یہاں ذکر کیا گیا، ان کے زبانی اجازت کے معمول کو مصنف امداد الفتاح نے ذکر کیا ہے اور اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ:

---

(۱) امداد الفتاح، ص: ۳۸۰۔

"ولما سعدت بصحبة شيخنا في كثير من أسفاره كان طلبة العلم يجتمعون عليه طلبًا للإجازة منه، فيجيزهم لفظًا، لأن الكتابة لهم تحتاج إلى جهد لا تتسّع له أعمال الشيخ وأوقاته." [۱]

(بہت سے سفروں میں شیخ کی صحبت وامامت کا شرف ملا، طلبہ اجازت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے، لکھ کر سب کو دینا آسان نہ تھا، اور شیخ کی مصروفیت بھی مانع ہوتی، تقریری اجازت دیتے تھے۔

اور اسفار میں ان کی طرف رجوع اور اجازت کے شوق کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

ولا أنسى تلك الجموع الكثيرة من العلماء وطلبة العلم حينما يطلبون من شيخنا رحمة اللّٰه تعالىٰ عقد مجلس لقراءة أوائل الكتب الستة واجازتهم بباقيها، وبجميع مروياته ليكون لهم شرف الاتصال بسند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وبكتب العلماء عن طريقه.

(وہ مجلسیں ناقابل فراموش ہیں جو قراءۃ اوائل کتب ستہ کے لیے شیخ کی خاطر لگائی جاتی تھیں، ان کی اور باقی کی بھی اجازت کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوتا، جس میں ان سبھی مرویات کی اجازت ہوتی جو انھیں حاصل تھیں تاکہ آں حضور ﷺ سے شرف اتصال اور علماء کی کتابوں سے بلا انقطاع استفادہ ہو جائے۔) [۲]

ہندوستان میں ان کا پہلا سفر ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں ہوا تھا۔ خود انھوں نے ہندوستان کے علماء کبار سے اجازت حاصل کی تھی۔ اور یہاں کے علماء نے ان سے ان کے اس سفر ہند کا تذکرہ سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ میں مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم نے کیا ہے، انھوں نے جن بڑے علماء ہند و پاکستان سے اجازت حاصل کی ان میں حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت

---

(۱) امداد الفتاح، ص: ۲۱۶۔ (۲) امداد الفتاح، ص: ۲۱۶۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امام المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری کے سلسلۂ اجازت میں وہ ان کے بعض ممتاز شاگردوں جیسے مولانا سید بدر عالم میرٹھی، اور مولانا محمد یوسف بنوری وغیرہ کے ذریعہ داخل ہوگئے، مولانا محمد یونس جون پوریؒ نے آپ کے ذریعہ بھی یہ شرف حاصل کیا۔ امام المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری کی وفات اور علامہ محدث مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی ولادت میں تقریباً ۵ سال کا فرق ہے۔

اجازت حدیث میں مسندین ومحدثین کا مختلف انداز:

حدیث شریف کی اجازت کے سلسلہ میں علمائے حدیث کا طریقہ کچھ اس طرح رہا ہے:

۱۔ حاضر کو اجازت۔

۲۔ بطور مراسلت کے اجازت۔

۳۔ بغیر قراءت کے اجازت۔

۴۔ بغیر سماعت کے اجازت۔

۵۔ کسی کی فرمائش پر دوسرے کو اجازت۔

۶۔ مشائخ کو اجازت۔

۷۔ اطفال کو اجازت۔

۸۔ جتنا پڑھایا سنا ہے اس کی اجازت۔

۹۔ قراءت وسماعت کو کافی سمجھنا۔

۱۰۔ قراءت وسماعت کافی نہیں۔

۱۱۔ اجازت تنہا کافی ہے قراءت وسماعت ضروری نہیں۔

اس میں مشائخ کے یہاں کچھ اس طرح اصول نظر آتے ہیں۔

۱۔ اپنے لیے بہت احتیاط کہ جس سے اجازت اسی کی اجازت۔

۲۔ دوسروں کے لیے وسعت۔
۳۔ دوسروں کے لیے بھی سختی اور اپنے لیے بھی سختی۔
۴۔ حدیث کے اسباق میں شرکت کو اجازت کے لیے کافی سمجھنا۔
۵۔ بغیر قراءت کے اجازت نہ دینا۔

شیخ جونپوریؒ کا اجازت لینے اور دینے کا طریقہ:

جہاں تک محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے انھوں نے اپنے اساتذۂ حدیث کے تعلق سے اس اہتمام کا بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اجازت بھی دی، وہ اپنی "اجازة عامة مختصرة" میں لکھتے ہیں:

"و كان من حُسنِ صنيع الله سبحانه لي وإحسانه إليّ أن حبَّب إليّ حديث النبي صلى الله عليه وسلم وسننه في حداثتي وبداية طلبي للعلم حتى صار ذلك أكبر همّي وشغلي، ومن تمام إحسانه إليّ أن وفّقني لملازمة شيوخ ماهرين أجلّة محققين في العلم والعمل راسخين، صحبتُهم وسمعتُ منهم وعليهم بقراء تي وهو الأكثر وبقراء ة غيري، ثم أجازوني بما تجوز لهم روايته. (اجازت نامہ حدیث از علامہ جون پوریؒ)

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان مجھ پر یہ رہا کہ شروع سے حدیث شریف کی محبت دل میں ایسی ڈال دی کہ وہی میری سب سے بڑی فکر اور مشغلہ ہوگئی، پھر مزید یہ احسان فرمایا کہ بڑے جلیل القدر اور محقق اور راسخ فی العلم اساتذۂ حدیث عطا فرمائے جن کی صحبت ملی اور ان سے حدیث پاک سنی بھی اور ان کے سامنے پڑھی بھی اور اکثر خود پڑھی اور دوسری کے پڑھنے کو سنا بھی، پھر میرے ان مشائخ حدیث نے اجازت حدیث سے سرفراز فرمایا جس کی روایت کی انھیں اجازت تھی۔"

پھر ان مشائخ واساتذہ حدیث میں حضرت مولانا جون پوری قدس سرہٗ نے جن کا

ذکر کیا ہے وہ بالترتیب اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ)

۲۔ حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری (۱۳۱۴ھ-۱۳۹۹ھ)

۳۔ حضرت مولانا منظور احمد سہارن پوری (وفات ۱۳۸۸ھ)

۴۔ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی (۱۳۲۷ھ-۱۳۸۴ھ)

۵۔ حضرت مولانا سید فخر الدین مرادآبادی (۱۳۱۰ھ -۱۳۹۲ھ)، جن سے صحیح بخاری کے آخری باب کے درس میں دار العلوم دیو بند میں شرکت کی۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، جن سے کتب ستہ کے اوائل پڑھے۔

البتہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کے تعلق سے لکھا ہے کہ:

"فقد صحبته ولازمته مدة طويلة وسمعت عليه الجامع الصحيح للبخاري، وقرأت عليه شيئًا من مقدمة صحيح مسلم والنصف الأوّل من سنن أبي داؤد "والأوائل السنبلية".

"والفضل المبين في مسلسلات النبي الأمين و "النوادر من حديث سيد الأوائل والأواخر"، و "الدرّ الثمين في مبشرات النبي الأمين صلى الله عليه وسلم"، للعلامة الكبير محدث الهند أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي المعروف بـ"الشاه ولي الله."

(میں نے ان کی طویل صحبت اٹھائی اور صحیح بخاری پڑھی، مقدمہ صحیح مسلم کا بھی ایک حصہ اور سنن ابوداؤد کی نصف اوّل اور اوائل سنبلیہ پڑھی، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے رسائل الفضل المبین فی مسلسلات النبي الأمين، اور "النوادر" اور الدر الثمين پڑھی۔)

باقی اپنے اساتذہ سے جو مولانا نے پڑھا اس کا اس اعتبار اور کیفیت سے ذکر کیا ہے اس میں زیادہ اپنی قراءت یا سماع رہا، اور حدیث کی اجازت لینے والے کو جو نصیحت فرمائی ہے وہ اس طرح ہے:

"وأوصي نفسي والاخذين عنّي بتقوى الله جلّ ذكره، واتباع مرضاته، ولزوم سُنّة خاتم أنبياءه وسيّد أصفياءه صلى الله عليه وسلم في سائر الشؤون، وابتغآء وجه الله تعالىٰ والدار الاٰخرة في جميع ذٰلك.

والحمد لله الذي بنعمته وفضله تتم الصالحات، صدرت هذه الإجازة.

من العبد الفقير إلى الله تعالىٰ محمد يونس بن الحاج شبير أحمد بن شير علي الجونفوري المظاهري.

راقم کے لیے اجازت نامہ میں تاریخ اس طرح درج ہے:

"في السادس والعشرين من ذي الحجة ۱۴۳۲ھ بالمدينة المنوّرة قريبًا من المسجد النبويّ.

یہ ہمارے لیے عزت وشرف اور بڑی سعادت کی بات تھی، ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ کو مسجد نبوی شریف کے جوار میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں باریابی ہوئی تو عم مخدوم ومکرم مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ اور ان کے بھائی مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی کے ساتھ حدیث کی اجازت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی، خاص والہانہ کیفیت میں حضرت مولانا نے حدیث سنائی، اور کچھ ہدایات فرمائیں، اور مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مرحوم سے یہ بھی فرمایا کہ جی چاہتا تھا کہ کچھ تم کو دیں اللہ تعالیٰ نے یہ اچھا ذریعہ نکال دیا، دعا بھی فرمائی اور خاص کیفیت کے ساتھ اللہ کا نام بلند آواز سے لیا گویا کہ وہ ایک نعرۂ مستانہ تھا جس سے پورا ماحول گونج اٹھا، اور بعض مضمون نگاروں نے ان کی اس کیفیت کا ذکر کیا ہے، جو کثرتِ ذکر اور سوزِ عشق سے پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر کھجور اور پانی سے ضیافت فرمائی اور فرمایا یہ کھجور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے باغ کے ہیں جو آج بھی ہے۔ اس موقع پر حضرت کے خادم ومجاز مولانا یونس راندیرا بھی موجود تھے۔

اور پھر دوسرے موقع پر سہارن پور میں استاذ معظم مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

مدظلہ کو اجازت حدیث دینے کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اسی میں برادر عزیز مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی، ایک دوسرے سفر سہارن پور میں عزیزان مولوی سید منصور حسن حسنی، مولوی سید رشید احمد حسنی مولوی سید خلیل احمد حسنی اور مولوی سید محمد امین حسنی نے درخواست کی تھی، انہیں بھی اس شرف سے نوازا تھا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے چند بھٹکلی طلبہ محمد افنان، محمد عاکف، عبدالحمید بلال، عبدالمنعم دامدا ابو، اور عبدالرحمٰن تابش حاضر ہوئے، پہلے مولانا نے ان کے مقصد کا امتحان لیا اور حدیث الرحمہ پڑھ کر اجازت دی اور نصیحت فرمائی کہ ''ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد اگر میں زندہ رہوں تو ہمارے پاس آ کر ایک سال گزارنا'' یہ واقعہ مولانا کی وفات سے چھ ماہ قبل جنوری ۲۰۱۷ء کا ہے۔ مولوی سید محمد یوسف بن مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے ترکی عالم استاذ احسان اوجناق کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اور اس طرح بہت سے طالبین وشائقین نے اجازت حاصل کی، اور ان کے حسب حال انھیں نصیحتیں فرمائیں۔

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے کم سن بیٹوں عبداللہ مجاہد اور عبدالرحمٰن غازی کے لیے اور مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی نے اپنے بیٹے عبداللہ خطیب کے لیے اجازت چاہی، تو حضرت مولانا نے اس کے لیے بھی اہتمام فرمایا اور حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر باقاعدہ اجازت دی ان کے ساتھ ان کے رفیق سفر مولوی ہشام بھٹکلی ندوی اور مولوی سید محمد غفران ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کو بھی دی تھی۔ بچوں کے سلسلہ میں اس فراخ دلی کی نظیر کم مشائخ کے یہاں ملتی ہے۔

جہاں تک اطفال کے لیے اجازت کا تعلق ہے محدثین کے یہاں اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ بعض محدثین اس میں سخت تھے، البتہ علامہ محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) نے اپنی اولاد کے ساتھ احفاد کے لیے بھی جن میں بعض کم سن تھے، اجازت حدیث دی تھی، علامہ سید عبدالحی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء ووالد ماجد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی اسانید حدیث کے رسالہ ''اللؤلؤ البهي'' میں ان کے احفاد میں شیخ الاسلام بن محب اللہ الدھلویؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وبرواية شيخ الإسلام عن محب الله الدهلوي عاليًا بدرجات عن جده العالي الشيخ عبد الحق بن سيف الدين المذكور لأن الشيخ عبد الحق أجاز لأولاده وأحفاده كما صرح به في كتابه "الإجازات" والإجازة بهذا الطريق جائزة عند المحدثين ومن هده الطريقة بيني وبين الشيخ عبد الحق ستة وسائط." (۱)

یہ رسالہ "اللؤلؤ البهي في أسانيد العلامة الشريف السيد عبدالحئ الحسني رحمه الله" کے عنوان سے مولوی رشید احمد حسنی ندوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ "المجمع العلمي للبحث والتحقيق في علوم القرآن والسنة بدار العلوم ندوة العلماء" سے شائع ہوا ہے۔

سماع حدیث وروایت حدیث کے تعلق سے حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جون پوریؒ فرماتے تھے کہ "السماع رزق" یوں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور علامہ متولی شعراوی اور دوسرے اکابر اہل علم وفضل رزق کا اطلاق مأکولات ومشروبات کے ساتھ علم وتعلیم، اصلاح وتبلیغ، اور دوسری دینی ودنیوی چیزوں سب پر کرتے ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے حج اور عمرہ کے اسفار، اساتذہ ومشائخ سے استفادہ، کتابوں سے استفادہ اور خالص دینی فائدوں، حدیث کی اجازت اور سلوک وتربیت میں اجازت وخلافت سب کو اس میں لیا ہے۔

حدیث کے تعلق سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری کی بات ان کے ایک ممتاز شاگرد مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی اس طرح ذکر کرتے ہیں:

''چند سال پہلے ختم بخاری شریف کے سلسلہ میں آپ دار العلوم لندن میں مدعو تھے، یہ عاجز آکسفورڈ سے چند دوستوں کے ساتھ حاضر ہوا، دار العلوم حاضرین سے بھرا ہوا تھا، آپ نے درس کی ابتدا "حديث الرحمة مسلسل بالأولية" سے کی، بڑی خوشی ہوئی کہ آپ سے سب

---

(۱) اللؤلؤ البهي ص:۲۶/۲۷

سے پہلے یہ حدیث سن کر اوّلیت حدیث کا تسلسل حاصل ہوگیا، آپ نے اپنی مشہور سند:

"عن شيخ الحديث الإمام محمد زكريا الكاندهلوي، عن العلامة الفقيه المحدث خليل أحمد السهارن فوري، عن العلامة الشيخ عبد القيوم البرهانوي، عن محمد إسحاق الدهلوي، عن جده لأمه عبد العزيز الدهلوي، عن والده كوكب الديار الهندية الإمام أحمد بن عبد الرحيم المعروف بولي الله الدهلوي" بیان کی۔

اس کے بعد اس عصر کے عظیم مسند علامہ یاسین الفادانی کا تذکرہ کیا، جب کہ آپ کے شاگردوں کو علامہ فادانی سے اجازت حاصل ہے، بعد میں آپ نے علامہ فادانی کے شاگرد سے مسلسل بالاولیہ سنی اور اجازت لی، علامہ فادانی کی سند بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "السماع رزق"۔

عام طور سے برصغیر کے علماء و مشائخ علامہ فادانی اور عالم عرب کے دیگر مسندین سے ناواقف ہیں، استعجاب ہوا کہ آپ کو فادانی سے اچھی واقفیت ہے اور اس سے زیادہ آپ کی تواضع کے گہرے نقوش ذہن پر ثبت ہوگئے کہ آپ نے روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی سنت کا احیاء کرتے ہوئے فادانی کے ایک شاگرد سے اجازت حاصل کی، اس واقعہ نے آپ کی عظمت کا یہ اہم وصف نمایاں کردیا اور آپ کو محدثین کے مشہور قول "لا ينبل الرجل حتى يأخذ عمن هو فوقه، وعمن هو مثله وعمن هو دونه" کا مصداق پایا، اگر فادانی زندہ ہوتے تو فادانی کے لیے فخر کی بات ہوتی کہ آپ ان سے اجازت لیں، جو لوگ فادانی سے واقف ہیں وہ گواہی دیں گے کہ علم و فضل میں اور خاص طور سے علم حدیث پر کاملانہ قدرت میں آپ فادانی اور فادانی کے شیوخ سے بدرجہا فائق تھے، آپ کی تواضع کی ایک دوسری مثال اس وقت سامنے آئی جب کہ چند سالوں پہلے آپ نے لیسٹر جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری سورتی سے اجازت حاصل کی، آپ کے اس طرز عمل میں عبرت ہے، ان بہت سے علماء کے لیے جو نازل اسانید پر قانع ہیں اور اپنے سے اعلیٰ اسانید کے حامل علماء و مشائخ سے استفادہ

کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، حالاں کہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے متقدمین ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ "النزول شؤم"۔(۱)

حدیث کی اجازت دینے کی کیفیت، وسعت مطالعہ اور رجوع خاص وعام:

حضرۃ الشیخ اجازت حدیث لینے میں اس کے اصول کی پوری رعایت کرنے والے واقع ہوئے تھے، البتہ اجازت دینے میں اصول زیادہ سخت نہیں رکھتے تھے، جس کی یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی مولانا محمد سعیدی ناظم ومتولی مظاہر علوم سہارن پور لکھتے ہیں:

''سری لنکا کے ایک شیخ الحدیث بغرض حصول اجازت حدیث حاضر خدمت ہوئے، حضرت والا نے ایک حدیث کی تلاوت فرما کر اجازت عنایت فرمائی، اس کے بعد سری لنکا کی شخصیات وحالات مزاج، رہن سہن، بودوباش پر بھی گفتگو فرمائی۔

ملیشیا کے ایک محدث حاضر خدمت ہوئے ان کو اجازت حدیث عطا فرمائی، پھر وہاں کی تحریکات، مذاق ومعیار، شخصیات، جغرافیائی کیفیات اور حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں، مجلس میں بیٹھنے والے متحیر تھے، کہ ایک گوشہ نشیں پوری دنیا کے حالات پر کس طرح نظر رکھتا ہے۔''(۲)

مولانا محمد اکرم ندوی اس سلسلہ میں اپنی بیتی یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ کے سامنے ''الیانع الجنی'' کے کچھ صفحات پڑھے اور آپ سے حدیث کی اجازت عامہ حاصل کی، اس مجلس میں آپ کی گفتگو کا انداز حسب معمول عالمانہ ومحققانہ تھا۔''(۳)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے معاصر علمائے حدیث میں یہ امتیاز نظر آتا ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء ان کے تبحر علمی اور رسوخ فی الحدیث کو تسلیم کرتے تھے، مدینہ منورہ میں اپنے زمانہ طالب علمی کا مشاہدہ مولانا محمد یحیی نعمانی ندوی ذکر کرتے ہیں کہ:

---

(۱) ماہنامہ نقوش اسلام سہارن پور جون، جولائی ۲۰۱۷ء ص:۲۰

(۲) نقوش اسلام سہارن پور جولائی ۲۰۱۷ء (۳) نقوس اسلام جولائی ۲۰۱۷ء ص:۲۲۔

"علم حدیث میں تبحر کی شان کی وجہ سے عرب علماء یہاں تک کہ بڑے متصلب سلفی علماء تک گرویدہ ہوگئے تھے، ڈاکٹر عاصم قریوتی جیسے سلفی مزاج حضرات حضرت سے استفادہ کرتے اور بڑی محبت و تعظیم کرتے، اور حضرت کے حجاز کے سفر کے مشتاق رہتے تھے، حضرت بھی ان کے عربی نسب اور ارض حرمین کی نسبت کی وجہ سے ان سے بڑی ملاطفت واکرام کا معاملہ فرماتے اور اپنی مجلسوں میں ان حضرات کا تذکرہ فرماتے۔"(۱)

علامہ محدث قاضی مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے جب ان کے ایک سفر میں زیارت وملاقات پر مسلسلات کی وہ اجازت جو ان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے حاصل تھی اور اسی نسبت سے ان کی شہرت تھی کہ سند درس میں انھیں ان کی جانشینی ملی تھی، تو حدیث خود سنا کر اجازت دی اور پھر ان کے والد جلیل مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کا والہانہ تذکرہ فرماتے تھے، ان کی تصنیفات اور علمی مقام کا ذکر کیا اور ان کی تفسیر معارف القرآن کا بطورِ خاص تعارف کرایا اور مقبولیت کا راز اخلاص بتایا۔(۲)

استاذ خالد مرغوب امین استاد قسم فقہ السنۃ کلیۃ الحدیث الشریف جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے حضرت مولانا سے خصوصی استفادہ ان کے سفر حرمین شریفین میں کیا، جس کا تفصیلی تذکرہ ان کے مضمون "العلامۃ الجونفوری بخاری عصرہ وابن تیمیہ مصرہ" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو مجلّہ "النصیحۃ" لکھنؤ وبھٹکل میں اس کے خصوصی نمبر "عدد ممتاز عن الشیخ الجونفوری" (مجلد ثانی عدد ۳-۴) میں شائع ہوا ہے، انہوں نے محدث جونپوری سے حدیث شریف میں خصوصی استفادہ کیا، قراءت بھی کی اور سماعت بھی کی اور اجازت حدیث حاصل کی، انہوں نے شیخ احمد عاشور، شیخ عبداللہ التوم، شیخ صفوان داؤدی، شیخ محمد زیاد التکلۃ، شیخ محمد الحریری، شیخ حرازی، شیخ خلفاوی، شیخ فرید بن علی الباجی، شیخ محمد ناصر العجمی، شیخ علی احمد الندوی گجراتی، ڈاکٹر محمد اکرم ندوی، ڈاکٹر یحیٰ غوثانی، شیخ محمد یحیٰ بلال منیار سورتی جیسے افاضل کے ذکر کے ساتھ ممتاز محقق علماء شیخ عاصم قریوتی، شیخ ضیاء الرحمٰن

---

(۱) الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء/ ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ۔ (۲) بشکریہ مولوی محمد بن یوسف ندوی کناڈا

اعظمی، شیخ مساعد الراشد، وغیرہ کے اسماء کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ شیخ محمد حسن الدود الشنقیطی (رئیس مرکز تکوین العلماء) اور شیخ عامر بہجت شامی (مدرس مسجد نبوی شریف ورئیس مکتب الفقہاء للتعلیم الفقہی مدینہ منورہ نے بھی اپنے استاد کے طور پر تعزیتی کلمات ارسال کیے، جو مجلۃ النصیحۃ کے شیخ یونس نمبر میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

شیخ عادل حسن یمانی مقیم قطر نے بھی مختلف مناسبتوں سے شیخ سے استفادہ کیا اور اجازت حدیث حاصل کی، قطر کے حکمراں خاندان کے ایک علم دوست فرد شیخ خالد بن محمد بن غانم آل ثانی نے بھی یہ شرف حاصل کیا، اجازت حدیث کے تعلق سے دوحہ، قطر کی خصوصی مجلس کا تعارف شیخ عادل یمانی اس طرح کراتے ہیں:

"واستقبله جمع حاشد يوم أن جاء الشيخ إلى قطر يوم ۲۵/ذی الحجة عام ۱٤۳٤هـ وعقدت الجلسة في قاعة الشيخ عبدالله بن زيدا ال محمود مفتي قطر، وغصّت القاعة بجمع حاشد من الحضور، حضر فيها جمع كبير من العلماء الفضلاء، والدعاة الخطباء وما رأيت ازدحامًا مثل ذلك اليوم وكان مجلسًا مهيبًا رائعًا، سُرَّ به كُلُّ من حضرهٗ، وقد أجاز الشيخ الحضور وكلّ من سمع في ذلك المجلس، ثم أوصاهم بوصية غالية قال فيها.

"اختاروا السنة للعمل وللاعتقاد والدعوة والإرشاد."[1]

("قطر تشریف آوری پر ۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ کو حضرت شیخ کا ان کے شایان شان استقبال ہوا اور شیخ عبداللہ بن زید آل محمود مفتی قطر ہال میں جلسہ منعقد ہوا، جہاں بڑے علماء، فضلاء اور دعاۃ وخطباء کا اچھا اجتماع ہو گیا تھا، میں نے ایسا اجتماع نہیں دیکھا جیسا آج تھا اور مجلس درس بڑی بارعب، بارونق تھی، سبھی حاضرین مجلس بڑے مسرور تھے، سبھی سامعین مجلس

(۱) مجلة "النصيحة" لكهنؤ وبهٹكل ص:۷۹ [عدد ممتاز: ۳-٤ مجلد:۲]

کو شیخ نے اجازت حدیث سے سرفراز فرمایا، پھر کچھ نصیحتیں فرمائیں جس میں فرمایا کہ ''سنت کو عمل کے لیے اختیار کرو، اور عقیدہ، دعوت وارشاد کے لیے اختیار کرو۔'')

شیخ کے درس کے انداز اور اجازت حدیث کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد أكرمنا الله تعالىٰ، فقرأنا على الشيخ لمّا زارنا في الدوحة، في المجلس العام "ثلاثيات الإمام البخاري"، وبداية "صحيح البخاري"، مع "الأوائل السنبلية"، قرأ أخي الحبيب الشيخ أحمد عاشور، وأخي الشيخ محمد زياد التكلة، وفي المجالس الخاصة "برّ الوالدين" "للإمام البخاري" و"مسلسلات ولي الله الدهلوي" ونخبة الفكر للحافظ ابن حجر، "وغرامي صحيح"، "ورسالة الإمام أبي داؤد في وصف سننه لأهل مكة"، وقرأنا على الشيخ أيضًا من كتابه "نوادر الحديث"، بعض الأجوبة الحديثية التي تتعلق بالحديث الضعيف وحكم روايته، والعمل به وأمثال هذه الأجزاء اللطيفة."[1]

(اللہ کے فضل وکرم سے مجلس عام میں ثلاثیات بخاری، اوائل صحیح بخاری، اسی طرح اس کی آخری حدیث کی قرأت کی سعادت مجھے حاصل ہوئی، جب کہ اوائل سنبلیہ بھی پڑھنے کا شرف حاصل کیا گیا، یہ سعادت ہمارے دوست احمد عاشور اور شیخ محمد زیاد التکلہ کے حصہ میں آئی، اور مجالس خاص میں "برالوالدين للإمام البخاري، مسلسلات شاہ ولی اللہ دہلوی، نخبة الفكر از علامہ ابن حجر، اور ''غرامی صحیح''، رسالۂ امام ابوداؤد برائے اہل مکہ بھی پڑھی گئی، اور ہم نے شیخ کی کتاب نوادر الحدیث سے

---

(۱) [مجلة "النصيحة" الفصلية عدد ممتاز عن الشيخ الجونفوري المجلد الثاني العدد: ۳-۴، لكناؤ وبهٹكل ص:۷۹]

بعض حدیثی جوابات جو ضعیف حدیث سے متعلق تھے پڑھے، اور ان کی روایت وعمل کا حکم کیا ہے پڑھے، اور اسی جیسے اور بھی اجزاء پڑھے۔)

اجازت حدیث کا یہ خصوصی سفر حضرۃ الشیخ کے اسفار میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے، جس کے لیے وہ بمشکل تیار ہوئے تھے، اور یہی فرماتے تھے کہ میں کچھ نہیں ہوں، اور میرے پاس کچھ نہیں ہے، زبان حال وقال سے اپنی ذات کا انکار ظاہر ہوتا، اور فرماتے کہ وہاں جانے کا کیا فائدہ ہے، اور فرماتے: ''میں تو ایک دیہاتی ہوں، یہ سب استقبال کیا ہے، سب حدیث شریف کی برکت ہے۔''(۱)

حضرۃ الشیخ کو یہ مرجعیت اور مرکزیت حاصل ہوئی، اس میں ان کے وسعت مطالعہ، وسعت فکر کے ساتھ وسعت نظر کو بھی بڑا دخل تھا، کہ ان کا دامن مسلکی تنگی سے صاف تھا، مولانا یحییٰ نعمانی نے اچھی بات لکھی ہے:

''حدیث سے شغف اور محدثین سلف کے ساتھ معنوی صحبت ومجالست نے ان کے اندر ایک مجتہدانہ ذوق پیدا کر دیا تھا، یہ ذوق ان کو ہمارے حلقے میں منفرد بناتا تھا، مگر حضرت کی وسعت نظر اور ذہنی کشادگی کا یہ عالم تھا کہ ان کو اپنی آراء پر کوئی اصرار نہیں تھا، اور نہ دوسری آراء رکھنے والوں سے کوئی بُعد، ایک مرتبہ اس عاجز سے فرمایا کہ مجھے امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما سے جو محبت ہے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں ہے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: وجہ اس کی یہ ہے کہ مجھے اُن کے علم سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔''(۲)

اس کی تائید علامہ ناصر الدین البانی کے مشہور شاگرد شیخ عاصم قریوتی کے تأثرات سے بھی ہوتی ہے جو علامہ یونس جونپوریؒ کی وفات کے بعد سامنے آئے۔

مسلسلات کا درس اور اس کی اجازت:

مسلسلات کی طویل نشست دورۂ حدیث کے اختتامی سال کے موقع پر حدیث مسلسل بالاولیۃ ''الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ (تبارك وتعالیٰ) ارْحَمُوا مَنْ فِي

(۱) بحوالۂ سابق ص: ۷۹۔ (۲) الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء

الاَرضِ یَرحَمُکُم مَن فِی السَّمَآءِ" جو سنن ابوداؤد کی روایت اور حضرت سفیان بن عیینہ سے پہلی حدیث کی سماعت وقراءت کے طور پر چلی آرہی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ "الفضل المبین في المسلسل من حديث النبی الأمین" میں بھی پہلی حدیث کے طور سے ذکر کی ہے، اور مشائخ حدیث کا یہ معمول بھی ہے کہ وہ اس حدیث کو سب سے پہلے سنا کر اسباق حدیث کی شروعات کرتے ہیں، جس میں ایک لطیف حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو معنوی طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے بڑی مناسبت ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اس رسالہ کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے دو زائد حدیثیں حدیث مسلسل بالضیافۃ حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانوی ثم بھوپالی سے اور حدیث اجابت دعا بالملتزم حضرت مولانا عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی سے اسی تسلسل سے روایت کی ہے جو اس رسالہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بطور دو زائد مسلسل حدیثوں کے شائع کیا ہے۔

حدیث مصافحہ بھی اپنی نوعیت میں اس طور پر منفرد ہے کہ اس کے بیان کرنے پر مصافحہ کیا جاتا ہے، اور حدیث مسلسل بقراءۃ سورۃ الصّف میں اس کا التزام رکھا گیا کہ یہ سورۃ پڑھی جائے، حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی اس سلسلہ میں جو شہرت ہوئی وہ مخفی بات نہیں ان سے حدیث مسلسل یوم العید کی خصوصیت حاصل کرنے کے لیے بعض عرب فضلاء نے عید کے دن یہ روایت حاصل کی۔

یہ خصوصیت ان کو اپنے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے متوارثاً ملی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی اس خصوصیت کے تعلق سے مصنف "حیات خلیل" مولانا محمد ثانی حسنیؒ نے ان کے چھٹے سفر حج کے متعلق مکہ معظمہ کے قیام کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

> "عید کے دن مولانا محمد حسین حبشی ثم المکی کو حضرت مولانا نے حدیث مسلسل بیوم العید کی اجازت عطا فرمائی۔"

یکم شوال المکرّم ۱۳۹۶ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۶ء اتوار کی ڈائری میں مولانا سید سلمان الحسینی ندوی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے سہارن پور کے رمضان کے تذکرہ میں تراویح میں تیسرے وآخری ختم قرآن کی دعا اور ضیافت کا ذکر کرتے ہوئے حدیث

مسلسل بالضیافۃ میں مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی قراءت حدیث کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے:

”وبعد الدعاء أعلن الشيخ أنه قد جرت العادة هنا بأنني أضيفُ الحاضرين ليلة الختم بالتمر والمآء، وذلك قد ثبت بالحديث المسلسل بالتمر والمآء، ويقرأ هذا الحديث بعد الضيافة والقرى، ودعا الشيخ أن لا يجعل هذا العمل ذريعةً إلى البدع والمنكرات وإذا بالضيافة تبدأ، فترى الخدم يحملون صحافًا فيها تمر، وآخرون يحملون أباريق فيها ماء زمزم ممزوجًا بالماء العام، وينشرون في الجمع الذي يتكوّن من ألوف من الناس ويقسمون التمر في الناس، ثم يأتي الحمّالون بالمآء ويسقون الناس من الأباريق، فترى منظرًا عجيبًا، يروعك ويعجبك وتبقى لذّته الأيام والليالي، ويظهر كأن الشيخ قد ملك الدنيا وخرت على قدميه الثروة والأموال، بارك الله في حياته ونفعنا ببركاته، وبعد ما انتهى الخدم من هذه الضيافة المسنونة شرع الشيخ المولوي محمد يونس شيخ الحديث بمدرسة مظاهر علوم حاليًا، في قراءة الحديث المسلسل بالتمر والمآء، فلما قرأ الحديث بالسند المتصل إلى شيخ شيخنا الجليل، قال شيخنا وكان يغلب صوته البكاء والخشية، حدثنا شيخنا ومولانا خليل أحمد السهارنفوري هذا الحديث وأضافنا عدة مرات.“[1]

(ختم قرآن کریم کی دعا کے بعد حضرت شیخؒ نے اعلان کیا کہ یہاں کا معمول ہے کہ اس موقع پر موجود لوگوں کی کھجور زمزم سے ضیافت کرتا ہوں، جو کہ حدیث مسلسل بالتمر والماء (ضیافت زمزم وکھجور) سے ثابت ہے، اور ضیافت کے بعد یہ حدیث پڑھی جاتی ہے، حضرت شیخؒ نے یہ بھی

---

(۱) [مذکّراتي الجزء الثالث صفحة ۱۳۱ ط لكناؤ]

توجہ دلائی کہ اس کو ضروری سمجھ کر بدعت و منکرات کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

جیسے ہی ضیافت شروع ہوتی ہے خدام بڑی پلیٹوں میں کھجور اور دوسرے حضرات پانی کے جگ جس میں زمزم اور دوسرا پانی شامل ہوتا ہے لے کر سبھی لوگوں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں، ہزاروں کے مجمع میں ایک ساتھ اس طرح پھیل جاتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں سب تک رسائی ہو جاتی ہے، یہ منظر بڑا دلکش ہوتا ہے جس کی یاد کئی دن رات تک قائم رہتی ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ حضرت شیخ کی دنیا پر حکومت ہے، اور دنیا ان کے قدموں پر نچھاور ہے، اللہ ان کی حیات میں برکت دے اور ان کی برکات سے ہمیں منتفع فرمائے۔

اس مسنون ضیافت کے بعد شیخ مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم نے حدیث مسلسل بالتمر و الماء پڑھی اور جب انہوں نے بالسند المتصل إلى الشيخ شيخنا الجليل کہا تو حضرت شیخ پر خشیت و بکاء کی عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور اسی کیفیت میں انہوں نے آگے فرمایا: "حدثنا شيخنا ر [illegible] نا خليل احمد السهارنفوری هذا الحديث و اضافنا عدة مرات" کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے یہ حدیث ہمیں سنائی اور ضیافت فرمائی اور ایسا کئی بار ہوا۔)

دارالعلوم دیوبند کے طلبہ بھی حضرت شیخ کے مسلسلات کے درس میں شرکت کا اہتمام کرتے ہیں، ممتاز عالم، فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی دیوبند سے مظاہر اپنی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"حضرت شیخ کے یہاں مسلسلات میں مولانا یونس صاحب کی قراءت کا منظر بڑا اچھا ہوتا تھا۔"

اور حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جون پوری اپنے درس مسلسلات میں مختلف نسبتوں کا خیال فرماتے تھے، اگر رسول اللہ ﷺ سے خاندانی نسبت ہوتی تو اس کو ترجیح دیتے، اچھی

عبارت پڑھنے والوں کو ترجیح دیتے، اسی طرح بڑے علماء ومشائخ اور اپنے محبین سے نسبت رکھنے والوں کو ترجیح دیتے، مولانا سید محمد عفان منصور پوری دار العلوم دیو بند سے درس مسلسلات میں شرکت کے لیے گئے ان کو تینوں خصوصیت حاصل تھی، خاندانی طور پر سیادت کی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے نواسہ ہونے کی نسبت جن کا ان کے خاندان اور علاقہ پر احسان رہا تھا اور اچھی آواز اچھے لہجہ اور رواں وصحیح عبارت خوانی کی خصوصیت سے اس سے ان کو دوسروں پر ترجیح ملی اور حضرۃ الشیخ کی غیر معمولی شفقت وتوجہ بھی حاصل ہوئی۔

طلبۂ حدیث کے لیے ایک خاص اور اہم نصیحت :

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اپنے ملنے والوں اور طلبہ وغیرہ کو ان کے زیادہ کار آمد بننے کے لیے جو ضروری بات محسوس کرتے وہ فرما دیتے تھے، رمضان ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء کی ہی بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے یہاں معتکف میں ان کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمد طاہر حسینی منصور پوری بھی ہوا کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء سے حدیث میں فضیلت کی تکمیل اعلیٰ نمبرات سے کر کے رمضان کے آخری عشرہ میں اپنی تراویح میں ختم قرآن کریم سے فارغ ہو کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے والد ماجد نے حضرت شیخ کے اہم خلفاء سے ان کی ملاقات کرائی، مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت شیخ کی طرف سے تازہ تازہ خلافت حاصل ہوئی تھی اور مسند حدیث میں وہ حضرت شیخ کے گذشتہ آٹھ سال سے جانشینی کر رہے تھے، ان سے یہ بھی بتایا گیا کہ ان کا خاص موضوع حدیث شریف ہے اور اب یہ جامعۃ الامام ریاض بھی حدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لیے جا رہے ہیں، تو حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے کچھ نصیحتیں فرمائیں جس کو مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے اس طرح ذکر کیا ہے:

”ذهب بي أبي لِيُزيرَني بعض الشخصيات الذين اعتكفوا في هذا المسجد الذي يعتكف فيه الشيخ الجليل، فلقينا أوّلاً الشيخ رشيد الدين ختن الشيخ الجليل السيد

حسين أحمد المدني......

ثـم ذهبـنـا إلى شيخ الحديث بمظاهر علوم هذه الأيام الشيـخ محمد يونس وجلسنا عنده دقائق، وذكر له أبي أنني أختـص في الحديث الشريف وأنني سأسافر إن شاء اللّٰه إلى الـريـاض لـلـدرسـات الـعـليـا فـقـال سمعتُ ذلك من شيخ الحديث ثم نَصَحَني بنصائح وقال:

"لَا بُـدَّ أَنْ تَتَـعـلَّـم مخلصًا وَجْهَكَ لربك، لا تتعلم لجاه ولاصيت الخ" وقال موكدًا:

"لا بـد مـن حـفـظ صـحتك فـإني أراك ضعيف البنية، ويظهر من وجهك أن صحتك منحرفة."

اس پرزور دے کر پھر اس کی اہمیت یوں بیان کی کہ:

"احـفـظ صحتك فإن الرجل مهما كثر علمه واتسعت مـعـرفـتـه لا يستطيع الإفادة ونشر العلم إلّا إذا كان صحيحًا، مـعـافي البدن، فلا بد أوّلاً من الصحة ولو أضر ذلك بعلمك فـإن قـلـيـل الـعـلـم قد يقوم بعمل لا يقوم به كثير العلم قليل الصحة فقلت: إن شاء اللّٰه أعمل بنصيحتك."[1]

(والد ماجد نے حضرت شیخؒ کے ساتھ اعتکاف کرنے والے اہم لوگوں سے ملایا جن میں مولانا سید رشید الدین صاحب داماد حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور پھر حضرت مولانا محمد یونسؒ سے ملاقات کرائی، اور مولانا یونسؒ سے جب ہمارے حدیث سے اشتغال اور سفر ریاض کا ذکر کیا تو انہوں نے چند نصیحتیں فرمائیں، ایک تو یہ کہ حصول علم میں پوری طرح مخلص رہا جائے، اور منصب وشہرت پیش نظر رہے، پھر تاکید سے فرمایا کہ صحت کا بہت خیال رکھنا تم کو میں کمزور صحت کا دیکھ رہا ہوں جو تمہارے چہرہ بشرہ سے

(۱) [مذكراتي الجزء الثالث ص:۱۲۳ ط لكهنؤ]

ظاہر ہے، اور مزید فرمایا کہ صحت کا خیال رکھنا ہم نے بعض بڑے ذی علم اور وسیع المطالعہ کو دیکھا کہ وہ مفید نہ بن سکے، اگر صحت صحیح ہوئی تو وہ زیادہ کارآمد ہوئے، علم ومطالعہ میں اگرچہ صحت کے اہتمام کی وجہ سے کچھ فرق ہوتو اس کو گوارہ کر لینا، علم کے ساتھ عمل صحت کے ساتھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی نصیحت پر ان شاء اللہ عمل کروں گا۔)

چند ممتاز شیوخ عرب کی اجازت:

حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے اس سلسلہ میں جن محدثین عصر ومسندین کبار کے نام لیے ہیں وہ اس طرح ہیں:

(۱) العلامة الشيخ عبد الفتاح أبو غده

(۲) الشيخ عبد الله بن أحمد الناخبي، جدة

(۳) الشيخ محمد رياض مالح الحنفي الدمشقي

(٤) الشيخ مالك بن عربي أحمد شريف السنوسي

(٥) الشيخ محمد لؤي الحمسي ثم الدمشقي

(٦) الدكتور عاصم بن عبد الله القريوتي [تلميذ العلامة الباني]

جہاں تک ڈاکٹر عاصم بن عبداللہ قریوتی کا تعلق ہے، ممتاز سلفی عالم ومحدث ہیں انھوں نے حضرۃ الشیخ سے علم حدیث میں اچھا استفادہ بھی کیا ہے، اور اس میں اجازت بھی حاصل کی، اور شیخ کے انتقال پر ان کے جو ذاتی تاثرات سامنے آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیخ کے تبحر علمی، جامعیت، وسطیت، عدم تعصب کے بڑے قائل اور ان کی شخصیت کے بڑے قدرداں ہیں۔

چند ممتاز تلامذہ حدیث واجازت یافتگان:

اجازت حدیث حاصل کرنے والے ممتاز علماء وفضلاء واصحاب درس وافادہ میں حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی (کراچی پاکستان)، مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، مولانا نورالحسن راشد کاندھلویؒ، مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری،

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی، مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی، مولانا فیصل بھٹکلی، مولانا عبدالسلام بھٹکلی، مولانا مفتی سلمان منصور پوری، مولانا ایوب سورتی، مولانا حنیف لوہاروی، مفتی شبیر احمد مدنی، مفتی زید مظاہری ندویؒ مولانا یحیٰ نعمانی ندوی، مولانا مفتی سید عفان منصور پوری، مولانا علی احمد ندوی (جدہ)، استاذ مرغوب امین (مدینہ منورہ)، مولانا یحیٰ بلال منیار مکہ مکرمہ، مولانا سلمان گنگوہی، مولانا محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن)، اور ممتاز علماء میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی (مکہ مکرمہ)، حضرت مولانا یوسف متالا (برطانیہ)، حضرت مولانا عبدالقادر ندوی گجراتی، حضرت مولانا منیر احمد کالینا ممبئی کے نام بھی ہیں۔ ان کے علاوہ محقق العصر مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے حرمین شریفین، عالم اسلام اور مغربی ملکوں میں حضرت مولانا کے چند ممتاز تلامذۂ حدیث کے نام اس طرح ذکر کیے ہیں:

(۱) الشيخ أحمد عاشور [المدينة المنورة]

(۲) الشيخ نظام يعقوبي [بحرين]

(۳) الشيخ زياد بن عمر التكله [السورية، مقيم رياض]

(٤) الشيخ عادل أمين الحزاوي [يمن، مقيم قطر]

(٥) الشيخ محمد بن ناصر العجمي

(٦) الشيخ صفوان عدنان داؤدي [السورية، مقيم المدينة المنورة]

(۷) الشيخ د. محمد الحريرى، جدة

(۸) الشيخ عبد الله بن أحمد التوم، جدة

(۹) الشيخ حامد بن أكرم البخاري، المدينة المنورة

(۱۰) الشيخ عامر بن محمد فداء، بهجت، المدينة المنورة

(۱۱) الشيخ فريد الباجي، جامعة الزيتونة، تونس

(۱۲) الشيخ مجد مكي، الرياض/قطر

ان کے علاوہ بھی ایسے اصحاب فضل وکمال کی بڑی تعداد ہے جس نے ان سے مظاہر علوم میں اور پھر ان کے اسفار ہند وعرب اور یورپ وافریقہ میں استفادہ کیا اور اجازت حدیث

حاصل کی جس کی تفصیل کا موقع نہیں، یہ ایک کتاب کا موضوع ہے اور مختلف بڑے مسندین ومحدثین کے تبحرین اور تلامذہ پر کتابیں آچکی ہیں، جیسے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے متعلق امدادالفتاح وغیرہ مولانا ڈاکٹر اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) نے علامہ شیخ محمد یونس جون پوری کے متعلق کتاب "الفرائد فی عوالی الأسانید و غوالی الفوائد ثبت العلامة المحدث الشیخ محمد یونس الجونفوري" میں اچھا موادا کٹھا کردیا ہے اس کی دوسری زبانوں میں ترجمے کی ضرورت ہے۔

آٹھواں باب

سلوک وتصوف اور سلسلۂ بیعت وارشاد

ہندوستان میں صاحب سلسلہ مشائخ ومصلحین کی خدمات اور مسلم فاتحین وحکمرانوں کا ان سے ربط وتعلق:

ہندستان کی مٹی میں جو درد وسوز اور محبت وعشق کی آمیزش ہے اس نے اس کی آغوش میں پلنے بڑھنے والوں کو محبت کے ہر پیام کو قبول کرنے میں لپکنے والا بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرزمین ہند نے اس مزاج کے حامل لوگوں کو اپنے دلوں میں جگہ دی، تصوف واحسان جس کا بندوں کے سلسلہ میں لب لباب یہ ہے کہ ''جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسرے کے لیے پسند کرو، الفت ومحبت سے پیش آو، کسی کے لیے بھی کانٹا نہ بنو اور مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لیے سرگرداں اور کوشاں رہو'' کے حاملین اور اس کے سلسلوں کے مشائخ ایمانی واسلامی تعلیمات دنیا بھر میں پھیلانے میں مصروف رہے اور پھیل جانے کے بعد دنیا کے مختلف خطوں میں ان تعلیمات کو دلوں میں اتارنے کا کام کرتے رہے، ان سلسلوں میں چار سلسلوں کو زیادہ شہرت اور مقبولیت ملی، جنہیں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بلاد عربیہ وبراعظم افریقہ کے مسلم ممالک میں شاذلیہ، ادریسیہ، سنوسیہ، اور عیدروسیہ سلسلوں نے بھی امت کو عظیم مصلح، داعی اور فاتح عطا کیے، پھر ہندستان روحانی سلسلوں کا بڑا مرکز بن گیا اور بڑی حد تک اسی مرکز سے دنیا کے دوسرے ملکوں اور خطوں میں فیض منتقل ہو رہا ہے۔ اس میں بھی زیادہ قوت وتاثیر کے ساتھ چشتی سلسلہ کو اس ملک میں فروغ ہوا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ۔

''غرض معلوم ونامعلوم حکمتوں کی بنا پر قدرت الٰہی نے ہندستان

میں اسلام کے تعارف اور اشاعت کے لیے اس سلسلہ کا انتخاب فرمایا اور چشتیوں کو ہندستان کی طرف رُخ کرنے کا اشارۂ غیبی ہوا، سب سے پہلے جس چشتی شیخ نے ہندستان کی طرف عنان عزیمت موڑی وہ خواجہ ابو محمد چشتی (م ۴۰۹ یا ۴۱۱ھ) تھے جن کی دعائیں اور بابرکت ذات سلطان محمود غزنویؒ کی فتوحات کی پشت پناہ تھی۔"(۱)

اور بقول مولانا جامی (صاحب نفحات الانس):

"سلطان محمود کے ہندستان کی طرف قصد پر خواجہ ان کی مدد کے لیے اپنے متعلقین کے ساتھ آئے تھے اور بنفس نفیس جہاد میں شرکت کی تھی۔"

تقریباً دوصدی کا عرصہ گزرنے پر اس تعلق اور کام کی پھر تجدید ہوئی، اس تبدیلی کے ساتھ کہ غزنوی سلطان کی جگہ غوری سلطان فاتح تھے۔ اور خواجہ ابو محمد چشتی کی جگہ خواجہ معین الدین چشتی کی دعائیں اور حمایت پشت پناہ تھی اور بات وہی ہے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھی ہے کہ:

"جس طرح محمود کی سیاسی فتح کی تکمیل اور اسلامی سلطنت کے استحکام واستقلال کی سعادت سلطان شہاب الدین غوریؒ کے لیے مقدر تھی، خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے کام کی تکمیل اور اسلام کی عمومی اشاعت اور مستحکم اسلامی مرکز رشد وہدایت کا کام اسی سلسلہ کے ایک شیخ، شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین سجزی (چشتی) کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔"(۲)

ہندستان میں مسلم فاتحین کا یہ رشتہ جس طرح چشتی اکابر وشیوخ کے ساتھ گہرا اور پائیدار نظر آتا ہے۔ اسی طرح سیاست وروحانیت کا یہ امتزاج سلسلۂ نقشبندیہ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، یہی سلطان محمود غزنویؒ جن کو ایک چشتی بزرگ خواجہ ابو محمدؒ کی دعائیں توجہات اور حمایت حاصل تھی تو دوسری طرف نقشبندی سلسلہ کی ایک جلیل القدر شخصیت شیخ ابوالحسن خرقانی (م ۴۲۵ھ) کی دعائیں، حمایت اور توجہات ہم رکاب تھیں اسلامی علوم واعلام کے سب سے بڑے اور مستند مؤرخ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں سلطان محمود غزنویؒ کی ان کی خدمت میں حاضری اور شیخ کا ان کی طرف عنایت وتوجہ فرمانا اور دعا ونصیحت کا ذکر کیا ہے۔ اور تاریخ ہند

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت ۳/۲۳۔ (۲) تاریخ دعوت وعزیمت ۳/۲۳۔

کی مشہور اور معتبر کتاب ''تاریخ فرشتہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس تعلق کی تجدید پھر اس وقت سامنے آئی جب مغل سلطنت کے بانی ظہیر الدین محمد بابر نے نقشبندی سلسلہ کی ایک دوسری عظیم المرتبت شخصیت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی سے تعلق قائم کیا اور اپنی سیاسی فتح کے لیے ان کی دعاؤں کو ناگزیر جانا اور اس کی تکمیل ان کے سلسلہ کے روحانی جانشین وفرزند حضرت مجدد الف ثانی امام احمد سرہندی کے ذریعہ عمل میں آئی کہ انہوں نے بابر کے بعد کے جانشینوں میں سے ایک ''جہانگیر'' پر محنت کی اور پھر حضرت مجدد صاحب کے فرزند خواجہ محمد معصومؒ نے جہانگیر کے پوتے اورنگ زیب عالمگیر کی دینی تعلیم وتربیت کا بیڑا اٹھایا، جنھوں نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہندستان میں سبھی رہنے والوں کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت عدل وانصاف قائم کیا، اور جس کا جو حق تھا اس کو اس کا حق دیا اور اپنے نظام زندگی وطرز حکمرانی میں خلفاء راشدین کو مثال بنایا اور پورے ملک میں امن وامان قائم کردیا جس طرح چشتی فیض کا سب سے بڑا ذریعہ ہندستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی تھے اسی طرح نقشبندی فیض کا سب سے بڑا ذریعہ یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت تھی اس فرق کے ساتھ کہ اوّل الذکر کو بانی سلسلہ کی حیثیت حاصل تھی اور ثانی الذکر کو مجدد سلسلہ کا مقام حاصل ہوا۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور امیر المومنین حضرت سیّد احمد شہید رائے بریلویؒ کے فیوض وبرکات اور اس کے محیر العقول اثرات ونتائج:

نقشبندی ومجددی سلسلہ کو حضرت مجدد الف ثانی کے اعاظم خلفاء میں سے دو بزرگ حضرت سید آدم بنوری اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے ذریعہ زیادہ وسیع پیمانہ پر فروغ حاصل ہوا اور سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کی ان دونوں شاخوں کے اثرات ہندستان اور ہندستان سے باہر پڑے اور پھیلے، حضرت سید آدم بنوری کے سلسلہ کو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ جیسی شخصیتیں مل گئیں جن کی فیض رسانی سے ایک عالم منور ہو رہا ہے، فیض رسانی کا یہ سلسلہ جامعہ مظاہر علوم کے بانیوں اور سرپرستوں تک پہنچا۔

مظاہر علوم کے مؤسسین میں تین اہم نام مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ (م۱۲۸۶ھ) مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (م۱۲۹۷ھ) اور مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (م۱۳۰۲ھ) کے سامنے آتے ہیں جن میں سرفہرست مولانا سعادت علی صاحبؒ کا نام ہے جو امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے ایک فرد تھے، اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، مولانا احمد علی صاحب محدثؒ کو بھی حضرت سید صاحبؒ سے نسبت حاصل تھی اس طور پر کہ ان کے استاذ حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ حضرت سید صاحبؒ کے اعاظم خلفاء میں سے ایک تھے، مزید ان کے دوسرے استاذ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نواسہ وتلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بھی حضرت سید صاحب کے معتمدین وانصار وافراد جماعت میں تھے، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی جن کو نقشبندی ومجددی فیض حضرت سید آدم بنوری اور خواجہ محمد معصوم دونوں واسطوں سے ملا تھا، خواجہ محمد معصوم کے سلسلہ کے چوٹی کے بزرگ حضرت شاہ غلام علی مجددی تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد کردی نے ان کا فیض شام، عراق اور ترکی وغیرہ میں پھیلایا اور علامہ ابن عابدین شامی اور ترکی کے شیخ بدیع الزماں سعید النورسی کی جلیل القدر شخصیتیں ظہور میں آئیں، انہی کے حلقۂ استرشاد میں ایک حضرت شاہ ابوسعید مجددی والد ومربی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی تھے، حضرت شاہ ابوسعید مجددی نے حضرت شاہ آدم بنوری کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی کی قائم کردہ تربیت گاہ تکیہ کلاں رائے بریلی میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت وتربیت میں رہ کر وقت گزارا تھا۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مرتبط لوگوں میں سہارن پور کے حکیم سید احمد حسین سہارن پوری کا بھی نام آتا ہے، وہ مظاہر علوم کے بانیوں میں تو نہیں گنے جاتے، مگر اس کے قیام واستحکام میں ان کا اہم تعاون شامل رہا ہے اور آج اس بین الاقوامی درس گاہ کے دار جدید کی تعلیمی وانتظامی باگ ڈور ان کے ہی افراد خاندان کے ہاتھ میں ہے، مولانا سید محمد سلمان مظاہری (ناظم مظاہر علوم)، مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری سکریٹری (امین عام) اور مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری صدر مدرس وشیخ الحدیث ان کے ہی خانوادہ کے چشم وچراغ اور باہوش ارباب بست وکشاد میں ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کا فیض بھی یہیں

سے جاری ہے۔ دارِ قدیم کے ناظم و متولی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ تھے اور اب ان کے برادر زادہ مولانا محمد سعیدی صاحب ہیں۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ سہارن پور کے وقت حکیم صاحب نے اپنے محلّہ کی مسجد اور اپنے مکان پر حضرت سید صاحب کو مدعو کیا تھا۔ حضرت سید صاحب نے دعوت منظور کی اور وہاں برکت کی دعا کی اور ان کے گھر کے بچوں پر دست شفقت بھی پھیرا، مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری دام مجدہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"راقم سطور کے اجداد میں ایک بزرگ شخصیت مولانا الحاج حکیم سید احمد حسین صاحب سہارن پوری نور اللہ مرقدہٗ کی تھی جو انتہائی صالح اور برگزیدہ افراد میں سے تھے، ہر شخص ان کی پاکیزہ عادات وخصائل سے متاثر تھا، خاندانی روایات مشہورہ اور قدیم کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خادم خاص، مرید باختصاص اور حضرت نور اللہ مرقدہ کی جانب سے مجاز بیعت بھی تھے، دادا صاحب مرحوم کی درخواست پر حضرت سید صاحب آپ کے مکان اور محلّہ کی مسجد (مسجد حکیمان ومفتیان) میں بھی تشریف لائے اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے دونوں جگہوں کو نوازا، مکان میں تشریف آوری کے موقع پر دادا صاحب نے جلدی جلدی اپنے گھرانے اور خاندان کے نوعمر بچوں کو خدمت والا میں پیش کر کے درخواست کی کہ اپنا دست مبارک ان بچوں کے سروں پر رکھ دیں اور دعا کریں، سید صاحب نے اس درخواست کو قبول فرما کر ہر ایک کے سر پر دست مبارک کو رکھا اور برکت کی دعا فرمائی اس دعا کی اثر انگیزی اور دست مبارک کی قوت تاثیر کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کہ ان بچوں میں اور پھر ان سے چلنے والی نسلوں میں آج تک دین اور علم دین کے گہرے نقوش موجود ہیں۔ اور قرآن وحدیث ان کا مشغلۂ زندگی بنا ہوا ہے۔ لیکن جو اس وقت حاضر نہ ہو سکے اور سید صاحب کی دعاؤں میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کی لائن ہی بدل گئی اور وہ

دینی علوم سے بہت دور ہوتے چلے گئے۔[1]

جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کا مزاج و مذاق:

مظاہر علوم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (م۱۳۲۳ھ) کی سرپرستی حاصل ہوئی ان کی شخصیت اپنے وقت میں مرجع خلائق بنی ہوئی تھی علم و فضل میں بھی انہیں مرجعیت حاصل تھی اور معرفت و سلوک میں بھی مرکزیت رکھتے تھے، توحید و سنت کا لواء ان کے ہی ہاتھ میں تھا، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ و طریق کی خصوصیت اور اس کی روح کو جس طرح آپ نے سمجھا اور اس سے کام لیا تھا اس میں کوئی دوسرا آپ کے ہم پلہ نظر نہیں آتا تھا، ان کا حضرت سید صاحب سے عقیدت و محبت کا یہ حال تھا کہ فرمانے لگے:

> ”مجھ کو حضرت سید احمد صاحب کے ساتھ اعلیٰ درجے کی محبت وعقیدت ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے پیر شاہ عبدالعزیز سے بڑھ کر ہیں۔“

اور یہ بھی فرمایا کہ:

> ”سید صاحب توحید و رسالت واتباع سنت پر بیعت لیتے تھے اور بس، سید صاحب اتباع سنت کی از حد تاکید فرماتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی اور مخالف تھے۔“[2]

اور یہ بھی فرمایا کہ:

> ”سب مشائخ طبیب امت ہیں، اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کے اعتبار سے انہوں نے طریق رکھے ہیں، سب کا حال ایک ہے اور سب کا خلاصہ اتباع سنت ہے بعد کو لوگوں نے بدعتیں داخل کردی تھیں، اُن کے مجدد حضرت سید صاحبؒ ہوئے۔“[3]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو حضرت سید صاحب شہید قدس سرہٗ کے طریق سے

---

(۱) علمائے مظاہر علوم سہارن پور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد اوّل ۱۶۳/۱۶۴۔

(۲) ملاحظہ سیرت سید احمد شہید ۲/ ۵۳۸۔ (۳) سیرت سید احمد شہید ۲/ ۳۵۵ بحوالہ ارواح ثلثہ۔

نسبت ومناسبت حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اور میاں نور محمد جھنجھانوی کے واسطہ سے تھی، حضرت حاجی صاحب کو برکۃً بیعت بھی فرمالیا تھا، ان کے شیخ میاں نور محمد جھنجھانوی اپنے شیخ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عالی مرتبت بزرگ حاجی سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوجانے کے بعد بیعت ہوگئے تھے اور دونوں سے خلافت حاصل کی تھی، حضرت حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونے کے بعد فرمایا تھا کہ۔

"جب اللہ نے ان سید صاحب کو سہارن پور پہنچایا اور مجھ سے ملایا، مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کا طریقہ دیکھا۔"(۱)

"میں نے اپنے سب مریدوں سے کہا اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو اب دوسری مرتبہ ان سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرو اور جو نہ کرے گا، وہ جانے، میں نے آگاہ کردیا ہے اس کا مواخذہ قیامت کے روز مجھ سے نہیں ہوگا، پھر دوبارہ سب نے بیعت کی۔"(۲)

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیات وامتیازات عطا کی تھیں ان میں ایک اعلیٰ درجہ کی صلاحیت مردم شناسی ومردان کار کی تربیت تھی، حضرت سید احمد شہید طرق ثلاثہ چشتیہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے اور ان تینوں سلسلوں میں اپنے مسترشدین میں سے مجاز بناتے تھے، باوجودیکہ حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھا، اور وہ ان کے ساتھ رہے البتہ بالاکوٹ کے معرکہ سے پہلے مایار کے معرکہ میں شہید ہوگئے، وہیں ان کی قبر ہے، مگر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی اور بعض دوسری شخصیات کو برسرپیکار ہونے کے بجائے تربیت رجال وارشاد امت کے کام میں لگایا، جس کا فائدہ آج امت کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے، میاں جی نور محمد جھنجھانوی نے ایک جگہ بیٹھ کر بچوں کو بنیادی دینی تعلیم کے کام میں مشغول رہ کر نئی نسل کی تربیت کا کام کیا اور تربیت وسلوک واصلاح باطن کی بھی اس کے طالبین کو تعلیم دی، جس میں سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کو بڑی شہرت ومقبولیت

---

(۱) سیرت سید احمد شہید ۲/۳۵۵ بحوالہ ارواح ثلثہ (۲) بحوالۂ سابق۔

ملی، انہیں جو متعدی نسبت حاصل ہوئی تھی اس سے استفادہ کے لیے دیگر حلقہائے تصوف بھی ان سے مرتبط ہوئے، مگر قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ذریعہ سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کا وہ فیض جو حضرت میاں نور محمد جھنجھانویؒ کے توسط سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو پہنچا تھا زیادہ عام ہوا۔ اور حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ کے ہی خلفاء نے مظاہر علوم کے تنظیمی و تعلیمی کاموں کو انجام دیا۔

مظاہر علوم کے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہیؒ کے صحیح جانشین تھے اور ان سے ان کی یہ نسبت زیادہ طاقت ور طریقہ سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ بانی جماعت تبلیغ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ میں منتقل ہوئی، جن کے انفاس قدسیہ سے ایک عالم منور ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی دعوتی و تبلیغی تحریک اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلفاء کے کام کے ذریعہ اللہ سے بندوں کے تعلق جوڑنے کا کام وسیع اور عالمگیر پیمانہ پر جاری ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک دوسری طاقت ور شخصیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) ہے کہ جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) کے جانشین تھے اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاص طریقہ، طریقۂ محمدیہ کے حامل تھے حضرت سید صاحب کی تاثیر کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

> ''شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتیؒ سے جو لوگ اُن سے سید صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے ان کی حالت نہایت اچھی تھی اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا اور جو لوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے ان کی حالت اس درجہ کی نہیں تھی۔ [۱]

---

(۱) سیرت سید احمد شہید ۲/۵۵۴۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو سلسلۂ رائے پوری کے عظیم المرتبت شیخ حضرت شاہ سید نفیس الحسینی قدس سرہ کی کتاب ''حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سید احمد شہیدؒ سے روحانی رشتے''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ بھی چاروں مشہور سلسلوں کی نسبتوں کے حامل تھے اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ انہیں مجدد تصوف وسلوک فرمایا کرتے تھے (جیسا کہ راقم نے اپنے مرشد ومربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو فرماتے ہوئے سنا ہے) ان سے مظاہر علوم کے ناظم اور بلند پایہ مربی ومرشد حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری وابستہ تھے اور اجلۂ خلفاء میں سے ایک تھے، حضرت مولانا اسعد اللہ کے حلقۂ استرشاد میں دو بڑی برگزیدہ شخصیتیں آئیں جن سے ان سلاسل کے فیض کو زیادہ عمومیت ملی ایک حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی بانی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ہیں دوسرے حضرت مفتی مظفر حسینؒ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور، انہی میں ایک تیسرا نام حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کا بھی ہے، اسی طرح مظاہر علوم کے جلیل القدر استاذ حدیث مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری بھی، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، مظاہر علوم کے کثیر التعداد فضلاء نے بھی حضرت تھانویؒ سے کسب فیض کیا اور اصلاح باطن وتزکیہ میں اونچا مقام پیدا کیا، اس سلسلہ کی بہت مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو وہ بھی طویل ہوجائے گی۔ محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق حقیؒ (ہردوئی) اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے جو تا زندگی تربیت وارشاد کے کام میں مصروف عمل تھے۔ اس طرح مظاہر علوم کا علم ظاہر کے فروغ واشاعت کے ساتھ علم باطن کے فروغ میں بھی بڑا اور نمایاں حصہ ہے، فضلائے مظاہر علوم نے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (وفات ۱۳۱۳ھ) سے بھی استفادہ کیا اور ان کے بعض جلیل القدر خلفاء سے بھی فیض اٹھایا، وہ سلسلۂ مجددیہ معصومیہ کے شیخ حضرت شاہ محمد آفاق کے خلیفہ تھے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ جنھوں نے مظاہر علوم میں حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کے پاس ایک برس گزارا تھا اور علم حدیث میں استفادہ کیا تھا، وہ حضرت شاہ فضل رحمٰن کے ہی خلیفۂ اعظم تھے، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مظاہر علوم کے اکابر کو چشتی سلسلہ سے خاص مناسبت رہی ہے، چشتی سلسلہ کا فیض حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر کے دو خلفاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ علی صابر کلیریؒ سے زیادہ عام ہوا، خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلفاء ہندستان کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تھے، جنوبی ہندستان کے علاقہ اورنگ آباد وگلبرگہ

وغیرہ اور مشرقی ہندستان میں بنگال میں اس کے اہم مراکز قائم تھے، پنڈوہ بنگال سے یہ فیض مانک پور اور پھر دہلی اور اس کے اطراف میں پہنچا، اور ولی اللٰہی تربیت گاہ سے اس کی روشنی بھی پھیلی، البتہ شیخ علی صابر کلیری کے صرف ایک خلیفہ تھے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، شیخ شمس الدین ترک کو مخدوم کبیر الاولیاء محمود پانی پتی کی شکل میں عالی مرتبت مرید ملے ان کے توسط سے اس سلسلہ کو شیخ احمد عبدالحق ردولوی کی شخصیت مل گئی، پھر چند واسطوں سے شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی شخصیت نے اس سلسلہ کو چار چاند لگائے، یہی شیخ عبدالقدوس گنگوہی ہیں جن کو سہروردی سلسلہ میں شیخ محمد بن قاسم اودھیؒ کے توسط سے فیض حاصل تھا، اس سلسلہ میں جو شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ذریعہ ہندستان پہنچا، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی نام ور شخصیت بھی ہے۔

جہاں تک صابریہ سلسلہ کا تعلق ہے تو پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی یہ بات بجا ہے کہ

> ''اس کے نظام کو ترتیب دینا اور پھیلانا شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ہی کا کام تھا، مریدوں کے نام ان کے خطوط یہ بتاتے ہیں کہ وہ ان کی روحانی تعلیم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی حال میں ان کی طرف سے غفلت نہ برتی جائے۔''(۱)
>
> ''تاریخی حقائق یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی شخصیت وہ پہلی شخصیت ہے جس نے حکام وامرا اور فاتحین پر بھی اثر ڈالا، پروفیسر نظامی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے اصلاح وتربیت کی خاطر حکومت سے رابطہ پیدا کیا۔''(۲)

آخری دور میں صابریہ سلسلہ کا مرکز امروہہ بنا، یہاں شاہ عضدالدین، شاہ عبدالہادی اور شاہ عبدالباری یکے بعد دیگرے مسند ارشاد وتربیت پر بیٹھے، شاہ عبدالباری امروہوی کو حاجی سید عبدالرحیم افغانی (ولایتی) جیسا عالی حوصلہ مرید ملا، جو اپنی قوت تاثیر وکشش اور نسبت باطنی میں بڑا مقام رکھتے تھے، ان کو سلسلہ قادریہ قمیصیہ میں شاہ رحم علی سے بھی

---

(۱) تاریخ مشائخ چشت از جناب خلیق احمد نظامی صفحہ ۲۲۲ (۲) ص: ۲۲۳۔

نسبت حاصل تھی، میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ نے ان ہی حاجی سید عبدالرحیم سے سلسلہ صابریہ چشتیہ کے اصولوں کو سیکھا اور ان اصول کے مطابق مدارج سلوک طے کیے ان سے حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے اپنا چراغ جلایا اوران کی روشنی صرف ہندستان تک محدود نہ رہی بلکہ دنیا کے مختلف خطوں میں پہنچ گئی، آخر میں مظاہر علوم کے علماء اعلام نے اس روشنی کو اپنے قلوب میں محفوظ کر کے ایک عالم کو منور کرنے کا کام کیا، ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (متوفی ۱۹۴۴ء) کو سب سے کامیاب قرار دیتے ہوئے مصنف تاریخ مشائخ چشت نے لکھا ہے کہ:

"گزشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا، جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا۔"

لیکن مظاہر علوم کے تعلق سے یہ بات دیکھی جائے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (۱۹۸۲ء) پر زیادہ صادق آتی ہے۔

رائے پور کی خانقاہ جس کے بانی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری مظاہر علوم کے سرپرست تھے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا،، ان کے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے دور میں اس کے متعلق ان کے خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنا تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

"آج بھی رائے پور میں حضرت مولانا عبدالقادرؒ کی خانقاہ سلسلۂ چشتیہ کی قدیم خانقاہوں کی یک سوئی، سرگرمی، یاد حق کی مشغولی اور درد ومحبت کی گرم بازاری کی یاد تازہ کرتی ہے۔"(۱)

اور اس سلسلہ سے وابستہ دیگر مشائخ وعارفین اور مصلحین کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اس سلسلہ (صابریہ چشتیہ) میں بڑے نامور مشائخ عارف ومحقق ومصلح پیدا ہوئے۔ مثلاً حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولویؒ جن کی ذات بابرکات کو بعض اہل نظر نے نویں صدی کا مجدد بھی شمار کیا ہے، حضرت شیخ

---

(۱) سوانح رائے پوری/۴۹۔

عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ، شیخ العرب والعجم
حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ،
قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند)، حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ،
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ،
حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، شیخ
الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ہمارے اس دور میں اللہ تعالیٰ
نے اسی سلسلہ سے حفاظت وتجدید دین کا عالم گیر کام لیا اور اس وقت سب
سے زیادہ وسیع متحرک وفعال یہی سلسلہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم
کی تعلیمی خدمات اور مولانا تھانویؒ کی تصنیفات ومواعظ سے اور پھر آخر
میں مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی تحریک دعوت وتبلیغ سے اس سلسلہ کے
فیوض عالم گیر ہوئے۔ (۱)

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس ادارہ پر خصوصی فضل وانعام ہے کہ موجودہ دور میں کتاب وسنت کی تعلیم اور تربیت واصلاح باطن کے ذریعہ عالمی پیمانہ پر یہاں کا نفع پہنچ رہا ہے۔ سلاسل تصوف کے امتیازات اور خصوصیات نیز حضرت مجدد الف ثانی اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ، حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم وافادہ کو اس ادارہ کے ذریعہ عمومیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور آخر میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ تعالیٰ کی شخصیتیں چشمۂ فیض بن کر سامنے آئیں۔ اور آج اس کے اثرات الحمدللہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کی نسبت حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نوراللہ مرقدہٗ کو زیادہ وسعت کے ساتھ حاصل ہوئی جن کو انہوں نے اپنی مسند درس گاہ پر خود بٹھا دیا تھا، معرفت الٰہی کے حصول اور تقرب باللہ کا مؤثر اور تیز رفتار ذریعہ ہونے کے ساتھ ارشاد خلق، وتعلیم امت کا بہترین راستہ بھی ہے۔

(۱) سوانح رائے پوری/ ۴۸، ۴۹

حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی جامعیت وربانیت:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کو معرفت الٰہی، ربانیت صادق، سوز عشق کی جو دولت ملی تھی وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی صحبت کی برکت کہیں اور ان کے ذریعہ سلاسل حق سے وابستگی کا فیضان قرار دیں، یا حدیث شریف سے شغف کہیں اور حب رسول کا نتیجہ اور ثمرہ سمجھا جائے انہوں نے اس کے ذریعہ وہ مدارج سلوک ومعارج ولایت طے کیے تھے، جس میں وہ اس راہ سے جو ان کے لیے ان کے شیخ ومربی (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی) نے اختیار کی تھی، اپنی مثال آپ بن گئے تھے، انہوں نے حدیث شریف کی خدمت، اس کی تدریس، اس سے اشتغال، اس کے مطالعہ اور حدیث شریف کی مسلسل تلاش اور اس کی قدیم وجدید کتابوں کی جستجو اور اس کے علماء سے ملاقات، مراسلت اور اجازت حدیث کے حصول کے لیے سفر اور اس شرف وسعادت میں دوسروں کو شریک کرنے کے لیے جن کی سچی طلب کا علم ہوتا دوسرے مقامات کے سفر، یہاں تک کہ ملک سے بہت دور یورپ وغیرہ کے سفر فرماتے تھے، حدیث شریف سے اس گہرے تعلق کے نتیجہ میں ان کے اندر خاص قسم کی فراست ایمانی اور صلاحیت ادراک وقوت اشراق بڑھ گئی تھی جس سے ان کے روحانی ارتقاء کا اندازہ خواص کے ساتھ عام لوگ بھی لگا لیتے تھے، وہ اس کے ساتھ کھانے پینے میں بھی بہت محتاط تھے، اور گناہوں سے بڑے پرہیز گار پھر ان سب کے ساتھ ان اوراد ووظائف کے بڑے پابند تھے جس کی انہیں ان کے شیخ نے تلقین فرمائی تھی اور ان ہدایات پر بڑے کاربند تھے جو انہیں ان کے مشائخ نے کی تھیں، ان کو ان کے شیخ بیعت واصلاح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی اجازت بیعت وارشاد سے پہلے ان کے شیخ تربیت واستاذ مشفق حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری ناظم مظاہر علوم سہارن پور نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا تھا، جس کا علم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو ہوا تو فرمایا مجھے تم کو اجازت دینے کا خیال پہلے سے تھا، مگر تکبر کی بو محسوس کرتا تھا اس لیے موخر کی، اور ناظم صاحب کی اجازت کا ذکر کرتے ہوئے خود بھی مجاز فرمایا۔ حضرت مولانا جونپوریؒ نے آخر تک ان دونوں اجازتوں کا پورا خیال رکھا، اور ارشاد وتربیت میں اپنے

دونوں شیخ کے شیوخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اصول تربیت کا بھی خیال رکھا۔ اور محبت وعقیدت وعظمت میں بھی اپنے ان بلاواسطہ مشائخ اور بالواسطہ مشائخ کا خیال ولحاظ ایسا رکھا کہ کبھی یہ محسوس ہوتا کہ آپ کا ادھر زیادہ جھکاؤ ہے اور کبھی خیال آتا کہ آپ کا اُدھر زیادہ میلان ہے۔

ذکر طریقۂ قادریہ کے مطابق جہری فرماتے تھے تین تسبیحات نفی اثبات افضل الذکر "لا إلٰه إلّا الله" کی اور پھر پانچ تسبیحات اثبات محض کی، یعنی "اللہ اللہ" کی اس میں اضافہ بھی کرتے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو اس کی تعلیم دیتے، اور ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اضافہ بھی فرماتے بعض مسترشدین نے راقم کو بتایا کہ انہیں ایک ہزار کی تعداد بتائی، ذکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتے، اور اس علاجی ذکر کی طرف اہل علم کو خصوصی توجہ دلاتے اور بعض اہل ارادت کو یہ کہہ کر بھی متوجہ فرمایا کہ یہ ذکر اگر کرتے ہوئے تو کتنی ترقی کر جاتے، کسی نے عرض کیا کہ حضرت! تین تسبیحات کا معمول ہے یعنی استغفار درود شریف اور تیسرا کلمہ فرمایا یہ تو ابتدائی ہے، سبق بڑھاؤ، یا اسی طرح کی کوئی بات فرمائی، لیکن ان سب کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کی کثرت، اور درود شریف کی کثرت کو بہت کہتے کہ ایک تو اللہ کا کلام ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا عمل ہے، جو اس نے اپنی مخلوق کو دے دیا، اس کے ساتھ مسنون دعاؤں کے اہتمام کی تاکید فرماتے، اور جو عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کے محیر العقول اثرات کا انہیں ایسا یقین تھا کہ اسی جذبہ اور عزیمت سے اسے کرنے کی کوشش کرتے، ان کا یہ حال خاص طور پر حج کے مناسک کی ادائیگی میں ظاہر ہوتا کہ پھر انہیں اپنی معذوری، پیرانہ سالی، اور کسی بات کا ذرا خیال نہ ہوتا، پس اس کا خیال ہوتا کہ کس طرح اپنی لحات واوقات میں ان اعمال کی ادائیگی اسی کمیت وکیفیت کے ساتھ ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، فرض نمازوں کے ساتھ نماز کی سنتوں، آداب، اور تہجد، چاشت، اوّابین وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ فجر کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کے بعد غروب شمس تک ذکر و تسبیح میں مشغولیت بھی یہی جذبہ کراتا، اور اپنے متعلقین ومتوسلین سے بھی اس کے خواہاں ہوئے، قلبی ذکر پاس انفاس، اور مراقبہ دعائیہ اور دوسرے اعمال واشغال بھی تھے، لیکن اپنے لیے ان سب کے اہتمام کے ساتھ

مطالعہ حدیث کا سب سے بڑا وظیفہ سمجھا اور آخر وقت تک یہی اشتغال رہا، اور یہ سب کچھ حب رسول کی وجہ سے تھا جو ان کے رگ وریشہ، خون و پوست میں پیوست اور دل و دماغ میں سرایت کیے ہوئے تھی، اور ان کے خمیر میں حب رسولؐ تھا جو ان کی ہر ادا سے جھلکتا تھا، مولانا محمد یحییٰ نعمانی اپنا تأثر اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

> ''اس عاجز کا خیال ہے کہ حدیث نبوی ہی ان کا اوڑھنا بچھونا، اسی کا عشق ان کی غذا اور اسی کا تذکرہ ان کا شوق اور اسی کی اتباع، ان کا مقصد زندگی تھا، زندگی میں اس کے علاوہ کوئی امنگ نہ تھی، نہ حوصلہ، نہ کسی شئی میں لذت، نہ کشش، عشق رسولؐ نے ان کو حدیث کا اسیر و خادم نہیں بنایا تھا بلکہ یہ حدیث شریف تھی جس نے ان کے دل میں محبت رسول کی حرارت اور وارفتگی کی سوزش پیدا کر دی تھی۔''(۱)

حضرت مولانا درود شریف خود بھی بہت پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین اور تاکید فرماتے، انہیں ان کے شیخ و مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اس کی تاکید بھی فرمائی تھی، جیسا کہ ان کے تلمیذ ارشد مولانا محمد حنیف لوہاروی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا:

> ''حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ) مجھ سے فرمایا کرتے تھے، یونس ہمیشہ درود شریف کا اہتمام کرنا کیوں کہ میں نے اس کے بڑے فائدے دیکھے ہیں۔''(۲)

سنت کی اتباع سبھی علمائے حق اور مشائخ و اولیاء کا خاصہ رہا ہے، اتباع سنت کا حال یہ تھا کہ عام باتوں میں بھی اس کا پورا خیال رکھتے، مزاج کے اتار چڑھاؤ سے کوئی بات اس کے موافق نہ ہوتی تو معافی مانگنے اور استغفار و توبہ میں دیر نہ کرتے، کئی دہائیوں پرانی بات یاد کر کے معافی مانگنے میں پس و پیش نہیں کیا، وفات سے چند دن پہلے کی بات ہے ایک صاحب کو پچاس سال پرانی بات یاد دلا کر معافی مانگی کہ ہم نے حضرت شیخ سے تمہاری شکایت کی تھی، جب کہ ان کا یہ عمل دینی وانسانی حقوق کی بنیاد پر اور خیر خواہانہ تھا مگر انہیں شبہ ہوا کہ یہ عمل چغلی یا غیبت

---

(۱) الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ۔ (۲) حراء کا پیغام جولائی - اگست ۲۰۱۷ء، سہارن پور۔

میں نہ آ گیا ہو، خود صاحب واقعہ نے یہ بات بیان کی اور آبدیدہ ہوگئے، یہ بہت اہم سنت ہے جس کی طرف عموماً لوگوں کی نگاہ نہیں جاتی۔

مولانا محمد حنیف لوہاروی (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات) بیان کرتے ہیں:

''اتباع نبویؐ میں اتنے ڈھلے ہوئے تھے کبھی ہم نے ایسا کیا کہ چپل یا جوتا یا موزہ پہنانے کی باری آئی اور غلطی سے ہم نے بائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ میں ذرا بھی ڈال دیا تو یوں مارتے تھے اور کہتے تھے، سلیقہ نہیں آیا، ابھی تک نبیؐ کی بغاوتوں میں ہی زندگی گزار رہے ہو، یہ جملہ کہتے تھے، ابھی تک بغاوت ہی میں ہو، نبیؐ کا پیار کب ملے گا، اگر نبیؐ کے طریقوں پر نہ چلوگے (اس پر) بہت ڈانٹتے تھے (اور) سنتِ نبویؐ کا بڑا اہتمام کرواتے تھے، ساری زندگی میں کبھی سنت نبویؐ کے خلاف نہیں سوئے، ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ کبھی سنت نبویؐ کے خلاف سوئے ہوں، مکہ شریف میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، کسی نے چاکلیٹ دی، بڑے بڑے مالدار لوگ بیٹھے ہوئے تھے، یوں بیٹھ گئے سیدھے اور سیدھے بیٹھ کر چاکلیٹ کھائی، اور وہ مالدار لوگ آئس کریم ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے، حضرت نے ان سب سے کہا سیدھے بیٹھ کر آئس کریم کھایئے (اور فرمایا) میرے آقا (حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوری زندگی ٹیک لگا کر نہیں کھایا، فرمایا: سیدھے بیٹھ کر کھایئے۔''[1]

برادرم مولانا عبداللہ مخدومی (مظاہری) ندوی (خویش حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمیؒ، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء (جو کہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کے سال حضرت مولانا کی خدمت میں رہے) راوی ہیں کہ حضرت کا معمول سوتے وقت سرمہ لگانے کا تھا، اور یہ بھی اتباع سنت میں تھا، اور سوتے وقت کی اس دعا کا معمول بھی تھا جو سوتے وقت کی دعاؤں میں زیادہ صحیح روایتوں میں ایک ہے، اور صحیح بخاری میں لی گئی ہے، جو دوسروں کی تعلیم کے لیے ذرا بلند آواز سے بھی پڑھتے تھے۔

---

(۱) حرا کا پیغام سہارن پور، جولائی-اگست ۲۰۱۷ء، ص: ۲۰۔

بِاسْمِكَ، ربي وَضَعْتُ جَنبي وبِكَ أرفَعُهُ إن أمسكتَ نَفْسِي فارْحمهَا وإن أرسلتها فاحفظْها بما تحفظ به عِبادَكَ الصَّالحين. (روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

اے میرے رب! تیرے نام پر میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام پر اٹھاتا ہوں اگر تو مجھے زندہ رکھ تو رحم فرما اور اگر اٹھالے تو وہ حفاظت دے جو حفاظت تو اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔

تقویٰ ومعرفت والی زندگی:

احتیاط وتقویٰ کے بہت پہلو ہیں ان میں مالی احتیاط تقرب الی اللہ میں بڑا اثر ڈالتی ہے، اس کا واقعہ تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے ہدیہ میں سے خرچ کردی تھی، اس کی تلافی کے لیے برابر خرچ کرنے کا معمول بنالیا، اس طرح اور کتنے واقعات ہیں، ہر ایک کا ہدیہ بھی قبول نہیں کرتے اور بعض ہدیہ قبول کرلیتے، مگر شبہ کی بنا پر اپنے استعمال میں نہ لاتے، جیسے کہیں مدرسہ کی نسبت سے تو اعزاز نہیں ہوا وغیرہ اور مدینہ پاک اور حرم پاک میں ہدیہ رقم کی صورت میں ملتا تو وہیں کے لوگوں اور حفظ کے مدارس وغیرہ میں خرچ کردیتے۔ مولانا محمد حنیف لوہاروی کہتے ہیں:

چھ سال پہلے ایک صاحب نے پچیس ہزار روپئے حضرت کو دیئے، اس کے چار مہینے کے بعد ان صاحب نے حضرت سے کہا حضرت! وہ زکوٰۃ کے تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ تمہیں مجھ کو کہنا چاہیے تھا، میں نے ان کو اپنے مہمانوں کے لیے استعمال کرلیا اب اس کے بعد ۲۵ ر ہزار نکالنا شروع کیا اور کتنے نکالے خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ تو دے چکے ہیں، میں جب بھی جاتا ہوں تو بعض لوگوں کے ہدایا ہوتے ہیں، میں پیش کرتا ہوں تو کہتے ہیں حنیف! وہ پچیس ہزار میرے سر ہیں، لیتے جاؤ مدرسہ میں دے دینا، ڈھائی لاکھ کے قریب تو میں نے دے دیئے، لیکن وہ پچیس ہزار دیتے ہی رہے ہیں، میرے انداز کے مطابق چھ لاکھ سے زائد دے چکے ہیں، اور فرمایا مجھے اطمنان نہیں ہو رہا ہے، فرمایا یہ زکوٰۃ کی رقم کیسے آگئی؟ جو آیا اس کو تقسیم کردیا، جو آیا اس میں سے کچھ نہیں رکھا۔" آگے وہ بیان

کرتے ہیں:(۱)

پردہ کے سلسلہ میں احتیاط اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ان کے شاگرد مولانا سید محمد عزیر بستوی راوی ہیں کہ آتے جاتے کسی خاتون پر نظر پڑ گئی تو ان کی قے ہوگئی، اس لیے وہ سر پر رومال ڈال کر اس طرح نکلتے تھے کہ دھوکے سے بھی کسی غیر محرم پر نظر نہ پڑے، اس کی تفصیل حضرت کے خلیفہ مولانا محمد حنیف لوہاروی کے بیان سے اور سمجھی جاسکتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''بلوغ سے لے کر وفات تک اجنبی عورت کا تو درکنار دس سال سے بڑی بچی کا منھ بھی نہیں دیکھا، صاف فرمادیتے میرے سامنے بچیاں بھی نہ آئیں، بیعت کے لیے عورتیں آئیں تو فرماتے دیوار کے پیچھے بٹھاؤ، فرماتے میرے لیے دونوں ممنوع ہیں، نہ وہ مجھے دیکھیں نہ میں ان کو دیکھوں۔''(۲)

اور اسی احتیاط وتقویٰ کا اثر عبدیت کی شکل میں اس طرح تھا کہ اپنے گناہوں کا استحضار اور ان کی معافی کا خیال اور مزید اللہ کی مہربانی کی ہمہ وقت فکر تھی اور اس کے لیے وہ خود دعا ''رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ'' کا ورد رکھتے اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو تلقین بھی کرتے اور فرماتے:

''یہ دعا بھی ہے اور استغفار بھی ہے۔ رحم بھی ملے گا اور توبہ بھی ملے گی۔''(۳)

شیخ العرب والعجم سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ملتا ہے کہ ''التصوف کلہٗ أدب تصوف وسلوک ادب ہی ادب ہے، حضرت مولانا محمد یونس نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی سراپا ادب بن گئی تھی، آداب بندگی، نسبتوں کا لحاظ، سب سے بڑھ کر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی نسبت رکھنے والوں کا غیر معمولی خیال ولحاظ، اہل اللہ کا پاس، حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کا اعزاز وتکریم، بیت اللہ کی حاضری اور ارض طیبہ کی حاضری وقیام کے آداب، مطالعہ ودرس کے آداب اور زندگی کے نوع بہ نوع پہلوؤں کا انہی آداب کے ساتھ خیال ان کی زندگی کا ایک روشن باب ہے، مولانا یحیٰ نعمانی ندوی نے لکھا ہے کہ:

''میں نے ارض حرمین میں حضرت پر بعض وقت ہیبت وخوف اور

---

(۱) حرا کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء ص: ۱۸-۱۹۔ (۲) ایضاً ص: ۲۱۔ (۳) ایضاً

عظمت وادب کے جو نقوش دیکھے وہ ناقابل بیان ہیں، کثرت سے گریہ طاری ہوتا، ہیئت سراپا غلامانہ اور انداز بھی ادب ونیاز کی تصویر ہوتا، جس کا دیکھنے والوں پر بھی عجب اثر پڑتا، لوگوں کو اللہ کے مقام بلند کو یاد دلاتے، بارگاہ عظمت میں انبیاء علیہم السلام کے خوف وہیبت اور خشوع وتذلل کے حال کا تذکرہ کرتے۔ (۱)

مقام روحانیت اور انابت واخبات کی کیفیت بھی انہی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے:

''کسی قدر غور سے حضرت کو دیکھ کر انداز ہوتا تھا کہ حضرت کا خاص وصف انابت واخبات کا نہایت قوی حال ہے جو اس دور میں کم یاب ہے، کبھی کبھی مجلس میں محسوس ہوتا کہ حضرت کسی اور حال ومقام میں ہیں، حضرت کی ان قلبی کیفیات اور یقین واذعان کا اثر یہ ہوتا تھا کہ بعض وقت ایسی عام باتوں میں جیسی تمام ہی داعی ومصلح کرتے ہیں، ایک عجب تاثیر اور کشش محسوس ہوتی تھی، ایک مرتبہ حاضری ہوئی، حضرت شدید نمونیہ کے شکار تھے، مرض کی شدت کا یہ عالم تھا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں یہ مرض وفات ہی نہ ثابت ہو، آنے والوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی، شیشے میں سے حضرت کی مجھ پر نظر پڑ گئی، بلالیا میں خاموش بیٹھ گیا، مرض کی شدت اور ضعف کا یہ عالم تھا، کہ اپنے دم پر بیٹھنا بھی ممکن نہ تھا، سامنے کی میز پر سینہ ٹکا ہوا تھا، سانس بھی بڑی تکلیف سے آرہی تھی، اس حال میں مسلسل ذکر ودعا میں مشغول اور توجہ الی اللہ کے آثار ظاہر تھے۔ ماحول پر ایک عجب قسم کی سکینت کا نزول ہورہا تھا، اور غالباً سب ہی کو محسوس ہورہا تھا، تمام ضعف وتکلیف کے باوجود قوت مجتمع کرکے کچھ نصیحت وافادہ شروع فرمایا۔ بچو! روزانہ ایک پارہ نوافل میں پڑھا کرو، ترقی صرف اعمال سے ہوتی ہے، صوفیہ کے اشغال واوراد اصل میں اعمال میں رنگ پیدا کرنے کے لیے ہیں، لیکن ترقی صرف اعمال سے ہوتی ہے، اسی حال میں کھانا آگیا، بمشکل تمام کچھ کھاسکے، یہ عاجز خوب غور سے دیکھ رہا تھا، اس حال میں بھی ٹیک لگا کر نہیں

---

(۱) الفرقان لکھنؤ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

کھایا، کھانے کے بعد کئی مسنون دعائیں جو حدیث شریف کی میں کھانے
کے بعد کے سلسلہ میں آئی ہیں، یکے بعد دیگرے پڑھیں، اور صاف محسوس
ہوا کہ بڑے قلبی استحضار اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھیں۔"[1]

کھانے پینے میں بہت احتیاط رکھتے تھے، کھانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے یہاں کھاتے تھے، اور جب قیام الگ ہوا تو حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ علیہ الرحمہ (صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ) کے یہاں سے کھانا آتا، مولوی عبداللہ مخدومی ندوی اپنے قیام مظاہر کے زمانہ کی بات ذکر کرتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کے یہاں سے کھانا لانے
کی ذمہ داری مجھ پر بھی رہی ہے، حضرت وہی تناول فرماتے تھے۔"

اور اتنے محتاط تھے کہ مشتبہ کمپنیوں کی چیزیں کھانے میں گریز کرتے، رائے بریلی کے ایک مدرسہ میں ناشتہ پیش کیا گیا، پارلے جی کمپنی کا بسکٹ تھا نہیں کھایا فرمایا سکھ کمپنی کا ہے، ان کا اعتبار نہیں اور بھی کچھ باتیں فرمائیں، ناشتہ کے تعلق سے یہ بھی معلوم کیا، مدرسہ کی طرف سے ہے یا تم اساتذہ کی طرف سے جو مجھے یہاں لائے ہو، اور احتیاط سے کام لیا، اس تعلق سے کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں، زیادہ نگاہوں میں آنے والی چیز بھی کھانے سے پرہیز کرتے، فرماتے اس کا ہم پر اثر پڑ جاتا ہے، پہناوے وغیرہ میں بھی اور سفر خرچ وغیرہ میں بھی اور کسی کا مہمان بننے میں بھی ان کا حساس قلب فوراً فتویٰ دے دیتا تھا، یہ احتیاط ان کے قوت ادراک کا باعث ہوتی گئی، جو کشف کی صورت میں ایک دم ظاہر ہو جاتی تھی، جس کے بعض واقعات خود راقم کے مشاہدہ و تجربہ میں آئے، جس میں خال معظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی اور بعض دوسرے احباب و حضرات شریک و مشاہد ہیں، اور بعض دوسروں کے تجربوں سے علم میں آئے۔

قوت ادراک کے بعض واقعات:

برادر گرامی مولانا محمد یحییٰ نعمانی ندوی نے لکھا ہے کہ:

"سنتے تھے کہ حضرت کے یہاں کشف بہت ہے، ایک مرتبہ

---

(۱) بحوالۂ سابق ص: ۴۵۔

حاضری ہوئی اور جو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس سے بہت ڈر لگا، ایک نوجوان عالم نے نصیحت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا: تم شادی کرلو، میں نے تم کو فلاں وقت دیکھا تھا، تمہارے چہرہ پر ایک نور تھا، اب تمہارے اندر نگاہ کی بیماری ہے، فکر کرو......، انہوں نے اعتراف کیا کہ ان سے یہ غلطی ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ:

''لندن کے ایک بڑے صالح عالم وداعی حضرت مولانا محمد یونس صاحب (دودھ والا) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت نے لندن کی ایک مجلس میں ایک اجنبی نوجوان سے جس کو حضرت بالکل جانتے نہیں تھے، مخاطب ہوکر فرمایا: اے تو بھنگی ہے، حافظ قرآن ہوکر بھنگی ہے؟ مولانا نے بتایا کہ وہ نوجوان حافظ قرآن تھا، اور کاؤنسل کی طرف سے لوگوں کے گھر سے کوڑا اٹھانے کا کام کرتا تھا، حضرت کے اس ارشاد کے بعد اس نے وہ کام ترک کردیا، لطافت روح اور قوت حس اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بہت دور کی بات کا اثر ان کے قلب وروح پر پڑ جاتا تھا، ایک بار کا واقعہ ہے راقم نے صبح ان کی زیارت خواب میں کی کہ وہ توجہ ڈال رہے ہیں، شام کو فون کیا، سلام کیا اور خیریت معلوم کی بس فرمانے لگے کہ صبح تم ہمیں بہت یاد آرہے تھے اور پھر نصیحت فرمائی، ایسا ہی ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ خط کی ابتدائی سطریں ہی لکھیں تھیں، مسئلہ حل ہوگیا، اور گرہیں کھل گئیں، پھر خط پورا کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نامکمل ہی چھوڑ دیا۔''

نصیحتوں میں ان کی قوت ادراک کی صلاحیت اور کشف احوال کی استعداد کو بڑا دخل ہوتا تھا اور اس کے مطابق وہ نصیحتیں فرمانے لگتے تھے، مولانا فیصل احمد بھٹکلی راوی ہیں، کہ ایک بڑے عالم کو سلام کہلایا اور فرمایا کہنا دو تین سال بس رہ گئے ہیں، درود شریف کی کثرت کریں، ڈاکٹر محمد غوث قریشی لکھنوی جو لکھنؤ میں حضرت کے میزبان بھی رہے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے جو حضرت سے بہت تعلق رکھتے تھے اور حضرت بھی ان کا خیال کرتے تھے، اپنی بعض الجھنوں کا ذکر کرنے لگے، حضرت نے آگے کی بات محسوس کرکے فرمایا جب وقت قریب

آجاتا ہے تو ایسا ہونے لگتا ہے آخر تین چار مہینے میں ہی ان کی وفات ہوگئی، راقم کا خود ایک تجربہ جہاز کا ہے، حضرت کی سیٹ آگے تھی اور میری درمیان میں، مولانا سید بلال حسنی اور مولانا معاذ کاندھلوی کے ساتھ جب کہ حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مدظلہ کی پیچھے تھی، مجھے اختلاج کی کیفیت جہاز کے نشیب وفراز کو دیکھتے ہوئے ہونے لگی اور جا کر حضرت کے پاس ان کی سیٹ کے بالکل پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا، حضرت پیچھے مڑے اور فرمانے لگے، ابھی ہم پانچ سال تو نہیں مریں گے، فوراً میرے ذہن میں آیا کہ جب یہ ابھی نہیں مریں گے، تو ہم بھی کہاں مریں گے، اس لیے کہ جہاز کا حادثہ سب کو ساتھ لے کر جاتا ہے، یہ واقعہ شروع ۲۰۰۲ء کا ہے، اس کے بعد تین پانچ سالہ مدت پوری کی اور ۲۰۱۷ء کے وسط میں انتقال فرمایا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن کے پیش کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

رؤیائے صادقہ:

رویائے صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے۔ اس کی تعبیر کا آپ کو زبردست ملکہ جہاں حاصل تھا، وہیں آپ کو رویائے صالحہ کے ذریعہ رہنمائی بھی حاصل ہوتی تھی، ان پر مضامین وتأثرات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، عربی مجلّہ ''النصیحہ الشیخ یونس نمبر'' میں استاذ خالد مرغوب استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے ایک رہنما خواب لکھا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے تعلق سے جب وہ اسلام کے دفاع کے لیے کسی تصنیف میں مشغول تھے اور جس حدیث کی تلاش تھی وہ نہیں مل رہی تھی ایک رہنما خواب کے بعد لکھنؤ کا سفر کیا وہ رقم طراز ہیں:

> ''رأى النبي صلى الله عليه وسلم يقول له، ابني أبو الحسن يحتاجك وأنت لم تساعده؟ فاستيقظ من نومه وخرج إلى محطة القطار فورًا، وغاب عن تدريسه خلافًا لعادته، وتوجه إلى لكهنؤ مع بعد المسافة بين البلدين، فلما وصل بيت الشيخ سلّم عليه، ولم يخبره عن سبب زيارته، فقال له الشيخ أكتب شيئًا في الدفاع عن رسول الله صلى

اللّٰـه عـلـيـه وسـلـم وأحتـاج مسـاعـدتك في تخريج بعض الأحـاديـث فـأجـابـه الشيـخ إلـى مقصوده، ولبى مراده، ثم استـأذن راجـعًـا لبلده، قال لي الشيخ بعد أن حدثني بذلك، عرفت بهذا صحة نسب الشيخ." (۱)

"آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ فرمارہے ہیں: میرا فرزند ابوالحسن تمہارا محتاج ہے اور تم نے اس کی مدد نہیں کی، خواب سے پیدا ہو کر فوراً اسٹیشن جا کر ٹرین پکڑی اور خلاف عادت درس کا ناغہ کیا لکھنؤ پہنچے اور حضرت مولانا سے ملاقات کی مگر سبب نہ بتایا کہ کیوں حاضری ہوئی، (البتہ) حضرت مولانا نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کچھ لکھ رہے ہیں اور آپ کی ضرورت تھی بعض احادیث کے سلسلہ میں، مولانا نے اس کا جواب دیا جس سے حضرت مولانا کو تشفی ہوگئی، اور شیخ سہارن پور واپس ہوئے، شیخ نے یہ واقعہ خود مجھے بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خواب سے مجھے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صحت نسب کا یقین ہوگیا۔"

سلف میں بعض ائمہ کے تعلق سے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خواب میں انہیں رویت ہوئی، خواب میں یہ تجلی بعض خاص بندوں کو آج بھی ہوتی ہے، مولانا محمد حنیف لوہاروی استاد حدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ (گجرات) نے اپنے بیان میں مولانا اسماعیل واڑی (انگلینڈ) خلیفہ حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی کے حوالہ سے انہی حضرت مولانا محمد یونس کے متعلق ذکر کیا ہے کہ حضرت مولانا محمد یونس شیخ الحدیث نے فرمایا تھا کہ کچھ رب کریم کی زیارت اس عاجز کو بھی ہوئی ہے۔ (۲)

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے مولانا محمد حنیف راوی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بار بار زیارت آپ نے خواب میں فرمائی ہے۔ (۳)

---

(۱) النصيحة "مجلة النصيحة مجلد:۲ عدد: ۳-٤ عدد ممتاز عن الشيخ الجونفوري ص:۲۹ -لكناؤ الهند

(۲) حرا کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء ص:۲۲۔ (۳) بحوالۂ سابق۔

یہ زیارتیں بعض احادیث کے فہم کے تعلق سے بھی ہیں جو درس حدیث کی مناسبت سے ہوئیں جن میں بعض سے آپ کی تائید اور بعض سے تعلیم تھی۔ (۱)

آپ کے متعلق بھی آپ کی حیات میں اور بعد وفات بڑے مبارک خواب صلحاء نے دیکھے، ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ جو اپنے مالک حقیقی کے حضور میں پہونچ چکے ہیں (۲) آپ کے متعلق مضمون تیار کرنے کے بعد خواب دیکھا اور راقم السطور سے بیان فرمایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر رہا ہے جس کا چہرہ سورج کی طرح چمک دمک رہا ہے، قریب سے دیکھا تو وہ مولانا یونسؒ تھے۔

العاقبۃ للمتقین:

جنازہ میں ایسی خلقت امڈی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، سودوسو کیلومیٹر والے شریک جنازہ ہوئے، زیادہ دور والوں نے بھی ہمت کی، کئی کیلومیٹر ہجوم اور راستے بند ہو گئے تھے، یہ مقبولیت ان کی حقانیت کا اعلان کر رہی تھی، طبیب الامت حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے راقم سے فرمایا: مولانا یونس صاحب کا انتقال سلطان الاذکار پر ہوا۔

ان کا حادثۂ وفات بلا شبہ کسی ایک مکتبۂ فکر کسی ایک ادارے، کسی ایک خاندان وقبیلہ، کسی ایک قوم ونسل، کسی ایک شہر وملک کا حادثہ نہیں، ''موت العالم موت العالم'' کا صحیح مصداق اور عظیم سانحہ ہے، ایک شیخ الحدیث کا ہی ماتم نہیں، ایک عارف باللہ کا ہی سوگ نہیں، ایک عالم ربانی کا ہی غم نہیں، عظیم معلم، مربی، مصنف، محقق، داعی، طالب حق وناشر حق ہستی، نادرۂ روزگار شخصیت، علامۂ عصر، امام حدیث، امام تصوف واصلاح وتربیت کا غم اور یاد ہے، وہ ان اہل اللہ میں تھے جن کے نقوش قائم اور یادیں زندہ رہتے ہیں، مگر کون ہستی ہے جو اللہ کی رحمت اور اس کی جانب سے غفران ورضوان کی محتاج نہ ہو جب کہ انبیاء نے کہا اور قرآن کریم

---

(۱) بحوالۂ سابق اختصاراً۔

(۲) حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۹؍جمادی الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کو لکھنؤ میں ہوئی اور تدفین آبائی قبرستان مسجد تکیہ شاہ علم اللہ کے جانب یمین عمل میں آئی قدس اللہ سرہ۔

نے اس کا ذکر کیا: "ربّ لِما اَنزلت اِلی من خیر فقیر."

بارالٰہا! بے پایاں رحمتیں نازل فرما اُن پر اور اپنے مقربین کے ساتھ حشر فرما، ان کے اعمال کو خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے صدقہ جاریہ فرما کر ان کو ایک نور مستطیل عطا فرما، اور ان کے علوم و معارف کا فیضان عام و تام فرما، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ اله وأصحابه وعلی من استن بسنته واهتدی بهدیه إلی یوم الدین.

نواں باب

امتیازات وخصوصیات

حدیث کے ذریعہ تقرب الی اللہ:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک نادرۂ روزگار شخصیت تھی جنہوں نے علم وعمل کی جامعیت سے وہ بلند مقام حاصل کیا کہ عرب وعجم ان پر رشک کرنے لگے، اور بلا انقطاع پچاس سال صحیح بخاری شریف کی تدریس نے ان کو اس حیثیت سے علماء ومحدثین میں بھی ممتاز کیا، انہوں نے تدریس کو اختیار کیا پھر اس کو تاعمر باقی رکھا، وفات سے دو سال قبل حج کے ایک سفر میں وہ بیمار پڑے تھے اور لوگوں کا اصرار ہوا کہ اب یہیں قیام فرمالیں مگر آپ کو توقع تھی کہ ابھی خدمت علم کا اور موقع مل سکتا ہے، واپسی اختیار کی، اور ممبئی میں ایک اسپتال میں داخل ہونے کے باوجود سہارن پور جلد جانے کا تقاضا کیا اور جاتے ہی سبق شروع کردیا، اور دو سال مزید تدریس بخاری شریف کے ساتھ اس کی جامع ومدلل شرح کی تصنیف کا عمل جاری رکھا۔ اور اس کام کی کھلی برکت اور آپ کی کرامت ظاہر ہوئی کہ آپ گویا بالکل ٹھیک ہوگئے، جب کہ اس سے پہلے جو بیمار ہوئے تھے لوگ آپ کی صحت سے بالکل مایوس ہی نہ تھے بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ یہ مشہور ہوگیا تھا کہ آپ دنیا میں نہیں رہے مگر آپ کی اور آپ کے محبین کی دعا قبول ہوئی اور آپ روبہ صحت ہونے لگے اور پھر تیزی سے صحت میں ترقی ہوتی گئی، موت کی تیاری کا مسئلہ آپ کے یہاں نہیں تھا اس لیے کہ آپ کو وہ نسبت حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے دنیا بالکل ہیچ ہوجاتی ہے، آپ نے حدیث شریف کی خدمت کو اختیار کرکے اس کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا تھا اس لیے وہ اس سے ذرا بھی پہلو تہی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ باوجود شدید خواہش کے کہ بقیع مدفن ہو، جوار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی کے آخری دن گزریں، مظاہر علوم سہارن پور

واپسی کو ترجیح دی، لوگوں نے بھی آپ کے اس ایثار کی قدر کی، اور صرف مظاہر علوم کے دورۂ حدیث کے طلبہ ہی نہیں اساتذہ، علماء بھی آپ کے درس میں شرکت کا اہتمام کرنے لگے، اور صرف علمی فائدہ ہی نہیں، روحانی واصلاحی فائدہ بھی اٹھاتے۔

ارشاد و تربیت:

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہ نے جس طرح ساری چیزوں پر خدمت حدیث پاک کو ترجیح دی، اور ساری خواہشات کو کنارے لگا دیا، تو آپ کے اس عمل اور اخلاص اور تعلق مع اللہ اور حب رسول کے نتیجہ اور ثمرہ میں ایسی عنایات ربانی ہوئیں کہ مشکل سے مشکل مقامات سہولت سے حل ہو جاتے، گویا کشف علوم ہوتا، اور وہ واردات ہوتیں جو آپ کے مطالعہ وعلم میں کبھی نہ آئی ہوتیں، جب کہ آپ کا مطالعہ بہت گہرا وسیع متنوع تھا اور مطالعہ میں آپ ایسے استغراق سے گذرے تھے جس سے آپ کی صحت بھی متاثر ہوگئی، جس کا تذکرہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے، لیکن جب وہ کسی حدیث کی تحقیق کرتے اور تدریس میں کسی بات پر اطمینان نہ ہوتا یا جو توضیح فرماتے اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہوتی اس کے ان کو دلائل فراہم ہو جاتے اور کبھی خواب میں بھی یہ چیز کھل جاتی، اس سلسلہ میں آں حضرت ﷺ کی زیارت سے متعلق ان کے شاگرد وخلیفہ مولانا محمد حنیف لوہاروی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈیوں بیان فرماتے ہیں:

> ''بخاری شریف کے کئی مسائل ہیں جو خواب میں براہ راست رسول اللہ ﷺ سے عرض کیے۔''(۱)

آپ ایک جلیل القدر عالم ومحدث اور باکمال معلم ومدرس کے ساتھ مربی مصلح اور مرشد بھی تھے اور اونچا روحانی مقام رکھتے تھے، یہاں تک کہ بڑے علماء اور معلمین بھی آپ کے پاس جانے کا جس طرح شوق رکھتے تھے اس سے زیادہ اس کا اہتمام کرتے کہ درود شریف، استغفار وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ جائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو یہ وصف وامتیاز عطا فرمایا تھا کہ لوگوں کے احوال کا اثر ان کے قلب پر پڑنے لگتا تھا، جو ان کی زبان سے ظاہر بھی

---

(۱) ماہنامہ حراء کا پیغام مانک مئو سہارن پور اگست ۲۰۱۷ء

ہونے لگتا، اور وہ اس کوتاہی کی طرف متوجہ فرمانے میں دیر نہ کرتے جو وہ محسوس کرتے تھے، ایک بڑے عالم سے فرمایا صرف استغفار کی ترغیب کافی نہیں زبان پر بھی انگلی پر بھی ہونا چاہیے، حرم شریف میں ایک صاحب ملے ان سے فرمایا یہ دار الوحی ہے، یہاں ایک قرآن شریف ختم کرو، اور ایک مدینہ پاک میں ختم کرو، درود شریف اور تلاوت قرآن پاک کی بہت ترغیب دیتے اور اس کے فائدے بھی بتاتے، فرماتے تلاوت کا اثر انسان پر بہت پڑتا ہے، اس سے چہرے پہ نور آتا ہے، جو آخر وقت خاص طور پر بہت محسوس ہوتا ہے، آخر لمحات اور آخری ایام میں نماز کی زیادہ فکر کو جس نے بتایا فرمایا یہ قبولیت اور حسن خاتمہ کی علامت ہے، شخصیت کو مقصود بنانے سے بہت بچنے کو فرماتے کہ اس سے انسان شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے، مقصود صرف اللہ کی ذات ہونا چاہیے، طلبہ سے فرماتے اللہ کو دوست بناؤ، اور اگر وہ حافظ ہوتے تو فرماتے نفلوں میں قرآن مجید زیادہ پڑھا کرو، اسی کی عادت ابھی سے ڈالو، علماء سے کہتے تہجد کی عادت ڈالو، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے، اور ذاکرین سے فرماتے ذکر کا معمول اختیار کر کے اس میں ناغہ نہ کرو، یہ مضر ہوتا ہے اور قساوت پیدا کرتا ہے، علم دین کے کاموں میں لگنے والوں کی ہمت افزائی فرماتے، لیکن اس کے ساتھ ذکر کی ترغیب دیتے، کسی نے کہا تین تسبیحات کی پابندی کرتے ہیں، فرمایا یہ ابتدائی ذکر ہے، آگے کا ذکر اختیار کرو یعنی نفی واثبات اور اثبات محض (اسم ذات) کا ذکر، اسی طرح جس کا زیادہ بولنے اور بات کرنے اور زیادہ میل جول رکھنے کا مزاج دیکھا اسے اس سے روکا اور اس کے نقصانات بتائے، مہمانوں کے اکرام کے سلسلہ میں فرمایا، اس میں بھی غلو صحیح نہیں، جس کا مہمان ہے ضیافت کی اس کی ذمہ داری ہے، اعمال کے سلسلہ میں فرمایا کہ اس میں وقت ومحل کی اہمیت بہت ہے، جب مؤذن اذان دے رہا ہو تو پھر دوسرے اعمال پر اذان کے جواب اور اذان کی دعا کو ترجیح دی جائے گی، معمولات کے لیے ایک وقت مقرر کر کے اس کی پابندی کرنا چاہیے۔ اس وقت کوئی کمی رہ جائے تو دوسرے وقت پوری کر کے ناغہ نہ کرے، اور تہجد چھوٹ جائے تو دن میں اس معمول کی قضا کر لے خواہ دو رکعت پڑھے، ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعت کا دن میں ثبوت ملتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت وہمت سب میں کہاں؟، جتنا ہو جائے وہ کر لے

کہ تشبہ ہوجائے، فرمایا توبہ کی بڑی اہمیت ہے، کتنے گناہوں کا تو علم ہی نہیں ہوتا، اور ہوتے رہتے ہیں، ہم نے یہ معمول بنالیا ہے کہ روز دو رکعت نماز توبہ کی پڑھ لیتے ہیں، فرمایا صدقہ معمولی چیز نہیں اس سے بڑی برکات آتی ہیں، راستے کھلتے ہیں، عقدے حل ہوتے ہیں، اور اس کے ذریعہ اپنے محسنوں کے ثواب کی نیت کرنی چاہیے، تو اور فائدے حاصل ہوتے ہیں، فرمایا ہم جب پڑھانے جاتے ہیں دو روپیہ ہی کیوں نہ ہوں صدقہ کردیتے ہیں، دعا کے لیے بہت عمومیت کی تاکید کرتے، یہاں تک کہ درجہ بدرجہ اپنے اصحاب حقوق کے ساتھ پوری امت اور انسانیت کو شامل کرنے کو کہتے ہیں، اور اس کی دونوں شکلیں قلبی اور لسانی کی بتاتے تھے، قلبی کی شکل مراقبۂ دعائیہ ہے، جو حضرت کے مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ نے بتایا تھا جس کا تاعمر انہوں نے اہتمام رکھا، یہ خالق سے تقرب اور مخلوق پر شفقت کا بڑا ذریعہ ہے۔

جذبۂ احسان بندی:

بہانہ بہانے سے اپنے محسنوں کا تذکرہ کرتے، خاص طور پر اپنے اساتذہ کا خواہ مکتب میں ہی کیوں نہ پڑھایا ہو اور زیادہ شہرت کے حامل نہ رہے ہوں، ان کی تنبیہات، تادیب، شفقت کے واقعات مزے لے لے کر بیان کرتے، اور جن کے مزید احسانات رہے ان کا اسی اعتبار سے ذکر کرتے، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین سہارن پوری سابق ناظم ومتولی مظاہر علوم اور ان کے بھائی حضرت مولانا اطہر حسین سہارن پوری سے مظاہر علوم میں ابتدائے زمانہ قیام سے جو تعلق قائم ہوگیا تھا اسے کبھی کمزور نہیں ہونے دیا اور ان دونوں بزرگوں نے بھی ہمیشہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ رکھا، اس کو حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ نے اپنے مضمون میں اور مولانا محمد سعیدی صاحب دام ظلہ ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف نے اپنے مضمون میں تفصیل سے بیان کیا ہے، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب تو استاذ بھی تھے، مظاہر علوم آنے سے پہلے مولانا ضیاء الحق مرحوم اور حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوری علیہ الرحمہ استاذ تھے اور ان کے احسانات کا ہمیشہ بڑا تذکرہ فرمایا، یوں تو اپنے سبھی اساتذہ کا ذکر مختلف موقعوں اور مناسبتوں سے کیا لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا

شاہ اسعد اللہ رام پوری قدس سرہٗ کا تذکرہ ہمیشہ بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے، اور یہ احسان شناسی اور تعلق کی بات تھی کہ فرمایا سہارن پور میں انتقال ہو تو حضرت ناظم صاحب (یعنی مولانا اسعد اللہ صاحب) کے پہلو میں تدفین کرنا، اور ایسا ہی ہوا کہ انہیں کے پہلو میں خواب گاہ بنی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ کے بڑے قدرداں تھے فرماتے تھے، یہ قرون اولیٰ کے لوگ تھے، اللہ نے ہم لوگوں کے لیے ان کو اس دور میں رکھ دیا، مولانا سید محمد عزیر بستوی مظاہری راوی ہیں، بہت پہلے کی بات ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب وغیرہ حیات تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بارے میں فرمایا کہ ان بڑے میاں کو لوگ سمجھتے نہیں، جب یہ مریں گے دنیا پر مصائب ٹوٹ پڑیں گے، مولانا محمد یوسف مظاہری رائے بریلوی راوی ہیں، کہ جب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (ناظم صاحب) کا انتقال ہوا ہم ان کی خدمت میں تھے، اور مظاہر کے طالب علم تھے، جب حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو پورے ماحول میں ایسا محسوس ہوا کہ نور ہی نور ہے، فرمایا کہ یہ حضرت کی نسبت کا ان میں انتقال ہے، ان دونوں بزرگوں کی نسبت کا حوالہ دے کر انہیں کہیں مدعو کیا جاتا تو وہ دعوت قبول کر لیتے تھے، حالانکہ وہ زیادہ سفر پسند نہیں کرتے، اور ہر ایک پروگرام میں نہیں جاتے تھے، طبیعت چوں کہ بہت نازک تھی جو سفر کی متحمل نہیں ہوتی تھی، مدرسہ کی چھٹیوں کے زمانہ میں حدیث کی نسبت سے سفر کرتے، اور جہاں جاتے حدیث کی نسبت سے جاتے، یہ سفر عموماً رجب کے آخر اور شعبان میں ہوتے اور اسی میں عمرہ کا سفر ہوتا، اور حج کے سفر کا اہتمام تیس چالیس سال سے تھا، حج کے ایک سفر میں جو ۱۹۸۶ء کا تھا، مسجد نبوی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ایک عزیز[1] نے اپنے صاحبزادے[2] کی حفظ قرآن کریم کی بسم اللہ آپ سے کرانی چاہی، فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاںؒ کے ہوتے ہوئے آپ ہم سے کراتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ عذر کیا کہ وہ یہاں نہیں ہیں، اور یہاں کی برکات بھی چاہیے تو تیار ہو گئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کی جب خبر سنی حالاں کہ

---

(۱) سید ابوطاہر حسینی، ہنسوی۔ (۲) مولوی سید محمد زبیر حسینی ندوی (مصنف کے بہنوئی)

موسم بہت سخت تھا، اور ٹرین میں ریزرویشن کا امکان بھی نہیں تھا، خبر سنتے ہی سفر کے لیے تیار ہو گئے، جمعہ کا دن تھا، نماز بعد روزہ کی حالت میں سخت موسم میں کہ ۳۱ر دسمبر کی تاریخ تھی اور سخت کہرا تھا، لکھنؤ اور پھر دوسری سواری سے سویرے رائے بریلی پہنچے، اور بہت کچھ ادراک بھی فرمایا جس کی طرف وہاں اپنے خطاب میں اشارے کیے۔

ہتھورا باندہ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر تشریف آوری کا معمول وہ معمول تھا جس کا اہتمام اپنی وفات کے دو ماہ قبل تک رکھا، اور بعض ان مقامات پر ان اداروں میں بھی گئے جن کو حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ سے نسبت تھی جیسے کھنڈوہ وغیرہ، اور نکاح بھی پڑھائے، یادگار اسلاف حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت صوفی انعام اللہ سے بہت لگاؤ تھا، اور سلوک و معرفت کی وادی میں ان کے مشوروں سے آپ نے قدم رکھا تھا، اور ترقی کی تھی ان کے احسانات کو برابر یاد رکھا، اور ان کے انتقال پر لکھنؤ آکر پسماندگان سے تعزیت کی۔ انہیں معلوم ہوا کہ صوفی صاحب نے انتقال سے چند دن قبل مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی حال نائب ناظم ندوۃ العلماء کو اجازت وخلافت دی تھی، فرمایا یہ باطنی صلاحیت میں بڑھے ہوئے ہیں، صوفی صاحب کے حصہ میں آئے، صوفی صاحب کو اللہ نے اس کی بڑی پہچان عطا فرمائی تھی۔

اہل حقوق کا خیال اور ادائیگی حقوق کی فکر و تلقین:

حضرت مولانا اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور ذوسرے اہل حقوق کی بھی خبر گیری رکھتے اور تدریسی مصروفیات علمی انہماک کی وجہ سے زیادہ آمد و رفت اگرچہ نہیں رکھ سکتے تھے لیکن ان کے حقوق کی ادائیگی کی برابر فکر رکھتے اور جب تک خاندانی بڑے رہے، تو ان کے اکرام میں سفر اور قیام کا معمول رکھا، چوں کہ ارشاد و تربیت کی ذمہ داری بھی ان کے بڑوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوریؒ کی طرف سے اجازت وخلافت کی صورت میں تھی اس لئے رمضان کے قیام کا معمول سہارنپور کا ہی تھا جہاں بڑی تعداد میں دینی و روحانی استفادہ اور اصلاح نفس کے لیے دور دور سے لوگ حاضر ہوئے، جن میں علماء، خواص، اساتذہ، اور عام لوگ بھی ہوتے اور آپ کے ہی مہمان ہوتے،

جب کہ خود آپ ہمیشہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین و صاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے مہمان رہے، اور وہاں سے کھانا آنے کا معمول رہا۔ اور آپ وہاں نہ ہوتے تو حضرت شیخ کی صاحبزادیوں میں کسی کے مہمان ہوتے، حضرت مولانا محمد طلحہ کے بارے میں فرمانے لگے ان کے لیے تنہا یہ نسبت کافی ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے صاحبزادے ہیں۔ دونوں میں بڑا تعلق تھا جو ایک گھر میں ساتھ رہنے پھر سفروں میں بھی ساتھ رہنے اور قریب العمری کی وجہ سے بھی ایک طرح سے بے تکلفی کا بھی تھا، جب ختم بخاری شریف کی تقریب ہوتی تو دعا انہی سے کراتے۔

حضرت مولانا کو جہاں ان باتوں کا اس قدر خیال رہتا تھا، وہیں اپنے متعلقین کو اس کی ترغیب بھی دیتے، راقم الحروف اور مولانا بلال حسنی ندوی سے فرمانے لگے کہ حدیث شریف میں آتا ہے: "اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ یَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِیْهِ بَعْدَ اَنْ یُوَلِّی" (کہ والد کی وفات کے بعد ان کے تعلق والوں سے اچھا سلوک بڑی نیکی ہے) تم لوگوں کے حضرت مولانا علی میاں صاحب خاندانی سرپرست اور بڑے تو تھے ہی وہ تم لوگوں کے روحانی باپ بھی تھے، ان کے تعلق والوں اور تعلق کی چیزوں کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو وہ کرتے تھے تو بڑی ترقی کرو گے، عم مکرم مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی والدہ معظمہ کی وفات تکیہ رائے بریلی تعزیت کو تشریف لائے، مولانا سے فرمانے لگے: زندگی میں تو بہت سی وجوہات سے آدمی خیال کرتا ہی ہے، بڑا خیال وفات کے بعد کا خیال ہے جس کی انھیں زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور فرمایا کہ امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے ماں باپ کی خدمت اور حسن سلوک سے معاف ہو جاتا ہے۔ یوں بھی وہ فرمایا کرتے کہ حقوق مختلف اور درجہ بہ درجہ ہوا کرتے ہیں ان کا اسی طرح خیال کرنا چاہیے، خود خشیت کا یہ حال تھا کہ اسی ڈر سے شادی نہیں کی کہ حقوق ادا نہ ہو پائیں گے۔

علمی وسعت و تبحر اور عالم اسلام کے مسائل سے دلچسپی اور واقفیت:

عالم اسلام کے مسائل خاص طور پر مشرق وسطی اور مغربی افکار و چیلنجز کو سمجھنے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور ندوۃ العلماء کے نہ صرف قائل بلکہ ان کے رسائل و جرائد اور کتابوں کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کرنے والے اور شائق تھے، امام العصر علامہ

انور شاہ کشمیریؒ کے افادات حدیث اور تحقیقات اور سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی کتاب وسنت اور تاریخ اسلامی اور جغرافیہ اسلامی پر گہری نظر اور حدیث وسیرت کے ذخیرہ پر باریک بینی کے مداح تھے۔ اور ذہانت میں ان کو اپنے معاصرین میں آگے سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ علامہ شبلی نعمانیؒ کی ملی حمیت وغیرت اور زبان دانی وطرز نگارش کی تعریف کرتے تھے، سر سید احمد خاں کے بھی قومی، ملی جذبہ کے سلسلہ میں اٹھائے گئے ان کے اقدام کی تعریف علماء کے درمیان برملا کرتے خود راقم نے دیکھا اور سنا ہے۔

سبھی مسالک پر گہری نظر، علماء کے علمی اختلاف کے اسباب ووجوہات سے واقفیت اور حدیث کے متون پر ان کی جزئیات کے ساتھ وسیع مطالعہ اور سندوں کے فرق کو سمجھنے، اور راویوں کے مقام ودرجہ کی تعیین کرنے، اور اس سلسلہ میں ان کی یادداشت اور ذہانت نے انہیں نہ صرف اساتذۂ حدیث بلکہ علم حدیث سے مختلف نوعیت کا اشتغال رکھنے والے علماء میں بہت ممتاز کر دیا تھا، اس سلسلہ میں ان لوگوں کے لیے جنہیں ان کے درس حدیث یا تقریر حدیث میں شرکت کی سعادت سے محرومی رہی، ان کے لیے رسائل اور ان خطوط کے ذخیرہ کا مطالعہ مفید ہوگا جو انہوں نے علمی سوالات واستفسارات کے جواب میں لکھے ہیں، جو بعض بہت ممتاز شخصیات کے نام بھی ہیں، راقم نے بھی ایک حدیث کے بارے میں مولوی سید محمد شارق حسینی ندوی کے ذریعہ بذریعہ خط دریافت کیا، جس کا لوگوں کی زبانوں پر چلن تھا خاص طور پر حجاج کرام کی زبان پر قربانی کی نسبت سے ہوا کرتا تھا "سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم" مولانا نے اس کی لفظی تائید تو نہیں فرمائی البتہ الفاظ کے فرق کے ساتھ جہاں جہاں یہ روایت موجود تھی وہ حوالوں کے ساتھ لکھ کر اسی وقت اس ذرۂ ناچیز کو بھیج دیں، مولانا کی حدیث کی کتابوں پر ایسی نظر تھی کہ ایک ہی بار میں مطلوبہ حدیث کے بارے میں بتا دیتے اور تحقیق کر کے بھی دے دیتے اور اس سلسلہ میں جستجو کا عالم یہ رہا تھا کہ ایک ایک حدیث کے بارے میں کئی کئی کتابیں دیکھ ڈالیں اور معذرت نہ کی، مولوی ہشام بھٹکلی کے ذریعہ معلوم ہوا، ان کو دوسروں نے بتایا اور پھر دوسرے ذرائع سے بھی معلوم ہوا کہ ایک حدیث کے لیے مسند احمد مکمل چار بار پڑھی تھی، حضرت مولانا کا مطالعہ بہت متنوع، وسیع اور گہرا تھا

جب کہ علم حدیث سے ان کا شغف اس قدر بڑھا ہوا تھا جس کے بعد دوسرے مطالعہ کی گنجائش کم رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ خورد نوازی اس قدر تھی کہ ہم چھوٹوں کی تحریریں بھی پڑھنے سے گریز نہ کرتے، راقم کے قلم سے تذکرہ سوانح اور خاندانی تاریخ پر مسلسل کئی کتابیں دیکھیں تو کہلوایا کہ محمود سے کہو کچھ سیرت پاک پر بھی لکھے، اللہ نے توفیق دی اور ان کی حیات میں یہ کتاب بھی آ گئی، جو حضرت کو پیش کیے جانے کی بھی سعادت حاصل کی گئی جو سلسلۂ تاریخ اسلامی کا پہلا حصّہ ہے اور تاریخ اصلاح وتربیت جلد اوّل کے نام سے طبع ہوا ہے۔ دوسری جلد بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔ فالحمد لله علی ذلك

ضیاع وقت سے اجتناب پر عمل اور دوسروں کو تاکید:

نزاعی چیزوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہ فرماتے تھے، ایک صاحب جو مسلسل اس قسم کی کتابیں لا رہے تھے ان کو متنبہ کیا۔ انہوں نے دلیل دی کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے طرزِ عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے، فرمایا یہ ان کا مقام تھا، ان کو زیب دیتا تھا، ہر چیز کی نقل نہیں کی جاتی، تم حضرت تھانویؒ تھوڑی ہو، تبصروں وغیرہ سے بہت گریز تھا اور دوسروں کو بھی متوجہ کرتے کہ اپنا کام کریں اور تبصروں میں وقت برباد نہ کریں، فرماتے یہ تبصرے بڑے نقصان دہ ہوتے ہیں، آخر عمر میں اس کا نقصان زیادہ پہنچتا ہے۔

حالات کا علم اور مسائل سے آگہی:

رسائل وجرائد اور مجلّات میں صرف نصیحتی مضامین کافی نہیں سمجھتے تھے، دنیا کے حالات سے بے خبری، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور چیلنجز سے عدم واقفیت کو نقصان دہ سمجھتے تھے، بعض ایڈیٹر صاحبان اور کالم نگار حضرات کو اس کی طرف توجہ بھی دلائی، اس لیے کہ جب حالات کا علم ہی نہ ہوگا تو مسائل کے حل کی فکر کیسے ہوگی؟

حسن تعبیر اور علم وتحقیق کی جامعیت:

مضامین نگار اور مصنفین کو حسن تعبیر اور حسن اسلوب کو اختیار کرنے اور علم وتحقیق کا طریقہ اپنانے کی طرف بھی توجہ دلاتے، علامہ شبلیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا

سیدابوالحسن علی ندویؒ کی کامیابی اور تاثیر کے اسباب میں اس کو وہ خصوصیت سے جگہ دیتے تھے۔

اس کے ساتھ وہ ہر قسم کی عصبیت سے ذہن و دماغ اور قلب و نظر کو صاف و پاک رکھنے کی تاکید فرماتے کہ اس کے بغیر جذبہ خیر خواہی صحیح طور پر سامنے نہیں آپاتا، اور عصبیت گروہ بندی اور جماعتی تفرقہ بہت سے حقائق سے چشم پوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ ایک ادارے کی نسبت سے اس کے ترجمان رسالہ میں برادری کی تعبیر دیکھی اس کے مدیر سے کہا کہ اب ایسی تعبیر نہ لائیے گا، برادری اسلام کی ہے نہ کہ کسی ادارے، مدرسے، جماعت و تحریک کی......،

آداب زندگی:

جہاں تک آداب زندگی کا تعلق ہے، وہ اس میں بہت باریک بیں اور حساس واقع ہوئے تھے ایک صاحب اپنی کچھ باتوں کا ذکر کر رہے تھے، اور میں اور ہم کے میں مبتلا تھے، حضرت نے فرمایا کچھ اللہ کا نام زبان پر لے آیا کرو، حضرت کا اشارہ ماشاء اللہ الحمد للہ، اللہ کا فضل، اللہ کی توفیق وغیرہ کے جملوں کی طرف تھا، انہی صاحب نے مکہ اور مدینہ کہدیا تو اس پر بھی تنبیہ فرمائی، فرمایا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کہو۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے یہاں تشریف لائے، استنجاء کا تقاضا ہوا، حضرت کے استنجاخانہ جانا ادب کے خلاف سمجھا، باہر اندھیرے میں گئے اور ٹارچ بھی نہ لی کہ وہ حضرت کے استعمال میں رہتی تھی اس کو استعمال میں لانا بھی ادب کے خلاف سمجھا، یہ خود راقم کا مشاہدہ ہے۔ مگر حضرت کے انتقال کے بعد تشریف لائے تو اس میں حرج نہ سمجھا اور حضرت کے بستر پر آرام بھی فرمایا اور وہ پہلے شخص تھے جو حضرت کے بعد حضرت کے بستر پر لیٹے اور یہ آپ نے حصول برکت کے لیے ایسا کیا۔

حضرت مولانا علی میاں علیہ الرحمہ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے والوں نے دعا کے لیے عرض کیا فرمایا یہ خدمت رائیگاں نہیں جائے گی، انتقال کے وقت اس کا فائدہ دیکھوگے، حسن خاتمہ نصیب ہوگا۔[1]

---

(۱) حضرت علیہ الرحمہ کے معالجوں اور دیگر خدام و معاونوں کے لئے یہ بات فرمائی۔ ان کا تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے کاروانِ زندگی کے آخری حصہ میں کیا ہے۔

جلسوں اور پروگراموں میں جانے کی عادت نہ تھی، نہ مزاج تھا، مگر جب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے قادیانیت کے خلاف بین الاقوامی اجلاس ندوۃ العلماء کی طرف سے بلایا، اور دنیائے عرب وعجم سے علمائے کبار شریک ہوئے جن میں امام کعبہ مقدسہ اور امام مسجد اقصیٰ اور عرب وعجم کے ممتاز علماء شریک تھے، آپ بھی تشریف لائے اور اسٹیج پر بھی جلوہ افروز ہوئے، حالانکہ خطاب نہ کیا، البتہ انہیں بخارا میں امام بخاریؒ پر بین الاقوامی کانفرنس میں دعوت نامہ تاخیر سے پہنچنے پر عدم شرکت کا افسوس رہا، جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی صدارت میں آکسفورڈ اسلامک سنٹر کی طرف سے منعقد ہوئی، اور برصغیر کے ممتاز شیخ الحدث اور بلاد عربیہ کے ممتاز علمائے حدیث نے شرکت کی تھی۔

حرمین شریفین کے قیام میں بڑے محتاط رہتے، حالاں کہ ان کی پوری زندگی ہی احتیاط کی تھی حرم کی نمازوں، طواف اور بیت اللہ کے دیدار، ذکر وتلاوت جس کے وہ بہت پابند تھے مطالعہ، کتب بینی، اور حدیث کی قرأت وسماعت میں گذرتا، اور عرب علماء آپ کی بڑی قدر کرتے اور استفادے کے لیے وقت نکالتے۔ کلید بردار کعبہ بھی آپ کے معتقد ہو گئے تھے، خود انہیں یا ان کے گھر کے کسی فرد کو مایوس کن مرض میں آپ کی دعا کی شفا حاصل ہوئی تھی، آپ کے احسان کو انھوں نے اتارنا چاہا اور وہ بیت اللہ شریف کے اندر داخلہ کا سبب بن گئے اور یہ عظیم سعادت آپ کو اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی، جہاں پورے آداب اور سنتوں کے اہتمام کے ساتھ حاضری دی، راقم کو حضرت سے یہ بات بلا استحاق یہ نعمت حاصل ہونے پر اللہ کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے معلوم ہوئی، ان کے خادم وخلیفہ مولانا یونس رندیرا (مقیم مدینہ منورہ) سے اس کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

نسبتوں کا پاس ولحاظ:

اہل بیت سے نسبت رکھنے والوں کا بہت احترام کرتے، مگر یہ بھی فرماتے کہ یہ نسبت شرک کے عمل سے ختم ہو جاتی ہے، شرک وبدعت کے معاملہ میں آپ بہت حساس تھے، اگر کسی محترم اور قابل تقلید شخصیت کے بارے میں اس کا علم ہوتا یا ان کے کسی ملفوظ وکلام اور مضمون سے اس کا پتہ چلتا تو صاف طور پر ان سے اپنی براءت ظاہر کر دیتے۔ بڑوں کی نسبت کی بات

نکلی ان کے درس میں شرکت کرنے والے ایک طالب علم کا تعلق حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے تھا، مولانا محمد یوسف بن مولانا محمد سعد بن مولانا محمد ہارون بن حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کسی معقول عذر کی وجہ سے ایک دن درجہ میں حاضر نہ ہو سکے تو اس دن درس نہیں دیا، جب کہ حضرت درس حدیث کے سلسلہ میں بڑے سخت تھے اور اس کے درمیان سے اٹھنا پسند نہ کرتے مگر خود راقم کا مشاہدہ ہے کہ حضرت کو اطلاع دی گئی اور وہ درس میں تھے، کہ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا فون آیا ہے، وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، اسی وقت درجہ سے دفتر نظامت آ کر فون ریسو کیا اور بات کر کے درجہ واپس گئے، لوگوں نے اس کو تاریخی واقعہ قرار دیا، درجہ میں حدیث کی قراءت اور مسلسلات کی قراءت میں نسبت سیادت کا خیال حدیث کی نسبت سے زیادہ ہوتا، اور اسی طرح ان بزرگوں کی نسبت کا جنھوں نے اتباع سنت کی نسبت بڑا مقام پیدا کیا، ان کی نسبت سے کسی کو حاصل ہوئی تو انس کو بھی فوقیت دیتے۔

کلام الٰہی کے ساری مخلوق کے کلام پر اور کلام رسول کو ساری امت کے کلام پر غالب رکھتے اس کا کھلا اثر آپ کے درس میں اس طور پر نظر آتا کہ حدیث کو حدیث کے رنگ میں پڑھاتے تھے، اور درس حدیث کے لیے غیر معمولی اہتمام طہارت، خوشبو، نماز، صدقہ وغیرہ کے ساتھ مسند درس کو رونق بخشتے، اور سبق شروع ہونے کے بعد پھر کسی چیز کو مخل نہ ہونے دیتے، اس میں بھی استثنا کی صورت دائرہ ادب میں ہی نظر آئی۔

آداب صحبت کا خیال اور توجّہ دہانی:

دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت بار بار تشریف لائے، ایک بار حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی عصر بعد کی مجلس میں بھی بیٹھے مگر اس وقت انہیں شدید بے چینی ہوئی جب دیکھا کہ بعض لوگ اپنی اپنی باتوں میں لگے ہیں، اور قلب سے متوجہ نہیں ہیں۔ فرمایا ہمارے مغربی خطہ میں بزرگوں کی جو قدر ہے وہ یہاں مشرقی علاقوں میں نہیں ہے، مغربی خطہ سے مراد دوآبہ دہلی اور اس کے اطراف کا علاقہ ہے جو علماء ومشائخ کا گہوارہ رہا ہے جہاں کے بارے مولانا عبدالحی حسنیؒ والد ماجد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ یہاں کے اشرار ہمارے یہاں کے اخیار سے بہتر ہیں، اور مشرقی (پوربی) خطہ اودھ ہے جہاں

شیعوں کی حکومت رہی اور دین واہل دین کی قدر کم رہی۔

مولانا کی تعلیم وتربیت، سہارن پور میں ہوئی تھی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں بیٹھنے کا پورے آداب وقالب کی طہارت اور یکسوئی سے اہتمام کرتے آئے تھے وہ دوسروں کے لیے بھی ان آداب صحبت کو دیکھنا چاہتے تھے۔

تواضع استفادہ اور فراخدلی کی ایک اعلیٰ مثالی

استاد مکرم مولانا عتیق احمد بستوی (قاسمی) استاد دار العلوم وناظر مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے راقم کو بتایا کہ ایک بڑا وصف غیر معمولی فراخ دلی اور اپنے خلاف سننے اور صحیح نقد قبول کرنے کا وصف تھا اور اس وصف نے ان کو اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم بنادیا تھا، اور ان کا علم ہمہ جہتی تھا اس میں ان کی مثال علامہ انور شاہ کشمیری سے دی جاسکتی ہے، فرماتے ہیں کہ:

> ''شیخ کی کتاب ''الیواقیت الغالیۃ'' پر اس کے مرتب مولانا محمد ایوب سورتی لیسٹر نے مجھ سے تبصرہ لکھنے کا تقاضا کیا جو کئی مسائل میں شائع ہوا ایسے دس۱۰، بارہ۱۲ مقامات کی نشاندہی کی جہاں مجھے اخطاء محسوس ہوئی تھیں کہ صحیح اور اصل یہ ہے اس کو شیخ نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کو شامل کتاب کرنے کی تاکید فرمائی اور ان کے حکم کی تکمیل کی گئی، اس کے بعد سے شیخ کی مجھ ناچیز پر شفقت بڑھتی گئی یہ ان کے غیر معمولی تواضع اور بڑے پن کی بات تھی۔''

دسواں باب
صفات وکمالات، اخلاق ومحاسن

ذاتی محاسن:

محدث الہند امیر کارواں حدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جن اوصاف وخصوصیات، امتیازات وکمالات اخلاق ومحاسن سے نوازا تھا وہ کم لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں، عقیدہ میں صلابت، نماز کا غیر معمولی اہتمام، تلاوت، ذکر، درود شریف اور دوسرے معمولات کے ساتھ مطالعہ کا غیر معمولی شغف، حدیث کی تدریس کے ساتھ دوسروں کے علمی سوالات کے جوابات کا ابتدائے تدریس کے زمانہ سے آخر تک اہتمام، اور صرف تدریس پر اکتفانہ کرتے ہوئے، ارشاد وتربیت کا عمل بھی جاری رہتا، اور منکرات پر روک ٹوک یہاں تک کہ ظاہر میں منکرات نہ نظر آتے مگر آپ اپنی قوت ادراک سے محسوس فرمالیتے اور تنبیہ فرماتے، مزید علمی اشتغال اس حد تک تھا کہ مطالعہ میں جو مفید بات محسوس فرماتے اور یا وہ آپ کی تحقیق کا شاہکار ہوتی اس کو ضبط تحریر میں بھی لانے کا اہتمام فرماتے، اس طرح آپ نے جو پڑھایا اس کا صرف زبانی افادہ نہ رہا وہ تعلیقات آپ کے ضبط تحریر میں لانے سے محفوظ ہو گئیں۔

آخر میں مختلف لوگ اس کو منظر عام پر لانے کے لیے بے قرار تھے، اور آپ تواضع میں اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے، لیکن مولانا مفتی شبیر احمد لندنی، مولانا ایوب سورتی، اور مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی کا نصیب جاگا، اور انہوں نے اسے مرتب کر کے شائع کرنا شروع کیا۔

تدریس کو مولانا نے خاص طور پر اختیار کیا تھا، اس کے ساتھ ارشاد وتربیت کی ذمہ داری آپ کے مشائخ نے آپ پر ڈالی تھی، فجر بعد کی مجلس ذکر عصر بعد کی مجلس اصلاح وتربیت کا اس وقت سے اہتمام زیادہ ہوا جب آپ مظاہر علوم کی اپنی مستقل قیام گاہ میں منتقل ہوئے تھے، اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے یہاں

قیام رہتا تھا اور حضرت شیخ کی مجلس میں آپ زانوۂ ادب تہ کرتے تھے، اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کی مجلس کو کافی سمجھتے، ان باتوں کا لحاظ آپ میں اس درجہ تھا کہ اگر آپ کو ایسے کسی مقام پر جانا ہوتا جہاں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی معتمد کو ارشاد و تربیت کے لیے بھیجا ہوتا، آپ وہاں کے لوگوں کو بیعت نہ فرماتے، ایسا ہی جہاں کوئی صحیح النسبت شیخ ہوتا تو آپ اسی سے وابستگی کو فرماتے اس استثناء کے ساتھ جو ہتھورا باندہ میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ کے یہاں نظر آیا، جہاں آپ کا یہ اصول باقی نہیں رہ سکا، اور وہاں کے سبھی لوگ آپ سے وابستہ ہوتے چلے گئے، اس میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار کو بھی دخل تھا جو انہوں نے اپنے استاد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے لیے کیا تھا، چناں چہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ نے نہ صرف وہاں سالانہ تشریف آوری کے معمول کو قائم رکھا، بلکہ وہاں کے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل بھی کیا، اور متعدد کو مجاز بھی فرمایا۔

علمی گہرائی اور فکری وسعت:

مولانا عقیدۂ توحید کے میں بڑے سخت اور اتباع سنت کے زبردست داعی تھے، وہ کسی بھی طرح اس میں لچک برداشت نہ کرتے تھے، اس میں اگر بڑے معروف مشائخ کے یہاں بھی کمی محسوس کرتے تو ان سے اپنی براءت ظاہر کردیتے تھے، اگرچہ یہ بات ان کے معتقدوں کو گراں گزرتی مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے، چناں چہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی، شیخ الشیوخ امام عبدالوہاب شعرانی، اور شیخ المشائخ صاحب المثنوی مولانا جلال الدین رومی کی بعض تحقیقات وملفوظات کی اگرچہ ہمارے محقق علماء نے تاویل کی مگر مولانا نے تاویل نہ کرتے ہوئے کتاب وسنت کی میزان میں اس کو پرکھا، اور نقد کیا۔

اسی طرح بعض ایسی شخصیات جن کے بعض شذوذ کی وجہ سے علماء کے ایک طبقہ نے ایک غوغا برپا کردیا تھا، جس سے ان کی ان خدمات کے متاثر ہونے کا خدشہ بڑھ گیا تھا جن کی

افادیت نہ صرف مسلّم تھی مگر اس کی ضرورت تھی اور دین کے لیے ان کی حمیت و غیرت ایک حقیقت تھی، جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، ان کے جانشین امام ابن القیم، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب النجدی، شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی، ان کے متعلق نہ صرف آپ بلند کلمات مختلف مجالس میں ظاہر فرماتے بلکہ ان کی خدمات اور اقدامات اور تحقیقات کی اہمیت باور کراتے۔

صحیح البخاری اگرچہ آپ پی چکے تھے، اس کے حافظ اور اس کی شرح فتح الباری کے حافظ تھے، اور اپنے مطالعہ کے انہماک، جامعیت، وسعت اور گہرائی و گیرائی سے اس مقام پر تھے کہ بعض مقامات پر نقد کے مجاز و مجتہد تھے، لیکن صحیح البخاری اور اس کی اس عظیم الشان شرح کے عاشق تھے، اگرچہ اپنی تحقیقات میں انہوں نے کتمان (چھپانے) سے کام نہیں لیا۔ اور اس کا اظہار فرمایا ایسا اظہار کہ ان کی عظمت اور قدردانی متاثر نہ ہو سکے، راقم نے حضرۃ الشیخ کی خدمت میں متعدد حاضریوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے، البتہ ڈاکٹر شاکر فرخ ندوی مدیر المظاہر (عربی) مظاہر علوم سہارن پور نے اس بات کو اچھے پیرایہ میں ذکر کیا ہے جو اس طرح ہے:

> ''جب کسی حدیث کے متعلق آپ گفتگو فرماتے تھے امام بخاریؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ نووی رحمہم اللہ سے بعض مقامات پر علمی اختلاف اور تنقید کے باوجود بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ ان حضرات کا تذکرہ فرماتے تھے، حضرۃ الشیخ جب ان علماء کے حوالہ سے کوئی بات اپنے انداز میں فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ حضرت شیخ کا ان حضرات سے کافی گہرا تعلق ہے، اور ابھی ان سے تازہ ملاقات ہوئی ہے جس میں انہوں نے یہ بات حضرت شیخ سے ذکر کی ہے۔''(۱)

ڈاکٹر شاکر فرّخ ندوی شیخ کے وسعت فکر و مطالعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت شیخ گوشہ نشیں شخص ہیں، آپ کو دنیا کے حالات سے کوئی تعلق نہ ہوگا، علمی مصروفیات اور پھر آپ کا شوق مطالعہ آپ کو باہر کی دنیا کے متعلق سوچنے نہ دیتا ہوگا، لیکن کئی مرتبہ حضرت سے ملاقات کے وقت اندازہ ہوا کہ عالم اسلام کے حالات پر آپ گہری

---

(۱) حرا کا پیغام جولائی اگست ۲۰۱۷ء ص: ۴۴۔

نظر رکھتے ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعلیم کے زمانہ میں جب سہارن پور گھر آنا ہوتا، تو والد محترم جناب مولانا محمد ناظم ندوی مدظلہ خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم فرماتے، حضرت معلوم فرماتے کہاں پڑھ رہا ہے؟ ندوہ کا ذکر ہوتا تو خصوصیت کے ساتھ کہا کرتے کہ ارے بھائی (مولانا) نذر الحفیظ ندوی سے کہنا کہ لکھا کریں، انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا ہے، ''مغربی میڈیا اور عالم اسلام'' کے تعلق سے جو وہ تحریر کرتے ہیں اس سے بڑی معلومات حاصل ہوتی ہیں، اور پھر حالات حاضرہ پر گفتگو فرماتے اور عالمی تحریکوں کے متعلق بھی سیر حاصل اور اطمینان بخش گفتگو فرماتے تھے، اسی طرح آپ کو ادب سے بھی گہرا تعلق تھا، آپ نے ادب وشاعری کا بھی مطالعہ کیا تھا، اس کا اندازہ بھی حضرت کی ایک مجلس میں اس وقت ہوا جب مولانا نذر الحفیظ ندوی مدظلہ کے ساتھ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، دوران گفتگو حضرت شیخ نے علامہ شبلی نعمانیؒ (ندوۃ العلماء) کی علمی شان اور پھر ان کی تصانیف پر گفتگو کی، بالخصوص سیرۃ النبی ﷺ اور فن سیرت نگاری میں آپ کے قلم کی تعریف کی، پھر مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ مولانا کے اسلوب میں مترادفات کی کثرت ہے، مولانا نذر الحفیظ ندوی نے اس کی وجہ حضرت مولانا کے ادبی ذوق ادب سے گہرے تعلق کو بتایا، تو اس پر فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ ان کا مزاج بن چکا ہے، اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذوق خالصۃً ادبی تھا جب وہ علامہ شبلیؒ کی سیرت النبی مکمل کرتے ہیں، تو مترادفات کا استعمال بالکل نہیں کرتے، لیکن یہی علامہ سید سلیمان ندویؒ، جگر مرادآبادی کے متعلق قلم اٹھاتے ہیں، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی ادیب نہیں، مترادفات کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔''(۱)

واقعہ یہ ہے کہ مولانا فکر و مشاہدہ میں بہت حساس واقع ہوئے تھے، اور کسی بھی

(۱) ماہنامہ حراء کا پیغام ص: ۴۵، سہارن پور جولائی - اگست ۲۰۱۷ء۔

معاملہ میں اس کی تہہ تک پہنچنے میں انہیں دیر نہ لگتی تھی، حالات، افکار، اشخاص ان سب کا مطالعہ ومشاہدہ بہت گہرا تھا، اس کی وجہ سے اور کچھ صفائی باطن اور کتاب وسنت کے علم میں فہم ورسوخ سے موجودہ زمانہ میں تیزی سے آرہے فتنوں کو سمجھنے میں بھی انہیں دشواری نہ ہوتی۔ کویت پر عراق کے حملہ اور پھر مغربی دنیا کے سعودی عرب کی زمین کو اختیار کرکے عراق پر حملہ کے زمانہ میں مولانا کے قلب ودماغ نے مغربی دنیا کے عناد میں عراق کے ظلم کو درست قرار نہیں دیا تھا، اور صاف محسوس کرلیا تھا کہ صدام حسین مغربی دنیا کا آلہ کار بن گئے ہیں، یہی فکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تھی اور دونوں میں ایسا توافق سامنے آیا تھا جسے حسن اتفاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، معلوم ہوا تھا کہ مولانا نے اس تناظر میں کچھ اشعار بھی کہے تھے۔

مولانا تعمیر حیات کو اہتمام سے دیکھتے جو ندوۃ العلماء کا اردو ترجمان ہے اور اس میں عالم اسلام کے متعلق وہ چشم کشا مضامین شائع ہوتے تھے جس کا لوگوں کو اشتیاق رہتا تھا، اس تناظر میں مولانا سیّد محمد واضح رشید حسنی ندویؒ اور مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کے مضامین خاص طور پر اہمیت کے حامل ہوتے تھے، راقم السطور سے حضرۃ الشیخ نے ان سے اپنے تأثر کا خود تذکرہ فرمایا، وہ "البعث الإسلامي" اور "الرائد" کو بھی اہتمام سے پڑھتے تھے جو ندوۃ العلماء کے عربی کے ترجمان ہیں۔ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (ایڈیٹر البعث الاسلامی وحال مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کا طرز نگارش پسند فرماتے اور ان کی عربیت وفصاحت سے متأثر تھے۔

مقام اجتہاد:

علمی رسوخ اور حدیث سے شغف اور اس میں ان کے اجتہادی مقام کو بیان کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) نبراس الساری إلی ریاض البخاري میں حضرۃ الشیخ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"وهو اعلم من لقيته بدقائق صحيح البخاري، وغوامضه، وخفاياه ورموزه، ولا أبالغ إذا قلت: لم يأت بعد الحافظ ابن حجر العسقلاني من يقاربه في شرح الصحيح إسنادًا ومتنًا وفقها وتواصلاً إلى غرض الإمام البخاري

ومقصوده في كل باب وفي ما يورده من أسانيد أو متابعات وشواهد أو تعليقات وشرح للمفردات وبيان للمعاني وترتيب بديع للكتب والأبواب والأحاديث والآثار.

وكل من يطالع كتاباته ونظر فيها وجدها مثالا للتحقيقات العلمية يحتذى به ويسار إليه في جمع وترتيب وتهذيب وتنقيح وترجيح مع بعد عن العصبية والتقليد وغزارة عبارة وقوة حجة، وأشهد أنَّ كل من زاره وجلس إليه علم أنه، فوق كتبه ومؤلفاته وفوق بحوثه وتحقيقاته وأنه كنز من كنوز العلم الغالية جاء به اللّٰه تعالیٰ علی أهل هذا الزمان."[1]

(علماء حدیث میں میری جن سے ملاقات وزیارت ہوئی ان میں حضرت مولانا محمد یونسؒ کو فہم بخاری میں بلامبالغہ سب سے ممتاز پایا، میں سمجھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے انہیں اس میں بہت قرب حاصل ہوگیا تھا، وہ امام بخاریؒ کی غرض اور مقصود کو سمجھنے میں اور ان کو ان کی سند ومتن اور اس کی تفصیل وتوضیح کی معرفت اور ابواب کے قائم کرنے اور ان میں احادیث وآثار ذکر کرنے کی مناسبت کا جو علم حاصل ہوگیا تھا، اس میں وہ بہت فائق نظر آتے ہیں، ان کی تحریروں اور تحقیقات کا مطالعہ کرنے والا یہ فیصلہ کئے بغیر نہیں رہے گا۔ وہ ہر قسم کی عصبیت سے دور ہوکر گہری نظر رکھنے والے قوی الحجت اور متبحر محدث ہیں اور میں گواہ ہوں کہ ان سے ملنے والا اور پاس بیٹھنے والا یہ محسوس کرتا کہ وہ کتابوں، بحوث ومقالات اور تحقیقات سے بالاتر ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ وہ علم کا ایک قیمتی خزانہ ہیں، اللہ نے جسے اس زمانہ میں ہم لوگوں کے لیے کھول دیا تھا۔)

علم وعمل کی جامعیت:

علمی انہماک کے ساتھ اخلاق عالی کا خیال اور ورع وتقویٰ کا پورا لحاظ، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی پوری فکر یہ مولانا کی زندگی کا مہتم بالشان باب ہے، اس کی تفصیل میں

---

(۱) نبراس الساري ص:۱۲-۱۳ مکتبة القلم سورت۔

جانے سے پہلے ہم ان کے ہی ایک ممتاز نیاز مند مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کا تأثر نقل کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"أكرمهُ الله بصفات حميدة عالية وأخلاق فاضلة وهمة وثبات وتفان في العلم وقدم راسخ في البحث والتحقيق وصدق وأخلاق ونقاء السريرة وطهارة القلب وصفاء عقيدة التوحيد وكراهية شديدة للبدع والمحدثات وارتفاع عن المناصب الدنيوية وزهد في التمتع واللذات وقناعة باليسير وجود وسخاء، وكرامة نفس وعزة يندر مثالها،"[1]

(اللہ تعالیٰ نے بڑے اعلیٰ اخلاق صفات حمیدہ اور بلندی حوصلہ وثبات قدمی واستقامت اور علم میں فنائیت اور بحث وتحقیق میں قدم راسخ اور بانی اوصاف میں صدق واخلاق اور صفائی قلب، عقیدہ میں صلابت بدعت سے نفرت اور داری اور مناصب وعہدوں سے بے پرواہی اور سامان دنیا سے بے رغبتی قناعت سخاوت دریا دلی اور شرافت نفس اور خودداری وغیرہ میں نادر المثال کیا تھا۔)

جھوٹ سے آخری درجہ احتیاط تھی، زندگی میں تین جھوٹ بتائے تھے جو بچپن کے ہیں، والدہ، والد اور استاد خاص مولانا ضیاء الحق سے ان کے ڈر سے بولے تھے جس کا انھیں تاعمر صدمہ رہا اور اس کی تلافی اور تدارک کے لیے کیا نہیں کیا، اسی طرح غیبت وغیرہ اور دوسرے گناہوں سے احتیاط اور اگر کوئی گناہ یاد آیا اور اس کا تعلق حقوق العباد سے تھا تو معافی مانگنے میں آخری عمر میں بھی پس وپیش نہیں کیا، یہاں تک کہ ایک صاحب سے انتقال سے چند دن پہلے پچاس سال پہلے کی بات یاد کر کے معافی مانگی، کہ ہم نے آپ کی شکایت کی تھی معاف کر دیں، اور اگر روک ٹوک میں محسوس کیا کہ دوسرے کا دل ٹوٹ گیا تو اس سے بھی معافی مانگ لی۔ اور ملاقات نہ ہونے کی صورت میں کہلوا کر معاف کرایا، اسی طرح ایک بار زکوٰۃ کی مد کو ہدیہ کی سمجھ کر خرچ کر دیا، بعد میں معلوم ہونے پر مسلسل اس کی تلافی کے لیے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہے۔

(۱) نبراس الساري ۱/۱۳۔

برادر محترم مولانا یحیٰی نعمانی نے اس سلسلہ کا چشم دید واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حاضری ہوئی اور بڑی سبق آموز بات دیکھی لکھنؤ کے حاجی ہارون قریشی صاحب بھی ساتھ تھے، دیکھا کہ حضرت اپنے خادم سے پوچھ رہے ہیں، اس لفافہ میں پیسے رکھ دئے، پھر تاکید کی کہ اُس کا حساب رکھنا، مجھے پوری رقم ادا کرنی ہے، پھر ہمیں قصہ بتایا کہ ایک صاحب نے ستر ہزار روپئے بھیجے، میں نے خرچ کر لیے، بعد میں انہوں نے لکھا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم تھی، اب میں دھیرے دھیرے ادا کر رہا ہوں، اسی موقع پر اس عاجز نے کچھ رقم خدمت میں پیش کی، فرمایا تمہارا کوئی کاروبار تو ہے نہیں، تم کیوں دے رہے ہو، میں نے عرض کیا، حضرت! اس وقت کشادگی ہے، سہولت سے پیش کر رہا ہوں، بڑی بشاشت سے رکھ لیے، پھر حاجی ہارون صاحب نے بھی کچھ پیش کیا، فرمایا: میں آپ کو نہیں جانتا، آپ سے نہیں لوں گا، میں نے عرض کیا: ان کا ہدیہ حضرت مولانا نعمانی، قبول فرماتے تھے، بس ان سے بھی لے لیے۔''(۱)

ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد یونسؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کی امامت کا مقام عطا فرمایا تھا، وفات کے بعد لوگوں کی زبان پر امیر المومنین فی الحدیث کا لقب جاری ہے، القاب کی کثرت اور غلو کے دور میں بھی اس استعمال کو بہر حال صحیح کہا جائے گا، بلا مبالغہ اس دور میں وہ امیر المومنین فی الحدیث کے اس لقب کے مستحق تھے، جس سے کسی دور میں حضرت سفیان ثوریؒ، شعبہ بن الحجاجؒ اور امام بخاریؒ کو یاد کیا جاتا تھا، دوسری طرف تعلق مع اللہ، عبدیت، وانابت حضور وتبتل، اور سلوک وطریقت میں بھی نہایت اونچا مقام رکھتے تھے، علم و عمل کی یہ جامعیت ان کا امتیاز اور ان کے اکابر سلسلہ کی خاص میراث تھی۔''(۲)

زہد و استغناء:

مولانا کے نمایاں اوصاف میں ایک بڑا وصف زہد و استغناء تھا، یہ زہد جاہ میں بھی تھا

---

(۱) ماہنامہ الفرقان ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ۔ (۲) الفرقان ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ۔

اور مال میں بھی، اور دنیا کے دیگر ساز وسامان میں بھی، اللہ نے ان کو جوانی میں ہی بڑا مرتبہ اس طور پر عطا فرمادیا تھا، کہ ان کے شیخ انہیں تدریس حدیث میں اس وقت اپنا جانشین بنا گئے جب ان کی عمر صرف تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اور پھر اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا، جب کہ وہ چالیس کے ہوئے، اور بہت جلد انہوں نے وہ مقام پیدا کرلیا تھا کہ بڑے علماء ان سے حدیث پاک میں رجوع کرنے لگے تھے، اور پھر اہل عرب وعجم ان پر ٹوٹ پڑے، اور ان کے لیے بڑی سی بڑی پیشکشیں ہونے لگیں، وہ فقیرانہ آئے تھے، فقیرانہ گئے، وہ اگرچہ شروع میں مظاہر علوم میں تدریسی مشاہیرہ لیتے تھے، اس لیے کہ ان کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا، اور دوسروں کی محتاجگی گوارہ نہ تھی، لیکن وہ توکل کے اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ کے لیے جو چیز چھوڑی جائے گی اللہ کفایت فرمائے گا، "ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبه"، اور "وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون"، لیکن اس کا مشورہ اسی کو دیا جاتا ہے جو اس یقین کے مقام پر فائز ہو چکا ہے، اور اگر حالات آئیں تب بھی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے، بالآخر یہ مشاہرہ بھی انہوں نے بند کروالیا، مگر ان کے لیے رزق کے ایسے دروازے کھلتے چلے گئے کہ جتنا انہوں نے مدرسے سے اپنا استحقاق لیا تھا نہ صرف وہ واپس کردیا بلکہ کہیں زیادہ واپس کیا، آخر میں تو یہ حال ہوگیا کہ بڑی سی بڑی رقمیں اور وہ ان میں جس کو لینا مناسب سمجھتے اور اس کو اپنے اور اپنے مہمانوں کے کام میں بقدر ضرورت لاتے، اور ضرورت مندوں واصحاب حقوق کو دے دلاکر ختم کردیا کرتے، جمع نہ کرتے، اور مدرسہ کو دے دیتے، مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ان کو جو پیش کیا جاتا وہیں وہ کام میں لے آتے۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ برادر محترم مولانا معاذ احمد کاندھلوی استاد جامعہ مظاہر علوم سہارن پور نے بتایا کہ آخر میں تو یہ ہوگیا تھا کہ ہر دو چار دن میں ایک لفافہ دیتے کہ مدرسہ میں رسید کٹادو اور اس میں کئی کئی ہزار کی رقم ہوتی وہ کہتے ہیں کہ متعدد بار خود مجھے اس خدمت کی سعادت حاصل ہوئی اور رسید ان کی خدمت میں پیش کی البتہ اپنے نام کا اخفاء رکھتے۔

اس طرح اور بھی واقعات ہیں، حفظ کے طلبہ کے لیے وہ خرچ کرنا بہترین مصرف سمجھتے تھے، ایک بار انہوں نے راقم الحروف کو سو روپئے عنایت کیے اور فرمایا اپنے دادا

(سید محمد مسلم حسنی مرحوم خویش حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ جن سے انہیں بڑا تعلق تھا) کے ایصال ثواب کے لیے ندوہ میں حفظ کے طلبہ کے لیے جمع کر دینا، جیسا ان کا حکم تھا اس پر عمل کیا گیا۔ ایک بزرگ نے ان کی خدمت میں ایک ہزار روپئے پیش کیے جیسے وہ ہزار روپئے ان کے پاس گئے اور وہ روپئے ان کے ہاتھ میں ہی تھے کہ دوسرے کو یہ کہہ کر عنایت فرمادئے کہ دینی کتابوں کی اشاعت میں کام میں لانا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے پانچ ہزار کی ایک رقم ہدیہ کے طور پر پیش کی جسے راقم ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا فرمایا اس کی تو کتاب خریدیں گے۔

تعلقات کا پاس ولحاظ:

تعلقات کا پاس ولحاظ ایک بڑی خوبی ہے، جو انسانی اقدار اور اسلامی اخلاق کا حصہ ہے، مغرب وماڈیت نے جن اقدار واخلاق پر ضرب ماری ہے ان میں ایک یہ بھی ہے، کہ انسان پر ماڈیت کا ایسا غلبہ ہوتا جارہا ہے کہ صرف اس کے سامنے اپنی ذات رہ گئی، اپنا فائدہ، اپنی غرض، اپنا خیال، اپنا سامان، اپنی دولت، اپنا مکان، لیکن دین کا دیا جلانے والے ہمارے علماء حق اس تاریکی میں روشنی پہنچانے کا کام کرتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ اپنے وطن جون پور سے دور مقام سہارن پور میں زمانۂ طالب علمی سے جو آئے تو پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے، لیکن اپنے وطن اہل وطن، اعزہ واقارب سے ناطہ ٹوٹنے نہ دیا، باوجود علمی اشتغال وانہماک جب تک صحت رہی وطن تشریف لے جاتے تھے، اور آپ کے اعزاء آپ کے پاس سہارن پور آتے، آپ کے ایک ہی بھائی تھے ان کے بیٹوں کے ساتھ اپنی اولاد کا سا معاملہ کیا، اور وہی سب برادر زادگان عصبہ کے آپ کے وارث اور آپ کے ترکہ کے مالک ہوئے، البتہ کتابیں مظاہر علوم کے لیے وقف کردی تھیں اور مکان جو مظاہر قدیم کے لیے وقف کردیا، سارا سامان وغیرہ اہل مدرسہ نے انہی کے حوالہ کیا، انہیں حضرت کی وصیت اور تعلقات کا علم تھا، حضرت مولانا کا جس سے تعلق ہوا اس کو وہ کبھی بھولے نہیں، اور نہ بھولنا بھی نبوی وراثت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے متعلقین کا، سفر وحضر میں پورا خیال فرماتے، اور اگر کوئی ان میں نظر نہ آتا تو دریافت فرماتے، یہاں تک یہ مزاج نبوت صحابہ میں منتقل ہوگیا تھا

کہ مسجد جو اجتماعی مقام ملنے ملانے کا ایک بہترین موقع فراہم کرتا ہے مسجد نہ آنے والے کو دریافت کیا جاتا کہ آخر کیا بات ہوگئی وہ مسجد نہ آئے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے جس کی سلام ودعا ہوگئی، اس کو یاد رکھا، اور اگر آمد ورفت شروع ہوئی تو اس کی غیوبت میں بھی اس کو پوچھتے۔

راقم السطور کے دادا سید محمد مسلم حسنی مرحوم کی مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی، حضرت اندر ہی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جارہے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے تھے کسی نے تعارف کرایا اور یہ نسبت بتائی ان کو وہ تعلق بھی یاد آیا کہ چھ سال قبل ۱۹۹۶ء میں حج میں منیٰ وعرفات میں ایک ہی جگہ قیام پذیر تھے، حضرت ان کے پاس بیٹھے اور خود دعا کے لیے کہا، دادا جان ان کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اور ایک تعلق خاطر ہوگیا، بعد میں جب بھی ملاقات ہوتی ان کی خیریت پوچھتے، اور کشف خواطر سے بعض باتیں بھی فرماتے، تاکہ ہم لوگ ان کی قدر کرسکیں، ایک بار جوش میں فرمانے لگے جب ان کی وہاں حاضری ہوگی تو اولیاء اللہ ان پر رشک کریں گے، ایک دلچسپ واقعہ اسی تعلق کا یہ بھی نظر آیا کہ دادا جان نیک کام سمجھ کر کے آخری عمر میں کچھ تعمیرات کا کام کرارہے تھے، اسی زمانہ میں حضرت کو راقم نے فون کیا، حضرت نے فرمایا تمہارے دادا کیسے ہیں، ہم نے خیریت بتائی، اور اس تعلق سے اگرچہ کچھ نہیں بتایا مگر حضرت فرماتے گئے ان سے کہنا کہ اپنا تعمیرات وغیرہ کے کاموں میں نہ لگائیں، یہ دوسرے کریں، وہ ذکر وتلاوت ودرود شریف وغیرہ میں زیادہ متوجہ رہیں، کہ عمر کا آخری حصہ ہے، حضرت کی یہ بات سورۃ النصر ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً'' کے شان نزول سے بھی معلوم ہوتی ہے، لیکن یہاں جو باعث تحریر بات ہے کہ وہ اس تعلق کا پاس ولحاظ ہے جو سفر حج کی ایک ملاقات میں قائم ہوگیا تھا، حضرت مولانا اپنے تعلق والوں کا اور اپنے والدین اور محسنوں سے تعلق والوں کا بھی موقع سے ان کا تذکرہ کرکے یا ان کے کسی احسان کا ذکر کرکے یاد تازہ کرتے تھے۔

حضرت مولانا جب مظاہر علوم سہارن پور آئے اور وہ طالب علم تھے، وہاں کے اکابر سے ان کا تعلق قائم نہیں ہوا تھا، ان پر اوّل نظر شفقت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجراروی ثم

سہارن پوری (م ۱۴۲۴ھ) کی بڑی ان کی اس عنایت کا انھوں نے یہ پاس رکھا، کہ ان کے برادر خورد اور عظیم عالم و عربی شاعر و ادیب مولانا اطہر حسین صاحب سے زیادہ تعلق بڑھایا، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ جو اس زمانہ میں مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خدمت میں وقت گزار رہے تھے، اپنے اس مشاہدہ کو اس تحریر میں بیان کرتے ہیں:

> ''اسی زمانہ سے ان کا حضرت مولانا مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ (م ۱۴۲۴ھ) سے گہرا تعلق قائم تھا، اور حضرت مفتی صاحب ان کی پوری سرپرستی فرما رہے تھے، یہ خود میرا چشم دید واقعہ ہے، ان کے دورۂ حدیث کے زمانہ میں یہ ناچیز دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس ہو گیا تھا، لیکن میری آمد و رفت سہارن پور کثرت سے ہوتی رہتی تھی، اور مولانا سے ملاقاتیں بھی رہتیں، ان کے ایک دوست مولانا اطہر حسین مرحوم تھے، جو ان کے استاد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین کے چھوٹے بھائی اور مولانا محمد سعیدی سلمہٗ کے والد جو ہمارے ہم درس بھی تھے، عربی ادب سے بھی مناسبت تھی، ان سے مولانا کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔''(۱)

چوں کہ مولانا کا قیام شروع میں مظاہر قدیم میں رہا تھا جہاں وہ رہے تھے اور پڑھا بھی تھا، اور مظاہر کی تقسیم کے بعد اگرچہ وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی نسبت سے مظاہر جدید منتقل ہوئے اس لیے کہ جدید مظاہر کے نظام کے منتظم حضرت شیخ سے خاندانی نسبت رکھنے والے افراد تھے لیکن مظاہر قدیم سے تعلق دو وجہ سے کمزور نہ ہونے دیا ایک تو وہ ان کی درس گاہ تھی جہاں پڑھا تھا اور رہے تھے دوسرے یہ کہ اس کے متولی و ناظم ان کے مظاہر میں اوّل استاد مولانا مفتی مظہر حسین صاحب تھے ان کا ایک مکان تھا وہ بھی مظاہر قدیم کو وقف کیا، جب کہ اپنا ذاتی کتب خانہ مظاہر جدید کو وقف کیا۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

کتابوں سے تعلق:

حضرت مولانا کو کتابوں سے عشق تھا کتابیں خریدتے بھی، کتب خانوں میں کتابیں دیکھنے بھی جاتے، کتابوں کی حفاظت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ان کو اختیار کرتے،

---

(۱) تعمیر حیات ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء ص: ۱۹۔

اوران کا حق مطالعہ سے ادا بھی کرتے، انہیں جب دیکھا گیا یا تو ذکر و نماز و تلاوت میں یا مطالعۂ کتب میں کوئی اللہ کے لیے ملنے والا آجاتا تو پھر اسے وقت دیتے، اجنبی ہوتا جلدی رخصت کردیتے، مانوس اور پرانا، شناسا ہوتا، اسے زیادہ وقت دیتے، پھر مطالعہ میں مصروف ہوجاتے، کتابوں کے درمیان رہتے، پہلے رات کا وقت دوسرے کمرہ میں گزارتے تھے، آخری سالوں میں کتابوں کا کمرہ ہی شب و روز کا مقام بن گیا تھا، جب مظاہر علوم وقف (قدیم) اور رجسٹرڈ (جدید) میں تقسیم نہیں ہوا تو وہ قدیم میں تھے، انتظامی تقسیم کے بعد وہ جدید نظام کے تابع تھے اور جدید عمارت میں رہائش سے قبل حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے ساتھ حضرت شیخ کے ''کچا گھر'' میں مقیم تھے، انہیں اپنی مستقل رہائش سے کہیں زیادہ فکر کتابوں کی تھی جو اصولی طور پر قدیم نظام کے تابع ہوگئی تھیں مگر جب ان کی اس فکر و پریشانی کا علم فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین کو ہوا تو ان کی کتابیں ان کے حوالہ فرما دیں، یہ واقعہ مخدوم گرامی مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی اس تحریر سے سمجھا جاسکتا ہے جو ان کے ایک مضمون سے مأخوذ ہے وہ رقم طراز ہیں:

> ''افسوس کہ مظاہر جب دو حصوں میں تقسیم ہوا، اور محترم مولانا محمد یونسؒ کا کتب خانہ اور ان کی کتابیں ان کے حجرہ میں ہی رہ گئی تھیں، ان کتابوں کا دار جدید میں منتقلی کا مسئلہ تھا، جس کا حضرت مولانا محمد یونسؒ پر بہت اثر تھا، یہ ناچیز سفر کرکے سہارن پور حاضر ہوا، اور حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی، اس ناچیز نے شروع ہی سے یہ کوشش کی تھی کہ حضرت مفتی صاحب سے میرے تعلقات ویسے ہی برقرار رہیں، جیسے پہلے تھے، چناں چہ میں نے کتابوں کی واپسی کے سلسلہ میں گفتگو کی اور ان دونوں کے تعلقات کا ذکر کیا، تو (مفتی صاحب) کھلکھلا کر ہنسے، میں نے ان سے یہ بھی عرض کیا، کہ اس مظاہر سے دوسرے مظاہر کے اگر کچھ مطالبات ہیں حضرت فرمائیں تو میں ادا کردیتا ہوں فرمایا: ہرگز نہیں، میں کتابیں واپس کراؤں گا، جو حضرت مفتی صاحب کے اخلاص و محبت کی دلیل ہے، اس واقعہ سے خوش ہوکر مولانائے محترم نے اس ناچیز کو بہت دعائیں دیں......''(۱)

---

(۱) پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ شمارہ ۱۰ اردسمبر ۲۰۱۷ء۔

نئی کتابوں کا شوق بھی انہیں بہت تھا، اور شوق مطالعہ کے اعلیٰ ذوق کے ساتھ تھا، چناں چہ وہ اپنے سفروں میں اعظم گڑھ کے ایک ایسے جدید دینی تعلیمی ادارے بھی گئے جہاں کتابوں کا خزانہ جلد اور بہت تھوڑے عرصہ میں جمع کرلیا گیا تھا، وہ نہ صرف بڑے خوش ہوئے بلکہ ان کی خوشی اس طرح ظاہر ہوتی کہ فرمایا کہ یہاں انتقال ہوجائے تو اسی کے قریب دفنا دینا، یا اس جیسی کوئی بات فرمائی، یہ ادارہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور اور اس کا کتب خانہ مرکز الشیخ ابی الحسن علی الحسنی الندوی للدراسات والبحوث کے نام سے معروف ہے، اس کے بانی وسرپرست مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

> ’’جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں ان کو دو مرتبہ اسی ناچیز نے دعوت دی، دوسری مرتبہ تین روز قیام کیا، زیادہ وقت ان کا ہمارے کتب خانہ میں گذرتا تھا، جس میں ہم نے مختلف ملکوں سے مطبوعات اور بعض مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کردیا ہے جن کی تعداد اس وقت ۸۵؍ ہزار ہے، بخاری شریف کے بعض نسخے جن میں یونینی وصغانی اور بصری کے بعض نسخے شاید ہی دنیا کے کسی کتب خانہ میں یکجا مل جائیں، اس موقع پر مولانا بہت حوصلہ افزائی کے کلمات مدرسے کے بارے میں فرماتے رہے، اور دعائیں دیتے رہے، اور یہاں تک فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میرا مدفن یہ جامعہ ہو۔‘‘(۱)

میری ہر کتاب کو غور سے پڑھتے اور بہت دعائیں دیتے، ہمارے بخاری شریف کے نسخے کو انہوں نے جزدان میں رکھوایا تھا، ان کا خادم اس کو لے کر دارالحدیث جاتا، اور اسی میں وہ پڑھاتے تھے، لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (دس جلدیں) ان کی شدت علالت کے زمانہ میں معلوم ہوا کہ وہ اس کا مطالعہ کررہے تھے، افسوس کہ "الجامع الکبیر للترمذی مع الکوکب الدری والشمائل" (۹؍ جلدیں) جن کے وہ بہت مشتاق تھے، ہندوستان، سہارن پور پہنچ کر بھی یہ کتاب ان تک نہیں پہنچ سکی، انہوں نے ری یونین سے واپسی پر دبئی پہنچ کر اپنے خادم خاص مولانا محمد یونس گجراتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ فون کرایا، اور اس کتاب کی تکمیل پر خوشی کا اظہار فرمایا۔‘‘(۲)

---

(۱) پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ شمارہ ۱۰؍ دسمبر ۲۰۱۷ء۔ (۲) بحوالۂ سابق۔

مولانا کتابوں کا اہتمام اس قدر کرتے تھے کہ اپنے یہاں ذاتی کتب خانہ میں کھلی کتاب نہ رکھتے، اور سال میں ایک دو باران کے شاگرد خاص مولانا مفتی شبیر احمد لندنی اپنے اہل خانہ کے ساتھ آکر مقیم ہوجانے اور ایک ایک کتاب کو ہوا دکھاتے، اور حضرت مولانا کے ذوق کے مطابق ان کو جماتے۔

ایک بار حضرت مولانا کو ان کے سفر رائے بریلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم لوگ دار عرفات کے کتب خانہ لے گئے اور نئی پرانی کتابیں دکھائیں، ایک ایک کتاب غور سے دیکھتے جاتے اور مشورے دیتے جاتے، تاکہ کتابوں کی عمر زیادہ ہو اور صحیح حفاظت ہو سکے۔ جیسا کہ خود ان کو اہتمام رہا ہے۔

ایک سفر رائے بریلی میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے کتابوں کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے ان کے والد جلیل حضرت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب "الثقافة الإسلامية في الهند" کا شوق ظاہر فرمایا، مجمع اللغة العربية دمشق کا طبع شدہ نسخہ حضرت کے پاس ایک سے زائد موجود تھا، ایک نسخہ انہیں عنایت فرمایا بہت ہی خوش ہوئے، وہ اپنے ہر بیرونی سفر سے کوئی نہ کوئی اہم کتاب ہی نہیں جو ان کے پاس نہ ہوتی یا کوئی محقق نسخہ سامنے آتا اسے خرید لیتے اور کتابیں اتنی ہو جاتیں کہ ان کے سہارن پور بھیجنے کا کوئی معتبر ذریعہ اختیار کرنا پڑتا، کتابوں کے تعلق سے ان کی معلومات و تحقیق کا شہرہ ہو چلا تھا، دوسرے لوگ بھی جو کتابوں کے شائق ہوتے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کتابوں کے انتخاب میں رہنمائی لیتے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد اور اس کے رواق سلیمانی کے نگراں اور موجودہ نائب مہتمم مولانا عبدالعزیز خلیفہ بھٹکلی ندوی نے اپنے سفر حج میں پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف موضوعات اور فن پر بہترین ذخیرہ اکٹھا کر لیا۔ اور ایک مثالی لائبریری اپنے رواق میں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کلیۃ الشریعہ میں قائم کی۔

تعلیم و تلقین اور شفقت و محبت:

علامہ جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس تعلیم و تلقین کی مجلس ہوا کرتی تھی، جس میں ایک طرف اہل اللہ، مصلحین، علماء حق کے واقعات کا تذکرہ ہوتا جو بہت سبق آموز ہوتے،

دوسری طرف علمی لطائف، اور مطالعہ کا ماحصل پیش فرماتے، اور زندگی کو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے گزارنے کا جذبہ دلاتے، اور اپنے استاد و مشائخ کا والہانہ تذکرہ کرتے، اس میں یہ سبق دیتے کہ جس کا ذرا بھی احسان ہو اس کو فراموش نہیں کرنا چاہیے،

برادر محترم مولانا یحییٰ نعمانی (نواسہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) کہتے ہیں:

''حضرت کی مجلس ہمیشہ تعلیم و تلقین کی مجلس ہوتی، آنے والوں کی کمیوں پر ٹوکنا ہوتا، ایک مرتبہ مجھ سے کہا: یہ تم کو کیا ہو گیا، تمہارا پاجامہ تنگ کیوں ہے؟ ڈھیلا ہونا چاہیے، میں نے اصلاح کا وعدہ کیا، خوش ہوئے اور دعا دی، اس عاجز کو الحمد للہ پہلے بھی کچھ اس کا اہتمام تھا مگر حضرت کے ٹوکنے کے بعد مزید اہتمام کی توفیق ہوگئی۔ (۱)

برادر موصوف حدیث شریف کے تعلق سے حضرت مولانا کی نصیحت اس طرح بیان کرتے ہیں:

''حضرت کی سب سے پہلی زیارت اس وقت ہوئی جب یہ عاجز مشکوٰۃ شریف کی جماعت میں پہنچا، تعلیمی سال کا آغاز ہوا ہی چاہتا تھا کہ معلوم نہیں کس تقریب سے حضرت مولانا تشریف لائے، اللہ والد ماجد دامت برکاتہم کو سرخ رو کرے وہ لے کر گئے، وہ مبارک لمحہ اچھی طرح یاد ہے، حضرت کا وہ نورانی و پُر رعب و وقار چہرہ اور توجہ اِلی اللہ کی ہویدا کیفیت گویا آنکھوں کے سامنے ہے، والد ماجد دامت برکاتہم نے حضرت کی خدمت میں یہ کہہ کر دعا کی درخواست کی کہ حضرت یہ اس سال مشکوٰۃ شریف پڑھے گا، حضرت نے صرف ایک مختصر اور سادہ جملہ فرمایا: ''کلام نبوی سمجھ کر پڑھنا''۔ (۲)

مولانا عبد السلام خطیب ندوی نے ایک موقع پر اپنے تدریس کا تذکرہ کرتے ہوئے فقہ شافعی کے گھنٹہ کا ذکر کیا، انہیں بھی اسی طرح نصیحت فرمائی، کہ دین سمجھ کر پڑھانا۔

وفات سے دو تین ماہ قبل کی بات ہے مولوی جنید ندوی ان کے ہتھورا باندہ کے سفر سے واپسی پر ساتھ ہو لیے اور کھنڈوہ (ایم پی) میں اپنے وطن میں یہ سعادت حاصل کی کہ

(۱) الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ) (۲) الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ لکھنؤ)

حضرت نے ان کا نکاح پڑھایا، انہوں نے علاقہ میں دینی پسماندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ذکر کیا کہ یہیں کام کرنے کا ارادہ ہے، فرمایا: عبادات میں خوب لگو، بہن کا نکاح بھی ساتھ تھا، اور نام پوچھا عجمی نام ''گلشن'' فرمایا نام بدلو تمہاری بیوی کا نام حمیراء ہے بہن کا نام ''گلشن'' کے بجائے عائشہ رکھ دو۔

مولانا سید محمد عفان منصور پوری فرزند دوم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری) شیخ کی عنایات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''علمی قابلیت، تدریسی لیاقت، تحقیقی صلاحیت اور عملی مقبولیت آپ کی مسلم تھی، مزاجاً اگرچہ بالکل نرالے، بہت نازک اور صاف گو واقع ہوئے تھے، جو محسوس کرتے اُس کو فوراً بغرضِ اصلاح زبان پر لے آتے، چاہے مخاطب کو اچھا لگے یا برا؛ لیکن اُن کا یہی انداز دوسروں سے ممتاز کرنے والا اور لوگوں کی گرویدگی کا سبب بن جاتا تھا۔''

طالب علمی کے زمانے میں سے حضرت شیخ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری ہوتی رہتی، حد درجہ تعلق کا معاملہ فرماتے، بڑی بشاشت کے ساتھ گفتگو فرماتے، تنبیہ بھی کرتے اور نصیحتیں بھی فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا:

''مطالعہ بڑی گہرائی وگیرائی کے ساتھ کیا کرو سرسری اور کام چلاؤ مطالعہ کا مزاج مت بناؤ ورنہ سہل پسندی کے عادی بن جاؤ گے۔''

ایک مرتبہ حاضری ہوئی معمول کے مطابق مطالعہ میں مشغول تھے، احقر سلام کر کے بیٹھ گیا، آپ نے ہلکے سے جواب دیا اور سر نیچے کئے کئے پوچھا کون؟ میں نے کہا: ''عفان'' کچھ دیر بعد سر اُٹھایا اور بہت تڑک کر بولے ''چل بدبودار کہیں کے'' کس نے تیرا یہ نام رکھا ہے۔ احقر سہم گیا اور عرض کیا حضرت! نام میں کیا خرابی ہے؟ فرمایا: ''جا! دیکھ لغت میں ''عفن'' مادّہ کے کیا معنی ہیں؟ احقر نے عرض کیا: ''حضرت عفان میں تو ''الف نون'' زائد ہے، مادّہ کا نہیں ہے۔ اس کا مادّہ تو ''عفت'' ہے جس کے معنی ''پاک دامنی'' کے ہیں۔ یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا ''اپنا نام صحیح کرنے کے لیے جس کو چاہو زائد مان لو''، پھر فرمایا: تیری تحقیق صحیح ہے میں تو دیکھ رہا تھا کہ تو اپنے نام کی حقیقت سے بھی واقف ہے یا نہیں۔''

۱۹۹۹ء میں ختم مسلسلات کے موقع پر مظاہر علوم جانا ہوا اور حضرت کے درس میں شرکت کا موقع ملا، احقر کی خوش نصیبی اور حضرت کی توجہ کہ شروع ہی میں فرمایا: ''چل عفان؛ تیز پڑھ'' پھر تو مسلسلات کا معتد بہ حصہ پڑھنے کا موقع ملا۔

اگلے سال پھر ملاقات ہوئی، فرمایا کہ اِس سال تو مسلسلات میں نہیں آیا، احقر نے عرض کیا: ''حضرت میں تو پچھلے سال پڑھ چکا'' تو خاموش ہوگئے۔ حضرت کے اس سوال کی وجہ سے آئندہ سال پھر ختم میں شرکت کے لیے حاضری ہوئی، تو غایت شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر عبارت خوانی کا حکم فرمایا۔

مدینہ منورہ میں ایک موقع پر حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ساتھ کھانا کھایا، دیر تک بیٹھنا ہوا، چلتے وقت والد صاحب کو مخاطب کر کے احقر کے سلسلے میں فرمانے لگے ''اس احمق سے کہا تھا کہ ایک سال میرے پاس رہ لے، اس نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔''

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی کے قدیم حصہ میں حضرت کے ساتھ نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فرض سے فارغ ہونے کے بعد سنتوں میں قراءت طویل ہوگئی، سلام پھیرنے کے بعد حضرت شیخ نے پوچھا: ''اتنی دیر تک سنتوں میں تم نے کیا پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: ''حضرت بالترتیب قرآن کی تلاوت کی۔'' فرمایا: ''سنتیں مختصر پڑھا کرو، فجر و مغرب کی سنتوں میں سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص یا اس کے بقدر تلاوت بہتر ہے اور یہی نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا معمول رہا ہے۔ ہاں! نوافل میں جتنی قراءت کرنا چاہو کرو کوئی تحدید نہیں ہے۔

تین سال پہلے کی بات ہے مسجد نبوی میں حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا: ''عشاء کے بعد میرے کمرے پہ آنا'' احقر نے پوچھا: ''حضرت کہاں قیام ہے؟'' آپ کے خادم مولانا یونس صاحب گجراتی نے پتہ بتادیا ''باب مجیدی'' کے سامنے ''بن لادن'' کی عمارت میں حضرت کا قیام تھا، احقر عشاء کے بعد قیام گاہ پہنچ گیا، بہت سے لوگ موجود تھے، کچھ عرب علماء بھی تھے جن سے حضرت بات چیت کر رہے تھے، کچھ دیر میں وہ لوگ چلے گئے تو کھانے کے

لیے دسترخوان لگایا گیا، اپنے قریب بٹھا کر کھلایا، بڑی خاطر مدارات کی، خدام لقمہ بنا بنا کر آپ کے منہ میں ڈال رہے تھے جو چیز پسند آتی فرماتے: ''اِس کی: پلیٹ میں بھی نکالو'' کھانے کے بعد دیر تک روکے رکھا۔ احقر نے ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو فرمایا: ''کیا جلدی پڑی ہے، چلے جانا'' حضرت مدنی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگانِ دین اور اپنے ابتدائی اساتذہ کے واقعات واحوال سناتے رہے۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگا تو جانے کی اجازت دی۔ چلتے وقت بہت شاندار عطر کی بڑی شیشی اور کئی عربی کتب عنایت فرمائیں اور بڑی محبت سے ارشاد فرمایا: ''روز آجایا کر۔''(۱)

حافظ شمیم احمد ندوی صاحب استاد مدرسہ سید احمد شہید تکیہ کلاں رائے بریلی کہتے ہیں کہ: میں مدرسہ فیض العلوم دھرما پور پرتاپ گڑھ میں زیر تعلیم تھا، یہاں کے مہتمم مولانا منہاج الدین صاحب حضرت کے خلیفہ تھے، میں ۱۱-۱۲ر سال کا تھا خدمت کے لیے رکھا گیا تھا، بعد میں حضرت نے یہ کہہ کر بلوایا کہ اس بچہ کو بلواؤ جو خدمت کر رہا تھا پھر حضرت نے شفقت فرمائی اور دعائیں دیں، سر پر ہاتھ رکھا۔

مولوی محمد اسماعیل حسین نواکھالوی دارالعلوم دیوبند سے حضرت کی زیارت اور صحبت میں رہنے کے لیے سہارنپور گئے، کچھ ہدیہ پیش کیا ازراہِ شفقت یہ کہہ کر قبول فرمایا کہ گنجائش ہے؟ عرض کیا گنجائش ہے، تو قبول فرمالیا، البتہ ایک بار تربیۃً قبول نہیں فرمایا۔

وسعت فکر وعلم:

ایک مجلس کے حوالہ سے مولانا محمد اکرم ندوی لکھتے ہیں:

دورانِ گفتگو حافظ عبدالحی کتانی کی فہرس الفہارس کا تذکرہ آیا، اس عاجز نے جرأت سے کام لیتے ہوئے بعض باتوں کا تذکرہ کیا، کہ گویا آپ نے وہ کتاب دیکھی پس لیکن فوراً احساس ہوگیا کہ:

> ''آپ عبدالحی الکتانی سے خوب واقف ہیں، اپنی جرأت پر بے انتہا شرمندگی اور ندامت ہوئی، اس دوران علامہ شبلی نعمانیؒ کا تذکرہ آیا اور آپ

---

(۱) ماہنامہ اشراف الجرائد ص: ۴۲-۴۳ر اگست ۲۰۱۷ء۔

نے علامہ کی تحقیقات اور انشاء پردانی کی دل کھول کر داد دی، شبلیؒ کے متعلق
عام طور سے علماء ومشائخ کے حلقوں اور مدارس میں تنگ نظری کی حد تک غلط
فہمی پائی جاتی ہے، شبلی کا نام ان دیندار مجلسوں کے لیے اجنبی ہے، حیرت
اور خوشی ہوئی کہ آپ جو کہ ہندوستان کی ایک عظیم درس گاہ کے شیخ الحدیث
تھے، علامہ شبلیؒ کی قدردانی اور مقام شناسی میں شبلیؒ کے کسی مداح سے بھی کم
نہیں، آپ کے بارے میں عدم تعصب کا جو تأثر تھا اس گفتگو سے اسے
مزید تقویت ملی۔"

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنوی[1] سے نہ دہلوی سے غرض

وضع داری اور احسان مندی

مولانا عبدالسّلام خطیب ندوی بھٹکلی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے حضرت شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے گھر سے گہرا تعلق تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے آپ کو گھر
کے ایک فرد اور رکن کی طرح رکھا تھا جسے حضرت کے بعد ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادے
حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور ان کی اہلیہ نے برقرار رکھا۔ مولانا عبدالسلام خطیب ندوی
بیان کرتے ہیں:

"مجھے تو ممانی صاحبہ[2] (اہلیہ حضرت مولانا طلحہ صاحب) کی سب
سے بڑی اور بے لوث خدمت اور ایک قابل قدر کارنامہ ہمارے حضرت
الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ جونپوری ثم السہارنپوری (م ۲۰۱۷ء)
کے دو وقت کے کھانے کا اہتمام کرنا بڑے سلیقے سے اس کام کو انجام دینا لگا
یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ کب سے پیر صاحب کے گھر سے ہمارے حضرت الشیخ
کے کھانے کا نظم شروع ہوا، ہم نے تو حضرت الشیخ کے پاس قیام کے دوران
۱۹۹۶ء سے دیکھا اور حضرت والا کے انتقال سے دو تین ماہ قبل تک جب بھی
ندوے سے ایک دو دن کے لیے حضرت کی خدمت میں جانا ہوتا تھا، ہمیشہ

---

(۱) نقوش اسلام جولائی ۲۰۱۷ء ص: ۲۲۔ (۲) سہارنپور کے لوگ اسی خطاب سے یاد کرتے ہیں۔

دیکھا کہ پیر صاحب کے گھر سے بڑے اہتمام سے ظہر و عشاء کے وقت کھانا پہنچ رہا ہے۔“

مولانا سید محمد غفران ندوی باندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کہتے ہیں کہ شیخ نے اپنی وفات سے قبل غالباً آخری کھانا ان کے یہاں سے آیا ہوا کھایا ہوگا کہ ان کی خدمت میں یہ کہلایا کہ ہم نے آپ کو بڑی مشقت میں ڈالا آپ معاف کیجئے گا۔ یہ تھا شیخ کا رکھ رکھاؤ، وضعداری، جذبہ تشکر اور حساسیت و اعتراف قصور۔

گیارہواں باب
دینی و علمی اسفار

علمی دینی سفروں کا ایک تاریخی جائزہ

استاذ محترم مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی حفظہ اللہ (استاذ حدیث وعلوم حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا جنید احمد بنارسی کی کتاب سو (۱۰۰) دن کا غیر ملکی سفر پر تبصرہ کرتے ہوئے اسلاف کے علمی سفرناوں پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

☆ عربی زبان میں سفر کو رحلۃ اور انگریزی میں Travelogue اور سیاح کو Treveller کہتے ہیں۔

☆ سفرنامے کی دو اہمیت ہیں: (۱) علمی (۲) ادبی۔

☆ سفرنامے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔

☆ قرآن کریم نے اسلام سے قبل جزیرۃ العرب کے باشندوں کے دو اسفار "رحلۃ الشتاء والصیف" کو سورۃ قُریش میں ذکر کر کے زندہ جاوید بنا دیا، چونکہ قریش کی گزر بسر کا ذریعہ تجارت تھی، سال میں دو بار ان کا تجارتی قافلہ باہر جاتا اور وہاں سے اشیائے تجارت لاتا، سردیوں میں یمن کی طرف جو گرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام کی طرف جو ٹھنڈا علاقہ تھا۔

☆ قرآن کریم نے مسلمانوں کو چودہ مقامات پر "سیر فی الأرض" کی دعوت دی ہے، کہیں "أولم یسیروا فی الأرض" اور کہیں "سیروا فی الأرض" کے ذریعہ، اور تقریباً ہر جگہ "سیر فی الأرض" کا ایک ہی مقصد ذکر کیا ہے اور وہ قرآن کریم کے الفاظ میں "فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم" ہے، یعنی گزشتہ قوموں کے زوال اور انجام کی داستان سے واقفیت برائے عبرت ونصیحت۔

☆ اس کے لئے ملاحظہ فرمائیں حسب ذیل سورتیں: ''سورہ یوسف'' (آیت نمبر:۱۰۹) سورۃ الحج (۴۶) سورۃ غافر (۸۲،۲۱) سورہ محمد (۱۰) سورۃ الروم (۴۲،۹) سورۃ الأنعام (۱۱) سورۃ النمل (٦٩) سورۃ العنکبوت (٢٠) سورۃ سبأ (١٨) سورۃ آل عمران (۱۳۷) سورۃ النحل (٣٦) سورۃ فاطر (۴۴)۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے دو اسفار بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

(۱) مکی زندگی میں آپ کا آسمانی سفر جو "الإسراء والمعراج" کے نام سے کتب حدیث وسیرت میں مشہور ہے، صحیح البخاری میں متعدد مقامات پر آپ کے اس سفر کی داستان موجود ہے۔

(۲) ہجرت کے دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر حج جو حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے، اس سفر کو ریکارڈ کرنے والے صحابی جلیل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک سفر نے رحلات الحج کی بنیاد رکھی، دنیا کی نہ معلوم کتنی زبانوں میں رحلات الحج کے موضوع پر سفرنامے وجود میں آئے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کا زرّیں عہد شروع ہوتا ہے جو ابو الطفیل عامر بن واثلة اللیثی کی وفات ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔

☆ صحابہ کرام کے سفرنامے کا دائرہ ''الرحلة فی طلب الحدیث'' ہے اور اس کے مقاصد عند المحدثین حسب ذیل ہیں:

(١) تحصیل الحدیث (٢) التثبت من الحدیث (٣) طلب العلو فی السند (٤) البحث عن أحوال الرواة (٥) مذاکرة العلماء فی نقد الأحادیث و عللها۔

☆ الرحلة فی طلب الحدیث کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(١) التمکن من الجوانب العلمیة (٢) نشر العلم الذی حصله العالم (٣) اتساع الثقافة العامة (٤) تنمیة الفضائل و الکمالات فی النفس (٥) کسب صدقات جدیدة خالصة۔

☆ الرحلة فی طلب الحدیث کے کچھ ضروری آداب ہیں جو حسب ذیل ہیں:
(۱) تقدیم السماع من علماء بلده علی ا لرحلة للآفاق أولاً ثم العزم علی الرحلة للبلدان (۲) حسن اختیار أماکن الرحلة (۳) الاهتمام بکثرة المادة العلمیة و کثرة المسموع ممالیس عنده من الأسانید والمتون (٤) الأعتناء بالمذاکرة مع المحققین لتمکین التعمق فی العلم (٥) مراعاة الآداب العامة فی السفر (خلاصہ از مقدمہ ڈاکٹر نورالدین عِتر کتاب "الرحلة فی طلب الحدیث" للخطیب البغدادی، ص: ۱۷-۲۱)۔

☆ رحلات صحابہ کی چند مثالیں:
(۱) رحل جابر بن عبد الله مسیرة شهر الی عبدالله بن أُنیس فی حدیث واحد۔ (صحیح البخاری کتاب العلم: باب الخروج فی طلب العلم)۔
(۲) رکب (عقبه بن الحارث) الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینه فسأله۔
(صحیح البخاری کتاب العلم: باب الرحلة فی المسئلة لنازلة)۔
(۳) رحل جابر الی مصر للقاء مسلمه بن مخلد وسؤاله عن حدیث بلغه عنه
(٤) رحل ابو ایوب الأنصاری الی عقبة بن عامر بمصر۔
(٥) رحل رجل من الصحابة الی فضالة بن عبید بمصر۔

☆ تابعین کے عہد میں بھی حصول حدیث کے لئے ان کا سفر جاری رہا جیسے:
(۱) رحل الحسن البصری (ت ۱۱۰ھ) من البصرة الی الکوفة فی مسألة
(۲) أقام ابو قلابة فی المدینة ثلاثة أیام۔

☆ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں سفرنامے کا دائرہ اور وسیع ہوا، رامہرمزی (ت ۳۶۰ھ) نے اپنی کتاب "المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی" میں ان محدثین کے اسماء کی فہرست درج کی ہے جنہوں نے کئی ملکوں کا سفر کیا اور انہیں مؤلف نے طبقات پر مرتب کیا ہے، پھر ان محدثین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے صرف ایک علاقے کا سفر کیا۔

☆ حضرت خطیب بغدادی (ت ۴۶۳) نے "الرحلة فی طلب الحدیث" کے عنوان سے ایک کتاب تحریر فرمائی جسے شام کے مشہور عالم و محقق ڈاکٹر نورالدین عتر نے اپنی تحقیق

سے شائع کیا ہے۔

☆ وہ علاقے جو علم وثقافت کے مراکز تھے حسب ذیل ہیں:

المدينة، مكه ، الكوفه، البصره، الجزيره، الشام، اليمامه، اليمن، مصر، مرو، الريبى، بخارا، وغیرہ۔ ابن سعد اور خلیفہ بن خیاط نے اپنی طبقات میں ان مراکز کے مشاہیر کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ محدثین کے ان علمی رحلات نے آنے والی نسلوں کے لئے رحلات کا دروازہ کھول دیا اور آگے چل کر ادب الرحلات وجود میں آیا اور اس میدان کا ہیرو ابن بطوطہ (ت ۷۷۹ھ) قرار پایا، یورپ نے اسے Princ of muslims Travellers کے لقب سے نوازا۔

برصغیر ہندوستان کے اصحاب فضل وکمال اور اہل علم ودعوت کے سفر اور ان کے سفر ناموں کا ذکر اس طرح ہے،

☆ برصغیر میں رحلات نویسی کا آغاز کب ہوا؟ بتانا مشکل ہے، ہمارے پیش نظر جو سفر نامے ہیں وہ تقریباً اردو میں ہیں، ان سفر ناموں کے مؤلفین عام طور پر علماء یا ادباء، یا عام صحافی ہیں، بیشتر سفر ناموں کا تعلق سفر حج سے ہے۔

☆ نواب سکندر بیگم المتوفیہ ۱۲۸۵ھ کا سفر نامۂ حج: مذکرات رحلۃ حج: جو دراصل اردو میں تھا، انگریزی میں اس کا ترجمہ ہوا پھر انگریزی سے سلیس عربی ترجمہ سعودی کلچرل اطاشی ڈاکٹر ابراہیم البطشان (حال مقیم قصیم یونیورسٹی) اور ڈاکٹر ثمامہ فیصل (اسٹنٹ پروفیسر مولانا آزاد اردو یونیورسٹی) کے اشتراک سے ۱۴۳۴ھ میں منظر عام پر آیا، جمادی الاولیٰ ۱۲۸۰ھ میں نواب سکندر بیگم کا سفر حج شروع ہوا اور ۱۳/ شعبان ۱۲۸۰ھ کو جدہ پہنچیں اور فریضہ حج ادا کیا، تقریباً چھ ماہ حجاز مقدس میں مقیم رہ کر محرم، ۱۲۸۱ھ میں بمبئی واپس آئیں۔

☆ والا جاہ نواب سید صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ کا سفر نامہ: رحلة الصديق الى البيت العتيق، ۱۲۸۵ھ میں نواب صاحب براہ عدن سفر حج کو روانہ ہوئے اور ۱۲۸۹ھ میں مطبع علوی لکھنؤ سے اپنا سفر نامہ شائع کیا۔

☆ علامہ شبلی نعمانی المتوفی ۱۳۳۲ھ: کا ''سفر نامہ روم ومصر وشام'' تمام سفر ناموں کے مقابلہ

منفرد ہے۔

☆ سفر نامہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا المتوفی ۱۳۳۹ھ: مرتبہ مولانا سید حسین احمد مدنی۔

☆ مولانا سید عبد الحی حسنی المتوفی ۱۳۴۱ھ: دہلی اور اس کے اطراف (ارمغان احباب)

☆ علامہ سید سلیمان ندوی المتوفی ۱۳۷۳ھ: روداد وفد حجاز۔ سیر افغانستان وغیرہ

☆ مولانا سید مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۳۷۶ھ: دربار نبوت کی حاضری۔

☆ مولانا مسعود عالم ندوی المتوفی ۱۳۷۳ھ: دیار عرب میں چند ماہ۔

☆ مولانا عبد الماجد دریابادی المتوفی ۱۳۹۸ھ: سفر نامہ حجاز اور دوسرا سفر نامہ ڈھائی ہفتہ پاکستان میں۔

☆ قاری محمد طیب قاسمی المتوفی ۱۴۰۳ھ: سفر نامہ برما۔

☆ مولانا سید منت اللہ رحمانی المتوفی ۱۴۱۱ھ: سفر نامہ مصر و حجاز۔

☆ مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی الندوی المتوفی ۱۴۲۰ھ: أسبوعان في المغرب الأقصى، مذکرات سائح في الشرق الأوسط، (شرق اوسط کی ڈائری) من نهر الكابل الى نهر اليرموك، دو ہفتہ ترکی میں، اصحاب کہف کے غار سے یمن کی وادیوں میں اور اپنے گھر سے بیت اللہ تک۔

☆ ماہر القادری المتوفی ۱۳۹۸ھ: کاروان حجاز۔

☆ خواجہ احمد عباس المتوفی ۱۴۰۷ھ: مسافر کی ڈائری۔

☆ ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی المتوفی ۱۴۲۶ھ: چند دن دیار غیر میں۔

☆ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی حفظہ اللہ: دو مہینے امریکہ میں، سمرقند و بخارا کی بازیافت، یورپ کے سفر

☆ مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ: ایک ہفتہ ایران میں۔ دنیا مرے آگے، جہان دیدہ۔

استاذ گرامی مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی نے جن اصحاب فضل وکمال اور اہل علم ودعوت کے سفرناموں اور سفروں پر اجمالی روشنی ڈالی ہے وہ ایک ہمارے پیش نظر باب کی بہترین تمہید ہے، البتہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کو سفروں سے طبعاً مناسبت نہ تھی لیکن دینی تقاضا سمجھ کر اور خدمت خلق کا ایک ذریعہ جان کر وہ سفر کی صعوبت اٹھاتے، مختلف حضرات نے آپ کے ان سفروں کے تعلق سے جو تحریر کیا ہے وہ یہاں پیش کیا جائے گا۔

شیخ جونپوریؒ کے اسفار اور پہلا سفر:

حضرت جونپوری علیہ الرحمہ نے پہلا علمی سفر تعلیم کے لئے سہارنپور کا کیا اور آپ کی صحت اتنی کمزور ہوگئی کہ کچھ ہی دن میں بیمار پڑ گئے، اور اساتذہ وذمہ داران مدرسہ کو تشویش ہونے لگی اور یہ مشورہ سامنے آیا کہ آپ اپنے وطن واپس چلے جائیں یہاں تک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی اس کا مشورہ دیا آپ نے عرض کیا مرنا ہی ہے تو یہاں تعلیم حاصل کرتے ہوئے مریں گے کہ کم از کم دین کی باتیں تو کان میں پڑ رہی ہیں، اور دس سال کے بعد آپ پھر گھر گئے جیسا کہ مولانا عبد العظیم ندوی بن حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوری نے بتایا، اور مولانا نے بھی مختلف مجلسوں اور تحریروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔

حجاز مقدس کے اسفار:

حضرۃ الشیخ محدث جون پوری نور اللہ مرقدہ کے اسفار ورحلات حجاز کے متعلق جو تحریریں نظر سے گزریں ان سے ۱۳۹۹ھ اور ۱۴۰۰ھ کے حج کی تاریخوں کا پتہ چلتا ہے کہ یہ آپ کے اسفار حج کا پہلا سال تھا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرۃ الشیخ کا پہلا سفر حج ۱۳۹۹ھ کا ہے، ان کے حج کے بعد سال نو کے آغاز میں حرم شریف کا جو سانحہ پیش آیا تھا اور حرم شریف کے دروازے بند کر دئے گئے تھے، اور عمرہ پر آنے والوں کو بغیر عمرہ کے احرام کھولنا پڑا تھا، ان حضرات میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ اور ان کے رفیق سفر مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ بھی تھے، مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ نے اپنی کتاب "مذکراتی" میں سفر حج کی روداد کے بعد سانحہ حرم کی تفصیل دی ہے۔

پہلا حج اور مشاہیر علماء ومشائخ کی رفاقت حج:

ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا حج کا سال ہے جیسا کہ انہوں نے خود ذکر فرمایا اور کہا بھی کہ:

جب میں پہلی بار ۱۳۹۹ھ میں حج کو گیا تھا اس کے بعد توڑ پھوڑ شروع ہوگئی۔ (۱)

---

(۱) ملفوظات مع مختصر سوانح شیخ محمد یونس جون پوری ص ۱۴۹ مرتبہ مولانا محمد جابر پالن پوری۔

شیخؒ کے اس سال کے دورۂ حدیث کے تلمیذ رشید مولانا محمد اسلم مظاہری لکھنوی استاذ سنن ترمذی دار العلوم ندوۃ العلماء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ بھی گزشتہ دس سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ان کو تابعیۃ حاصل ہو چکا تھا چونکہ سہارنپور میں رمضان المبارک کے ایام گزارنے کے لئے آپ کے متوسلین مظاہر علوم دار جدید میں قیام کرتے اور دور دور سے اور بیرونی ممالک سے بھی آتے تھے، اس لئے آپ رمضان المبارک کے ایام گزارنے کے لئے سہارنپور کا قیام فرماتے، اور رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال کے ابتدائی ایام کے بعد حجاز مقدس تشریف لے جاتے اس کی تفصیل کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خودنوشت سوانح حیات ''آپ بیتی'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جہاں تک حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہ کے پہلے سفر حج کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ان کے بعض ملفوظات اور ان کے تلامذہ ومسترشدین کے مضامین سے ۱۳۹۹ھ کا زمانہ معلوم ہوتا ہے، جس کی تصدیق مولانا سید سلمان حسینی ندوی "مجالس المشائخ والمعارف والأحباب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہوئے کرتے ہیں۔

"وفي الحرم الشريف كنا نجلس عند الشيخ صديق الباندوي وكان مكانه دائماً أمام باب العمرة على يساره في البناء العثماني، تجاه الركن الشافعي، وكان الشيخ يونس شيخ الحديث بسهارن فور يجلس عنده، وقد حضرنا مرة مجلس الشيخ أبرار الحق- هردوئي- وهو يكون بعد العشاء أمام الميزاب بالضبط في البناء السعودي، وكنا نحب أن نزور الشيخ مسيح الله- من جلال آباد- ولكن لم نتمكن فقد ذهبنا أمس الى الفندق الذي كان نازلا فيه فكان خرج للحرم، أما الشيخ انعام الحسن فلم استطع مقابلته لاحاطة خدمه به وقلة مكثه في الحرم، لأن اكثر اقامته بمسجد الحفائر، مركز التبليغ في مكة"[1]

---

(۱) مذکراتی ۸/ ۳۹۔

لیکن مدینہ پاک میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری اور ملاقات کا ذکر کیا ہے اور مدینہ پاک کے سفر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور ان کے افراد خاندان کا تذکرہ اور روضہ پاک کی تفصیلات ہیں، جبکہ عرفات کے وقوف میں اپنی انفرادی دعاؤں کے بعد اپنے خیمہ میں حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ کی اجتماعی دعا کا تذکرہ ہے اس موقع پر حضرت مولانا محمد یونسؒ کا تذکرہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خیمہ الگ تھا۔

سال ۱۴۰۰ھ کا آغاز سانحہ حرم سے ہوا جب وہاں ایک شخص نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور فتنہ وفساد برپا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ سے امت کو نجات دی۔

حج کے دوسرے اسفار:

مولانا عبد الرحیم لمباڈا استاد دار العلوم بری برطانیا ''حضرۃ الشیخ کے سفر حرمین کی کچھ یادیں'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ یونسؒ نے اپنا پہلا حج ۱۴۰۰ھ میں ادا فرمایا، اس کے بعد ہر سال حج میں تشریف لے جاتے رہے، بجز ۱۹۹۷ء کے، حضرت کا آخری حج ۱۴۳۷ھ میں ادا ہوا، اس حساب سے حضرت نے کل چھتیس حج ادا فرمائے، اس کے علاوہ عمرے تو بے حساب ادا فرمائے، راقم الحروف کو ان میں سے بہت سے اسفار میں رفاقت حاصل رہی، پھر میرا حج کا پہلا سفر ۱۹۸۹ء میں ہوا، اس سال تو زیادہ ساتھ رہنا نصیب نہیں ہوا مگر اس کے بعد والے سال ۱۹۹۰ء میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حج میں جانا نصیب ہوا۔

حضرت والا کا قیام ان دنوں حرم شریف سے کافی دور مولانا ملک عبد الوحید صاحب کے مکان پر تھا، مولانا ملک عبد الوحید صاحب آپ کو عصر کے وقت حرم چھوڑ جاتے اور عشاء کے بعد لینے آتے، اسی دوران ہم حضرت کے ساتھ حرم میں رہتے، عشاء سے فراغت کے بعد آپ مکتبہ امدادیہ میں آکر تشریف فرما ہوتے اور کتاب دیکھتے رہتے یہاں تک کہ مولانا عبد الوحید صاحب لینے آجائیں، حج کے پانچ دن ملک عبد الحق صاحب کے مخیمات میں گزارتے، ان دنوں اکابر عموماً ملک عبد الحق صاحب کے قافلہ میں حج کرنا پسند کرتے تھے، میری درخواست پر

حج سے فراغت کے بعد حضرت والا ہمارے حجرہ (ہوٹل) میں تشریف لے آئے، ان دنوں حضرت والا کو پتھری کی شکایت تھی اور کھانے میں ٹماٹر سے پرہیز کی ہدایت تھی، میری اہلیہ کو پورے دو ہفتے حضرت کی خدمت کا موقع ملا، اہلیہ نے حضرت کے مزاج کے مطابق سبزی وغیرہ پکائی، جس کو حضرت نے ہمیشہ یاد رکھا اور اخیر تک نہیں بھولے، لندن کے آخری سفر میں میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تو پردہ کے پیچھے سے اہلیہ کا شکریہ ادا کیا، کچھ نصیحت بھی فرمائی، حضرت والا کو میں نے دیکھا کہ اسفار میں بہت نرم ہو جاتے تھے، ڈانٹ ڈپٹ تو شاذ و نادر ہی ہوتی تھی، ساتھ ہی انتہائی صاحب عزیمت انسان تھے، محنت اور جفاکشی سے گریز نہیں فرماتے تھے اور اتباع سنت کے بہت پابند تھے اپنی صحت کے زمانے میں نماز ہمیشہ حرم میں پڑھنے کی کوشش فرماتے۔

احرام باندھنے کے متعلق یاد پڑتا ہے کہ جدہ پہنچنے سے پہلے جہاز میں احرام شروع فرمانے کا اہتمام فرماتے، پچھلے سفر میں لندن سے لنگی پہن لینے کی درخواست کی تو منع فرمایا کہ میں جہاز ہی میں جدہ پہنچنے سے پہلے پہن لوں گا۔

ایک مرتبہ میں نے احرام شروع کرنے سے پہلے خوشبو پیش کی تو بہت خوش ہوئے، جو عطر کی شیشی دی حضرت نے اپنی ہتھیلی پر شیشی خالی کی اور اپنی چھاتی، بغل اور بدن پر دونوں ہاتھوں سے اس کو مل لیا۔

جہاز میں کھانے پینے میں احتیاط فرماتے، ایک سفر میں جدہ سے ساؤتھ افریقہ جارہے تھے میں اور مولانا ملک عبدالوحید صاحب ساتھ تھے، مولانا سے کہہ دیا آج شب برأت ہے، فرمایا پھر تو کل ہم روزہ رکھیں گے، جہاز ہی میں ہلکی پھلکی سحری فرمالی اور پورا دن روزے سے رہے، صبح جوہانسبرگ پہنچ گئے تھے اور شام تک پروگرام بھی کیئے، دن کافی لمبا ہو گیا تھا، مگر روزہ نہیں چھوڑا۔

جہاز میں نماز کے مسئلہ میں توسع فرماتے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ہم نے دہلی ہوائی اڈہ پر ظہر اور عصر میں جمع کرلیا، مکہ شریف پہنچ کر حرم جلدی جانے کا اہتمام فرماتے، ایک دفعہ میں نے اپنا ہاتھ حطیم پر رکھ دیا تو فوراً کھینچ کر نیچے کرلیا، ایک دفعہ فرمایا ”دائرہ میں مرکزی نقطہ سے جس قدر قرب ہوتا ہے شوط اسی قدر قصیر ہوتا ہے“ طواف میں خاموشی کے ساتھ دعاؤں

میں مشغول رہتے، سعی میں گفتگو فرماتے، زمزم خوب سیر ہو کر پیتے، اخیر میں ٹھنڈا گرم مکس کر کے پینا پسند فرماتے، سعی میں آرام سے چلتے، میلین اخضرین کے درمیان ہم کو دوڑنے کا حکم فرماتے خود اپنی رفتار سے آجاتے، ہم آگے انتظار کرتے پھر آپ کے ساتھ چل دیتے۔

ایک دفعہ سعی کے دوران گفتگو کرتے ہوئے فرمانے لگے "احادیث کے ذخیرہ میں تین چوتھائی احادیث ضعاف پر مشتمل ہیں اور ایک چوتھائی صحاح پر، اگر ضعاف کو الگ کر لیا جائے تو احادیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا، تعارض جو پیدا ہوتا ہے وہ ضعاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

حلق کا اہتمام فرماتے، کبھی قصر کرنا یاد نہیں، حج کے موقع پر شروع میں افراد فرماتے اور احرام ہی میں کئی دن گزارتے، آخر میں تمتع کا بھی معمول ہو گیا تھا، فسخ الحج الی العمرہ، کے قائل تھے، مگر کبھی کیا نہیں، فرماتے تھے کہ کبھی جی چاہتا ہے کہ اس پر بھی عمل کروں۔

ایام حج میں ہر عمل سنت کے مطابق ترتیب سے ادا فرماتے، منیٰ کے لئے آٹھویں کی رات کو نکل جانا پسند نہ فرماتے، بلکہ صبح ہی کو فجر بعد اطمینان سے نو بجے روانہ ہوتے، عرفات میں ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے قول پر ظہر اور عصر جمع فرماتے اور اس کے بعد وقوف فرماتے، دعاؤں میں ایک خاص کیفیت طاری رہتی، مزدلفہ میں آرام فرماتے اور فجر کی نماز و اوراد سے فارغ ہو کر مسنون وقت پر روانہ ہوتے۔

یوم النحر میں رمی سویرے فرماتے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف بھی دن ہی میں پورا کر لیتے اور رات منیٰ میں آکر گزارتے، مکہ مکرمہ میں رہنا پسند نہ فرماتے، منیٰ کا قیام اگرچہ حنفیہ کے یہاں صرف مسنون ہے، مگر دیگر ائمہ کے یہاں واجب ہے، اس لئے اس کا لحاظ فرماتے، ایک مرتبہ معلم کے خیمے منیٰ کی حدود سے باہر تھے تو بہت پریشان ہو گئے، بعد میں ترک واجب کا ایک دم ادا فرمایا۔

بارہویں کی رمی کر کے مکہ مکرمہ نہ لوٹتے، بلکہ تیرہویں کا قیام بھی فرماتے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تیرہویں کی رمی کے لئے منیٰ کا قیام فرمایا تھا، اپنے گوناگوں اعذار کے باوجود رمی خود فرماتے، اخیر عمر میں تو مولانا محمد یونس رندیرا ویل چیئر میں جمرات کے قریب لے جاتے اور آپ کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے رمی کرتے۔

حج سے فراغت پر اور حج سے پہلے بھی مکہ مکرمہ کے قیام کو غنیمت سمجھتے، نمازیں حرم شریف میں پڑھنے کا اہتمام فرماتے، نفلی طواف کا بھی خاص اہتمام فرماتے، ایک مرتبہ مغرب بعد کافی دیر تک اوابین پڑھتے رہے، پھر فرمانے لگے کہ میرے بدن میں جب جان تھی تو میں اپنے اساتذہ کی طرف سے ایک ایک طواف کر لیا کرتا تھا، اب میرے اندر طاقت نہیں، اس لئے ان کی طرف سے دو دو رکعت نفلیں پڑھ لیتا ہوں۔

تلاوت کثرت سے فرماتے، فضول باتیں پسند نہ کرتے، بلکہ تلاوت میں مشغول رہتے، ایک مرتبہ فرمایا "حاجی کو چاہئے کہ ایک ختم مکہ مکرمہ میں کرے اور ایک ختم مدینہ منورہ میں کرے" مغرب عشا کے درمیان نوافل کے بعد عموماً تلاوت فرماتے، طبیعت جب تھک جاتی تو قرآن شریف رکھوا کر تھوڑی دیر گفتگو فرماتے، مگر اس دوران بھی تسبیح ہاتھ میں لئے رہتے۔

عشاء اور نوافل سے فارغ ہو کر مطاف میں میزابِ رحمت کے محاذات میں تشریف لے جاتے، وہاں ہند و پاک کے اکابر سے ملتے، خاص طور پر حضرت پیر صاحب حضرت مولانا محمد طلحہ دامت برکاتہم (صاحبزادۂ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ) کو تلاش فرماتے، فرماتے "بھائی طلحہ نظر نہیں آ رہے ہیں؟" پھر ان سے ملاقات اور خیر خیریت کے بعد اپنے مستقر پر جاتے۔

جمعہ کے روز خاص اہتمام فرماتے اور سویرے حرم پہنچنے کی کوشش کرتے، بھیڑ کی وجہ سے حرم شریف کے دروازے جلدی بند ہو جاتے ہیں تو ایک دروازہ بند ہو تو دوسرے، تیسرے دروازہ سے کسی طرح اندر داخلہ کی کوشش فرماتے، پریشانی میں "یا فاتح الخیر یا فتّاح" کا کثرت سے ورد فرماتے اور عموماً کسی طرح رستہ ضرور کھل جاتا، ایک مرتبہ جمعہ سے پہلے مشکل سے اندر داخل ہو کر مطاف تک پہنچے پھر فرمایا "میں تو طواف کروں گا اور شدید دھوپ میں طواف شروع فرما دیا، احقر بھی ساتھ تھا اور پیچھے سے دھکے اپنی کمر پر اور بازوؤں پر لے رہا تھا، طواف کے دوران میرے پاؤں پر چوٹ لگی، فارغ ہو کر جب صف میں جگہ بنا کر کھڑے ہوئے اور اذان کا وقت بھی ہو چکا تھا تو میں نے دیکھا کہ انگوٹھے کے ناخن کے نیچے سرخی ہے، میں ڈر گیا کہ وضو ٹوٹ گیا اور اب میرا جمعہ گیا، حضرت کو دکھایا تو فرمایا "اس میں سیلان نہیں ہے یہ تو

صرف ناخن کے نیچے دبا ہوا" یعنی نماز صحیح ہو جائے گی۔

ایک دفعہ ایک مصری خاتون آئی اور مسئلہ پوچھنے لگی، حضرت شرما کر نیچے دیکھنے لگے، میں اس کے اور حضرت کے بیچ آڑ بن گیا اور عرض کیا حضرت یہ کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی ہے، فرمایا اس سے کہو یہاں بہت مشائخ ہیں، ان میں سے کسی سے پوچھ لے، اس نے کہا میں کس کو ڈھونڈوں گی، آپ عالم ہیں بتا دیجئے، پھر اس نے عرض کیا کہ میں حج میں آئی تھی، میرے ایام حیض شروع ہو گئے، خون بند ہونے پر میں نے طواف زیارت کر لیا ہے، مگر پھر تھوڑا سا خون نظر آنے لگا، اب میں کیا کروں، کیا مجھے طواف زیارت دوبارہ کرنا ہوگا؟ حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو کس مسلک پر عمل کرتی ہے، حنفی یا شافعی، اس نے کہا میں حنفی مسلک پر عمل کرتی ہوں۔ (مصر میں عوام میں دونوں مسلک رائج ہیں حنفی اور شافعی، لیکن حکومتی قوانین حنفی مذہب کے مطابق ہیں) حضرت نے پھر اس کو بتایا کہ حنفیہ کے یہاں اکثر ایام حیض دس دن ہیں، غالباً اس کے دس دن سے زائد ہو گئے تھے اور اس کو طواف دہرانے کی ضرورت نہیں تھی۔

ایک مرتبہ ہمارے برابر میں ایک چینی حاجی صاحب بیٹھے ہوئے تھے، وہ حضرت کو اور حضرت ان کو دیکھ کر مسکرانے لگے، حضرت نے فارسی میں ان سے نام پوچھا "نام شما چیست" انہوں نے بتایا، حضرت نے پوچھا "بر مذہب امام ابوحنیفہ" انہوں نے طمطراق سے جواب دیا؟ "ای مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" حضرت مسکرا دئے۔

ایک مرتبہ ایک افغانی بڑے میاں کو دیکھا کہ جب رکوع میں گئے تو ذرا سا جھکے اور فوراً سیدھے کھڑے ہو گئے، حضرت کو دیکھتے رہے، دوسری رکعت میں پھر اسی طرح اسپرنگ جیسا رکوع کیا، حضرت ہنس دئے اور فرمایا "شاید امام صاحب کو پتہ تھا کہ ایسے لوگ آنے والے ہیں اس لئے نماز میں طمانیت کو فرض قرار نہیں دیا، ورنہ ایسوں کی تو نماز ہی نہ ہوتی۔"

ایک مرتبہ بھیڑ میں تشریف لائے، نماز شروع فرمائی تھی کہ برابر میں عورتیں آکر کھڑی ہو گئیں، نماز توڑ کر بھاگے اور آگے کہیں اور جگہ تلاش کی، ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ محمد علی صابونیؒ نے حضرت شیخ (قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ) سے اس بارے میں پوچھا "ما تقولون فی مسئلة المحاذاة فی الحرم؟" تو حضرت نے

جواب دیا "یعمل بمذهب الشافعی رحمة الله علیه"

ایک دفعہ فرمایا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا، کیا مستورات حرم میں نماز پڑھنے جاسکتی ہیں؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دوشرطوں کے ساتھ جاسکتی ہیں:

۱۔ یہ کہ اکیلی نہ جائیں، مستورات کے ساتھ مل کر یا کسی محرم کے ساتھ یا کم ازکم کسی بچہ کے ساتھ جائیں۔

۲۔ اور دوسرے یہ کہ بھیڑ میں نہ گھسیں، کنارے کنارے سے جا کر عورتوں کے احاطہ میں نماز پڑھ کر لوٹ آئیں۔

حرم شریف میں "مرور بین یدی المصلی" کے مسئلہ میں احتیاط فرماتے، اول تو عشاء کے بعد دیر تک نوافل پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ حرم خالی ہوجائے، اس کے بعد نکلتے، پھر اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتو اس کے پیچھے سے نکلتے اور اگر پیچھے سے راستہ نہ ہوتا اور سامنے ہی سے گزرنا پڑے تو اپنی لاٹھی سامنے رکھ کر اس کا سُترہ بنالیتے اور اس کی آڑ میں گزر جاتے، اور وہ بھی ذرا فاصلہ سے سجدہ کی جگہ سے نہیں۔

ایسا ہوا کہ چلتے ہوئے ترکی حرم اور سعودی حرم کے درمیان سیڑھی پر رک گئے اور فرمانے لگے کہ اگر کوئی صاحب بصیرت ہوتو اس کو صاف نظر آئے گا کہ ان دونوں حرم میں بیّن فرق ہے، ترکی حرم عشق الٰہی کے ساتھ تعمیر ہوا ہے، اس کی تعمیر میں سب مسلمانوں نے حصہ لیا، حتیٰ کہ جب اس کا گارا اور مٹی تیار ہوتی، تو لوگ اپنے گھروں سے عطر کی شیشیاں لا کر اس میں خالی کردیتے کہ ہمارا بھی اتنا حصہ اس میں لگ جائے، سعودی حصہ میں وہ بات نہیں۔

فرمایا "مطاف میں نماز پڑھتے ہوئے کعبۃ اللہ شریف سامنے ہوتو نگاہ کعبہ کی طرف رکھنی چاہیے یا نظر نیچی رکھنی چاہیے، اس میں فقہا کے دو قول ہیں، راجح یہ ہے کہ نظر نیچی رکھیں اور گاہِ گاہ نظر پڑ جائے تو اس میں حرج نہیں۔"

ضرورت کے وقت زمزم سے وضو کی اجازت دیتے، بلکہ خود بھی فرمالیتے، اتنا ضرور فرماتے کہ کلی کے وقت پانی پھینک نہ دیں، بلکہ پی جائیں، فرمایا کہ فاکہی نے "اخبار مکہ" میں لکھا ہے کہ زمزم سے وضو جائز ہے استنجا حرام ہے۔

فرمایا کہ مولانا علی میاںؒ نے بہت اچھی بات فرمائی کہ ''بیت اللہ شریف اعظم معابد الارض ہے''یعنی پوری دنیامیں کہیں بھی اللہ کی اتنی عبادت نہیں ہوتی، جتنی یہاں ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ رمضان المبارک حضرت کے ساتھ گزارنا نصیب ہوا، مغرب بعد حرم شریف ہی میں رہتے، سینڈوچ کھا کر زمزم پی لیتے اور عشاء بعد ہی حجرہ پر تشریف لاتے، ایک مرتبہ رمضان المبارک میں عصر بعد تلاوت فرما رہے تھے، اوپر سے کسی چڑیا کی بیٹ آپ کے آستین کے کنارہ پر گری، فرمایا ''حنفیہ کے یہاں یہ معاف ہے لیکن دوسرے ائمہ کے یہاں نہیں'' اس لئے میں اس کو پاک کروں گا، پھر اٹھ کر پیچھے جانے لگے، مجھ سے کہا کہ تم اپنا پڑھتے رہو، مگر میں بھی کھڑا ہوگیا اور ساتھ چلا گیا، میں نے کہیں سے گلاس ڈھونڈ کر پانی لا کر آستین پر ڈالا، اچھی طرح دھونے کے بعد واپس اپنی جگہ مطاف میں آکر بیٹھے۔

ایک حج میں عرفات میں اپنے ساتھ ستّو (پسے ہوئے جَو یا چنے کا پاوڈر، جن میں شوگر بھی ملی ہوئی تھی) لائے ہوئے تھے، پانی کے گلاس میں ستو گھول کر سب ساتھیوں کو پلایا، حرم شریف میں بیٹھے بیٹھے کبھی گفتگو فرماتے اور حالات دریافت فرماتے، ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے حالات پوچھے، ان دنوں یہود کی طرف سے کچھ زیادہ ہی ظلم ہو رہا تھا، سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حالات دریافت کیے، خطرناک حالات سن کر فرمانے لگے ''ایسا لگتا ہے کہ اب تو امام مہدی ہی کے ذریعہ انخلا ہوگا'' پھر فرمایا کہ ''بڑے میاں ایسے ویسے نہیں بولتے تھے، ان کی بات میں کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہوگی''۔

شاہ فہد کے انتقال کے بعد جو حج آیا، اس میں حرم شریف میں بیٹھے ہوئے پوچھنے لگے کہ ان کی طرف سے کچھ قرآن خوانی ہوئی یا نہیں؟ میں نے عرض کیا معلوم نہیں یہ لوگ تو اس کو مانتے نہیں۔

فرمایا کہ جب جنرل ضیاء الحق (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کا حادثہ ہوا تو کسی نے کہا کہ پاکستان میں ان کی طرف سے تیس ہزار قرآن ختم کیے گئے تھے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اتنے تو حضرت شیخ کے لئے بھی نہیں ہوئے ہوں گے، میں نے کہا کہ ایک دم تو نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن مرور زمانہ کی وجہ سے ان کے خلفاء اور شاگردوں نے اس سے زیادہ ہی کیے ہوں گے۔

ایک عالم دین مفتی اسرار الحق صاحب کی گرفتاری کا تذکرہ کر کے رونے لگے، ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا "وہ تو جوان ہیں برداشت کرلیں گے، ہم لوگ تو کمزور اور بیمار ہیں، ہمارے ساتھ ایسا کچھ حادثہ پیش آجائے تو کیا ہوگا؟" قاری انیس صاحب کا بیان ہے کہ تقریباً تین دفعہ الگ الگ مجلس میں یہ سنایا کہ میں حرم میں بیٹھا ہوا تھا، ایک غیر مقلد میرے پاس آکر کہنے لگا "مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے دین میں بہت سی دراڑیں قائم کردی ہیں، ہم ان کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں" حضرت نے فرمایا کہ "انہوں نے دراڑیں قائم کی ہیں یا تم قائم کررہے ہو، تم کیا جانو کہ حضرت تھانوی کون تھے؟"۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف روانگی کے لئے اس بات کا اہتمام ہوتا کہ طواف وداع سب سے آخر میں ہو، اگر کبھی گاڑی آنے میں تاخیر ہوجاتی تو طواف وداع دوبارہ ادا فرماتے، راستہ میں درود پاک کے اہتمام کی تاکید فرماتے، مستورہ کی مچھلی کھانا پسند فرماتے، یہ بھی فرماتے کہ سال بھر میں صرف اسی جگہ مچھلی پسند کرتا ہوں، مچھلی کے بعد دودھ یا دودھ والی چائے سے احتیاط فرماتے، صرف کالی چائے (بغیر دودھ والی) نوش فرماتے، مدینہ شریف پہنچ کر مسجد نبوی شریف جانے سے پہلے نیا جوڑا اور بہت اہتمام سے تیار ہو کر عمدہ سے عمدہ خوشبو لگا کر حرم شریف میں تشریف لے جاتے، راستہ میں غریبوں کو کچھ صدقہ دیتے ہوئے حرم میں داخل ہوتے۔

اخیر میں مولانا یونس رندیرا مسجد نبوی کے مؤذن کی وساطت سے ریاض الجنہ میں جگہ بنوادیتے، وہاں سے دوگانہ ادا فرما کر تھوڑی دیر درود شریف پڑھ کر مواجہہ شریف پر تشریف لے جاتے، مختصر سلام عرض کر کے آگے بڑھ جاتے۔

قیام مدینہ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور اچھے اشعار وغیرہ پسند فرماتے، ایک مرتبہ فرمانے لگے بنگال کے ایک عالم کو حاضری کا بہت اشتیاق تھا، مگر اسباب نہیں تھے، انہوں نے شعر کہا

الیك رسول الله اهدی ثنائیا وابغی به قربا وان كنت نائیا

فرمایا کہ یہ "طلع البدر علینا من ثنیات الوداع" کے متعلق جو مشہور ہے کہ ہجرت کے موقع پر بچیوں نے اس کو گایا تھا یہ صحیح نہیں ہے، کہ یہ کسی اور سفر سے واپسی کا

قصہ ہے، غالباً تبوک کے لمبے سفر سے واپسی پر بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے ان اشعار کو پڑھا تھا۔

شیخ خالد (مرغوب امین) کے یہاں دعوت تھی، واپسی میں انہوں نے ایک جگہ سے گزرتے ہوئے کہا حضرت یہ وادیٔ عقیق ہے فرمایا "کھڑکی کھولو کھڑکی کھولو" اور پھر گرم ہوا اور غبار اندر آنے لگا تو فرمایا "یہ مبارک وادی کا غبار ہے حدیث شریف میں عقیق کو برکت والی وادی کہا گیا ہے"۔

بعض مرتبہ مدینہ شریف کا نام لیا جاتا تو رو پڑتے، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں، ایک مرتبہ کسی نے کہہ دیا میں مدینہ جا رہا ہوں تو غصہ ہو گئے اور فرمایا "مدینہ جا رہا ہوں کا کیا مطلب؟ مدینہ شریف نہیں بولا جاتا، اجمیر شریف بولتے ہو، بغداد شریف بولتے ہو اور جگہوں پر شریف بولتے ہو، مدینہ کے ساتھ شریف کیوں نہیں بولتے؟"

ایک بار کی بات ہے مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، ایک جوان نے قریب آکر پوچھا "میں ریاض میں کام کرتا ہوں، حج کے لئے چھٹی لے کر آیا تھا، آج میری اسلام آباد کے لئے فلائٹ ہے، میں مدینہ منورہ نہیں جا سکتا، کچھ حرج تو نہیں؟ میرا حج قبول ہو جائے گا؟ حضرت والا نے فرمایا، تمہارا دل کیسے گوارا کرتا ہے کہ یہاں تک آکر وہاں حاضری دئے بغیر چلے جاؤ، فلائٹ کینسل کرواور مدینہ شریف حاضری دو، اس نے کہا میری چھٹی بہت مختصر ہے مجھے واپس کام پر پہنچنا ہے اور میں اس سے پہلے دو مرتبہ عمرہ کر کے مدینہ شریف آیا ہوں، حضرت نے فرمایا پھر بھی کم سے کم تھوڑی دیر کے لئے ہو آؤ، پھر نہ جانے کا کفارہ ادا کرو، اس نے کفارہ پوچھا تو فرمایا یہاں سے نکلنے کے بعد اسلام آباد سے گھر تک پہنچنے تک پورے راستہ پر درود شریف پڑھتے رہو یہ اس کا کفارہ ہے۔"

یہ کچھ یادیں سفر کے متعلق ذہن میں آئیں وہ قلمبند کر دی ہیں، میں نے زیادہ تر صحت کے زمانہ کے حالات لکھے ہیں، اخیر عمر میں اعذار کی وجہ سے حضرت کے معمولات میں معمولی فرق آگیا تھا، مولانا یونس صاحب رندیرا چونکہ آخری عمر میں ہمیشہ حضرت کے خادم رہے اور حضرت کے قیام وطعام کا نظم نہایت حسن وخوبی سے انجام دیتے رہے، اس لئے آپ

اس کے لکھنے کے زیادہ اہل ہیں۔

ابھی حضرت کے بیان کی ایک کلپ آئی اس سے پتہ چلا کہ پہلی مرتبہ جب حج کا ارادہ ہوا تو حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے مشورہ کے لئے تشریف لے گئے فرمایا ''تم ہوائی جہاز سے چلے جاؤ'' دل میں خیال آیا کہ میرا ارادہ تو طویل قیام کا ہے، فوراً فرمایا ''طویل قیام کے لئے پھر چلے جانا'' حضرت نے فرمایا اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ دوبارہ حاضری تو پکی ہے، پھر اللہ نے اپنے کرم سے کئی بار حاضری نصیب فرمائی۔

ایک مرتبہ لکھنؤ کے کسی محبت رکھنے والے نے حضرت کی خدمت میں دس ہزار روپئے کا ہدیہ بھیجا، فرمایا ''الحمد للہ! میں حج کے لئے رقم جمع کر رہا تھا، ایک لاکھ ہو گئے تھے، دو ہزار کی ضرورت تھی اللہ نے بھیج دئے۔''

اللہ پاک حضرت شیخ یونس رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بے حساب بلند فرمائے اور حضرت کی طرف سے ہم کو حج وعمرہ کرنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائے کہ اب یہی ایصال ثواب ان کو بھی کام آئے گا اور ہمارے لئے بھی فائدہ مند ہوگا، اللہ سب سے راضی ہو جائے۔ (۱)

قیام حرمین شریفین کے چند اہم واقعات:

جہاں تک حجاز کے اسفار کا تعلق ہے وہاں ان کی طرف علماء حجاز کے رجوع اور ان کی صفت استغناء کو بروایت مولانا یعقوب دہلوی مولانا عمرین محفوظ رحمانی اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''جب حضرت شیخ حجاز تشریف لاتے تو بڑے بڑے علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے ایک مرتبہ کے سفر حجاز میں حضرت شیخ کے حجازی تلامذہ نے اتنے ہدایا پیش کئے کہ ریال سے دو بڑی تھیلیاں بھر گئیں جب مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو حضرت شیخ نے وہ ساری رقم مدینہ کے غرباء وفقراء میں تقسیم فرمادی اپنی ضرورت کے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا، یہاں تک کہ واپسی کے وقت ایئر پورٹ پر مجھ سے فرمایا کہ مجھے ۱۰۰ ریال اس شرط پر قرض دے دو کہ مجھ سے واپس لے لوگے۔'' (۲)

---

(۱) مجلہ ''مشاہیر علم'' اکل کوا ستمبر ۲۰۱۷ء از ص ۹۵ تا ۱۰۱۔ (۲) ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی حرمین شریفین میں حضرۃ الشیخ کی دریادلی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"ایک صاحب مجھے دو سال سے پانچ ہزار ڈالر ہدیہ دیتے تھے شیخ کے لئے، حضرت کو میں نے پہلی مرتبہ جا کر دیا، فرمایا، میں کیا کروں گا اس کو؟ پھر کہا کہ پاسپورٹ کے پرس میں رکھ دو تا کہ مجھے سفر میں یاد رہے، ایک صاحب مجھے یہاں تین سال سے پانچ ڈالر دیتے تھے وہ رکھ دیتے تھے، جب حج اور عمرے میں تشریف لے جاتے تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جو حفظ قرآن کی مجلس چلتی ہیں ان مجلسوں کے سارے طلبہ اور مدرسین میں تقسیم کرا دیتے تھے، یہ حضرت کا مزاج تھا، حضرت جب تیسرے سال مدینہ شریف میں بیمار ہوئے تو ابوبکر بن لادن جو مدینہ شریف اور مکہ شریف کے بڑے کنٹریکٹر ہیں عیادت کے لئے آئے اور سونا (ذہب) لائے، حضرت کو تھیلی پیش کی حضرت سوئے ہوئے تھے۔ اٹھے فرمایا اس میں کیا ہے؟ حضرت کے خادم مولوی یونس راندیرا نے کہا کہ اس میں سونا ہے، فرمایا میں کیا کروں گا جاؤ اسے مارکیٹ میں بیچ دو اور مسجد نبوی میں تحفیظ کے درجوں میں تقسیم کر دو، اپنے پاس کچھ نہیں رکھا"۔ (۱)

حضرت مولانا منیر احمد صاحب کالینا فرماتے ہیں:

ہم سب حضرت کے ساتھ حرم شریف تشریف لے گئے مغرب، عشاء پڑھ کر ایک ضرورت سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہوئے جس کا ذکر مولانا محمد یونس صاحب رندیرا نے حضرت سے کر دیا تھارات کا کھانا ساتھ کھایا، جو جدہ سے آیا تھا لوگ بھی کھانا ساتھ لائے تھے، مولانا عبداللہ سورتی صاحب وغیرہ سبھی لوگ تھے، جو صاحب جدہ سے آئے تھے انہوں نے ایک لاکھ ریال ہدیہ حضرت کو پیش کیا مرے سامنے کی بات ہے، یہاں کے حساب سے ۱۷ لاکھ ہوئے حضرت نے مولانا یونس رندیرا سے فرمایا:

مولوی یونس: اس کو گنو اور کچھ پہلے سے بھی لوگوں نے ہدیے پیش کئے تھے ایک لاکھ تو صرف ایک شخص نے پیش کیا تھا سب شمار کئے گئے، ایک لاکھ چھتیس یا چھبیس ہزار کے قریب

(۱) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش ص ۳۳۹-۳۴۰ مرتبہ مولانا حبیب الرحمن ندوی سورت گجرات۔

تھے، مجھے اس وقت لاکھ سے اوپر کی تعداد پوری یاد نہیں ہے اس پوری رقم سے متعلق فرمایا یہ سب تحفیظ القرآن کا جو نظام یہاں چلتا ہے اس میں خرچ کردو، اس میں سے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا، معمول یہی تھا جب کوئی ہدیہ پیش کرتا تو اسی طرح کا معمول تھا۔ (۱)

مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب لکھتے ہیں:

''ادھر کئی سالوں سے حج کے سفر میں بھی زیارت وملاقات کا موقع ملتا تھا، متعدد مرتبہ دہلی سے ایک ہی جہاز سے سفر ہوا، اور مدینہ منورہ میں اکثر مجلس میں حاضری کی سعادت ملی، وہاں مسلسل عرب طلبہ وعلماء کا آپ کے اردگرد اجازت حدیث کے لئے جمگھٹا لگا رہتا تھا، اور دیار رسول ﷺ میں بھی آپ کا علمی فیض جاری رہتا تھا، تین سال قبل جب منیٰ میں حادثہ پیش آیا تو حج کے بعد آپ مکہ معظمہ میں زمزم ٹاور میں مقیم تھے، احقر حاضر خدمت ہوا تو توجہ سے حادثہ کا پورا حال سنا پھر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی فاروق صاحب تو چلے گئے، اب واپس نہ آئیں گے پھر شفقت سے فرمایا تو کیوں واپس آگیا تو کیوں نہ چلا گیا؟ بعد میں ایک ملاقات پر حضرت امام بخاری کی ایک نایاب کتاب ''برالوالدین'' مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ اس کا میرے پاس صرف ایک نسخہ ہے تو اس کا فوٹو کراکے اپنے پاس رکھ لے، ایک مرتبہ فرمایا کہ دو چیزیں انسان کو ہدایت پر قائم رہنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں، ۱۔ علم صحیح ،۲۔ صحبت صالح، ایک موقع پر نصیحت فرمائی کہ اپنے قلم اور زبان کو حتی الامکان محفوظ رکھنا۔ (۲)

ایک دوسرا واقعہ حضرۃ الشیخ کے تلمیذ رشید مولانا اکرم مصطفیٰ مظاہری فیروز آبادی اس طرح بیان کرتے ہیں:

''فرمانے لگے میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا، ایک مکتبہ میں مجھے ایک کتاب پسند آگئی میں نے اس کو لے لی مگر جب اس کی قیمت معلوم ہوئی تو اتنی قیمت میرے پاس نہیں تھی، میرے ساتھ جو گیا تھا میں نے پیسے اس

---

(۱) بحوالۂ سابق از ۳۴۹-۳۵۰۔

(۲) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش ص ۳۹۱ مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی۔ بحوالہ ندائے شاہی مرادآباد۔

سے ادھار مانگے ، اس کے پاس بھی نہیں تھے ، میں نے مکتبہ والے سے کہا
کہ یہ کتاب رکھ دو ، میں کل آ کر لے جاؤں گا ، میرے پاس پیسے نہیں ہیں ،
اس نے کہہ دیا ٹھیک ، پھر اگلے دن میں گیا وہ وہیں رکھی تھی جہاں میں رکھ کر
آیا تھا پھر ایک آدمی سے ادھار لے کر میں وہ کتاب خرید لایا ۔"(۱)

مولانا محمد ایوب صاحب فلاحی ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ کھروڈ نے راقم السطور
سے بیان کیا کہ:

"رمی جمرات سنت کے مطابق بالکل قریب سے کرتے اور وقت
میں بھی سنت کا خیال کرتے اور مکروہ وقت سے بچتے ، منیٰ کا وقت دعا ، درود
شریف اور قرآن شریف کی تلاوت میں گذارتے تھے ایک بار خیمہ مزدلفہ
کے حدود میں آگیا تو آپ کو فکر ہوتی اور جا کر منیٰ کے حدود میں رہے ، کہ
سنت یہی ہے ۔

طواف میں سنت کا پورا خیال اس طرح تھا کہ وہ طواف کعبہ شریف
کے قریب سے کرتے تھے اور ہٹو بچو کو بہت ناپسند کرتے تھے کہ اس میں ان
کے لئے جگہ بنائی جائے ، دعاؤں میں ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی
الآخرة حسنة و قنا عذاب النار اور اللهم ارزقنا حبك و حب
رسولك اور اللهم انی اسئلك العفو و العافية کا ورد زیادہ ہوتا ۔ طواف
پورا کرنے کے بعد چوکھٹ پر پھر ملتزم پر رکتے پھر زمزم پی کر سعی فرماتے ۔
۲۰۰۱ء سے وھیل چیئر پر طواف و سعی شروع کی اور جب میرا ساتھ ہوا تو یہ
تلقین فرمائی کہ مسنون دعاؤں کا ورد کرو اور ہر کام سنت کے مطابق کرو ۔

حرم شریف میں آگے وہاں تک جاتے تھے جہاں سے کعبہ نظر
آئے ۔ فرماتے وہاں لے چلو کہ کعبہ دکھائی دے اور راستہ میں یا فتاح
پڑھتے جاتے ، ہم لوگوں سے فرماتے ہم تو بوڑھے ہو گئے تم لوگ اپنا وقت
نوافل میں اور تلاوت میں گزارو اور خود تسبیحات کا ورد کرتے اور کعبہ شریف
کو دیکھتے رہتے ، ادب کا بڑا خیال فرماتے ، چھڑی (عصا کا نیچے کا حصہ کعبہ
شریف کے رخ پر کر دیا تو ناراض ہوئے اور فرمایا اتنا نہیں جانتے کہ کعبہ کا

---

(۱) بحوالۂ سابق ۳۷۵ ۔

احترام کرنا چاہئے، اور چھڑی کو صحیح کیا، ملاقات میں اس کا خیال فرماتے کہ ملنے والے کی پشت کعبہ کی طرف نہ ہو۔ جلدی اس کو صف میں بٹھا دیتے ایک شخص کو جب کہ ظاہری وضع قطع صحیح نہ تھی مگر اس کو کیفیت حاصل تھی۔ حضرت فرمانے لگے، ظاہر دیکھ کر فوراً حکم نہیں لگا دینا چاہئے، کسی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ عرفات میں مشغول رہتے اور اجتماعی دعا نہیں کراتے۔ عرافات میں انفرادی طور پر دعا ذکر و مناجات تسبیح وغیرہ کا معمول تھا۔"

حرم میں درس و اِفادہ

حضرت شیخ محدث جونپوری قدس سرہ کے اجتہادی مقام اور ان کے وسعت فکر و نظر اور عرب و عجم میں ان کے تلمذ و استفادہ کے حلقہ کے تنوع و توسُّع کو سمجھنے کے لئے ان کے ہی محب صادق اور فاضل استاذ حدیث و فقہ مولانا مفتی سید محمد سلمان بن حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری کے تأثر و اعتراف کو نقل کرنا کافی ہوگا جو ایک شہادت حق ہونے کے ساتھ علم حدیث میں ان کے رسوخ تام ہونے کے باعث ان کے علمی اجتہادات کو تائید بخشتی ہے اور سفر حج میں ان کے درس و افادہ کی وسعت کو واضح کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ چونکہ فقہ سے زیادہ حدیث میں اشتغال رکھتے تھے، اس لئے قدرتی طور آپ فکر و عمل میں توسع کی طرف راغب تھے۔ اور عموماً درس اور ذاتی گفتگو میں بھی آپ کا یہ رنگ چھلکتا تھا، لیکن اس بارے میں کسی تفرقہ بازی یا فتنہ انگیزی سے آپ کوسوں دور تھے، اکثر احقر جب حاضر ہوتا، تو فرماتے کہ یہ آگیا حنفیہ کا مفتی، دیکھو ہم سے دوستی رکھنا ہے تو محمدی بن جا، احقر دبی زبان سے عرض کرتا اجتہاد تو آپ جیسے حضرات کی شان ہے ہم اس لائق کہاں۔

اس مرتبہ ۱۴۲۷ھ میں ایک دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا، کہ حج کے بعد مدینہ منورہ میں آپ حرم کے قریب "بن لادن کی عمارت" میں مقیم تھے ایک دن ظہر کے بعد احقر حاضر ہوا، تو آپ کی مجلس میں مسجد نبوی کے ایک مؤذن، بعض عرب علماء اور ایک فلسطینی شامی عالم بھی موجود تھے، حضرت

نے عربی میں ان حضرات سے احقر کا تعارف کرایا کہ یہ ”حضرت مدنی کا نواسہ ہے، اور اسے مضمون لکھنے کا بھی سلیقہ ہے۔ وغیرہ پھر فرمایا، یہ پکا حنفی ہے، اور میں براہ راست ظاہر حدیث پر عمل کرتا ہوں۔.... الخ، حضرت کی اس گفتگو پر مجلس میں موجود عرب علماء بڑے محظوظ ہوئے، اور خوب تائید کی، احقر ادباً خاموش تھا، اور جواب عرض کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، اسی درمیان فلسطینی عالم جو احقر کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت! میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں پھر انہوں نے بڑی مدلل اور راجح و مرجوع صحیح وضعیف کا کچھ اتا پتہ نہیں اگر آپ انہیں اس طرح اپنے طور پر ظاہر حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دیں گے تو پھر دین تو اناڑیوں کے ہاتھ میں مذاق اور کھلونا بن کر رہ جائے گا، ہر ایک آپ جیسا مخلص، محقق، اور مجتہد تو ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا عام آدمیوں کے لئے تقلید کے بنا چارۂ کار نہیں۔ حضرت مسکراتے رہے اور کوئی ردّ وقدح نہ فرمائی، اسی سفر میں اپنی سب اسانید کی قراءت کے بعد تحریری اجازت بھی مرحمت فرمائی جو احقر کے پاس محفوظ ہے۔ فالحمد کلہ للہ (۱)

مفتی محمود صاحب بارڈولی استاد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حضرت کے ساتھ سفر حج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بارہا میں نے دیکھا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں، لیکن طبیعت میں علالت اور کمزوری کے باوجود لیٹے لیٹے ہی بارہ تسبیح کا ذکر پورا فرما لیتے۔ کبھی تلاوت کرتے، مناسک کے متعلق زیر مطالعہ رکھتے اور ہمیشہ ہی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے۔ حضرت بہت استقامت کے ساتھ تیرہ ۱۳/ ذی الحجہ کو بھی منیٰ میں مقیم رہتے تھے اور رمی کر کے تشریف لاتے تھے۔ مولانا بدرالدین اجمل قاسمی صاحب ۱۲/ کی رات کو حضرت کے لئے اہتمام سے قربانی کا گوشت بھجواتے اور جس سے ہم سب فائدہ اٹھاتے۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد میں انہوں نے فرمایا کہ یہ انہی کی برکت تھی کہ ۱۲/ کی شب کو قربانی ہو جاتی تھی اور تازہ بکرہ پک کر منیٰ میں آجاتا تھا۔

---

(۱) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش ص ۳۹۲، از مولانا حبیب الرحمٰن ندوی

منیٰ میں قیام کے دوران ہم نے دیکھا کہ مستقلاً حدیث کا درس جاری رہتا تھا۔ عرب طلباء آتے تھے اور تین چار دن کے اندر پوری پوری کتاب آپ پڑھا دیا کرتے تھے۔ اور منیٰ کے ان دروس میں ہمیں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ عرفات کے روز مجھے حکم فرمایا کہ چند منٹ خطبۂ حج الوداع کا خلاصہ سنا دو تا کہ نبی کریم ﷺ کا اتباع ہو جائے۔"(۱)

سفر یورپ وافریقہ کے چند نقوش

یورپ کے آپ کے سفر حدیث پاک کی مناسبت سے ہوتے تھے اور خاص طور پر دار العلوم ہولکمب بری برطانیہ کا سفر فرماتے جو آپ کے شاگرد ارشد وخلیفہ اجل حضرت مولانا محمد یوسف متالا کا قائم کردہ دینی علمی مرکز ہے، اور یورپ کا سب سے بڑا دار العلوم جو انہوں نے اپنے شیخ ومربی اول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے حکم پر وہاں طرح اقامت ڈال کر قائم کیا تھا، اور دوسری طرف زامبیا (افریقہ) میں ان کے برادر اکبر حضرت مولانا عبد الرحیم متالا علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کے ہی حکم پر معہد الرشید الاسلامی کے نام سے دینی تعلیمی ادارہ اور تربیتی مرکز قائم کیا، اس طرح دو بڑے نسلی فرق کے علاقوں میں اسلام کی روشنی کو پھیلانے کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے صحیح دینی تعلیم اور تربیت کے مراکز کے قیام کے ذریعے دعوت دین کا عمل مؤثر طریقے سے انجام دیا، اور حضرت شیخ کی نسبت سے حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان دونوں اداروں سے گہرا تعلق تھا اور وہاں کا سفر حدیث شریف کی مناسبت سے اختیار کرنے میں ان کو باوجود اعذار وامراض کے پس وپیش نہ ہوتا۔

مولانا محمد عبد القوی حیدر آبادی مدیر "اشرف الجرائد" سفر یورپ کے متعلق اپنے تفصیلی مضمون میں مولانا لکھتے ہیں:

"القصہ شیخ کے بارے میں چند سطور لکھنے کا داعیہ ہوا تو کوئی قریبی تعلق اور تلمذ کا شرف نہ ہونے کے باوجود ما فی الذہن کو سپرد قرطاس کرنے لگا، اسی دوران خیال آیا کہ میں نے سنہ ۲۰۰۴ء میں سفر انگلینڈ کے دوران بھی شیخ کے ایک درس ختم مشکاۃ میں شرکت کی تھی اور سفر نامے میں اس سے متعلق کچھ

---

(۱) ماہنامہ اشرف الجرائد (حیدر آباد) ستمبر ۲۰۱۹ء صفحہ ۴۶

باتیں محفوظ بھی تھیں، تلاش کرنے پر وہ مضمون مل گیا اس میں سے شیخ سے
متعلق باتیں ذیل میں درج کر رہا ہوں، انشاء اللہ نفع کا سبب ہوگا۔"
وہ رقم طراز ہیں:

"یہ شعبان کا مہینہ ہے اور یہاں (برطانیہ) کے مدارس میں بھی تعلیمی سال شعبان ہی میں اختتام پذیر ہوتا ہے، جگہ جگہ ختم بخاری یا سالانہ جلسوں کی اطلاع ہے، معلوم ہوا کہ آج بعد نماز مغرب حضرت مولانا یونس رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ایک مدرسے میں مشکوۃ شریف کا آخری درس دیں گے، اس میں شرکت کی سعادت کو غنیمت سمجھتے ہوئے، میزبان سے انتظام کرنے کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے انتظام کر دیا، چنانچہ دو چار احباب کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر "لان کیسٹر" کے لئے روانہ ہوئے، ۴۵ منٹ کا سفر طے کر کے لان کیسٹر پہونچے جہاں لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے "جامعۃ الکوثر" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے، وسیع و عریض چہار دیواری کے اندر بڑی بڑی عمارتوں پر مشتمل اس مدرسہ میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم اور قیام و طعام وغیرہ کا اچھا انتظام ہے، اس کے ایک حصہ کو دارالاقامہ اور کسی کو درسگاہ اور کسی کو دفاتر، کسی کو مکانات اور کسی کو مسجد کے لئے مختص کر کے بقیہ جگہوں کو لان اور پارک سے سجا دیا ہے، یہ سب عمارتیں فاصلے سے بنی ہوئی ہیں اور ان کے درمیان سڑکیں بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں تین سو طالبات کی رہائش اور تعلیم کا نظم ہے، جس عمارت کو مسجد کے لئے مختص کیا گیا ہے اس کو مسجد کی شکل دینے اور آرائش و زیبائش کا کام زیر عمل ہے، اسی مسجد میں نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی ہے، اس پروگرام میں مردوں کی بھی اچھی خاصی تعداد جمع تھی جو زیادہ تر شیخ کے تلامذہ و دیگر اہل صلاح پر مشتمل تھی، تھوڑی دیر کے بعد شیخ وہیل چیئر پر تشریف لائے اور بمشکل تمام مسند پر بٹھائے گئے، بیٹھتے ہی خطبہ پڑھا اور سامعات کا مجمع دوسری عمارت میں شریک درس تھا، مردانے میں مائک کا صحیح انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بہت غور سے سننا پڑا، شیخ نے حسب معمول سب سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ "اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ" (سنن

ابــو داؤد) کی تلاوت اوراجازت عطافرمائی، اس کے بعد مسلسلات کی تعریف واہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: پہلے ان فضیلتوں کے حصول کے لئے لوگ بڑی بڑی قربانیاں دیتے تھے، لمبے لمبے سفر کرتے اور مجاہدے برداشت کرتے تھے، آپ لوگوں کو اس زمانے کے وسائل سہولت کی وجہ سے گھر بیٹھے حاصل ہو گئے اور یہ نعمت مل گئی اس طرح اتنا بڑا اشرف بڑی آسانی سے حاصل ہو گیا۔

طالبات کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: علم حدیث بہت عالی علم ہے، توجہ، انہماک، پابندی اور فکر سے یہ علم حاصل ہوتا ہے اور تھوڑی سی بے توجہی بھی محرومی کا سبب بن جاتی ہے، بیماری البتہ عذر ہے کہ، لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ، (سورة التوبه: ٦١) خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کے بعد توجہ دینے والے طلبہ کے اور چند لاپرواہ طلبہ کے واقعات اور ان کے انجام ذاتی تجربے کے حوالے سے بیان فرمایائے، جو افسوس ہے کہ اب مجھے یاد نہیں رہے۔

معلمین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اساتذہ کو چاہئے کہ شفقت اور محنت سے پڑھائیں، طلبہ کی قدر کریں، ان کی ضرورتوں پر نظر رکھیں، اس سلسلہ میں اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں طالب علمی کے زمانے میں بہت خستہ حال تھا، میرے پاس چپل بھی نہیں ہوتے تھے، بارش میں کیچڑ پیروں میں لگ جاتا تھا تو اگر پانی مل جاتا تو دھولیتا تھا، نہیں تو پیر سوکھنے کے بعد زمین پر رگڑ کر صاف کر لیتا تھا، سردیوں میں لحاف بھی نہیں ہوتا تھا، چارپائی کے نیچے لالٹین کی لو تیز کر کے رکھ لیتا تھا جس سے کچھ گرمی حاصل، ہو جاتی تھی، رات میں ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ آتے تو اسے بھی بجھا دیتے تھے، اس لئے کہ مدرسہ کی لالٹین دیر شب کو جلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی، آخر مولانا نے ہی جب حالات معلوم کئے تو انتظام کر کے ایک کمرہ میں میرے لئے جگہ نکلوائی، ایسے حالات میں ایک استاذ نے مجھے طعنہ دے دیا، میرا دل اچاٹ ہو گیا، مگر مولانا (حضرت مولانا اسعد اللہؒ) نے پھر ایسی تسلی دی کہ دل بحال ہو گیا، بڑی ہمت آئی، واقعی! بزرگوں کی ایک نظر یا ایک بات بھی آدمی کا کایا پلٹ دینے کے لئے کافی ہو جاتی ہے، اہل اللہ کی باتوں میں بڑی تاثیر ہوتی ہے۔

اہل اللہ کی قوت باطنی کا ذکر آیا تو اس سلسلہ میں فرمایا: اس کو نسبت کی قوت کہئے یا تعلق مع اللہ کی تاثیر کہ بزرگوں کی زبان اور ان کی نظر میں بہت برکت ہوتی ہے، ہمارے ناظم صاحب میں بھی یہ کمال پایا جاتا تھا، ایک مرتبہ میں تلاوت کر رہا تھا مجھے طلب کروایا گیا، حاضر ہوا تو فرمایا: دعا جی لگا کر مانگنا چاہئے، میں جا کر پھر پڑھنے میں مصروف ہو گیا تو پھر بلوایا اور یہی فرمایا کہ دعا جی لگا کر مانگنا چاہئے، پھر جا کر پڑھنے بیٹھا تو پھر یاد کیا گیا اور سہ بارہ یہی ارشاد فرمایا، اب میں کیا بتاؤں کہ اس وقت کیا کیفیت پیدا ہوئی تھی، میرا وجود تھوڑی دیر کے لئے ختم ہو گیا تھا۔ اور فرمایا:

> ''اسی طرح ہمارے ایک استاذ مولانا منظور خاں صاحب تھے، ان کی آواز کم تھی طلبہ درس میں شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ جو ہمارے درس میں شریک نہ ہوگا وہ پڑھانے کے کام کا نہ ہوگا، ہم لوگوں نے پوچھا کہ جو طلبہ پابندی کریں گے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں گے، چنانچہ میرا تجربہ ہے کہ جو طلبہ پابندی کرتے تھے ان میں سے ایک طالب علم بھی ایسا نہیں ہے جس نے جلالین سے کم تک کی کتابیں پڑھائی ہوں۔''

اس کے بعد تعلیم و تعلم کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: اصل مقصود حصول علم میں رضائے الٰہی کی تحصیل ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، جس نے اس نیت سے پڑھا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے یہ نیت نہیں کی وہ ناکام ہو گیا۔

پس پردہ موجودہ طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لڑکیاں اپنی زندگی سنت کے مطابق گذاریں تو گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا اور اگر علم کے غرور میں مبتلا ہو جائیں گی تو زندگی جہنم کا نمونہ بن جائے گی، ایک عالمہ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ آج آٹھ بجے کھانا پکاتی تھی تو پھر کل آٹھ بجے پکاتی تھی، اور شوہر سے کہہ دیتی تھی کہ کیا کروں مجھے تعلیم و تبلیغ سے فرصت نہیں ملتی، بے چارہ اس کا شوہر شریف آدمی تھا، دونوں وقت باسی کھانا کھاتا تھا، میں نے مشورہ دیا کہ دوسرا نکاح کر لو یہ تکلیف کب تک اٹھاؤ گے۔

> ''اس کے برخلاف شرافت وخدمت کا نمونہ دیکھئے، ہمارے ایک استاذ تھے، دین کے کاموں میں مشغول رہتے تھے، رات دس بجے گھر

پہونچتے یا کسی وقت بھی پہونچتے ان کی اہلیہ فوراً اٹھ کر آٹا گوندھتیں اور تازہ روٹی پکا کر کھلاتی تھیں، ہر مرتبہ تازہ کھلاتی تھیں، اخیر میں بیمار ہو کر چارپائی پر پڑ گئی تھیں، پھر انتقال بھی کر گئیں، طلبہ استاذ کے پاس تعزیت کے لئے گئے تو باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ آخر میں پڑ ہی گئی تھیں، انہوں نے بڑے درد بھرے لہجے میں فرمایا پڑی ہی تو رہتی تھیں، اس جملہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی نظر میں بیوی کی کتنی قدر ہو گئی تھی، پس اگر عورت میں اطاعت وخدمت کا جذبہ ہوگا تو خاوند قدر کرے گا، اس لئے لڑکیوں سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں صحابیات کا اسوہ اختیار کرو۔"

ذمہ داران مدرسہ کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"لڑکیوں کے مدارس میں ان کو اسوہ صحابیت سے روشناس کرانے اور اس اسوہ کے مطابق اعمال واخلاق کی تربیت کرنے کا اہتمام ہونا چاہئے، اس کا بہت نفع ہوگا۔"(۱)

افریقی ممالک میں جنوبی افریقہ اور زامبیا وغیرہ کے سفر اہمیت کے حامل سفر رہے، زامبیا کے چار سفر کئے جو معہد الرشید الاسلامی چپاٹا کی دعوت پر تھے، جس کا تذکرہ اس کے بانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم متالا کے تذکرہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

گجرات کے اسفار:

گجرات کے اسفار مدرسہ خلیلیہ ماہی پالن پور مولانا کفایت اللہ پالن پوری سے خاص تعلق کی وجہ سے اور جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ اپنے شاگردِ خاص مولانا مفتی عبداللہ مظاہری کی وجہ سے اور جامعہ قاسمیہ کھروڈ اس کے مہتمم مولانا محمد ابراہیم اور شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحب کے تعلق سے فلاح دارین ترکیسر اپنے مجاز مولانا یوسف ٹنکاروی سے خاص تعلق سے کئے اور بھی اِداروں میں جہاں ان لوگوں نے ترتیب بنائی، تشریف لے گئے۔ مولانا محمد حنیف لوہاروی جو گجرات کے سفروں میں ساتھ رہتے تھے، اپنا تأثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"مادر علمی جامعہ حسینیہ راندیر میں جو گجرات کی ایک قدیم دینی درسگاہ ہے، جب دورہ

---

(۱) ماہنامہ اشرف الجرائد، حیدرآباد، اگست ۲۰۱۷ء۔

حدیث کا سال ختم ہوا تو میرے مربی ومحسن، استاذ محترم مولانا مفتی اسماعیل صاحب واڈی والا کے مشورے سے دوبارہ دورہ حدیث کے لئے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، ایک باوقار شخصیت جس کے چہرے سے حسن وجمال کے ساتھ وقار اور رعب ظاہر ہورہا تھا، گھنی داڑھی، چہرہ بھرا ہوا، لمبی ٹوپی زیب تن کئے ہوئے تھے، بندہ حاضر خدمت ہوا، پہلا سوال تھا تم کہاں سے آئے ہو؟ عاجز نے کہا گجرات سے، اس کے بعد بار بار کی حاضری اور خدمت کا موقع اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، سال کے ختم پر اگلے سال دارالعلوم کھروڈ ضلع بھروچ میں تدریسی خدمت کے لئے تقرر ہوا، دوسال بعد حضرت کا پہلا سفر ۱۹۸۹ء میں جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے لئے حضرت مولانا غلام محمد وستانوی دامت برکاتہم کی دعوت پر ہوا، اکل کوا سے واپسی پر دارالعلوم ہانسوٹ تشریف لائے اور ہمارے مہتمم مولانا ابراہیم صاحب اور عاجز کو بلا کر کہا کہ میں کھروڈ آؤں گا، حضرت وہاں سے کھروڈ تشریف لائے، یہ پہلا موقع تھا اس کے بعد جب دارالعلوم کھروڈ میں بخاری شریف کا آغاز ہونے والا تھا، پھر حضرت کو دعوت پیش کی حضرت اس موقع پر جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تھے، وہاں سے کھروڈ تشریف لائے اور اس کے بعد تقریباً ہر سال تادم حیات تشریف لاتے رہے، قریباً بیس سال آپ کھروڈ تشریف لاکر عوام وخواص کو مستفیض فرماتے رہے۔

حضرت شیخ یونس رحمۃ اللہ علیہ کو گجرات سے بہت ہی زیادہ لگاؤ اور تعلق تھا، ایک مرتبہ عاجز نے کھروڈ کے لئے دعوت پیش کی تو حضرت نے فرمایا کہ کھروڈ تو میرا جنکشن ہے، میری گاڑی وہیں سے آگے چلتی ہے، ایک مرتبہ فرمایا حنیف کا مکان میرا مکان ہے۔

آپ کو حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ماہی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق اور بہت زیادہ بے تکلفی تھی، حضرت کی معیت میں کئی اسفار فرمائے، فرماتے تھے کہ حضرت مولانا کے مجھ پر بہت احسان ہیں، کبھی فرمایا حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب سے علاقہ پالن پور کو بہت فائدہ ہوا، اور گجرات کے سفر میں ہمیشہ حضرت مولانا کے حیات میں اور وفات کے بعد بھی بار بار بلکہ ہر سال تشریف لے گئے، جس دن حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کا انتقال ہوا، حضرت کو بہت ہی رنج وغم ہوا، حضرت کو جب عاجز نے فون کیا کہ حضرت اگر جی چاہتا ہے

ہوتو آپ تشریف لے آئیں، فرمایا مولانا کا بہت زیادہ صدمہ ہے، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی نے ٹکٹ بنوادیا، بندہ احمد آباد ایئر پورٹ پر پہنچا اور وہاں سے ماہی پہنچے، سیدھے قبرستان مولانا کی قبر پر گئے، بہت دیر تک حضرت ایصال ثواب کرتے رہے، جب قبرستان سے چلے تو حضرت نے فرمایا مولانا آپ بہت جلدی چلے گئے، بس آپ سے بہت دور ہوں، بار بار نہ آسکوں گا پھر سلام کر کے روانہ ہوئے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت پر اہل ماہی سے اور خصوصاً حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ناظم مدرسہ ماہی مولانا نورالدین صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب، مولانا جابر صاحب اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ سے اور بھائی عبداللہ مرحوم اوران کی اولاد سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، ایک مرتبہ ماہی سے احمد آباد ہوکر شتابدی ایکسپریس سے کھروڈ تشریف لا رہے تھے، بھروچ اسٹیشن پر اترے، دارالعلوم کھروڈ، دارالعلوم ماٹلی والا، دارالعلوم کنتھاریہ، دارالعلوم ہانسوٹ اور دیگر مدارس کے علماء وفضلا اور عوام کی ایک بہت بڑی جماعت نے استقبال کیا، عصر کی نماز باجماعت پلیٹ فارم پر ادا کی گئی، اس کے بعد دعا کی درخواست کی گئی، حضرت نے فرمایا غلام (مولانا وستانوی صاحب) تم دعا کراؤ، مولانا نے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرائی، اور دعا میں فرمایا کہ حضرت کی آمد کو اہل گجرات کے لئے باعث خیر و برکت بنا، ایک مرتبہ اس عاجز کے سامنے فرمایا غلام بہت کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نظر بد سے بچائے، ایک مرتبہ کھروڈ، دارالعلوم واپی میں دارالحدیث کا افتتاح تھا، اور اس میں بخاری شریف کا آخری سبق رکھا تھا، واپی سے چھاپی تک کے اکابر وعلمائے کرام جمع تھے اور عوام کا بھی جم غفیر تھا، مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم نے حضرت کا تعارف کراتے ہوئے گجرات میں حدیثی خدمات پر مفصل بیان فرمایا، حضرت سنتے رہے، وہ درس ختم بخاری عاجز نے قلم بند کر کے سفر حج میں مدینہ شریف میں پیش کیا، حضرت نے نظر ثانی فرما کر اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی، عاجز نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم سے تقریظ لکھوائی تھی۔

حضرت شیخ نے جب تقریظ پڑھی تو فرمایا:

''مولانا عبداللہ صاحب عبقری شخصیت ہیں، اہل گجرات کو چاہئے

کہ ان کی قدر کریں اور استفادہ کریں۔"

ایک مرتبہ بقیۃ السلف نمونہ اسلاف حضرت مفتی احمد خان پوری دامت برکاتہم فجر کی نماز کے بعد کھروڈ حضرت والا کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ طبیعت کی علالت کی بنیاد پر فجر کے بعد سو گئے تھے اور حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا آگے سفر تھا، اس لئے حضرت مفتی صاحب تشریف لے گئے، میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہا کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے تھے ملاقات کے لئے مگر حضرت سوئے ہوئے تھے سلام اور دعاؤں کی درخواست کی، تو حضرت نے فرمایا احمد (حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم) سے اہل گجرات مانوس ہیں اور ان کے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایک مرتبہ نرمدا برج سے گزر رہے تھے تو حضرت نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کے اشعار پڑھنا شروع کیا ؎

نرمدا اے نرمدا جادۂ بحر عرب — گرچہ تو ہندی ہے لیکن زادۂ بحر عرب
جانتی ہے تو میرا تاریخ کا پوشیدہ راز — تیرے دروازے پر ٹھہراتھا میرا جہاز

ایک مرتبہ اکل کوا سے کوسمبا تشریف لا رہے تھے، پوچھا کس راستے سے جا رہے ہو، عاجز نے کہا ترکیسر ہو کر جانا ہے، فرمایا ترکیسر آئے تو بتا دینا حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ کی مزار پر جائیں گے، پھر فرمایا حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بھی تصوف میں حاجی صاحب (حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ) کے برابر ہے، مگر حضرت حاجی صاحبؒ کو افراد ملے۔ حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ ملے، اسی طرح آپ حضرت مولانا یوسف صاحب تنکاروی دامت باکاتہم، جو حضرت کے شاگرد اور خلفاء میں بھی ہیں، بہت محبت فرماتے، جب کوئی اس علاقہ سے جاتا تو فرماتے یوسف سے تعلق رکھو، ان سے مسائل پوچھو، مولانا یونس صاحب رندیرا سلمہ اللہ تعالیٰ سے بہت محبت فرماتے، کبھی کبھی مزاحاً فرماتے یونس میرا کفیل ہے اور مولانا یونس صاحب نے حضرت کی بہت خدمت فرمائی، آپ افتتاح بخاری شریف یا اختتام بخاری شریف کے لئے گجرات کے جن مدارس میں تشریف لے گئے وہ یہ ہیں: (۱) دارالعلوم کھروڈ (۲) دارالعلوم ماہی (۳) درالعلوم کاکوسی (۴) دارالعلوم چھاپی (۵) دارالعلوم جمبوسر (۶)

دارالعلوم تراج (۷) مدرسہ تجوید القرآن کفلیتہ (۸) دارالعلوم عالی پور (۹) دارالعلوم کھامبیا (۱۰) دارالعلوم لونا واڑہ (۱۱) دارالعلوم گودھرا (۱۲) فیضان القرآن احمد آباد (۱۳) دارالعلوم سروکر (کاٹھیا) (۱۴) دارالعلوم صوفی باغ سورت (۱۵) جامعہ رشیدیہ نانی نرولی (۱۴) مظہر سعادت ہانسوٹ (۱۶) مدرسہ تجوید القرآن کیم چوراہا (۱۷) دارالعلوم ابوہریرہ کوسمبا (۱۸) دارالعلوم بروڈہ (۱۹) جامعۃ الصالحات پونولی (۲۰) جامعۃ البنات الصالحات ٹنکاریہ، (دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (۲۱) دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور (۲۲) جامعہ حسینیہ راندیر وغیرہ۔

حضرت اہل گجرات سے بہت ہی محبت فرماتے تھے، ایک مرتبہ ۳۰ ر ہزار روپئے عاجز کو دئے اور فرمایا کہ گجرات کے ضرورت مند مدارس میں تقسیم کر دینا، اس سال رمضان سے قبل جب کھروڈ تشریف لائے تو فرمایا بھائی عبداللہ کا انتقال ہو گیا، ان کا مجھ پر احسان ہے مجھے حج کروایا تھا، ان کے بچوں کی تعزیت کے لئے مجھے ممبئی لے چلو، عاجز نے کہا حضرت ان کی قبر ماہی میں ہے اور ماہی جانا ہی ہے، فرمایا بچے تو ممبئی میں ہیں، پھر ان کی اولاد ماہی میں حاضر ہوگئی، کبھی حضرت دوران درس اہل گجرات کی تربیت کے لئے مزاحی انداز میں کچھ باتیں بھی فرماتے، جو ہم اہل گجرات کے لئے سوغات ہوتیں، کبھی گجرات سے کوئی صاحب سہارنپور حاضر ہوتے تو خادم سے فرماتے مرغا اور کھچڑی پکاؤ، گجراتیوں کو پسند ہے، بہر حال حضرت کو اہل گجرات سے بہت زیادہ تعلق تھا، باتیں تو بہت ہیں، مگر مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

این دعا از من وجملہ جہاں آمین باد![1]

دارالعلوم مظہر سعادت ہانسوٹ

جہاں تک دارالعلوم ہانسوٹ کا تعلق ہے وہ حضرت کے شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے ممتاز شاگرد و مسترشد اور مجاز مولانا مفتی عبداللہ پٹیل رویدروی کا قائم کردہ ادارہ ہے جس کی عظیم الشان مسجد کے افتتاح کے لئے امام مسجد نبوی کو دعوت دی گئی تھی اور حضرت الشیخ جونپوری نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور وہ وہاں تشریف بھی لائے تھے۔ اس کے موجودہ مہتمم مولانا

(۱) ماہنامہ ''شاہراہ علم'' اکل کواں، ص ۳۶-۳۸، ستمبر ۲۰۱۷ء

عبدالرحمٰن رویدروی بھی حضرت شیخ جونپوری کے مسترشدین ومتوسلین میں ہیں اور یہ ادارہ گجرات ہی نہیں ہندوستان میں ایک شناخت رکھتا ہے۔ فالحمدلله علی ذلك

دارالعلوم ہانسوٹ کے جلسۂ ختم بخاری کے ایک منظر کو مفتی محمود بارڈولی استاد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ ہانسوٹ حضرت نوالله مرقدہ بخاری شریف کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے بخاری کے درس کے اخیر میں کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے وجد میں آکر پر کیف اور روح پرور انداز میں دل کی کتنی گہرائیوں سے لفظ ''الله'' ارشاد فرمایا۔ مجمع کے ہر ایک فرد کے دل میں ''الله الله'' کا ذکر جاری ہو گیا۔ میں تو ایک بہت ہی چھوٹا انسان اور بہت پیچھے بیٹھا ہوا تھا لیکن پیچھے تک پورے مجمع کے دل کے اندر الله کے ذکر کی کیفیت جاری ساری ہو گئی۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ الله تعالیٰ کے ساتھ کیسا قلبی ربط اور کیسی آپ کے قلب کے اندر ذکر کی کیفیت ہوگی۔ اس محفل کی عجیب لذت آج تک میں اپنے دل میں محسوس کر رہا ہوں۔ الله تعالیٰ اپنا صحیح اور حقیقی عشق ہم سب کو نصیب فرمائے۔ یہ ہمارے اکابر کی خصوصیت تھی کہ ایک طرف علم حدیث کے امام اور دوسری طرف الله تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی گہرائی۔ الله تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے۔ آمین۔''(۱)

بانی دارالعلوم ہانسوسٹ مفتی عبدالله صاحب مظاہری کے متعلق حضرت شیخ یونس جونپوری علیہ الرحمہ کی یہ شہادت کافی ہے جسے مفتی محمود بارڈولی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''۱۹۸۵-۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ الله علیہ نے اپنے سبق میں فرمایا تھا کہ گجرات سے ۲ طالب علم میرے سے کما حقہ پڑھ کر گئے۔ ایک عبدالله اور دوسرا اسماعیل۔ عبدالله سے مراد حضرت مفتی عبدالله صاحب ہانسوٹی دامت برکاتہم اور اسماعیل سے مراد حضرت الاستاذ مولانا اسماعیل جاسوسی صاحب ہیں۔''(۲)

---

(۱) ماہنامہ اشرف الجرائد۔ حیدرآباد، ستمبر ۲۰۱۹ء صفحہ ۴۷-۴۸ (۲) ایضاً صفحہ ۴۳

جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر کے سفر

مولانا حذیفہ وستانوی لکھتے ہیں’’ والد صاحب (مولانا غلام محمد وستانوی صاحب) نے اپنے اساتذہ کو جو خطوط لکھے، اس میں ضرور آپ نے حضرت شیخ یونس ؒ کو بھی خط لکھا ہوگا، یہیں سے یعنی جامعہ کی بنیاد ڈالنے سے پہلے سے جامعہ اکل کوا سے حضرت کی وابستگی کا آغاز ہوتا ہے، میں نے جب حضرت پر قلم اٹھانا چاہا تو جامعہ کے قدیم ریکارڈ کو کھنگالنا شروع کیا تو دیکھا کہ حضرت کے نام والد صاحب نے ۱۹۸۳ء میں خط لکھا تھا، جس میں حضرت کو جامعہ کی زیارت کی دعوت دی، تو حضرت نے نیک تمنائیں دیں، ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا اور اخیر مین تحریر فرمایا کہ میں کہیں سفر نہیں کرتا ہوں، سفر سے میرا دل گھبراتا ہے اور معذرت کردی، مگر والد محترم کو چوں کہ شیخ سے خاص تعلق تھا، مسلسل دعوت دیتے رہے، حضرت ایک تو سفر کے عادی نہیں تھے دوسرا یہ کہ اپنے خط میں لکھتے تھے کہ کوئی خاص وجہ ہو تو میں آؤں گا، اس لئے کہ سہارنپور سے اکل کوا کا سفر کافی طویل اور پر مشقت تھا، آخر کار ۱۹۸۹ء جو سنہ ہجری کے اعتبار سے ۱۴۱۰ھ ہوتا ہے حضرت کی تشریف آوری ہوئی۔

حضرت طالب علمی کے زمانے ہی سے مختلف امراض کے شکار رہے، جیسا کہ آپ کی خود نوشت سوانح حیات سے اس کا علم ہوتا ہے، لہٰذا سفر کرنا اور خاص طور پر طویل اور پر مشقت سفر آپ کے لئے بہت گراں گزرتا تھا، مگر والد محترم کے بار بار اصرار پر جامعہ میں دورۂ حدیث شریف کے آغاز کی مناسبت سے آپ نے دعوت قبول کرلی، یہ حضرت والا کا ہندوستان کے مغربی اور وسطی علاقے کا پہلا دورہ تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ حضرت اپنے خطوط میں کہا کرتے تھے کہ کوئی مناسب موقع نہیں، لہٰذا میں آنے سے قاصر ہوں، مگر جب دورہ حدیث شریف کا آغاز ہونا تھا تو والد محترم نے اس موقع کو غنیمت جانا اور حضرت کو بنفسِ نفیس حاضر ہوکر دعوت پیش کی، جو کہ قبول کرلی گئی اور اس طرح ۱۹۸۹ء میں دورۂ حدیث شریف کے آغاز کے لئے حضرت تشریف لے آئے، ظاہر سی بات ہے کہ آپ کی آمد پورے علاقہ گجرات، مہاراشٹر اور ایم پی کے لئے کسی نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ تھی، اس لئے علما کا بڑا طبقہ اس مناسبت سے حضرت کی زیارت اور آپ کے درسِ بخاری

سے مستفید ہونے کے لئے جوق در جوق جامعہ اکل کوا میں جمع ہوگیا، جس میں یوں سمجھئے کہ وسطی ہندوستان کے مدارس کے تمام ذمہ دار حضرات اور درسِ حدیث سے اشتغال رکھنے والے خاص طور پر بخاری شریف کے درس دینے والے شیخ الحدیث حضرات تشریف لائے۔

والد صاحب کی دعوت پر حضرت کا یہ پہلا سفر تھا، حضرت کے ساتھ مفتی کفایت اللہ صاحب بھی تشریف لائے تھے، مفتی صاحب کا تعلق گجرات کی مردم ساز سرزمین پالنپور سے تھا اور حضرت کے درسی ساتھی تھے، آپ کو ان سے بے پناہ محبت تھی، میری عمر اس وقت دس سال تھی، مگر آج تک مجھے حضرت کی تشریف آوری کے موقع کے چند واقعات یاد ہیں۔

آخری پانچ سالوں میں حضرت کا سفرِ گجرات مولانا محمد حنیف لوہاروی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم قاسمیہ کھروڈ کی کوششوں سے متعدد بار ہوا، جس میں دو مرتبہ ہمارے یہاں بھی تشریف لائے، تقریباً چار سال قبل جب تشریف لائے، تو درسِ بخاری کے دورانِ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تو "النور" میں عربی زبان میں مقالات ومضامین لکھتا ہے، میں برابر پڑھتا ہوں اور تیری غلطی تلاش کر رہا ہوں اور پھر مسکرانے لگے، والد صاحب نے آپ کو پورے جامعہ کی زیارت کرائی، تو حضرت جاتے وقت آبدیدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ غلام! اللہ نے تجھ سے بہت بڑا کام لیا، یہ سب حضرت ناظم صاحبؒ اور قاری صدیقؒ (ولادت: ۱۱رشوال ۱۳۴۴ھ وفات: ۲۳ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ) کی توجہات کی برکت ہے، اور پھر کہنے لگے کہ بھائی مجھے بڑا ڈر لگتا ہے کہ کہیں اِسے کسی کی نظر نہ لگ جائے، لہٰذا تم ایک کام کرو، سامنے کی دیواروں پر "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" لکھوادو تا کہ کسی بدنظری کا شکار نہ ہو، یہ اتنا بڑا ادارہ ہے اور پھر والد صاحب اور ادارے کے حق میں ڈھیر ساری دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ حضرت کی دعا کے برکات کو قائم اور دائم رکھے۔

حضرت کافی کمزور ہوگئے تھے، مگر پھر بھی رمضان سے قبل غالباً رجب کے اواخر میں گجرات کے دورے پر تھے تو والد صاحب کی دعوت پر جامعہ تشریف لائے، حالانکہ بہت طویل مسافت تھی، مگر حضرت نے ہمت کی اور تشریف لائے، بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی، مگر زیادہ تر حضرت نے طلبہ اور علما کو نصیحت ہی کی، کئی بار درس کے دوران

حضرت نے رودیا، اور پھر اسٹاف کوارٹر سے مسجد تک وہیل چیر پر ہی آئے اور گئے، کھانے سے فارغ ہوئے تو والد صاحب نے خواب سنایا کہ ایک طالب علم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا جنازہ جامعہ کے مہمان خانہ کے چھت پر رکھا ہوا ہے، تو اس کی تعبیر کسی استاذ نے یہ بتلائی کہ یہ حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری کی طرف اشارہ ہے، تو حضرت رونے لگے اور کہا کہ اگر پہلے ہی مجھے یہ خواب بتلا دیتے تو میں کچھ اور ہی درس دیتا، اچھا مجھے بار بار یہ کھٹکا ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری جنازہ کی صورت میں اس کا کیا مطلب؟ پھر جب حضرت کا رمضان کے بعد وصال ہو گیا تو جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا رضوان الدین صاحب معروفی نے تعزیتی پروگرام میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ کی صورت میں ہونا یہ حضرت شیخ یونسؒ کی خدمت حدیث اور حضور صلی اللہ عیہ وسلم سے محبت کی طرف اشارہ تھا اور جنازہ کی صورت حضرت کے آخری سفر کی طرف اشارہ تھا، بڑا افسوس ہوا کہ ہمیں حضرت کی جیسی قدر کرنی چاہئے تھی ویسی نہیں کر سکے، واقعتاً حضرت کی ذات والاصفات ہمارے اس پرفتن دور کے لئے اللہ کی جانب سے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ تھی، حضرت کی ذات جامع الکمالات تھی، آپ جہاں علومِ ظاہریہ کے امام تھے، وہیں باطنی علوم میں بھی بامِ عروج کو پہنچے ہوئے تھے۔ (۱)

مہاراشٹر کے دوسرے اسفار:

مہاراشٹر کے سفروں میں بمبئی کا سفر ملکی وغیر ملکی مقامات پر جانے کے لئے جنکشن کی حیثیت رکھتا تھا اس سے اہل ممبئی فائدہ اٹھالیتے، مالیگاؤں کا حدیث کی نسبت سے ایک یادگار سفر مولانا محفوظ حسین صاحب کی دعوت پر کیا تھا جس کا تفصیلی تذکرہ مولانا عمرین محفوظ رحمانی نے اپنے مضمون میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب والد صاحب نے ان کے تعارف میں کچھ تفصیل اور وضاحت سے کام لیا تو وہ تعریف شیخ کو بہت بوجھ محسوس ہوا یہاں تک کہ وہ لکھتے ہیں کہ والد صاحب کو سختی سے روک دیا ان کی اس تواضع کا سب پر بہت اثر پڑا۔ (۲)

---

(۱) ماہنامہ ''مشاہیر علم'' اکل کوا، از ص ۱۰۔۱۴ شمارہ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

(۲) ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان اگست ۲۰۱۷ء۔

حیدر آباد کا سفر: نقوش و واقعات:

مولانا عبدالقوی حیدر آبادی رقم طراز ہیں:

''شیخ کا نام پہلے سے سنا ہوا تھا، کچھ مرتبہ و مقام سے بھی غائبانہ واقف تھا، اس وقت وہ دارِ قدیم کے ایک حجرہ میں چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے، چہرے کے سامنے تکیہ پر گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے، اور پورا حجرہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، بس دروازے میں کھڑے ہو کر چہرۂ مبارک دیکھتا رہا، حسنِ ظاہر پر نورِ باطن بھی جھلک رہا تھا، علم کا رعب بھی طاری تھا، دل بہت متأثر و مرعوب ہوا مگر اس رعب کے باوجود بے انتہا کشش و جاذبیت محسوس ہوئی، بعد میں بھائی صاحب کے ساتھ ملاقات بھی ہوئی، دارالحدیث کا درس دیتے ہوئے بھی دیکھا، میری یہ پہلی ملاقات تھی اس عالم ربانی اور محدث زمانہ سے اور اس ملاقات نے ان کی عظمت کے ایسے نقوش دل پر ثبت کیئے کہ تا ہنوز دُھندلے نہ ہو پائے۔

دوسری ملاقات ان سے حیدر آباد میں اس وقت ہوئی جب وہ دارالعلوم حیدر آباد میں ختم بخاری شریف کے لئے تشریف لائے تھے، یہ ملاقات بہت تفصیلی اور قریبی رہی، بھائی صاحب تو شاگرد تھے ہی مجھ پر بھی ان کی نسبت سے بہت شفقت فرمائی، اس سفر کی ابتدا میں اپنے مخصوص مزاج، شدتِ احساس اور غایتِ استغناء کی بناء خفا خفا سے ہی رہے، منتظمین سفر کی بعض بے اصولیوں پر بگڑ بھی گئے، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ''میں یہاں درس نہیں دوں گا، نلگنڈہ میں میرا ایک شاگرد رہتا ہے اس کے پاس چلا جاؤں گا، پھر اپنے متعدد تلامذہ کو دیکھ کر خوش اور بحال ہو گئے، شاگردوں ہی کی ایک محفل میں فرمایا ''تمہارے یہاں فلاں عالم نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں درس نظامی کے نصاب میں ترمیم کی سفارشیں کی ہیں مثلاً کنز بہت مشکل کتاب ہے، طلبہ کی سہولت کے لئے اس کی جگہ دوسری کتاب تجویز ہونی چاہئے وغیرہ، میں نے پورا مضمون پڑھا ہے، میں نے سوچا کہ یہ کیا مشکل کتاب ہے؟ جو کتاب خود کو پڑھانی نہ آئے اس کو مشکل قرار دے کر اگر تبدیل کیا جاتا رہے تو یوں سارا نصاب ہی ختم ہو جائے گا۔

دن میں گیارہ بجے شیخ درس کے لئے دارالعلوم کی وسیع مسجد میں تشریف لائے، عوام و علماء کا بہت بڑا مجمع بے چین اور منتظرِ زیارت و سماعت تھا، عرب ممالک سے بھی مہمان

آئے ہوئے تھے، مسندِ درس پر رونق افروز ہوئے اور خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا: ''درس کے لئے تو صبح کا سہانا وقت نشاط کا ہوتا ہے، ۷/ بجے رکھنا چاہئے تھا، کیا گیارہ بجے حیدرآباد والوں کے نشاط کا وقت ہوتا ہے، اب کیا درس دوں''؟ یہ فرمایا تو بڑی مایوسی ہوئی کہ کہیں غایتِ اختصار سے کام نہ لیں مگر رفتہ رفتہ انشراح ہوتا چلا گیا اور نہایت مفصل ومرتب اور عالمانہ ومحققانہ شان سے طویل خطاب فرمایا، عرب مہمان بھی ان کے وفور علم اور استحضار لطائف ودقائق پر حیرت زدہ رہ گئے، درس کے اختتام پر بہت تپاک سے ملے۔

دوسرے روز اس عاجز کی خواہش اور بھائی صاحب کی سفارش پر نہ صرف ادارہ اشرف العلوم میں قدم رنجہ فرمایا، بلکہ مختصر خطاب بھی فرمایا، مدرسے میں داخل ہونے کے بعد میری درخواست پر تھوڑی دیر کے لئے دفتر میں تشریف فرما ہوئے، احقر کی نشست گاہ کو زینت جلوس بخشی، دفتر میں فون کے ساتھ انٹر کام سسٹم بھی رکھا ہوا تھا پوچھا کہ ''اتنے فون کا کیا مطلب ہوتا ہے؟'' وجہ بتائی گئی، اندازہ ہوا کہ کثرتِ اسباب سے توحش محسوس فرماتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمادیجئے ''نصیحت کرنا نہ آئے تو کیا کروں؟ عرض کیا ایک حدیث شریف ہی سنا دیجئے، فرمایا، وہ بھی نہ آئے تو کیا کروں؟ پھر فرمایا چلو ایک حدیث سنا دیتے ہیں، یہ کہہ کر نیچے مسجد میں جانے کے لئے زینے سے اتر رہے تھے، ریلنگ کا ایک حصہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے حرکت کر رہا تھا کسی شاگرد نے سہارا دینے کی کوشش کی تو فرمایا ''تیرے سہارے سے گرنے کا اس سے زیادہ خطرہ ہے'' خود ہی بہت احتیاط سے اترے، مسجد میں طلبہ واساتذہ جمع تھے، حدیث شریف ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ'' پڑھ کر نہایت موثر بیان فرمایا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

واپسی حضرتؒ کی بنارس ہونی تھی مگر ٹکٹ حیدرآباد کے بجائے قاضی پیٹ جنکشن سے بنا ہوا تھا، اس لئے قاضی پیٹ تک بذریعہ کار سفر ہوا، اس سفر میں دیگر رفقاء کے ہمراہ احقر بھی شامل رہا، اسٹیشن جلدی پہنچ گئے تھے، اس لئے ویٹنگ روم میں کوئی ڈیڑھ دو گھنٹہ ٹھہرنا ہوا، بھائی صاحب گھر سے کھانا تیار کر کے لائے تھے، کھلانا چاہا تو ناشتہ دان میں رکھ دینے کے لئے فرمایا، ابلے ہوئے انڈے نظر آئے تو دریافت کیا کہ ابالنے سے قبل انڈوں کو دھو کر پاک

کرلیا تھایا ویسے ہی ابالا تھا؟ اثبات میں جواب ملا تو ناشتے دان میں رکھنے کی اجازت دی۔

بھائی صاحب نے یہ انڈا اٹھا کر ان کے ناشتے دان میں رکھنا چاہا تو بہت خفگی کے ساتھ روک کر پوچھا کہ تیرے ہاتھ دھلے ہوئے ہیں؟ میرا سارا کھانا خراب کر دیا، پھر ہاتھ دھو کر آنے کا حکم دیا، ان کے رفیقِ سفر کوئی مفتی کفایت اللہ صاحب تھے، وہ نہایت بے تکلف تھے، شیخ بھی ان کو برداشت کرتے رہتے تھے۔

حضرت مولانا فاروق صاحبؒ نے - جو دارالعلوم حیدر آباد کے ذمہ داروں کی جانب سے شیخ کے اس سفر میں اول تا آخر شریک تھے - نماز کے بعد میزبان کی جانب سے کچھ نذرانہ پیش کرنے کی درخواست کی یہ سنتے ہی ان کی غیرتِ نفسی حمیتِ علمی اور شانِ استغناء جوش میں آگئی، بہت ہی غضب ناک ہوگئے اور سخت لب ولہجہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا، تمہیں اس کا خیال بھی کیسے ہوگیا؟ شرم نہیں آئی؟ ایک ہی تو کام زندگی میں کرتا ہوں حدیث پاک کی خدمت کا، اور اسے بھی بیچ کر کھاؤں؟ اور بھی چند جملے فرمائے، اسی کے ساتھ یہ محفل جو بے تکلف چل رہی تھی ایک دم سنجیدہ خاموش ہوگئی، اتنے میں گاڑی اسٹیشن سے لگ گئی تو جلدی سے سب لوگ گاڑی کی طرف چل دئے، فرسٹ کلاس میں ریزرویشن تھا، سامان منتقل کرنے کے بعد شیخ کا بستر لگا دیا گیا، بستر پر بیٹھتے ہی مولانا فاروقؒ کو یاد کیا اور سب ہی اصاغر کے سامنے نہایت لجاجت بھرے اور رقت انگیز انداز میں معذرت خواہی کی، آب دیدہ ہوکر فرمایا "میں نے سختی اور بدتمیزی کا معاملہ کیا، بھائی!، مجھے معاف کردو، اللہ کے واسطے معاف کردو، میں اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا"۔

عقیدت واحترام اور رُعب وداب کے اس بلند مرتبے سے جس کے آگے سب ہی چھوٹے لگ رہے تھے، نورِ تقویٰ اور تجلی قلب کے اس مقام تاباں سے جس کے سامنے سب ہی ماند پڑ گئے تھے، شیخ کی ندامت ومعذرت خواہی کا ہی منظر آج بھی جب یاد آتا ہے راقم سطور کا متکبر نفس پانی پانی ہوجاتا ہے، اس حقیقت پر یقین اور بڑھ جاتا ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جب بندے کو اپنے مولیٰ کی عدالتِ عظمیٰ میں پیش ہونا ہے، جہاں ہر مغرور کا غرور ٹوٹے گا اور ہر متکبر کا سر جھکے گا اور انصاف کا بادشاہ پورے جاہ وجلال کے ساتھ اپنی مخلوق میں عدل وانصاف قائم کردے گا تب "لَا اَنسَابَ بَینَھُم یَومَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَ لُونَ"

اس سبق آموز و مؤثر رفاقتِ سفر کے بعد بھی وقتاً فوقتاً شیخؒ سے ملاقات کا موقع ملتا رہا مگر مختصر وقت کے لئے ملتا تھا، کبھی تھوڑی دیر ساکت وصامت بیٹھے رہنے کا موقع ملا، کبھی کچھ نصیحت وموعظت کی باتیں بھی سننے کو ملیں کبھی ڈانٹ ڈپٹ بھی کھانی پڑی، قریب دنوں میں مظاہر کے اجلاسہائے شوریٰ میں شرکت کے بعد شیخ سے بھی ملاقات ہوتی رہی، تنہا تو مجھے کبھی ہمت نہ ہوئی، مخدوم گرامی حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ کے ہمراہ حاضر ہو جاتا اور دور ہی سے زیارت اور مصافحے پر اکتفا کر لیتا تھا۔

آخری دفعہ جب ملاقات ہوئی وہ حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ سے دیر تک گفتگو فرماتے رہے، ایک دوسرے کی صحت وسلامتی معلوم کرنے کے علاوہ دعاؤں کی درخواست بھی کی، شیخ نے ایک علمی کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''مجھے کچھ آتا جاتا تو نہیں ان بچوں کے اصرار پر کچھ تحقیقات اور معلومات محفوظ کرا رہا ہوں، تاکہ وہ میرے ساتھ نہ چلی جائیں، محفوظ ہو جائیں گی تو شاید کسی کے کام آ جائیں۔''(۱)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی زیارت ملاقات کے لئے رائے بریلی کا سفر اور سفر بخارا وتاشقند کا تذکرہ

حضرت شیخ جونپوری قدس سرہ کی رائے بریلی تشریف آوری کئی بار ہوئی۔ جامعہ عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ کے سفروں میں جو حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی دعوت پر ہوتے تھے، رائے بریلی بھی تشریف لاتے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے جن کا زیادہ تر قیام اپنے وطن دائرۂ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں ہوتا تھا، ملاقات کرتے تھے اور کچھ وقت ساتھ گذارتے۔ حضرت مولانا سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ بھی ساتھ ہوتے۔ ان کے نواسہ مولوی سید محمد غفران ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کہتے ہیں کہ شہر رائے بریلی میں والدہ کے گھر بھی ان دونوں بزرگوں کا ایک ساتھ مکرر سہ کرر آنا یاد ہے۔

ایک سفر کا حال راقم اپنی ڈائری کے اوراق سے پیش کرتا ہے:

---

(۱) ماہنامہ ''اشرف الجرائد'' حیدرآباد، اگست ۲۰۱۷ء

۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ جنوری کی چار تاریخ تھی اور بدھ کا دن، عشاء کی نماز کا وقت تھا کہ راقم الحروف کی نظر ایک بڑی وجیہ، بارعب شخصیت پر پڑی، واقعہ اپنے وطن تکیہ کلاں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی کا ہے، جہاں سے ڈیڑھ دو صدی قبل حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت مسترشدین ومجاہدین وغازیان دین نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قربانیاں دینے کا فیصلہ کیا تھا اور فرائض وسنن کے احیا کا عمل شروع کیا تھا، اور جواب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے وجود با مسعود سے منور تھا، بڑی سے بڑی علمی، دینی، روحانی، تحریکی اور سیاسی شخصیتیں ان کی زیارت وملاقات اور ان سے تبادلہ خیال کے لئے آتی رہتی ہیں، آج جو شخصیت ہمارے سامنے تھی، وہ علم حدیث میں امامت کا درجہ رکھنے والی اور روحانیت میں ید طولیٰ رکھنے والی شخصیت تھی انہیں دیکھ کر راقم کی خوشی کی انتہا نہ رہی، محبوب شخصیت کو دیکھ کر دل کی جو کیفیت ہونی چاہئے وہ ہوئی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو جیسے معلوم ہوا وہ بڑے مسرور ہوئے، یہ تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

"متعنا الله والمسلمن بطول بقائه وعلومه وانفاسه الطيبة الطاهرة النافعة"

وہ چند گھنٹے ہی رکے، رات باوجود خواہش کے نہ گزار سکے، راقم سے رہا نہ گیا اس نے ان چند لمحات کی ہی سہی ایک مختصر روداد سپرد قلم کردی جو اس کی ڈائری کی زینت ہے، افادہ عام کے لئے نذر قارئین ہے۔

عشاء کی اذان ہوئی اور حضرت مدظلہ مسجد تشریف لے گئے، وہیل چیئر سے تشریف لے جاتے ہیں، اور صبح یہ حال ہوتا ہے کہ اس سے بھی نہیں جا پاتے اور اپنے پلنگ کے پاس باجماعت نماز فجر اول وقت ادا کرتے ہیں، تہجد کی نماز اور وظائف واوراد، اذکار اشغال کا الگ معمول ہے، جس میں ناغہ نہیں ہوتا، مسجد پہنچتے ہی دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے ہیں اور اذان سنتے ہی مسجد کے لئے قدم اٹھا لیتے ہیں، وہ نماز میں تھے کہ "ماروتی وین" کی آواز آئی اور وہ مسجد کے پاس رکی، جس سے دو گھنی اور بڑی داڑھی والے حضرات اترے، جن میں ایک مشہور عالم دین اور محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور تھے اور دوسرے مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدیر "المآثر" تھے، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب

مسجد میں داخل ہوئے، سب سے پہلے مصافحہ وسلام کرنے والا راقم ہی تھا، مولانا نے حضرت کو پوچھا، پھر وضو کے لئے تشریف لے گئے، نل (ہنڈ پمپ) چلانے کی سعادت بھی راقم ناچیز کو حاصل رہی، مولانا وضو سے فارغ ہوئے، اور حضرت صحن میں تشریف لائے اور آگے بڑھ کر مولانا یونس صاحب سے معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ "نعمت غیر مترقبہ" مولانا یونس صاحب نے کہا، باندہ گیا تھا وہاں سے یہ لوگ اعظم گڑھ لے جارہے تھے، ہم نے ان سے کہا حضرت کے یہاں تکیہ (رائے بریلی) جائے بغیر نہیں جاسکتا۔

نماز بعد حضرت قیام گاہ (جسے بنگلہ کہتے ہیں) چلے گئے، ان حضرات کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی، میں تیزی سے مسجد کی جانب گیا، روضہ شاہ علم اللہ میں روشنی دکھائی دی، معلوم ہوا کہ شیخ یونس صاحب اوران کے رفقاء مقابر پر فاتحہ خواں ہیں، چند قبروں کی راقم نے نشاندہی کی، اس کے بعد مسجد کے شمال مشرق میں دو قبروں پر لے گیا، بتایا یہ حضرت سید احمد شہید کے والد کی قبر ہے، اور دوسری حضرت سید شاہ علم اللہ کے صاحبزادے (سید ابو حنیفہ) کی ہے، جو اپنے والد کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے، دیر تک کھڑے رہے اور پڑھتے رہے، پھر بتایا کہ ادھر سامنے حضرت سید احمد شہید کا مکان تھا جو اب دار الاقامہ کی شکل میں ہے (مدرسہ سید احمد شہید برائے حفظ وتجوید کے نام سے موسوم ہے) اس پر خوش ہوئے پھر فرمانے لگے بھائی! اس وقت کے سید صاحب تو ہمارے حضرت مولانا ہیں، پھر ہم نے ذرا چل کر بتایا کہ یہ بائیں طرف حضرت مولانا کا نانیہال ہے، خود فرمایا حضرت مولانا شاہ ضیاء النبی صاحب کا مکان، مولانا اعجاز احمد صاحب نے مزید کہا جن کے مولانا محمد امین نصیر آبادی خلیفہ تھے، حضرت مولانا یونس صاحب نے پوچھا تم کون ہو بتاؤ؟ میں نے مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا کے یہاں رات کا قیام اور ملاقات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مدظلہ کے بھانجہ مولانا محمد ثانی حسنیؒ کی نسبت سے اپنا تعارف کرایا، بڑے خوش ہوئے اور لپٹا لیا۔

مولانا بنگلہ پہنچے حضرت بڑے کمرہ میں تشریف فرما تھے، جیسے مولانا داخل ہوئے حضرت کھڑے ہوگئے اور مسند پر بیٹھنے کو کہا، جس پر شیخ یونسؒ کسی طرح تیار نہ ہوئے، حضرت نے کہا ہم بھی بیٹھیں گے، مولانا نے کہا حضرت! میں طالب بن کر آیا ہوں، اور یہ کہہ کر مولانا

اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، مگر حضرت نے بھی گاؤ تکیہ سے ٹیک نہ لگایا اور آمنے سامنے شمال وجنوب کی طرف بغیر تکیہ کے بیٹھے رہے، حضرت نے سفر بخارا وسمرقند وتاشقند کا ذکر کیا، اور اپنے دو کتابچے ہدیہ کئے، ایک تو وہ مقالہ تھا جو سمرقند میں امام بخاری اور ان کی کتاب "الجامع الصحیح" پر دیا تھا، اور "الاعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام" یعنی نزہۃ الخواطر کا تعارف نامہ تحفہ میں دیا، اور مولانا کی بخارا وسمرقند میں عدم موجودگی پر افسوس ظاہر کیا، مولانا نے کہا ہمارے پاس دعوت نامہ آیا تھا، مگر لڑکوں نے ردی میں ڈال دیا، ایک دو ماہ بعد دیکھا تو بہت افسوس ہوا، ویسے ہم بخارا وسمرقند گئے ہیں، جب یہ علاقے روسی حکومت کے زیر اقتدار تھے، ایک جاسوس ساتھ رہتا تھا، بخاری شریف ساتھ لے گیا تھا، کتاب الایمان تک وہاں پڑھا بھی، دیر تک علمی وروحانی گفتگو جاری رہی......۔

پھر کھانے کے بعد کچھ دیر مجلس رہی، مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی نے حضرت سے مولانا رشید احمد اعظمی (صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی) کی صحت وشفا کی دعا کے لئے کہا کہ وہ بہت بیمار ہیں، اس سفر میں ان کا بھی پروگرام تھا، مگر وہ بیمار ہو گئے، اس لئے ساتھ نہ رہے، اور مولانا اعجاز صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا کہ: مولانا عبدالجبار صاحب مئوی کا انتقال ہو گیا (چند دن قبل)۔

حضرت چاہتے تھے کہ یہ حضرات رات کو ٹھہر جائیں سردی کی رات ہے، اور دیر بھی ہو چکی ہے، اعظم گڑھ دور ہے، تقریباً دو ڈھائی سو کلو میٹر ہے، حضرت مولانا یونس صاحب ٹھہرنے کو ترجیح دے رہے تھے اور ان کی اندر سے یہ خواہش تھی، فرمانے لگے کہ ایک دو رات یہاں قیام کرنے کو جی چاہتا ہے اور کہا یہاں بڑا سکون حاصل ہو رہا ہے، بڑی طبیعت لگ رہی ہے اور انہوں نے حضرت سے اپنی صحت وشفا کے لئے دعا کو کہا، کہنے لگے ہم پر کسی نے سحر کر دیا ہے، مفتی محمود صاحب (حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی) نے بھی کہا کہ کسی نے تم پر سخت قسم کا جادو کر دیا، انہوں نے کہا کہ ہمارا ابھی اس پر بس نہیں چل رہا ہے، خود وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ہم نے کسی طالب علم کو ڈانٹ دیا تھا، خیال ہے کہ اس نے ہم پر سحر کیا ہے، کیفیت بتاتے ہوئے بتایا کہ ایک دن بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے، دیکھتے کیا ہیں کہ پلیٹ میں خون

کالوتھڑا گرا، اس وقت تو سکون معلوم ہورہا ہے، ورنہ عجیب حالت ہوجاتی ہے، ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ پتہ نہیں آپ کیسے زندہ ہیں اس میں تو بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے، حضرت نے اپنے متعلق بھی سحر کا شبہ ظاہر کیا، اور حضرت مولانا سے کہا کہ انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، حضرت مولانا کو اپنی کتاب ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند'' بھی ہدیہ میں دی، مولانا نے راقم سے کہا کہ نزہۃ الخواطر کا سیٹ بھیج دینا، قیمت ارسال کردی جائے گی۔

پھر اجازت چاہی اور رخصت ہوئے مگر اپنے رفقاء سفر سے کہتے رہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ دو، تم لوگ چلے جاؤ، یہیں سے ہم سہانپور چلے جائیں گے، مگر یہ کہاں ہوسکتا تھا، رات کو روکنا یوں محال تھا کہ گاڑی کسی اور کی تھی صبح انہیں واپس کرنی تھی، مجلس میں حضرت مولانا نے مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت رائے پوری کی تکیہ آمد اور قیام کا ذکر کیا اور حضرت تھانویؒ کے رائے بریلی سے گزرنے اور یہاں آنے کی خواہش کرنے مگر نہ آسکنے کا ذکر کیا، اور وہ واقعہ بھی بتایا جو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری نے حضرت سے بتایا تھا کہ حضرات تکیہ کے انوار یہاں تک ہیں اس واقعہ کو حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ ابادی مدظلہم نے اپنی کتاب اقوال سلف میں بھی ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد یونس شیخ الحدیث نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد الامۃ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے کہا، حضرت رائے پوری نے آپ کو چاروں سلسلوں میں یہاں ہی اجازت دی تھی، حضرت نے فرمایا آپ کو کہاں سے معلوم؟ حضرت نے تائید کی اور تفصیل بتائی اور فرمایا چاروں سلسلوں میں خاص طور پر حضرت سید صاحب (سید احمد شہید) کے سلسلے میں اجازت دی تھی مولانا محمد یونسؒ نے کہا ہم نے کہیں پڑھا تھا، جب مولانا اوران کے رفقاء نے حضرت سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو مولانا باہر استنجاء خانہ گئے، استنجاء خانہ میں بجلی نہ تھی، حضرت نے اپنی ٹارچ دی کہ مولانا کو دے دو، میں نے بہت دینا چاہا، مگر مولانا کسی طرح لینے کو تیار نہ ہوئے کہ حضرت کی ٹارچ استنجاء خانہ لے جائیں، پھر استنجاء سے فراغت کے بعد وضو کرنے چلے، حضرت کے خادم خاص الحاج عبدالرزاق مرحوم نے اور راقم ناچیز نے

بھی بہت عرض کیا کہ حضرت کے یہاں وضوخانہ میں وضو کر لیجئے، حضرت کو جب معلوم ہوا کہ مولانا وضو کرنے جارہے ہیں تو حضرت نے شیخ یونس سے کہا، مگر مولانا ادباً تیار نہ ہوئے کہ جہاں حضرت وضو کرتے ہیں وہاں وضو کریں اور کھڑے ہوکر ہینڈ پمپ سے وضو کیا۔

پھر ہم سب خدام نے مولانا مدظلہ سے سلام ومصافحہ کیا اور ان کے رفقاء سے کیا، خال معظم مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی، الحاج عبدالرزاق صاحب خادم خاص حضرت دامت برکاتہم، مولانا نثارالحق ندوی کاتب خاص حضرت دامت برکاتہم، پھوپھامیاں مولانا سید احمد علی حسنی، مولانا نیاز احمد ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم اور دیگر حضرات نے یہ شرف حاصل کیا، بلال ماموں، (مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی) موجود نہ تھے اور حضرت بار باران کا ذکر کررہے تھے کہ وہ بھی ملاقات کر لیتے، شہر گئے تھے، مجھے امید ہوئی کہ مدرسہ آگئے ہوں گے، مولانا سے میں نے ذکر کیا، گاڑی پر ہمیں بٹھالیا، راستے میں بلال ماموں نظر آگئے، گاڑی رکی، اور سلام ومصافحہ ہوا، پھر مدرسہ کا ذکر کیا، مولانا تیار ہو گئے، اور مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور پہنچے، مسجد میں تحیۃ المسجد ادا کی، اتنے میں مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ جمع ہو گئے، سب سے سلام ومصافحہ ہوا، مولانا اور ان کے رفقاء نے مدرسہ پسند کیا اور دعا کی (اب الحمدللہ حضرت شیخ صاحب اس مدرسہ کے سرپرستوں میں بھی ہیں)۔

مولانا اور ان کے رفقاء چلے تو گئے لیکن حضرت کو برابر فکر وتشویش رہی، رات گزری، صبح نماز فجر اول وقت پڑھی، پھر آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے، دیکھا تو حضرت فکرمند تھے، مولانا محمد یونس صاحب بخیریت پہنچ گئے ہوں، ٹھنڈی رات، لمبا سفر تھا۔

یہ تھا ہمارے اکابرین علم وفضل کا تعلق اور آپس میں ایک دوسرے کا اکرام وتکریم، اللہ تعالیٰ ان کی برکات وانوار کو قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے ساتھ اسفار اور باندہ ولکھنؤ کے اسفار:

حضرت الشیخ کو حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ قدس سرہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی ان کی حیات میں حضرۃ الشیخ فرماتے تھے کہ

”حضرت عجیب شخصیت کے مالک ہیں ایسے لوگ تو ماضی میں

ہوتے تھے“[۱]

مولانا سید عبید اللہ اسعدی مدظلہ نے حضرت کا یہ ملفوظ نقل کیا ہے کہ:

”حضرت مولانا محمد یونسؒ کا بیان ہے کی ایک زمانہ میں میں ایک سلسلہ میں کافی پریشان تھا اور کسی سے کچھ اظہار بھی نہ کیا مگر حضرت کا خط آتا رہا کہ کیا بات ہے؟ میں تم کو بہت پریشان پارہا ہوں پھر سفر فرمایا اور آتے ہی دریافت کیا اس وقت تک پریشانی ختم ہوچکی تھی تو عرض کیا کہ آپ کی برکت سے سب پریشانیاں ختم ہوگئیں۔“[۲]

مولانا مفتی سید عبید اللہ اسعدی مدظلہ ان دونوں بزرگوں کے گہرے ربط وتعلق اور محبت وعقیدت کو جو دونوں کی طرف سے تھا اور دونوں ایک شیخ (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب) کے مجاز وخلیفہ بھی تھے اس طرح ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

”شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت حدیث کے سب سے ممتاز عالم ہیں نہ صرف ہند بلکہ بیرون ہند بھی ان کا ایک نمایاں مقام ہے، وہ اپنی عمر اور سلسلہ دونوں اعتبار سے حضرت کے خوردوں میں ہیں، عمر میں وہ حضرت کے شاگردوں کے ہم عمر بلکہ جامعہ عربیہ ہتھورا کے فیض یافتہ حضرت کے تلامذہ کے رفقاء میں سے ہیں اور اصلاً حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ سے متعلق اور ان کے مجاز ہیں اسی کے ساتھ ان کو حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ رامپوری، سہارنپوری) کی طرف سے بھی اجازت بیعت کا شرف حاصل ہے، یوں حضرت کے پیر بھائی اور حضرت کے ہم طبقہ ہوئے، اور فن حدیث میں ان کے نمایاں تفوق نے جس کا تذکرہ کیا گیا، ان کو وقت کے اکابر علماء میں پہنچا دیا ہے، دونوں ہی حضرات ایک دوسرے کا یوں لحاظ و خیال فرماتے تھے جیسے اکابر ایک دوسرے کا کرتے ہیں۔“

باندہ کے اسفار اور دورہ حدیث کے اختتامی درس کے لئے سفر کے متعلق مصنف ”تذکرۃ الصدیق“ یوں لکھتے ہیں:“

---

(۱) تذکرۃ الصدیق جلد دوم، ص ۴۸۶۔ (۲) تذکرۃ الصدیق جلد دوم، ص ۵۱۲۔

”جامعہ (عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ) میں جب سے دورہ کا آغاز ہوا حضرت کی خواہش وکوشش رہی کہ ہر سال بخاری شریف کے ایک دو سبق مولانا مدظلہ کی طرف سے ضرور ہو جائیں، چنانچہ ہوئے، البتہ پابندی اس کی رہی کہ مولانا اخیر سال میں ماہ رجب کے اواخر کی کسی نہ کسی تاریخ میں تشریف لاتے رہے، اور صحیح بخاری کا اختتام ان کے درس کے ذریعہ ہوتا، کیوں کہ مولانا اپنے یہاں اسباق کے آغاز کے بعد اسفار پسند نہیں فرماتے تھے، اور جب کہ اس سفر کی قطعی تاریخ حضرت ہمیشہ خود مولانا سے طے کراتے اور ہمیشہ ان کا تذکرہ ”شیخ الحدیث“ کے لفظ سے فرماتے حالانکہ مولانا فرماتے بھی کہ حضرت کا جب حکم ہو آجاؤں گا مگر حضرت فرماتے کہ نہیں آپ کی سہولت پر موقوف ہے، تو وہ اپنے اسباق مکمل کر کے اور ان سے فارغ ہو کر سفر فرماتے اگرچہ فوری طور پر اور اسی دن نکلنا پڑے، مولانا کے کئی گرامی نامے محفوظ ہیں جن میں اس نظام سفر کا تذکرہ ہے، بلکہ ہمارے حضرت اس کا بھی اہتمام فرماتے رہے کہ وقت قریب آنے پر کوئی نہ کوئی نظام سفر طے کرتے جائیں، یا حضرت کا سفر ہو ان دنوں میں، تو بات طے فرما لیتے اور پھر دہلی سے ریزرویشن وغیرہ اور ہتھورا سے ریزرویشن یا آگے کے نظام کی راحت رسانی کے ساتھ فکر فرماتے، اسٹیشن لینے جاتے اور رخصت کرنے تو ضرور تشریف لے جاتے، اور مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس بات کا لحاظ یہ تھا کہ مظاہر میں بخاری شریف ختم کرنے کے بعد سب سے پہلا سفر ہتھورا کا ہوگا، بقیہ محسنین وداعین سے یہی فرماتے کہ اس کے بعد بلکہ وہاں سے طے کرو، حضرت کے نام خطوط میں ”مخدوم گرامی- اور مخدومنا المحترم“ جیسے الفاظ استعمال فرماتے ذکر و تذکرہ میں ہمیشہ نہایت محبت اور عظمت نیز علو مقام کا لحاظ کرتے ہوئے گفتگو فرماتے ہیں۔

ادھر اخیر میں چند سال جوان کا حال دیکھا وہ یہ کہ حضرت سہارنپور تشریف لے گئے، تو سہارنپور تا دیوبند و جلال آباد وغیرہ اپنے وقت کے مطابق حضرت کے ساتھ ساتھ ہیں، حالانکہ ان کی نزاکت مزاج، اور طبیعت کی لطافت معروف ہے، اور ہمارے حضرت کے اسفار جدوجہد و مشقت کے ہوتے تھے، مگر اس سب کے باوجود حضرت کے ساتھ بڑی مستعدی اور مکمل تحمل و برداشت کے ساتھ سفر فرماتے، پیدل بھی چل رہے ہیں، بوجھ بھی اٹھائے ہیں،

ایک عجیب لطف وسرور کے ماحول میں ہوتے، حضرت کے ساتھ سفر میں بھی اور یہاں تشریف لانے پر قیام میں بھی، اور ہر سفر میں ہم سب کو حضرت کی قدر دانی اور حضرت سے استفادہ پر تنبیہ فرماتے بلکہ جھنجوڑتے، ایک مرتبہ فرمانے لگے اور احقر سے ہی فرمایا کوئی اور نہ تھا۔

''میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دو حضرات کا دل میری طرف سے صاف رہے اور بس، ایک ہمارے حضرت اور دوسرے مولانا علی میاں صاحبؒ۔''(۱)

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے ساتھ حضرۃ الشیخ کے اسفار نیاز مندانہ ہوتے تھے، اور جیسا کہ مصنف ''تذکرۃ الصدیق'' نے لکھا ہے بڑی مشقت کے ہوتے تھے، جسے حضرۃ الشیخ اپنی لطافت مزاج کے باوجود دین کیلئے بطیب خاطر برداشت کرتے۔

اور انہی اہم سفروں میں جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد کے جلسوں میں شرکت کے بھی سفر ہیں، مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی تذکراتی سے حضرۃ الشیخ علیہ الرحمۃ کا حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ کٹولی ملیح آباد میں تشریف آوری کا پتہ چلتا ہے، خال معظم مولانا سید عبداللہ حسنی علیہ الرحمۃ بھی اپنی اس سعادت کا ذکر فرماتے تھے جو ان کو ان دونوں بزرگوں کے ساتھ ایک سفر میں حاصل ہوئی تھی جس میں حضرت قاری صاحب نے ان کو شریک فرمایا تھا اور حضرۃ الشیخ کی بڑی شفقت ملی تھی جو برابر بڑھتی رہی۔ جہاں تک باندہ کے اسفار کا تعلق ہے وہ اختتام دورہ حدیث کی مناسبت سے ہوتے تھے، مولانا سید عبید اللہ اسعدی لکھتے ہیں:

''دورۂ حدیث کا آغاز فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ بلکہ حکم اور انہی کے ذریعہ ۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۹ھ۔ ۳ جون ۱۹۸۹ء بروز شنبہ جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ میں ہوا، چند دن کے بعد حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جونپوری کی تشریف آوری ہوئی تو ان کا بھی درس بخاری ہوا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے صحیح بخاری جلد اول اور حضرت مولانا سید نفیس اکبر ہنسوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری جلد دوم آپسی مشورہ

---

(۱) تذکرۃ الصدیق جلد دوم، ص ۴۶۶

سے لی۔ (۱)

اختتام سال پر صحیح بخاری کی اہمیت وعظمت کی وجہ سے درس کی تکمیل کا ایک اہتمام یہ کیا گیا کہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کو دعوت دی جائے چنانچہ انہوں نے دعوت منظور کی اور ۲۸/رجب ۱۴۱۰ھ۔ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء کو یہ مبارک پروگرام انجام پایا، اس موقع پر حضرۃ الشیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے درس کی خصوصیت کو مصنف ''تذکرۃ الصدیق'' اس طرح بیان کرتے ہیں!

حضرت مولانا محمد یونسؒ کا درس نہایت فاضلانہ تھا، انہوں نے بخاری شریف کے آخری باب اور حدیث کے متعلقات کی بابت گفتگو کی، مولانا یونسؒ کا یہ خطاب ''ترجمان اسلام'' بنارس میں شائع ہو چکا ہے، اس کے بعد حضرت کے احترام میں فرمایا کہ حدیث کو پڑھ کر باقاعدہ ختم تو حضرت ہی (یعنی قاری صاحب) فرمائیں گے، چنانچہ حضرت نے حدیث پڑھی اور قرآن کریم کی ایک آیت بھی اور کچھ وعظ بھی فرمایا اور کچھ بخاری کے اختتام اور حدیث کی مناسبت سے بھی بات فرمائی، حضرت (قاری صاحب) نے اپنی گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ۔

> ''مولانا یونسؒ نے آخری باب وحدیث کی جو مناسبت ذکر فرمائی ہے، اس کی مناسبت سے میرے ذہن میں یہ آیا کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اگر اخلاص سے ہو تو بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے''

اس کے بعد حضرت نے صحیح بخاری وغیرہ میں آنے والا مشہور قصہ سنایا جس میں تین آدمیوں کا غار میں پھنس جانا اور اعمال صالحہ کی برکت سے غار کے منھ کا کھلنا آیا ہے، اس کے بعد حضرت نے کچھ مدرسہ کے حالات سے متعلق گفتگو فرمائی مجلس کا اختتام حضرت کے اصرار کی وجہ سے مولانا محمد یونسؒ کی طویل ومؤثر دعا پر ہوا، جس میں عموماً سب پر گریہ طاری تھا، بالخصوص ابتدائی حصہ میں اس مجلس کی نسبت سے مولانا یونسؒ کے تاثرات وواردات بڑے عجیب تھے خود حضرت سے نہ جانے کیا کیا فرمایا، نیز بعض احباب نے مولانا سے یہ بھی نقل کیا، ''اس وقت حضرت کے انوارات بہت زیادہ تھے۔

---

(۱) از تذکرۃ الصدیق جلد دوم ص ۱۲۲/۱۲۳۔

مولانا یونسؒ نے حضرت سے یہ بھی فرمایا:

''آج کے ماحول اور علاقے کے حالات میں یہاں کے طلبہ بہت غنیمت ہیں بہت خوشی ہوئی، اور ساتھ ہی باصرار فرمایا، ان میں جو مزید تعلیم کے خواہش مند ہوں ان کو اپنے یہاں افتاء کی تعلیم دیں، طلبہ جو یہاں بنیں گے دوسری جگہ نہیں بنیں گے۔''(۱)

مصنف ''تذکرۃ الصدیق'' کے بیان کے مطابق حضرۃ الشیخ جونپوری علیہ الرحمہ دورہ حدیث کے اختتامی تقریب ختم بخاری میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت کی حیات میں نومبر ۱۹۹۲ء۔ ۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ کو علامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ حلبی محدث شام تشریف لائے اور ان کی آمد کی مناسبت سے تقریب رکھی گئی اور استقبالیہ دیا گیا، راقم کو بھی اس موقع پر رفاقت کا شرف حاصل ہوا، اور اس طرح حضرۃ الشیخ علامہ جونپوری نور اللہ مرقدہ صرف اس سال تشریف نہ لائے ورنہ وہ اس عہد کے ہمیشہ پاسدار رہے جو حضرت مولانا قاری سید صدیقؒ نے لیا تھا، اور ان کی وفات کے بعد اس کو پوری طرح نباہا اور حضرت کی وفات کے بعد علاقہ کے اور خاندان کے افراد بھی اور دوسرے لوگوں نے حضرت الشیخ سے بیعت وارادت اور استرشاد کا تعلق قائم کیا، اور حضرت الشیخ کا یہ سفر علمی کے ساتھ اصلاحی بھی ہوتا رہا، یہاں تک کہ پھر ۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ کو حضرت والا مظاہر علوم میں ختم بخاری کے بعد ہتھورا کے مدرسے کے ختم بخاری کے پروگرام کے لئے ہتھورا باندہ تشریف لائے تھے اور یہاں سے دوسرے مدارس بھی گئے جس میں ایک مدرسہ کھنڈوہ میں ہے، کھنڈوہ میں ایک نکاح مولوی جنید ندوی کھنڈوی کا پڑھایا، پھر آگے گجرات کا سفر کیا، اور آگے کے پروگرام بھی کئے جو مولانا قاری سید حبیب باندوی نے ترتیب دیئے تھے۔ فللہ الحمد والمنۃ

جہاں تک حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے ساتھ سفروں اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خدمت میں حاضری کی بات ہے۔

تو اس سلسلے میں جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد کے سالانہ اجلاس رجب ۱۴۱۰ھ

(۱) تذکرۃ الصدیق جلد دوم، ص ۱۴۲-۱۴۶۔

کا تذکرہ ضروری ہے جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ، حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اور مسلم لیڈران میں جناب معید احمد صاحب سابق ریاستی وزیر اتر پردیش اور جناب محمد اعظم خاں وزیر محنت واوقاف نے بھی شرکت کی تھی اور مسجد کا افتتاح عمل میں آنے کے ساتھ دار العلوم جامعہ سید احمد شہید اور رواق شاہ اسماعیل شہید کا افتتاح عمل میں آیا تھا، قاری ریاض احمد مظاہری کی تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا، مولانا کمال اختر ندوی نے تعلیمی رپورٹ اور مولانا ولی اللہ ندوی نے تعمیراتی رپورٹ پیش کی، ناظم جامعہ مولانا سلمان حسینی ندوی نے صدر محفل، مہمانان خصوصی مشائخ وعلماء کرام اور دیگر مندوبین کا استقبال کرنے کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی جامعیت ووسعت اور اس دور میں اس کی ضرورت پر خاص زور دیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمایا:

> ''نسبت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، اداروں اور اشخاص کی طرف نسبت بعض اوقات اہم ترین کاموں کی انجام دہی میں معاون ہوتی ہے، لیکن نسبت الفاظ سے نہیں، عقیدہ وتعلق اور جذبات سے ہوتی ہے اور فرمایا کہ ''ہندوستان میں حضرت سید صاحب کی نسبت سے یہ پہلا مدرسہ ہے، امید ہے کہ یہ نسبت اپنے اثرات دکھائے گی، طلبہ، اساتذہ اور کارکنوں سبھی پر اس کا فکری، تربیتی اثر انشاء اللہ مرتب ہوگا''۔

اس کے بعد رواق شاہ اسماعیل شہید اور جامعہ کی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اور اس نمائش کا بھی افتتاح ہوا جس میں چارٹس کے ذریعہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی زندگی اور تحریک پر روشنی ڈالی گئی، جسے بہت پسند کیا گیا، دو بجے نماز ظہر ہوئی اور ایسی خلقت امنڈ آئی - کہ باوجود وسیع وعریض مسجد کے وہ تنگ پڑ گئی اور باہر بھی صفیں لگیں۔

نماز ظہر بعد عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ تشریف لائے تھے ان کے ساتھ حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور بھی تشریف لائے، مگر انہوں نے بیان نہیں فرمایا، حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ آج لوگوں کی دنیاداری اور دین سے بے توجہی بڑھ گئی ہے، آخرت کی فکر اور مدارس کی قدر کی طرف توجہ

دلاتے ہوئے مدرسہ کے تعاون کی طرف بھی توجہ دلائی۔(۱)

جب دار العلوم ندوۃ العلماء میں شعبہ قرأت کا افتتاح عمل میں آیا تو اس کی سرپرستی ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء کو دی، وہ اور حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اس افتتاحی تقریب میں شریک ہوئے جو معہد القرآن الکریم کی عمارت میں متعلقہ اردو شعبہ کے ذمہ دار مولانا قاری ریاض احمد مظاہری صاحب کو بنایا گیا جو مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ اور مولانا محمد یونس جونپوریؒ دونوں ہی بزرگوں کے شاگرد تھے، اور تا حال وہی ذمہ دار رہیں، اس افتتاحی تقریب میں مولانا محمد یونس نے مختصر مگر عالمانہ وعارفانہ بیان فرمایا تھا جس کا تذکرہ مولانا حبیب الرحمان عبد الغفار ندوی استاد جامعہ فلاح دارین ترکیسر نے اپنی کتاب ''پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش'' میں کیا ہے، جو مشاہدہ پر مبنی ہے۔

علمی سفر کا ایک نادر واقعہ اور بشارت:

استاد خالد بن مرغوب امین استاذ قسم فقہ السنہ بکلیۃ الحدیث الشریف فی الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورۃ ایک علمی سفر کے تعلق سے ان کا ایک نادر واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''وكان للشيخ مكانة عظيمة فى قلوب مشائخه ورفقاءه فضلاً عن تلامذته ومحبيه، وكان يعرف للشيخ ابى الحسن الندوى مكانته، رأى النبى صلى الله عليه وسلم يقول له، ابنى ابو الحسن يحتاجك وأنت لم تساعده؟ فاستيقظ من نومه وخرج إلى محطة القطار فوراً وغاب عن تدريسه خلافاً لعادته، وتوجه إلى لكهنؤ مع بعد المسافة بين البلدين، فلمّا وصل بيت الشيخ سلّم عليه، ولم يخبره عن سبب زيارته فقال له الشيخ: إنى اكتب شيئاً فى الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واحتاج مساعدتك فى تخريج بعض الأحاديث فأجابه الشيخ إلى مقصوده ولبى مراده، ثم استأذن راجعاً، قال لى الشيخ بعد

---

(۱) تعمیر حیات لکھنؤ ص ۱۴، ۱۰ مارچ ۱۹۹۰ء و مذکراتی از مولانا سید سلمان حسینی ندوی۔

أن حدثني بذلك: عرفت بهذا صحة نسب الشيخ۔"(۱)

(مشائخ ومعاصرین کے دلوں میں شیخ کی بڑی وقعت تھی چہ جائیکہ تلامذہ اور دوسرے چاہنے والوں کے، اور وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مقام سے خوب واقف تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب ان سے فرمارہے تھے، میرا بڑا بیٹا ابوالحسن تمہاری ضرورت محسوس کررہا ہے، اور تم اس کی مدد نہیں کرتے، نیند سے بیدار ہوکر فوراً اسٹیشن جاکر ٹرین پکڑی اور سہارنپور اور لکھنؤ کی مسافت کی دوری کے باوجود لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگئے، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام کیا اور حاضری کا سبب نہیں عرض کیا حضرت مولانا نے ان سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں ایک مضمون لکھ رہے ہیں، بعض احادیث کی تشریح کے لئے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے، شیخ نے وہ کام کیا اور پھر واپسی کی اجازت لی اور سہارنپور واپس ہوگئے، حضرۃ الشیخ نے اس واقعہ کے بیان کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس سے حضرت مولانا کے صحت نسب کا مجھے پورا یقین ہوگیا۔)

سفری معمولات:

سفری معمولات میں ایک طرف وہ معمولات باقی رہتے جس کے وہ پابند تھے اور ان معمولات کا اضافہ ہوجاتا جو اس موقع اور مناسبت کے ہوتے، چنانچہ حجاز مقدس کے سفری معمولات کا ایک تجربہ شیخ حامد بن احمد بن اکرم بخاری (مدینہ منورہ) اس طرح بیان کرتے ہیں:

"سافرت معه مرة في سيارتي من المدينة إلى مكة، وكان معنا خادمه يونس، وأحب تلامذته إليه في الحجاز الشيخان الفاضلان، أحمد بن عبد الملك عاشور وعبد الله بن أحمد التوم والأخ صهيب المرزوقي، فكان الشيخ يصلي متنفلاً طوال الطريق يرفع يديه عند الركوع، والرفع منه، ويقبض على الصدر، فاذا فتر يقرأ عليه ابن التوم "شمائل النبي صلى الله عليه وسلم

---

(۱) قلائد المقالات والذكريات في شيخ الحديث العلامة محمد يونس الجونفوري للشيخ محمد بن ناصر العجمي دار المقتبس دمشق بيروت، ص ١٤٦، ١٤٧۔

للترمذي ونحن نسمع ثم يعود الشيخ إلى صلاته، فيصلي ما كتب له، ثم نعود لنقرأ عليه "الشمائل" ثم يعود إلى صلاته وهكذا طوال الطريق حتى وصلنا مكة۔"(۱)

(شیخ کے ساتھ ایک بار اپنی کار سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ حاضر ہوا، شیخ کے خادم یونس ساتھ تھے، اور شیخ کے تلامذہ میں دو فاضل عالم احمد بن عبدالملک عاشور اور عبداللہ بن احمد التوم اور برادرم صہیب مرزوقی بھی ہمراہ تھے، شیخ کو پورے راستہ دیکھا کہ وہ نوافل میں مشغول ہیں اور رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھنے میں رفع یدین کرتے تھے، اور ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے، اور نماز سے جو وقت خالی ہوتا ابن التوم شمائل ترمذی کی قرأت کرنے لگتے اور ہم سب سنتے پھر شیخ نماز میں مشغول ہو جاتے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوتے شمائل کی قرأت شروع ہو جاتی پھر ان کو نماز کا تقاضا ہوتا، اور یہ سلسلہ نماز کا اور قرأت حدیث کا پورے راستہ اسی طرح یہاں تک کہ مکہ معظمہ حاضری ہوگئی۔)

اس کے علاوہ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ حضرت شیخ ہوٹل کے قیام میں اور چاہنے والوں کی دعوت پر ان کی رہائش گاہوں میں بھی حدیث کی قرأت وسماعت اور اس سے اجازت چاہنے والوں کو اجازت دینے کا سلسلہ جاری رکھتے اور قرآن مجید کی خوب تلاوت کرتے اور اہل تعلق کو متوجہ بھی کرتے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مرکز وحی ہیں دونوں جگہ قرآن مجید کا کم از کم ایک دور ختم ضرور کیا جائے۔ اس کے علاوہ مسنون دعاؤں کا احوال ومقالات اور قرأت کی مناسبت سے اہتمام فرماتے اور اس کی مناسب ہی کرتے ہیں۔)

☆☆☆

---

(۱) قلائد المقالات والذكريات...... ص ۱۷۵، دار المقتبس دمشق/ بيروت)

بارہواں باب

زندگی کے آخری ایام، آخری رمضان المبارک، معمولات، آخری اجتماعی دعا، ایک یادگار مجلس اور سفر آخرت

صحت کی کمزوری اور علالت کا سلسلہ

حضرۃ الشیخ نور اللہ مرقدہ کا آخرت کا استحضار اور موت کا مراقبہ اور لقاءِ رب کا شوق اس وقت سے تھا جب وہ مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے اور دو عظیم شخصیتوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی ان پر نظر شفقت وتوجہ پڑی تھی شروع ہی میں وہ اتنے بیمار ہوئے تھے کہ ان کے متعلق یہ رائے ہونے لگی تھی کہ انہیں گھر بھیج دیا جائے اور جب صحت ہو جائے تو پھر مدرسے آئیں، مگر انہوں نے اس کو ترجیح دی کہ موت آئے تو حدیث شریف کے ایک طالبعلم کے طور پر آئے، اور اس پر آخرت میں جو وعدے ہیں وہ حاصل ہوں، وہ مدرسہ میں پڑے رہے اور یہیں ان کا علاج جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی، پھر وہ مدرسہ کے ہی ہو کر رہ گئے، مطالعہ حدیث کو تمام مشاغل پر اور تدریس حدیث کو تمام اعمال پر ترجیح دی، پھر جب تصوف وسلوک کے اشغال کو اختیار کیا تو علم حدیث کو عمل میں لائے اور علوم نبوت کو نور نبوت سے چمکانے کا کام لیا، تدریس حدیث میں ان کی یکسوئی وانہماک اور اس کو تمام اعمال پر ترجیح بھی اسی کا نتیجہ تھی، جس میں ناغہ نہ ہونے دیتے، یہاں تک کہ جب حج کے اسفار ۱۳۹۹ھ کے حج سے شروع کئے تو اس کا نظم بھی اس طور پر بناتے کہ اسباق حدیث میں فرق نہ آئے یا کم از کم زیادہ خلل نہ پڑے، اور پھر اس کی تلافی کرتے، دینی دعوتی اصلاحی سفروں اور مشائخ سے، ملاقات، عیادت وتعزیت کے سفر، قریب ودور کے مدرسوں کے پروگرام میں شرکت، یہاں تک کہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت، سب میں مظاہر علوم میں اپنی تدریسی ذمہ داری کو فوقیت دیتے، اور اس

میں اپنے کو امین، اور جوابدہ سمجھتے، اور ذمہ داروں کے اعتماد کو سامنے رکھتے ہوئے، اپنے پروگرام مختصر فرمادیتے، اور فرماتے لوگ تو کئی طرح کے کام کرتے ہیں ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے جو لے کر جاؤں یہی پڑھنا پڑھانا ہے، فرماتے، دعوت واصلاح، تزکیہ وارشاد، تصنیف وتالیف اور تعلیم وتدریس وہ کام ہیں جن سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور دین کی خدمت کے یہ چار بڑے ذریعے ہیں ہمارے پاس تو صرف تعلیم وتدریس ہے۔

یوں تو حضرت مولانا کی صحت بچپن سے کمزور تھی، جوان کے لئے مبارک ثابت ہوئی اور اپنے خاندانی مشغلہ کسانی اور بھینسوں کی دیکھ ریکھ کے کام میں باوجود والد صاحب کے لگانے کے نہ لگ سکے، اور تعلیم پر لگائے گئے جب صحت خراب ہوئی اور گھر میں رکنا پڑا تو ان کے استاد خاص مولانا ضیاء الحق فیض آبادی علیہ الرحمہ کی کوشش ہوئی کہ وہ مدرسہ آجائیں اور ناغہ نہ ہو، وہ فرماتے تھے کہ مولانا میں یہ عجیب صلاحیت تھی کہ بالکل نہ پڑھنے والے کو بھی پڑھا دیتے اور کام کا بنادیتے۔

مسلسل بیماری، ضعف، ونقاہت کی وجہ سے طبیعت میں بڑی نزاکت پیدا ہوگئی تھی، کھانے پینے کی اشیاء جلدی نقصان کرتیں، فرماتے: نظر بد بہت تیز لگتی ہے، جسم پر کوئی ہاتھ رکھتا تو ذرا بھی تیزی ناقابل برداشت ہوجاتی، مگر ان سب کے ساتھ دین کے کاموں میں پیش رفت رکھتے اور معمولات میں سستی نہ دکھاتے، اپنے اساتذہ کی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری کی مجلسوں میں حاضری کی اتنی پابندی فرماتے کہ بیماری اور عذر کی ذرا پرواہ نہ کرتے، اسی طرح اسباق اور اس کے لئے مطالعہ اور دینی معمولات تہجد اور پھر ذکر نفی واثبات، اور اثبات محض، مراقبہ دعائیہ، وغیرہ کے معمولات پورا کرتے، اور اشراق وچاشت کے بعد تدریس اور اس کے لئے وضو، خوشبو، نماز صدقہ وخیرات کا غیر معمولی اہتمام ظہر کے بعد تلاوت اور درس اور پھر عصر کے بعد کتاب کی تعلیم اور مجلس، مغرب بعد مطالعہ اور مطالعہ تو آپ کی جان تھا، یہ سب کچھ بیماری کے ساتھ بھی رہتا، ملاقاتیں زیادہ پسند نہ تھیں، ملاقاتیں دینی حق سمجھ کر کرتے تھے اور کوئی خیر خواہانہ جملہ فرمادیتے، کوئی مانوس اور قدیم ملاقاتی ہوتا تو اس کو زیادہ وقت دیتے اور اس کا خصوصی خیال رکھتے اور اپنی بیماری بھول جاتے۔

جب سے آپ مسحور ہوئے اس کی تکلیف کی شدت سے بے چین ہوتے، رات کی نیند بھی اڑ جاتی معلوم ہوا اور خود راقم نے دیکھا بھی کہ بیٹھے بیٹھے رات گزار دی جب ان کے رفیق خاص مولانا کفایت اللہ پالن پوری خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ ہوتے تو وہ بھی اس میں ان کا ساتھ دیتے، اور ان کے بس میں آرام پہونچانے کے لئے جو کچھ ہوتا اس کو کرتے۔ رائے بریلی کے سفر میں اس کا بھی مشاہدہ کیا۔

آخرت کا استحضار اور اس کی تیاری:

حضرۃ الشیخ اسی زمانہ سے اپنی زندگی کے ہر سال کو آخری سال سمجھنے لگے تھے، اور یہ بات بڑھتی جارہی تھی جب عمر شریف ۶۳ کو پہونچی تو اس سنت کے حامل ہونے کا شوق بے چینی تک بڑھ گیا۔ یہ شوق لقاء رب بار بار اور ہر سال حج پر آمادہ کرتا، کچھ نہ ہونے کے باوجود توکلاً علی اللہ رقم جمع کرنے لگتے کہ جو اللہ کی طرف ایک ہاتھ چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہے، اور اس سے زیادہ تیز آتا ہے، اس طرح حج قریب آتے آتے سفر کے سب اسباب جمع ہوجاتے، اور کوئی قانون نہ مانع بنتا، نہ کوئی بات درمیان میں حائل ہوتی، اور یہی محبت اور شوق دیار حبیبؐ لے جاتا، مہبط وحی ہونے کی وجہ سے دونوں مقامات پر قرآن پاک کی تلاوت خود کرتے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ ایک ایک قرآن پاک دونوں جگہ ختم کرلیا جائے، اور جو کچھ نذرانہ، تحائف ہدایا ملتے سب ان دونوں مقامات کے مستحقین پر جو ان کی نگاہ میں زیادہ مستحق ہوتے قربان کردیتے اور اپنے لئے کچھ نہ بچاتے، لاکھ وغیرہ کی گنتی ان کے یہاں کچھ نہ تھی۔

حالانکہ تدریس میں مکمل انہماک کا تقاضا اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے مدرسہ سے مشاہرہ لینے کا استحقاق کامل تھا، مگر گذشتہ بیس ۲۰ سال سے یہ سلسلہ بند کردیا تھا بلکہ جو کچھ حاصل کیا تھا اس کی تلافی کی بھی نوع بہ نوع صورتیں نکال نکال کر صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ جو مشاہرہ کے طور پر لیا تھا کئی گنا کرکے واپس بھی کردیا مگر پھر بھی اس اجر عظیم کے شوق میں جو آخرت میں ان نیک اعمال اور خدمت دین کا ملنا ہے، اس پر نادم رہے کہ آخر لیا ہی کیوں تھا، جب کہ ان کی طرف سے اس کا سوال نہیں رہا اور نہ ہی کسی صلہ اور ستائش اور شہرت وعزت کی تمنا و شوق تھا، لااسئلکم علیه اجراً۔ اور "ان اجری الا علی العالمین" کی ہی وہ تصویر

بنے رہے۔

اللہ کا قرب حاصل کرنے والے دوسرے اعمال اور آخرت بنانے والے دوسرے اشغال وصفات کو بھی باوجود مشغولیت وہجوم کار کے اختیار کرتے اور معذوریوں اور ضعف کے باوجود سفر کی ہمت کرتے، جیسے سخت ترین ٹھنڈک میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی وفات کی خبر سن کر اس وقت سہارنپور سے رائے بریلی کے لئے روانہ ہوگئے شاید جنازہ مل جائے، یہ ان کی کرامت تھی کہ ریزرویشن مل گیا بوقت سحر لکھنؤ پہنچ کر وہاں سے گاڑی سے رائے بریلی روانہ ہوئے تو لوگ نماز پڑھ کر رات کے تھکے ہارے آرام کررہے تھے وہ سیدھے قبر پر حاضر ہوئے، اور اپنی صفائی قلب وقوت ادراک سے بہت کچھ محسوس کر کے متعلقین سے کچھ گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ حضرت وفات کے بعد بھی مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی طرف متوجہ ہیں، مسجد میں مجمع کو نصیحت بھی کی، اور متعلقین وورثا نے حضرت کو اس بستر پر آرام فرمانے کو کہا جس پر حضرت آرام فرماتے تھے، انتظامی طور پر اس بات کو قبول فرما کر اس سعادت کو حاصل کرنے میں تخلف نہ فرمایا، اور یہ اولیت ان کو حاصل ہوئی، حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی والدہ معظّمہ جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی بھتیجی تھیں کے انتقال کے دوسرے دن تشریف لائے، سب رائے بریلی آئے ہوئے تھے جہاں ان کی تدفین ہوئی تھی، مولانا سلمان صاحب زید مجدہ کو مخاطب کر کے فرمایا خدمت کا وقت تو اب آیا ہے زندگی میں تو خدمت کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں، مرنے کے بعد زیادہ ضرورت ہوتی ہے مگر لوگوں کو ادھر خیال نہیں ہوتا حدیث میں اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے "اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ یَصِلَ الرَّجُلَ اَهْلَ وُدِّ أَبِیْهِ بَعْدَ أَنْ یُوَلِّی" فرمایا امام احمد حنبلؒ نے لکھا ہے کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے کسی عمل سے معاف ہوسکتا ہے تو وہ برالوالدین ہے، عیادت وتعزیت کے عمل کو حضرۃ الشیخ بڑے ایمانی حوصلہ سے اختیار کرتے تھے، وہ حضرت صوفی انعام اللہ لکھنوی کے بڑے قائل اور ان کی باطنی صفات وکمالات کے معترف اور قدرداں تھے اور انہیں اپنا محسن سمجھتے تھے، انہوں نے ربیع الاول ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) میں لکھنؤ میں مختصر علالت کے بعد وفات پائی تو تعزیت کے لئے لکھنؤ تشریف لائے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جو چند ماہ سے علیل تھے ان کی

عیادت کے لئے ندوۃ العلماء آئے اور قیام فرمایا، اور حضرت کے متعلق بعض بلند کلمات فرما کر لوگوں کو استفادہ کی طرف خاص طو پر استفادہ باطنی کی طرف متوجہ کیا۔

اسی طرح زیارت وملاقات کے ایک سفر میں حضرت کی مجلس میں حاضرین مجلس کی استغنائی کیفیت دیکھ کر کرب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہمارے پورب (مشرقی اضلاع) میں بزرگوں سے استفادہ کے آداب کا لوگوں کو خیال نہیں رہتا۔

رائے بریلی کے بھی کئی سفر انہوں نے کئے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی خدمت میں حاضری دی، اسی طرح حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے یہاں حاضری بڑے شوق سے اور تقرب الی اللہ کا عمل سمجھ کر اور آخرت میں سرخ روئی کے جذبہ سے فرماتے، اور ساتھ رہ کر سفر کی صعوبتیں اللہ کی رضا کے حصول اور شوق آخرت کے جذبہ سے اٹھاتے، اور ان دنوں بزرگوں کے تعلق سے فرماتے کہ یہ قرون اولی کے ہوتے اللہ نے ہم لوگوں کے لئے ہمارے اس دور میں ان کو رکھ دیا۔

خود راقم کا مشاہدہ ہے رائے بریلی کی تشریف آوری تھی، سادات کے مقابر پر تشریف لے گئے یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ وحضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے افراد خاندان علماء ومشائخ کی قبروں پر وہاں ایسی سکینت محسوس کی کہ فرمایا کہ ہم مرجائیں تو یہیں دفنا دینا، جنت البقیع کا ان کو شوق تھا، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت وصحابہ کرام کے جوار کا شوق تھا اپنے محسن واستاد خاص اور مربی ومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے قرب کا شوق تھا اور وہ اپنی وفات سے دو سال قبل مدینہ پاک میں ایسے بیمار پڑے کہ یہ خبر اڑگئی کہ شاید آپ نہیں رہے مگر صحت بحال ہونے لگی، تو آپ حدیث شریف کی اس خدمت کے شوق میں جو تدریس وتصنیف کی کے مظاہر علوم سہارنپور میں انجام دے رہے تھے سفر کا تقاضا ہوا اہل تعلق کو تعجب ہوا کہ اس پاک مٹی (خاکِ طیبہ) کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں، فرمایا ابھی ہمارا وقت نہیں آیا، پھر ممبئی آکر جوگیشوری میں ملت اسپتال میں زیر علاج رہے جب ان کی دیدار وزیارت وعیادت کے لئے علماء، مشائخ خواص وعوام سبھی ٹوٹ پڑے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی حضرت مولانا محمد واضح حسنی ندویؒ، مولانا سید بلال حسنی ندوی

مولانا اسماعیل بھولا صاحب اور جناب شاہد حسین صاحب مولانا سید سحبان ثاقب ندوی بھٹکلی کے ساتھ میں بھی عیادت کو حاضر ہوا، نلکیاں لگی تھیں، مگر شیخ ہشاش بشاس اور سفر سہارنپور کے حدیث کی مزید خدمت کے شوق میں بے قرار اور بڑے مشتاق تھے، جا کر پڑھانا شروع کر دیا، اور دوسری طرف شرح بخاری کے کام کو تکمیل تک پہنچا۔نے کا عمل بھی شروع فرمایا اور وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ جب دو سال پورے ہونے کو آئے تو اپنے احباب واہل تعلق کو اس طرح اشارہ دیا کہ دو سال ہم نے مانگے تھے، اور یہی ہوا کہ وسط شوال کو وقت آخر آپہنچا جو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہے۔

مگر حضرۃ الشیخ نے رجب کے دو عشرے گزرنے پر ایک لمبا سفر حدیث شریف کی نسبت سے اپنے معمول کا باندہ کانپور، گجرات کے علاقوں کا، عمرہ کا اور پھر یورپ وغیرہ کا کیا اور رمضان المبارک کے ایام معمول کے مطابق مظاہر علوم میں متوسلین و مریدین کے طیب خاطر میں گزارے، اور سب معمولات پورے کئے، اور تربیت فرمائی۔

سحر کے اثرات اور درگزر کا معاملہ:

حضرۃ الشیخ کو بیماریوں کا تسلسل رہا، جو زمانہ طالب علمی سے تھا، لیکن ایک قضیہ میں انہوں نے ایک حق بات کہی جو اس شخص کو بری لگی جس سے کہی تھی اور وہ دشمن ہو گیا، حالانکہ بعد میں وہ معافی مانگنے آیا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا، اور اس کے عمل کے توڑ کے نتیجہ میں اس کی جان کے اتلاف کا خطرہ تھا اس لئے حضرۃ الشیخ نے معاف تو کر دیا، تا کہ وہ آخرت کی پکڑ سے محفوظ رہے، اور عمل کے توڑ کے لئے اس لئے تیار نہ ہوئے کہ دوسرے کو نقصان پہونچا کر اپنا فائدہ کس کام کا، وہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب زید مجدہ کو اپنے خط میں لکھتے ہیں:

> ''میری طبیعت کچھ عجیب طرح کی ہے، جو زبانی ہی معلوم ہو سکتی ہے، خاص طور سے دعا کرتے رہو، اتنا لکھدوں کہ کسی نے شدید قسم کا سحر کر دیا جس کا مقصد قتل وازہاق روح ہے، اتنا صرف دعا کے لئے لکھ دیا۔''(۱)

(۱) (مکتوب ۹ رشعبان ۱۴۰۵ھ) عنایت نامے، ۲۹۷، مطبوعہ ازہر اکیڈمی لندن۔

حضرۃ الشیخ کی مایوس کن علالت اور مختلف عوارض کے تعلق سے مولانا محمد جابر پالنپوری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ مؤمن بندہ کو جو کوئی بھی تکلیف یا بیماری وغیرہ لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو اس طرح معاف فرمادیتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف)

چونکہ حضرت شیخ قدس سرہ بھی متعدد امراض اور تکالیف سے دوچار رہتے تھے، اس لئے یہ کہنا بالکل بے جانہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو ان متعدد امراض سے گزارا، تاکہ آپؒ کی روح کو مقدس فرماکر اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

حضرتؒ کو امراض و عوارض لاحق تھے ان میں ایک سحر بھی تھا، چوں کہ حضرتؒ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ اسی (سحر زدگی) کی حالت میں گزرا ہے، اس لئے آپؒ پر اکثر تکلیف کا اثر رہا کرتا تھا، بسا اوقات اس تکلیف میں بے حد اضافہ ہوجاتا تھا، جو آپؒ کے لئے ناقابل برداشت ہوا کرتا، لیکن کبھی بھی آپؒ نے اس پر زبان مبارک سے شکوہ نہیں کیا، اس تکلیف کی وجہ سے کئی کئی راتیں بیداری کی حالت میں گزارنی پڑتیں، پھر بھی آپؒ نے حتی الامکان سبق کا ناغہ نہیں ہونے دیا۔

قلبی عارضہ:

۱۴۲۶ھ کی بات ہے کہ حضرتؒ کو دل کا دورہ پڑا، اس وقت آپؒ دہلی میں زیر علاج تھے، مگر آپؒ اس بیماری کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اگر کوئی کہتا بھی سخت ناراضگی کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ "جو آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو اس کا دل خراب ہوسکتا ہے؟" حالانکہ اس وقت ڈاکٹروں نے حضرتؒ کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ آپؒ کا دل صرف بیس یا پچیس فی صد کام کررہا ہے، جو عموماً انسان کے قریب الموت ہونے کی علامت ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ کہ اس حالت میں بھی آپؒ کئی سال تک نہ صرف حیات رہے، بلکہ اہتمام اور مواظبت کے ساتھ تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھے رہے۔

اُلٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھیں بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

گردوں میں خرابی اور ڈائیلیسز:

علاوہ ازیں وفات سے دو سال قبل حضرتؒ گردوں میں خرابی کے سبب مدینہ منورہ میں زیر علاج رہے، چوں کہ گردوں میں انفیکشن (خرابی) تھی اس لئے آپؒ کو ڈایالیسس کروانا پڑتا تھا، آپؒ ہسپتال ہی میں بار بار فرماتے تھے کہ "مجھے سہارنپور لے چلو" لیکن وہاں حضرتؒ کے پاس موجود مولانا یونس صاحب رندیرا اور دیگر خدام آپؒ کو لے جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے، اس لئے کہ حضرت کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ سفر کرایا جا سکے، بلکہ خدام کا یہ خیال تھا کہ یہ شاید حضرتؒ کی آخری حالت ہو، اس وقت حضرتؒ نے خدام سے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ آپؒ کے تعلق مع اللہ اور عنداللہ مرتبہ کی طرف مشیر ہے، فرمایا: "میں ابھی نہیں مروں گا، دو سال اللہ سے مانگ لئے ہیں۔" (اس کے بعد حضرتؒ نے دو حج کئے، پھر آپؒ کا انتقال ہوا)

اس کے بعد آپؒ کو مدینہ منورہ سے بمبئی ملت ہسپتال لایا گیا، یہاں آپؒ کچھ دن زیر علاج رہے، یہاں ڈاکٹروں نے گردوں کی جانچ کے بعد کہا کہ گردے بالکل معطل ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے کئی بار ڈائیلیسز کروانا پڑا، اس دوران بھی حضرتؒ کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ "مجھے سہارنپور لے چلو" کئی لوگوں نے حضرتؒ سے یہ بھی کہا کہ علاج مکمل کروا کے تشریف لے جائیں گے، کیوں کہ سہارنپور میں ڈائیلیسز کے لئے انتظام نہیں ہے، اس لئے میرٹھ جانا پڑے گا، اور وہاں کے راستے بہت خراب ہیں، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ "میں مشین خرید لوں گا، مجھے سہارنپور لے چلو" حتیٰ کہ حضرت مولانا سلمان صاحب (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) نے بھی کہا، مگر حضرتؒ سہارنپور جانے پر مصر رہے۔"[1]

رو بہ صحت:

حضرۃ الشیخ کے سہارنپور تشریف لانے کے بعد بتدریج طبیعت بہتر ہوتی رہی اور وہ تدریس و تصنیف کے معمول میں مشغول ہو گئے، شروع میں کچھ دن تک تو حضرتؒ کمرہ کے باہر برآمدہ میں تشریف لاتے اور وہیں مسند پر بیٹھ کر سبق پڑھاتے، اور طلبہ میں سے کچھ حضرتؒ کے کمرہ کے برآمدہ میں، بعض مہمان خانہ کے سامنے اور کچھ طلبہ کمرہ کے سامنے بیٹھ کر سبق پڑھتے،

(۱) "امیر المومنین فی الحدیث مولانا محمد یونس جونفوری" ص ۱۷۱

یہ سلسلہ چند دنوں تک رہا، پھر حضرتؒ دارالحدیث تشریف لے جانے لگے۔اس دوران مولانا معاذ احمد کاندھلوی ندوی استاد ادب مظاہر علوم سہارنپور خواہر زادہ وخویش مولانا سید سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم سہارنپور پر خاص شفقت فرمائی اور کہا کہ ہم سے حدیث پڑھ لو، اور بھی شفقت ومحبت کی باتیں کہیں، اور قرأت حدیث کا انہیں موقع دیا، انہوں نے درس قلم بند کرنے کا اہتمام بھی کیا، اور حضرت کی شفقت ان پر بڑھتی گئی، ادھر حضرت کی طبیعت علمی کام میں مشغولیت کے بعد اتنی بہتر ہوگئی کہ ہسپتال سے سہارنپور واپس آنے کے بعد ایک بار بھی حضرتؒ کو ڈایلیسس کی ضرورت نہیں پڑی، درس کا سلسلہ جاری رہا، اور آپؒ کی طبیعت مرورِایام کے ساتھ نرم گرم چلتی رہی۔

پھر جب وہ رمضان آیا جس کے بعد حضرتؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اس رمضان میں بھی آپؒ کی صحت کافی اچھی تھی، موثر اور طویل دعا بھی کرائی، رمضان کے بعد بھی مدرسہ کھلنے تک طبیعت میں نشاط تھا۔

شیخ حامد بن اکرم البخاری مدینہ منورہ میں آپ کی تشویش ناک علالت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"وقصة مرض الشيخ أنه قدم للحج سنة ١٤٣٥هـ أو ١٤٣٦ء ثم مرض في الحج وقدم المدينة مريضاً واشتد مرضه حتى دخل في غيبوبته وأدخل المستشفى، وتوقفت كليتاه عن العمل وأصيب بفشل كلوى، فكانوا يغسلون له كليتته، ثم نقل الى مستشفى الدار وانتشر خبر مرضه حتى تزاحم طلاب العلم من كل مكان على باب قسم العناية المركزة في المستشفى، حتى ظن الكثير ان الشيخ ربما يقضى في مرضه ذاك، استبشر بعضهم وقال للشيخ في بعض افاقاته، ياشيخ! يقول النبى صلى الله عليه وسلم "من استطاع منكم أن يموت في المدينة فليمت فانى اَشفع لمن مات بها۔"

ولعل الله يكرمك بالموت في المدنية فيحرك الشيخ

رأسه موافقة له، ورضى بما يقول۔

وكان يفيق أحياناً فيقول لخادمه يونس، تصدقوا، تصدقوا، انظر: عندى مبلغ من المال فى مكان كذافى امتعتى، تصدق به، ويتمثل بحديث "داوُوا مرضاكم بالصدقة" فيقول له يونس: شيخنا قد ذبحنا كذا وكذا من الغنم والبقر فى المدينةوأطعمنا ها الفقراء والمساكين، وطلابك تصدقوا بكذا وكذا فى الهند وفى جنوب افريقية وفى بريطانيا۔

وفى يوم افاق الشيخ، وقال ارجعونى الى الهند، طلابى ينتظروننى، تأخرت كثيراً على درس " صحيح البخارى" اريد أن ارجع لأكمل شرح "البخارى" فقيل له، يا شيخ أنت مريض جداً، ولا تكاد تفيق من غيبوبتك، وسفرك بهذه الحالة غير مناسب، فأصر على الرجوع، فما كان من خادمه الآأن خضع لرغبته وحجزله، وخرج الشيخ من المستشفى على سرير طبى فى سيارة اسعاف الى المطار، والآجهزة الطبية فى أنفه وفمه وذراعيه وهو فى غيبوبته، واركب الطائرة على سرير طبيه يرافقه خادمه يونس حتى وصل الهند وحمل الى الجامعة على تلك الحالة، وعولج هناك فترةً وجيزه، حتى منَّ الله عليه بالشفاء، وأفاق من غيبوبته، وعادت كليتاه تعملان كاحسن ماكانت واستغنى عن الغسيل الكلوى حتى مات رحمه الله، وعاد يدرس "صحيح البخارى" رحمةُ الله تعالىٰ، وحج بعدها حجتين تقريباً"۔[1]

(شیخ کی بیماری کا قصہ یہ ہے کہ وہ ۱۴۳۵ھ یا ۱۴۳۶ھ کو حج کے لئے آئے پھر حج میں ہی بیمار ہوگئے، (اور حج کے بعد) بیماری کی حالت میں

(۱) قلائد المقالات والذكريات فى الشيخ يونس الجونفورى للأستاذ محمد بن ناصر العجمى دارالمقتبس دمشق/ بيروت، ص ۱۷۳، ۱۷٤)

مدینہ آئے، مرض اتنا بڑھا کہ کوما کی کیفیت ہوگئی، اور اسپتال میں داخل کئے گئے، دونوں گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، اور اس کے علاج کے لئے ڈائیلیسس کا عمل کیا جانے لگا تھا، پھر اعلیٰ علاج کے لئے مستشفی الدار منتقل کئے گئے، اور علالت کی خبر پھیلتی گئی ہر طرف سے شائقین علم اور طلبہ ٹوٹ پڑے اور یہ سمجھا جانے لگا، یہ مرض مرض وفات تو نہیں ہے، مدینہ میں وفات کے شوق میں بعض خدام نے ان کے لئے اس کو بشارت کی بات سمجھی اور شیخ کے ہوش میں آنے پر یہ عرض کیا، کہ حدیث شریف ہے، تم میں جو مدینہ میں مرنا چاہے تو وہ یہاں ہی مرے میں یہاں وفات پانے والے کے لئے سفارش کروں گا، خدام نے یہ حدیث سنا کر عرض کیا کہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ میں وفات کی فضیلت سے نوازے گا، شیخ خوشی میں اپنا سر ہلانے لگے اور تائید کرنے لگے، جب جب شیخ کو ہوش آتا اپنے خادم یونس سے فرماتے، صدقہ کرو، صدقہ کرو، میرے پاس میرے فلاں سامان میں ریال ہیں انہیں صدقہ کرو اور وہ اس حدیث کا حوالہ دیتے اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو، ان کے خادم یونس عرض کرتے، شیخ ہم نے بڑے چھوٹے جانور مدینہ میں ذبح کئے اور ان کا گوشت فقراء و مساکین کو کھلایا، اور آپ کے شاگردوں نے ہندوستان، افریقہ، برطانیہ میں صدقہ کیا ہے۔

ایک دن انہیں قے ہوئی تو فرمایا ہندوستان واپس لے چلو، میرے طلبہ انتظار میں ہیں، بڑی دیر ہوگئی ہے، بخاری کا ناغہ ہو رہا ہے، اس کی شرح کی تکمیل بھی کرنی ہے، عرض کیا گیا، شیخ آپ تو بہت بیمار ہیں، ٹھیک ہونے میں وقت درکار ہے، اس حالت میں سفر مناسب نہیں، مگر شیخ کو سفر کا تقاضا زور پکڑ رہا تھا یہاں تک کہ خادم یونس نے اس کی تیاری شروع کردی، اور طبی (میڈیکل) بیڈ کے ساتھ ایمبولینس کے ذریعہ ایئرپورٹ روانہ ہوئے، ناک، منھ دونوں ہاتھوں میں نلکی اور انجکشن کے ذریعہ طبی امداد کا کام جاری تھا، اسی کیفیت میں جہاز پر سوار کئے گئے، اور بھائی یونس کے ساتھ ہندوستان (ممبئی) پہونچے، اور (وہاں سے) کچھ دن کے بعد سہارنپور جامعہ مظاہر علوم لائے گئے، جہاں علاج جاری رکھا، اور جلد شفا

حاصل ہوگئی، اور پوری صحت ہوگئی، ڈائیلیسز کا عمل بھی رد کردیا گیا، دونوں گردے کام کرنے لگے، صحیح بخاری کا درس دینے لگے اور اس کے بعد دو حج بھی کیے۔)

حدیث کی نسبت سے آخری سفر:

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ سے ہر سال باندہ کے سفر کا جو عہد باندھا تھا وہ تا عمر پورا کیا، اور اس سال بھی ۲۱ یا ۲۲ رجب ۱۴۳۸ھ کو مظاہر علوم میں تقریب ختم بخاری شریف کے درس کے بعد جس کا قیام حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے زمانے سے چلا آرہا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے زمانے میں اس کی زیادہ شہرت اور اس کے لئے خواص وعام علماء ومشائخ وشیوخ حدیث وطالبین علم حدیث کا رجوع ہوا، حضرت مولانا محمد یونس نے اس کو اسی طرح قائم رکھا اور پھر اس کے ساتھ باندہ کے سفر کے معمول کو اور اس کے جوار رائے بریلی یا لکھنؤ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زیارت وملاقات کا معمول بنایا تھا پھر گجرات کے مدارس کا سفر فرماتے پھر جوافریقہ، یورپ میں اہل گجرات کی طرف سے دعوت کے نتیجہ میں سفر ہوتے اور اسی میں وہ عمرہ کی سعادت بھی فاصل کرتے تھے۔

چنانچہ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کے بعد کانپور، کھنڈوہ ہوتے ہوئے وہ گجرات گئے جہاں خلیلیہ ماہی پالن پور، قاسمیہ کھروڈ، اور دوسرے اداروں میں ہوتے ہوئے آگے تشریف لئے گئے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی مفتی جنید ندوی کھنڈوہ لکھتے ہیں دارالعلوم ہتھورا باندہ کی تقریب ختم بخاری شریف میں شرکت کے بعد کانپور تشریف لاکر بذیعہ ٹرین کھنڈوہ تشریف لے گے، ٹرین پر ایک غیر مسلم ٹی ٹی متوجہ ہوا اس کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا کسی سے کچھ نہیں ہوتا سب اللہ کرتا ہے۔

کھنڈوہ میں ایک صاحب تین انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھے حضرت نے کہا تم سے اس وقت ملیں گے جب تم انگوٹھی اتاردو گے اس کے بعد مصافحہ کیا اور فرمایا تم ناراض تو نہیں ہوئے۔

پھر کھنڈوہ کے ایک مدرسہ میں ختم بخاری کا پرگرام ہوا، اور پھر نکاح پڑھایا، دوران

نکاح میرا مہر دیکھا جو دو تولہ سونا تھا فرمایا اتنا مہر پھر ایجاب وقبول کرایا، بہن کے نکاح میں جب گلشن نام سنا تو فرمایا یہ کوئی نام ہے نکاح نہیں پڑھایا کہا کہ پہلے نام بدلو، پھر میری اہلیہ کا نام حمیرا سن کر بہن کا نام عائشہ رکھا، اور نکاح پڑھایا۔

مجھے دوران سفر نصیحت فرمائی تھی کہ کام کرنے سے ہوتا ہے، کام کرتے رہو یہ نہ دیکھو کہ کون کیا کہتا ہے۔ ایک صاحب کا پائجامہ نیچے تھا فرمایا: ہر وقت تمہارا پائجامہ نیچے رہتا ہے۔

آخری رمضان المبارک:

اندرون ملک اور بیرون ملک کے حدیث شریف کی نسبت سے سفروں اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد معمول کے مطابق شیخ سہارنپور تشریف لائے، یہ رجب ۱۴۳۸ھ/اپریل ۲۰۱۷ء کے آخری دنوں کی بات ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی، رمضان المبارک کے یہ آخری ایام حضرۃ الشیخ کے معمول کے مطابق سہارنپور میں ہی دار جدید کی بالائی منزل میں دارالحدیث سے متصل قیام گاہ میں گزرے، اور لوگوں کا خوب ہجوم رہا۔

رمضان المبارک کے معمولات

حضرت کے تلمیذ ومجاز مولانا محمد ایوب فلاحی ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ کھروڈ نے راقم سے بیان کیا کہ:

> ''رمضان میں تہجد، دعا ذکر وغیرہ انفرادی کرتے، پھر سحری آخر وقت کھاتے، پھر اپنے مصلی پر آجاتے، فجر کے بعد ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ ساڑھے ۸، ۹ بجے تک اٹھ جاتے، پھر وضو کرکے دو چار رکعت پڑھتے، پھر بخاری شریف اور اس کی شروحات کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ ۱۰/۱۱ بجے تک یہ مطالعہ رہتا پھر ملنے والوں سے ملاقات کرتے اور رہنمائی چاہنے والوں کو رہنمائی دیتے، پھر آدھ پون گھنٹے آرام کرتے اور اول وقت عموماً ایک بجے ظہر ادا کرتے، ظہر کے بعد اجتماعی ذکر ہوتا، اور پھر حضرت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے، تقریباً ایک گھنٹہ تلاوت کرنے کے بعد عصر تک بخاری شریف کا مطالعہ کرتے، عصر بعد

کتابی تعلیم ہوتی۔ پھر ہر ایک اپنے اپنے اعتبار سے اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتا، اور افطار اپنے کمرہ میں اکیلے فرماتے، مغرب کی نماز باجماعت معذوری کی وجہ سے اپنے حجرہ میں ہی مگر جماعت سے ادا کرتے، پھر اوابین پڑھتے اس کے بعد کچھ ہلکا سا کھانا تناول فرمالیتے، عشاء سے پہلے استنجاء وضو سے فارغ ہوکر نماز کے لئے تیار ہو جاتے اور بیس رکعت پڑھتے جس میں تین پارے پڑھے جاتے، یعنی ۵-۵ پارہ معمول رکھا، تراویح کے بعد تین رکعت وتر اور اس کے بعد مجلس جس میں درود شریف پڑھا جاتا، اور کچھ ہدایات فرماتے، پھر تھوڑا آرام فرماتے۔"

ایک یادگار اور آخری محفوظ مجلس:

مولانا مفتی سید محمد عفان حسینی منصور پوری استاد جامعہ اسلامیہ امروہہ لکھتے ہیں:

"وفات سے ایک ہفتہ قبل 9 شوال 1438 بروز پیر بعد نماز مغرب برادر بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کی معیت میں مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ضعف و کمزوری کے باوجود بڑے تپاک سے ملے، مختلف نصیحتیں فرمائیں، بڑے دلچسپ انداز میں اپنے اساتذہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے واقعات ذکر کئے، حسن اتفاق کہ احقر نے اس مجلس کی گفتگو کو ٹیپ کرلیا، جس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

فرمایا: "تمہارے نانا (یعنی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ) کی برکتیں بھی عجیب تھیں، میں گزر رہا تھا گجرات میں ایک گاؤں سے، وہاں کے آدھے لوگ حضرت سے مرید ہوگئے، سب سنی ہیں، اور دوسرے آدھے نہیں مرید ہوئے، سب بدعتی رہے عجیب بات تھی کہ جتنے مخالف تھے کانگریس کے حضرت کے حق میں سب ٹھیک تھے، حضرت میں کیا خوبی تھی، کیوں نہیں بولتا تھا کوئی؟ یہ ان کا اخلاص تھا، یہ سب باتیں ابا سے میں نے صراحتاً سنی ہیں"۔

ہمارے ماموں تو حضرت کے اتنے معتقد تھے کہ جب آپ جیل چلے گئے تو بہت متأثر ہوئے اور کہنے لگے "انگریز لوگ نے ڈبہ میں بند کر کے حضرت کو بھیج دیا" ایک دن ماموں

نے کہاں: جانت ہے کا ہے مولانا مدنی کو مولانا مدنی کہتے ہیں، اٹھارہ سال اپنی ڈاڑھی سے حضور کی قبر کا جھاڑو دہن ہیں، پتہ نہیں کہاں سے سنا ہوگا؟ ہم چھوٹے چھوٹے تھے، اتنا معتقد حضرت مدنیؒ کے کہ کوئی حد نہیں، یہ بھی حضرت کی برکت تھی کہ سب اختلافات حضرت پر آخر میں ختم ہو گئے تھے، نہ وہاں لیگ کا جھگڑا تھا نہ کانگریس کا مولانا مدنی جدھر ہیں وہی ٹھیک ہے۔

فرمایا: تیرے نانا میں وہ خوبی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا ان کو مانتی تھی، حد سے زیادہ اخلاص ان کے اندر پایا جاتا تھا، کسی سکھ کی طرف سے کان پور میں ایک شکایت ہوئی مولانا مدنیؒ کی کہ یہ نماز فجر کی قنوت میں "والشرك والمشركين" کہتے ہیں تو کلکٹر نے کہہ دیا وہ فوق القانون ہیں، مطلب یہ کہ سب ڈرتے تھے ان سے، وہاں کسی کی چلتی ہی نہیں تھی، کیونکہ سب نے دیکھا اور سنا تھا کہ انگریز فوج کے سامنے اسٹیج پر شیروانی کا گریبان کھول کر کون چڑھا تھا؟

ان کی قوت باطنی بہت زیادہ قوی تھی، کہ کوئی سر نہیں اٹھاتا تھا، انوار کریم کہتے تھے کہ حضرت کی گاڑی میرٹھ میں فسادیوں نے گھیر لی، حضرت مراقب تھے، کسی نے کہا حضرت گاڑی گھر گئی ہے، فرمایا "آئیں" پھر کسی نے کہا: حضرت لوگوں نے گاڑی کا گھیراؤ کر لیا ہے، تو انوار کے الفاظ ہیں: حضرت نے دروازہ کھولا اور فرمایا: میں ہوں حسین احمد، آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ یہ کہنا تھا کہ سب بھاگ گئے۔

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ حضرت اقدس شیخ سے پوچھا کہ حضرت اقدس تھانویؒ اور حضرت اقدس مدنی میں کیسا اختلاف تھا؟ فرمایا: ان بزرگوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا، چھٹ بھیوں نے اڑا رکھا تھا، حقیقت یہ تھی، کسی نے حضرت اقدس تھانویؒ کے ایک مرید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کتاب نہیں چلی، حضرت مدنی نے جواباً لکھا: "انہوں نے اپنے پیر حضرت اقدس تھانویؒ کی بے ادبی کی ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے۔"

فرمایا: حضرت بہت محقق آدمی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت برکت رکھی تھی، یہ خاص چیز تھی حضرت اقدس رائے پوریؒ میں آخری زمانہ میں، بس ان دو بزرگوں پر اختتام ہو جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ان میں نفس نہیں تھا، اس کی پہچان کیا ہے؟ ان کے یہاں یہ

نہیں تھا کہ سلمان آیا تو رعایت کردی، عفان آیا رعایت کردی، دوسرا گیا تو نہیں کی، یہ انہیں دو بزرگوں کی خصوصیت تھی، خاندان واندان کی رعایت کچھ نہیں جو سچی اور صحیح بات تھی وہ کہہ دی۔

فرمایا: سال کے اخیر تک جب تک حضرت بول سکتے تھے خود ہی عبارت پڑھتے تھے، شیخ فرماتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ قسطلانی سے متن پڑھتے تھے اور مسلسل پڑھتے چلے جاتے تھے، قسطلانی کی تخصیص کیوں کی تھی؟ کہ یہ دونوں شرحوں ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' کے اصل مضمون کا اجتماع ہے۔ یہ کیسے راز معلوم ہوا؟ شیخ نے پوچھا تھا، حضرت مدنیؒ سے جب کہ آپ نوعمر تھے اور تدریس بخاری کا آغاز تھا، تو حضرت مدنی نے یہ سب بتایا تھا، میں نے زبانی یہ الفاظ حضرت شیخ سے سُنے ہیں، پھر ہنستے ہوئے فرمایا: ''جانا لائق! میں نے یہ راز کھول دیا۔''

بھائی صاحب (مفتی محمد سلمان صاحب) نے عرض کیا: ''حضرت! ان بچوں کے لئے دعا فرما دیجئے (ساتھ میں بھائی صاحب کے دو فرزند حافظ محمد سلمہ، حافظ محمد عدی سلمہ اور فقیر زادہ محمد ہشام سلمہ تھے)۔

فرمایا: سختی، بالکل مت کرنا اور غفلت بھی نہ کرنا۔ تعلیم کے باب میں ہماری نانی صبح جیسے ہی ہمیں دیکھتیں بڑے زور سے کہتیں ''مدرسہ جاؤ'' باپ تو کرے نرمی اور ماں کرے سختی یا اس کا الٹا ہو، جیسے حافظ عبدالحی کے گھر والے چھوٹا کمپنی کو ڈراتے تب کہتے ''ابا آوت ہیں'' یہ لفظ سنتے ہی پورا گھرانا ٹوٹ پڑتا تھا ان پر، ان کا رعب بے انتہا تھا، ان کا ہر نواسہ نواسی، پوتا، پوتی، نیز بیٹا بیٹی سب سات سال میں حافظ ہوگئے، صرف دو بچے تھے جو گیارہ سال میں ہوئے، یہ کمال ہی تھا معلوم نہیں کہاں سے وہ درک فرما لیتے تھے کہ اس کے لئے تسہیل کا کیا طریقہ ہے، دیگر حافظ جی صاحبان کی طرح زیادہ نہیں مارتے تھے۔ میں نے ان سے قاعدہ بغدادی پڑھا تھا، دو دن سبق نہیں سنایا جو سبق نہیں سناتا تھا پیٹا جاتا تھا، میں چھ سال کا تھا، فرمایا: ہاتھ پھیلاؤ، دوسرا پھیلاؤ بس ایسے مارا کہ ہاتھ گرم ہوگیا، اور گرم ہو کے ٹھنڈا ہوگیا یعنی بچہ کو احساس تو ہو جاتا تھا مار کا، لیکن وہ احساس باقی نہیں رہتا تھا، نشان وغیرہ پڑتا ہی نہیں تھا، یہ تمہارے نانا جان سے بیعت تھے، اور بہت آگے نکل گئے تھے، جب جنازہ اٹھا تو لوگوں کا ہجوم بے حساب تھا، بانس پہ بانس باندھے جا رہے تھے اور لوگوں کو کاندھا نہیں مل پا رہا تھا۔

حضرت کا یہ جملہ تھا کہ ''میں پتھر کو بھی پڑھا دوں'' پورا علاقہ حافظ ہو گیا تھا اور پورا علاقہ اُمڈ پڑا تھا، ہم لوگ نہیں گئے، اگر جاتے تو کچل جاتے، ایسی زبردست برکت تھی، لیکن تمہارے نانا کی برکت کیا تھی؟ یہ بہت بڑے عامل بھی تھے حافظ عبدالحی کا کوئی کیس بھی ناکام نہیں ہوا سحر کا ہو یا جن کا، لیکن مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دست مبارک میں ہاتھ دیا اور فوراً سب چھوڑ دیا، جنوں کی جماعت سے جو ان کے قبضے میں تھے عہد لیا، نیک بچوں کو نہ ستانا، قسم لی اور انہیں چھوڑ دیا۔

حضرت شیخ کے ناصحانہ جملے بڑے نپے تلے اور جامع ہوا کرتے تھے، زبان بڑی شستہ وشائستہ اور انداز بڑا دل پذیر تھا، حافظہ تو غضب کا تھا، مختلف کتابوں کی عربی عبارات از برتھیں، استشہاد کے طور پر کوئی عبارت پیش کرتے، تو ایسا محسوس ہوتا جیسے کتاب سامنے ہو یا ابھی دیکھ کر آئے ہوں، عربی زبان کا بھی بآسانی تکلم فرماتے اور اپنے عرب شاگردوں اور استفادہ کرنے والے علماء کو دیر تک عربی زبان میں سمجھاتے رہتے۔

فن حدیث تو آپ کا میدان تھا ہی لیکن فقہ وفتاویٰ تفسیر واُصول اور دیگر علوم شرعیہ میں بھی آپ کو رسوخ وکمال حاصل تھا، حدیث وفقہ، تفسیر وسیرت کے سلسلہ میں مختلف علمی سوالات کے جو بصیرت افروز تحقیقی جوابات آپ نے قلمبند فرمائے ہیں اس سے آپ کی وسعت علمی، تبحر اور عمق کا اندازہ ہوتا ہے، خود فرماتے تھے کہ جب میں شرح وقایہ پڑھاتا تھا جو تدریس کا دوسرا سال تھا، تب سے میں نے جوابات لکھنے شروع کئے ہیں، علمی جوابات کا یہ ذخیرہ ''نوادر الحدیث'' اور ''نوادر الفقہ'' اور ''الیواقیت الغالیہ'' کی شکل میں مرتب ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے، جسے مولانا محمد ایوب سورتی اور مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی نے حضرت ہی کی ایماء پر مرتب فرمایا ہے۔

آخری ملاقات میں حضرت شیخ نے برادر محترم مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری سے غالباً اسی مجموعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''میرے فتاویٰ ایک بار دیکھ ڈالنا اگر زندگی میں کوئی کمی سامنے آجائے گی تو اس کو ممکن حد تک صحیح کیا جاسکتا ہے'' یہ آپ کی تواضع اور کسر شانی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی ضمن میں دوسری تحریرات کے سلسلہ میں فرمایا: ’’تراجم پر جو لکھا گیا وہ مذہب نہیں ہے یعنی ہم نے کسی مذہب کی اس میں رعایت نہیں کی، کتاب کے اندر جو کچھ ہے بس اس کی ایضاح وتفصیل ہے، تاکہ پڑھتے وقت الجھن طاری نہ ہو، اس بات کو سامنے رکھنا کہ حنفیت کی رعایت نہیں کی فلاں کی نہیں کی، درست نہیں کسی کی بھی نہیں کی، ہم نے صرف مؤلف کی رعایت کی ہے۔

پھر فرمایا: ’’حضور صلی اللہ علیہ کے سائے کے بارے میں جو تفصیل لانی چاہئے تھی باقاعدہ طریقہ پر لائی گئی ہے، تاکہ تم جیسے بدعتی صوفیوں اور نالائقوں کی تردید ہو جائے۔‘‘

یہ کہہ کر مسکرائے اور فرمایا: ’’تم لوگ تو بدعتی نہیں ہو یہ تو مزہ لینے کے لئے خواہ مخواہ کی چٹنی لگادی‘‘ پھر بڑے درد کے ساتھ فرمایا: تمہارے نانا جان کی کوئی اولاد بدعتی نہیں ہے، وہ تو جہاں سے گزر جاتے تھے بدعت کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔‘‘

ہم تو یہ سوچ کر گئے تھے کہ اگر حضرت شیخ سے فقط زیارت وملاقات اور مصافحہ ہو جائے گا تو بھی کافی ہوگا اور جانے کے بعد شروع میں لگ بھی ایسا ہی رہا تھا، ہم جب حجرے میں داخل ہوئے، تو آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، اور نوافل میں مشغول تھے، اور قریب میں بیٹھے ہوئے خادم پنکھا جھل رہے تھے تقریبا دس منٹ تک ہم خاموش بیٹھے دیکھتے رہے، اس کے بعد آپ نے پوچھا کون ہے؟ تب تعارف ہوا، رفتہ رفتہ بشاشت آئی اور پھر سلسلہ کلام کافی دراز ہو گیا۔

اخیر میں رخصت کرتے وقت خلافِ معمول فرمایا: ’’کبھی ڈانٹا کہا سنا ہو معاف کرنا، معاملہ صاف ہونا چاہئے، میں چاہتا ہوں کہ کسی کا مطالبہ میرے سر نہ رہے۔‘‘

کیا معلوم تھا کہ حضرت اب محض ایک ہفتہ کے مہمان ہیں، اور یہ وہ آخری جملے ہیں جو آپ کی مبارک زبان سے سنے جا رہے ہیں۔

اللہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور امت مسلمہ خاص طور پر مظاہر علوم کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ (۱)

☆☆☆

(۱) اشرف الجرائد ماہ اگست ۲۰۱۷ء حیدرآباد۔

وصیت برائے طلباء

مولانا محمد معاویہ سعدی (استاد مظاہر علوم سہارنپور) نے حضرۃ الشیخ کے ایک طالب علم کے مکتوب اور بعض دوسرے مواقع ومناسبت سے جو نصائح نقل کئے ہیں وہ اس طرح ہیں:

(۱) تصحیح نیت اور اخلاص کا اہتمام۔

(۲) اتباع سنت پر مداومت۔

(۳) معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری۔

(۴) تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعت دین کی مکمل فکر۔

(۵) تبلیغ سے حتی الوسع ربط۔

(۶) تزکیہ واصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل۔

(۷) اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز (اکثر جھگڑا کرنے والا علم سے محروم رہ جاتا ہے)۔

(۸) قدرے نوافل کا اہتمام۔

(۹) اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

(۱۰) جب اللہ تعالیٰ تنگی دے تو صبر کرے اور جب وسعت دے تو خرچ کرے۔

(۱۱) اگر دنیا کے لئے پڑھے تو علم یہاں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی، اس لئے بچو اپنی نیت صحیح کرو۔

(۱۲) درود شریف کی کثرت اس میں بے انتہا فوائد وانعامات ہیں۔ (۱)

معمولات:

جہاں تک معمولات کا تعلق ہے مطالعہ تدریس، اوراد ووظائف، اذکار واشغال، ملاقاتوں کے ذریعہ تبادلہ خیال اور نصیحت وغیرہ کی باتیں، ان کی پچھلے صفحات میں کسی حد تک

---

(۱) ماہنامہ شاہراہ علم اکل کوا۔ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ ستمبر ۲۰۱۷ء ص ۵۲-۵۳

تفصیل آچکی ہے، درسیات کے تعلق سے چند باتیں مزید پیش کی جارہی ہیں، مولانا مفتی محمد خبیر ندوی مظاہری کہتے ہیں:

> ''جو گھنٹے سپرد تدریس ہوئے ان کی بڑی پابندی فرمائی، ان کے علاوہ بھی اس کا اہتمام فرمایا کہ سچی طلب رکھنے والوں کو محروم نہ ہونے دیا جائے، چنانچہ حضرۃ الشیخ مدرسہ کے تحت اسباق کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی پڑھاتے تھے، جیسے شمائل ترمذی، الادب المفرد، طحطاوی، مراقی الفلاح کی تفصیلی فہرست مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی وغیرہ۔''

درسیات میں رسم المفتی، طحاوی شریف کے ابواب، مؤطا امام محمد مکمل، صحیح بخاری کی دونوں جلدیں، اور صحیح مسلم کی دونوں جلدیں اور ابوداؤد شریف کا درس ان کا بہت مشہور رہا، جس میں ان کے مشہور تلامذہ میں مولانا عبد الحفیظ مکی، مولانا محمد یوسف متالا (برطانیہ)، مولانا عبدالقادر ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلما کے نام نمایاں ہیں۔ مولانا عبدالقادر ندوی مظاہری مدظلہ سے راقم السطور نے سنن ابوداؤد کا ایک حصہ پڑھ کر حضرت شیخ جونپوری سے بیک واسطہ شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا محمد یوسف متالا برطانیہ نے اپنے بھائی مولانا عبدالرحیم متالا (زامبیا) مرحوم کے نام خطوط میں حضرت شیخ جونپوری کے مشکوٰۃ شریف کے درس اور مشکوۃ شریف کے نسخے پر ان کے قلم سے گراں قدر حواشی وتعلیقات کا بھی تذکرہ کیا ہے، جس سے حضرۃ الشیخ کے تدریس کے ساتھ تصنیفی شغل کا بھی پتہ چلتا ہے، کہ درسیات کے ساتھ وہ تصنیف وتحریر کا بھی اچھا ملکہ رکھتے تھے، لیکن اس کی اشاعت میں ہمیشہ تواضع اور کسر نفسی سے کام لیا، یہ ان کا بڑا پن تھا، اور اب ان کا یہ علمی ورثہ ان کے چاہنے والے سامنے لا رہے ہیں، جس میں کئی کتابیں اب تک منظر عام پر آچکی ہیں، مسلم شریف کا حاشیہ انہوں نے اپنے آخر عمر کے ایک عزیز شاگرد مولوی محمد عاصم عبیداللہ ندوی (مظاہری) برما کے سپرد کیا جس کو انہوں نے دو جلدوں میں مرتب کیا ہے، اور اس کا نام رکھا ہے مذکرات معلم فی صحیح مسلم فی المجلدین للعلامة المحدث الکبیر الشیخ محمد یونس الجونفوری تبییض و تحقیق، عاصم عبیداللہ الندوی المظاہری۔ موصوف نے کتاب کا عنوان وہی لکھا ہے جو حضرۃ الشیخ نے ان کو بتایا۔

مولانا مفتی سید عبیداللہ اسعدی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ)

فرماتے ہیں:

''حضرت الشیخ قدس سرہ کے معمولات شب وروز ذکر وتلاوت، مراقبہ، دعا، درود شریف، مطالعہ، مجلس، ملاقات کے تھے، اور سب کو وہ اس کا حق دیتے تھے، رمضان المبارک میں تلاوت کا حصہ بڑھ جاتا اور ملنے ملانے کا وقت اور محدود ہوجاتا، لوگ بھی اس کا لحاظ کرتے تھے مجلس میں کتاب پڑھی جاتی اور کہیں ضرورت محسوس کرتے تو کچھ ارشاد فرمادیتے، ورنہ زیادہ تر خاموشی رہتی۔''

مولوی حافظ محمد سفیان گودھرا جو آخر کے پانچ چھ رمضانوں میں حضرت کے تراویح میں امام رہے، وہ حضرت کے رمضان المبارک کے معمولات اس طرح بیان کرتے ہیں:

''حضرۃ الشیخ کے یہاں تین ختم ہوتے تھے، اس طرح وہ روزہ تراویح میں تین پارے سنتے تھے، میں نے حضرت کو آخری چھ رمضانوں میں تراویح سنائی، دو رمضان کو تینوں عشروں میں قرآن مجید سنایا اور ختم کیا، باقی چار رمضانوں میں ایک ایک عشرہ تراویح سنائی، آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح سنتے تھے، رمضان کے معمولات یہ تھے کہ سحری سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جاگ جاتے تھے، اور وضو فرما کر تہجد میں مشغول ہوجاتے، پھر خاموش دعا فرماتے، ختم سحر سے آدھا گھنٹہ قبل سحری تناول فرماتے، فجر کی نماز کے بعد تسبیحات کا معمول تھا پھر آرام فرماتے، ۸۔۹۔ بجے بیدار ہوکر تلاوت اور مطالعہ میں ظہر تک مشغول رہتے، ظہر بعد ہلکے جہر سے ذکر فرماتے پھر آرام کرتے، عصر سے پون گھنٹہ قبل بیدار ہوکر تلاوت فرماتے، عصر بعد پھر تلاوت کرتے، مغرب سے آدھا گھنٹہ قبل ذکر ودعا میں مشغول رہتے، عصر بعد کا ایک حصہ تعلیم کا بھی ہوتا، فضائل رمضان اور فضائل قرآن کی تعلیم ہوتی اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب فضائل رمضان مکمل ہوجاتی تو آخری دنوں میں فضائل قرآن کی تعلیم ہوتی۔''

ان سے اور مولانا محمد ایوب فلاحی (ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ کھروڈ) کہتے ہیں کہ:
مغرب بعد اوابین سے فراغت کے بعد جو بیعت ہونا چاہتا اسے بیعت فرماتے،

اس کے بعد کھانا تناول فرماتے، پھر پندرہ بیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ آرام فرماتے، اس کے بعد عشاء کی نماز کی تیاری فرماتے، عشاء کی نماز اور تراویح کے بعد چہل درود شریف کا معمول تھا، وقتاً فوقتاً عشاء بعد نصیحت فرماتے، اور عصر بعد تعلیم میں کہنے کی کوئی بات ہوتی تو کہتے، یہی معمول آخری رمضان کا بھی رہا جس کے چند دنوں بعد انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرۃ الشیخ "معذوری کی وجہ سے نماز تراویح اپنی قیام گاہ بالائی منزل دار جدید مظاہر علوم سہارنپور میں ادا کرنے کا تھا، جمعہ کی نماز زیریں منزل دار جدید مظاہر علوم سے متصل مسجد میں ادا کرتے جہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ اور ان کے خلفاء کا معتکف ہوتا تھا، اپنی معذوری کی وجہ سے حضرۃ الشیخ علیہ الرحمہ اعتکاف کا معمول نہیں رکھتے تھے۔

چوں کہ اپنا گھر نہیں تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا گھر اپنا گھر تھا اور وہ معنوی حیثیت سے اسی گھر کے ایک فرد اور رکن خاندان کی طرح تھے ان کا کھانا بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ ہوا کرتا تھا، سحری افطار بھی انہی کے ساتھ ہوتا ان کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس معمول کو ان کے لئے تاعمر نباہا اور ان کی اور ان کے اہل خانہ کی عدم موجودگی میں ان کی بہنوں (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی صاحبزادیوں) کے یہاں یہ نظام بنا، یکہ بعد دیگرے صاحبزادیوں کے وفات پاجانے کے بعد آخری صاحبزادی (اہلیہ محترمہ حضرت مولانا سید محمد سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم) کے یہاں سے یہ نظام جاری رہتا، اور حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے یہاں سے نظم قائم رہنے پر ان کے یہاں سے حضرت کے لئے کچھ نہ کچھ آتا رہتا، اور یہ خدمت ان خویش داماد مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی استاد مظاہر علوم کے بھی سپرد ہوتی ان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرۃ الشیخ عید کے بعد حضرت مولانا طلحہ صاحب اور حضرت شیخ کی صاحبزادیوں کے گھروں پر تشریف لاکر عید کی مبارکباد پیش کرتے، اور اس تعلق کا اظہار کرتے جو اس خاندان سے انہیں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بعد بھی ایک فرد خاندان کی طرح ملا، سفر پر بھی جانے پر ان کا یہ معمول قائم رہتا اور خود حاضر ہو کر دعا کے لئے

عرض کرتے۔

اس بار ایک عرب عالم حدیث مسلسل بیوم العید کی سند عیدالفطر کے دن اس کے اس تسلسل کو حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے آئے ان کے ساتھ ایک ہندوستانی عالم بھی تھے حضرت نے ان کی سچی طلب دیکھ کر اس خصوصیت سے بھی ان دونوں عالموں کو بہرہ ور کیا، اور بھی سالوں میں یہ خصوصیت حاصل کی گئی ہوگی جس کی تحقیق نہیں۔

آخری دعا:

مولانا محمد جابر بن عمر پالن پوری استاد جامعہ قاسمیہ کھروڈ (گجرات) لکھتے ہیں:

حضرۃ الشیخ کی تفصیل و جہری دعاؤں میں جو قلمبند کی ہوئی راقم السطور کو ملی وہ اس طرح ہے، ۹/رمضان المبارک/۱۴۳۸ھ کو دعا کرنے سے پہلے حضرتؒ نے فرمایا کہ "ہم لوگ گناہ بہت کرتے ہیں، دعا کی قبولیت کے لئے یہ شرط ہے کہ بندہ مخلص ہو، گناہوں سے تائب ہو، اسی لئے امام بخاریؒ نے "کتاب الدعوات" کی ابتدا میں "باب الاستغفار والتوبۃ" کو پہلے ذکر فرمایا ہے، ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تمام مؤمنین کے لئے استغفار کریں، درود شریف پڑھیں، پھر دعاء مانگیں۔"

اس کے بعد حضرتؒ نے خلاف معمول ۷ امنٹ دعا فرمائی، اس کے بعد حضرت نے تقریباً ۷ شوال کو ۲ منٹ اجتماعی دعا فرمائی، جو آپؒ کی آخری دعا تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، وَالعاقبةُ لِلمتقين، و الصلوة والسلام على سيِّد نا محمّدٍ امام النَّبيينَ و خاتم النبيين وقائد الغر المُحَجَّلين، رسول ربِّ العَالَمين، وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

رَبَّنا ظَلمنَا اَنفُسنا وَاِن لَّم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين، ربِّ اغفر وَارحَمْ وانت خَيرُ الراحِمين، ربنا لا تؤاخذنا اِن نسينا أو أخطأنا، ربنا ولا تَحمِلْ علينا اصراً كما

حَـمَـلتَـه عَلى الذين من قبلنا ربنا وَلا تُحمِّلنا مالا طاقة لنا به، وَاعفُ عنَّا واغفِرلَنَا وارحمنا أنت مولانا، فَانُصرنا على القوم الكافرين۔

اللهم يَا أرحَـمَ الرَّاحِمِيـن اِغفِرلَنَا وَلوالدينَا ولآبائِنا ولِأمهـاتِـنـا ولأقـارِبـنا وَلِأساتِذتِنا ولتلامذتنا ولِمنُ تَعلّقَ بنا ولِجمِيعِ المُؤمنِين والمؤمِناتِ، الاحياء منهُم والأموات۔

يـاأرحَـمَ الـرَّاحـميـن! أصُلِحُ لَنَا شأنَنَا فى دِينِنَا ودنيانا، وَأصلِحُ لَنَا دنيانا التى فيها مَعَاشُنَا، وَاَصُلِحُ لَنا دِينَنَا الذى فيه آخِـرَتُـنـا وَمـعـادُنَـا، يـاَ أرحَـم الـرَّاحِـميـن! اِرُحَمُنَا وَجَمِيع المسلمين فى جَمِيع بِقَاعِ العالم، وَاَصُلِح لَنا شأننا كُلَّه، لآ اِله الَّا اَنتَ۔

اَللهُم مَغفرتُكَ أَوُ سَعُ مِنُ ذُنوبنا وَرَحُمتُكَ ارجى عندنا مـن اعـمـالنا، يا ارحَمَ الراحِمينَ! يَاَ أَرحَم الراحمين! ربنا اتنا فـى الـدنيا حسنةً وفى الآخرة حسنةً وقنا عذاب النار، ربنا لا تُـزِغ قُـلـوبَـنـا بعدَ اذ هدَيُتَنَا وَهبُ لَنا من لَّدُنكَ رَحمة، اِنَّكَ اَنُتَ الوَهَّاب۔

اے اللہ! ہم سب کی مغفرت فرما، ہمارے گناہوں سے درگزر فرما، ہمیں گناہوں سے سچی پکی توبہ نصیب فرما، ایسی توبہ نصیب فرما کہ وہ ٹوٹنے نہ پائے، اے اللہ! ہمیں گناہوں سے پکی توبہ نصیب فرمادے، اے اللہ! ہمیں اپنی توبہ پر جمے رہنے کی توفیق دے۔

اے اللہ! یہ حاضرین اس امید پر آئے ہیں کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں گی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کی ضرورتوں کے لئے آئے اور آخرت کی ضرورتیں بھول گئے، مجھے ان باتوں سے بڑی الجھن ہوتی ہے، بھائی! توبہ کرو، دنیا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل چھوٹے گی، مرجائیں گے اور سب کچھ یہیں رہ جائے گا، جو کچھ مال و دولت، مکان ودکان اور کپڑے لئے ہیں سب یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، آخرت میں صرف اعمال جائیں گے، وہی ساتھ

رہیں گے، اسی کے اعتبار سے حساب ہوگا، ہم سب اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا عزم کریں، آخرت کو اپنا مقصود بنائیں، اللہ تعالیٰ ہماری آخرت درست فرمائے، ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے، اس وقت بے شمار بدعتیں پھیل گئی ہیں، لوگ دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اس سے پاک فرما، اے اللہ! آخرت کی طرف توجہ نصیب فرما، اے اللہ! ہماری آخرت درست فرما، اے اللہ ہماری آخرت کے معاملے کو درست فرما، اے اللہ ہمارے اعمال درست فرمادے، ان میں اخلاص کی جان ڈال دے، اے اللہ! ان میں تقدس ڈال دے، ہم میں "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ الْمُتَقِین" کی صفت پیدا فرمادے، اے اللہ! تقوی عن الحرام عطا فرمادے، تقوی عن الکفر والشرک عطا فرما، تقوی عن البدعۃ عطا فرما، تقوی عن ترك الفرائض نصیب فرما، اے اللہ! تقوی عن ترک السنن نصیب فرما، تقوی عن ترك المستحبات عطا فرما، تقوی عن ترك المندوبات عطا فرما، اے اللہ! تقوی کا ہر درجہ ہمیں نصیب فرما، گناہوں سے ہم میں نفرت پیدا فرمادے، گناہوں سے بچنا ہمیں نصیب فرما، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اتباع نصیب فرما، ظاہر وہ باطن میں ہر گناہ کو چھوڑنا نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمیں "وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" پر پورا پورا عمل نصیب فرما، اے اللہ! "اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" پر پورا عمل نصیب فرما، اسلام کی ہر چیز اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق دے، ادیان باطلہ کی طرف جانے سے ہماری حفاظت فرما، شہر کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما، دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرما، اس بلائے عام کو دور فرما۔

اے اللہ! ہمیں بدعات سے بچنے کی توفیق نصیب فرما، طریق بدعت سے نکلنے کی توفیق عطا فرما، طریق سنت پر آنے کی توفیق عطا فرما، طریق نبوت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، ظاہر و باطن میں ہمارا مقصود سنت کو بنادے، ہر چیز میں رسول کو پیشوا بنانے کی توفیق نصیب فرما۔

اے اللہ! تو ہم سے اپنی طرف سے راضی ہوجا، ہم تیرے قابل نہیں، تیرے کرم کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا، اے اللہ! ہم پر رحم فرما، ہم پر رحم فرمادے، اے اللہ! مسلمانوں کی بے کسی دور فرمادے، اے اللہ! نہ مال ہے، نہ دولت ہے، نہ حکومت ہے،

لیکن ہم صرف تیری ذات والا صفات کو پکڑے ہوئے ہیں، تیری توحید کے قائل ہیں، تیرے نبیؐ کے دین کے قائل ہیں، تیرے نبیؐ کے دین کو اپنا سب کچھ بنائے ہوئے ہیں، اسی کو اختیار کرنے کا جذبہ ہے، اسی کو اختیار کرنے کا ارمان ہے، اے اللہ! ہم پر فضل فرما، اے اللہ! ہماری حفاظت فرما، بلاؤں سے حفاظت فرما، دشمنوں کی طاقت کو ناکام فرما، ہمارے خلاف سوچنے کا جذبہ ان کے دلوں سے نکال دے، اے اللہ! اس وقت کے حکام کے دلوں کی اصلاح فرما، ان کے قلوب اسلام کے حق میں نرم فرما، ان کے دلوں کو اسلام کے لئے کشادہ فرما، دلوں پر ایمان کی عمومی بارش نازل فرما، ایمان کی ہوائیں چلادے، ایمان کی فضا قائم فرمادے، اے اللہ! اسلام پر عمل کو جاری فرمادے، اسلام کو ہر طرح روشن فرمادے، اے اللہ! بے نمازیوں کو نماز کی توفیق دے، داڑھی منڈوں کو داڑھی منڈوانے سے توبہ کی توفیق دے، حرام کے مرتکبین کو حرام سے بچنے کی توفیق دے، شراب نوشی سے بچنے کی توفیق دے، دیگر منشیات سے بچنے کی توفیق دے، اے اللہ! جتنے برے اعمال مسلمانوں میں رائج ہیں ان تمام سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہدایت کو عام فرمادے، ہدایت کی ہر چیز کو عام فرمادے، سنت نبوی کو زندہ فرما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو لے کر آئے اسے صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے، غیروں کو بھی سمجھنے کی توفیق دے۔

اے اللہ! تو ہی سب کو سمجھا دے کہ طریق نبوی میں نجات ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، تیرے آخری پیغام کو لے کر آئے ہیں، سب کو اسی کی طرف جانے کی توفیق دے، سب کو اس کے اختیار کرنے کی توفیق دے، سب کو اس پر جم جانے کی توفیق دے، سب کو اس پر مرمٹنے کی توفیق دے، ہر طرف سے دین اسلام کی حفاظت فرما، اے اللہ! حاضرین کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا فرما، اسلام اور ایمان کے مفید ہونے کا یقین ان کے قلوب میں پیدا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی ہوجا، اپنی مرضیات پر چلا، ہماری ہر ضرورت کو غیب سے پورا فرما، تمام دنیا کے لوگوں کی ضرورتوں کو بھی پورا فرما، اے اللہ! جو تجھ سے اور تیرے نبی سے عداوت نہیں رکھتے ان کے لئے ہدایت کو عام فرما، اور جو عداوت رکھتے ہیں ان کے دلوں کو بھی کشادہ فرما، ان کو سمجھ عطا فرما، اے اللہ! یہود و نصاریٰ اور دیگر اہل باطل کو توبہ کی توفیق نصیب

فرما، ہر بات میں خیر کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہر ایک کا انجام ہدایت کے مطابق فرما، اے اللہ! سب کے انجام کو بہتر بنا، اے اللہ! ہم سب کے لئے خیر کی دعا مانگتے ہیں، سب کے لئے طریق جنت کی دعا مانگتے ہیں، ہم کو تجھ سے جنت حاصل ہو سکے ایسے اعمال کرنے کی دعا مانگتے ہیں، اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، ہمیں اپنی مرضیات پر چلا اور نامرضیات سے ہماری حفاظت فرما، مکروہات سے حفاظت فرما، ہمارے شہر کی فضا درست فرما، ہمارے ملک کی فضا درست فرما، اے اللہ! ملک کے احوال کو صحیح فرما، اے اللہ! تنگی معاش ختم فرما، اے اللہ! سب کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ! کرم کا معاملہ فرما، کرم والے راستوں کو کشادہ فرمادے، اے اللہ! ہم پر اپنے فضل وکرم کھول دے، اے اللہ! ہمیں اپنا بنالے، اے اللہ! ہمیں سو فیصد تو اپنا تابع بنادے، نبی ﷺ کا متبع بنادے، اے اللہ! جو لوگ اس وقت اپنے مال واولاد، دکان ومکان اور روزگار وغیرہ کی مشکلات لے کر آئے ہیں ان تمام کی مشکلات دور فرمادے، اے اللہ! سب کی ضرورتیں پوری فرما، پریشانیاں ختم فرما، اے اللہ! ہماری اولاد کو اصلاح کے راستے پر چلا، مکان ودکان کی حفاظت فرما، حاضرین کی تمام جائز مرادیں پوری فرما، اے اللہ! مکان ودکان میں برکت عطا فرما، ہمیں شیطانی اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرما، حاضرین کی تمام جائز مرادیں پوری فرما، سب کو صحت عطا فرما، دینی اور دنیوی صحت دے، اے اللہ! روحانی اور جسمانی صحت دے، روح کی اصلاح فرما، اے اللہ! ہمارے اعمال کو صحیح فرما، ہمارے اعمال کی کوتاہیاں دور فرما، حاضرین کے عقائد صحیح فرما، بطلان اور اہل باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! اپنا کرم فرما۔

اے اللہ! ہم ان سب باتوں کا سوال کرتے ہیں جن کا ہم کو سوال کرنا چاہئے اور جن باتوں کا تیرے نبی ﷺ نے سوال کیا ہے، اور ہم ان تمام باتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے ہمیں پناہ مانگنی چاہئے اور تیرے نبی ﷺ نے ان سے پناہ مانگی ہے، اے اللہ! ہمارا انجام بہتر فرما، اس ختم قرآن کو پڑھنے اور سننے والوں کے حق میں قبول فرما، جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کو تو معاف فرما، ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا، قرآن فہمی کو عام فرمادے، اس کے الفاظ صحیح پڑھنے کی ہمیں توفیق دے، اس کے معانی صحیح سمجھنے کی توفیق

عطا فرما، اس کے تقاضے پورا کرنے کی توفیق دے، اس پر سو فیصد عمل کی توفیق نصیب فرما، اس کی تعلیم کو عام فرما، تمام مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ فرما، اس کی تعلیم میں برکت عطا فرما، تعلیمی ضروریات کو پورا فرما، غیب سے اپنی مدد فرما، مدارس کی حفاظت فرما، مدارس کو ترقی نصیب فرما، ان کی ضروریات کو غیب سے پورا فرما، مکاتب کی حفاظت فرما، ان کی ضروریات غیب سے پوری فرما، مساجد کی حفاظت فرما، تمام اسلامی ممالک کی حفاظت فرما، ہمارے ملک کے باشندوں کی جائز ضرورتیں پوری فرما، پریشانیوں سے نجات دے، ہم سب کو سمجھ عطا فرما، حکام کو محکومین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہدایت کو عام فرما، ہدایت کے دروازے کھول دے، اے اللہ! ہدایت کی ہوائیں چلا دے، اس کی برسات کر دے، قلوب کو درست فرما دے، سب کو اپنے وقت پر خاتمہ بالخیر نصیب فرما، اے اللہ! ہم ان تمام امور کا سوال کرتے ہیں جن کا تیرے نبی اور اولیا امت نے سوال کیا ہے، اور ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ایسے تمام امور سے جن سے تیرے نبی ﷺ نے اور اولیاء امت نے پناہ چاہی ہے۔[1]

مرض الوفات سے وفات تک کے احوال:[2]

حضرت شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول رمضان المبارک کے شروع کے چند دن حرمین شریفین میں گذار کر سہارنپور تشریف لائے، ماہ رمضان میں طبیعت اچھی رہی، الحمد للہ تمام روزے برابر رکھے، تراویح مکمل پڑھی، تلاوت اور ذکر بالجہر کی مجلس کا اہتمام رہا، آخری عشرہ میں الحمد للہ ۱۱۰ر کے قریب علماء اور مریدین حضرتؒ سے فیضیاب ہونے کے لئے حاضر ہوئے، عید کے روز طبیعت میں بشاشت تھی، حسب معمول حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے گھر تشریف لے گئے، اسی طرح حضرت شیخ مولانا محمد عاقل صاحب کے یہاں بھی تشریف لے گئے۔

عید کے بعد بھی مقامی دوست و احباب کی آمد و رفت اور افاضہ و استفاضہ کا سلسلہ

---

(۱) از مختصر سوانح و ملفوظات شیخ یونس مرتبہ مولانا محمد جابر پالن پوری۔

(۲) یہ تفصیلات حضرۃ الشیخ قدس سرہ کے خادم خاص مفتی محمد ہاشم کانپوری کی بیان کردہ ہیں جسے مولانا عبدالرحیم لسباڈا نے ترتیب دیا ہے اور مفتی ہاشم سے مصنف کتاب نے بھی معلومات حاصل کیں۔ محمود۔)

جاری رہا، نئے طلبہ آنے شروع ہوئے، ۷؍شوال کو مدرسہ مظاہر علوم کی افتتاحی نشست رہی، اس درمیان قاری انیس صاحب نے حضرت شیخؒ سے اطلاعاً عرض کیا کہ حضرت! نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے اس لئے حضرت ناظم صاحب وغیرہم آپ کی خدمت میں آرہے ہیں، یہ سن کر شیخؒ نے فرمایا کہ ہاشم مدرسہ والے آرہے ہیں ذرا یہاں اچھی سی چادریں بچھادو، مولوی ہاشم کہنے لگے کہ حضرت یہ بھی نئی چادر ہے، تو شیخؒ نے فرمایا کہ نہیں اچھی والی چادریں بچھادو، چنانچہ ناظم جامعہ مظاہر علوم حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم اور اساتذہ کے ساتھ افتتاحی نشست کے بعد سات آٹھ اساتذہ کو لیکر حضرت شیخؒ کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور سال نو کے لئے دعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پتہ نہیں میں پڑھا سکوں گا یا نہیں، ناظم صاحب نے فرمایا اجی آپ تو ہر سال یہی فرماتے ہیں ان شاء اللہ آپ دس سال اور جئیں گے اور پڑھاتے رہیں گے، حضرت مسکرائے اور فرمایا میں دس سال زندہ رہ کر کیا کروں گا، پھر کچھ نصیحت فرمائی جس میں "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" آیت پڑھ کر فتنوں سے تحفظ کی تاکید فرمائی، اس کے بعد مختصر دو منٹ کی دعا فرمائی، قاری انیس صاحب جو صبح وشام حضرت کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ طبیعت اسی دن سے گرنی شروع ہوگئی تھی۔

مفتی ہاشم کانپوری (حضرتؒ کے ہر وقت کے خادم) کا بیان ہے کہ جمعہ کا دن تھا حضرت نے غسل فرمایا اور حسب معمول سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے گئے، دار جدید کی مسجد میں جمعہ کی نماز اسی جگہ ادا فرماتے تھے جہاں قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کا معتکف رہا کرتا تھا، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کا معتکف بھی وہیں رہتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے کے لئے وہیں تشریف لے جاتے ہیں، محراب کی دائیں طرف کونہ میں دیوار کے ساتھ حضرت مولانا طلحہ صاحب اور ان کے برابر میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ جمعہ ادا فرماتے، اپنی زندگی کا آخری جمعہ بھی اسی طرح ادا فرمایا، لمبی نفلیں پڑھتے رہے پھر اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہے، جمعہ سے فراغت پر دونوں سے ملاقات اور سلام ودعا ہوئی اور اس کے بعد اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

نور محمد نامی ایک طالب علم لندن سے حضرت کی شرح بخاری ''نبراس الساری'' پر کام کرنے کی غرض سے سہارنپور آئے، شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آمد کی غرض بیان کی، حضرت شیخ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، میرے یہاں کتاب پر کام کرنے کے لئے تو جہاد کرنا پڑتا ہے، تجھ سے ہو سکے گا؟ اس نے عرض کیا جی ان شاء اللہ کوشش کروں گا، فرمایا دوشنبہ سے کام شروع کریں گے ان شاء اللہ۔

حضرتؒ پر چونکہ غنودگی طاری رہتی تھی اس لئے خدام نے سوچا کہ ڈاکٹر کو بلایا جائے، سنیچر (ہفتہ) کے روز ڈاکٹر رضوان صاحب، قاری ایوب صاحب کے بلانے پر تشریف لائے، بلڈ پریشر ٹیسٹ کیا، جو نارمل تھا، پھر اسی وقت حضرتؒ سے خون اور پیشاب ٹیسٹ کی اجازت مانگی اور اتوار کی صبح فجر کے متصلا بعد تشریف لائے اور خون و پیشاب لے گئے، حضرتؒ اس وقت ہشاش بشاش تھے خندہ پیشانی سے پیش آئے، ان کو بھی ناشتہ کرایا، اتوار کو غشی کی کیفیت بڑھ گئی لیکن بات سمجھ رہے تھے، جواب بھی دیتے تھے، اور کچھ کہنا ہوتا تو صاف الفاظ میں فرمادیتے۔

پیر کی صبح کو قاری انیس صاحب فجر کے بعد ذکر کی مجلس کے لئے حاضر ہوئے تو حضرتؒ کی حالت دیکھ کر کچھ فکر مند ہوئے اور اپنے بعض احباب کو بلا کر حضرتؒ کے پاس ذکر کے بعد سے لے کر تقریباً دس بجے تک بیٹھے رہے اور کوشش کی کہ حضرت کچھ گفتگو فرمائیں۔

حضرت کے پاس کچھ لفافے تھے اس میں کچھ رقمیں رکھیں ہوئی تھیں، حضرت نے ان کو گنوایا تو دس ہزار پانچ سو بیس روپیہ (۱۰۵۲۰) نکلے، فرمایا، اس مدرسہ میں دس ہزار دے آؤ اور پانچ سو بیس روپے انیس تم اپنے مکاتب کے لئے لے لو، پھر دو خاص ملفوظ بیان فرمائے، فرمایا، استاد کے لئے زیادہ پٹائی کرنا حرام ہے، ایک طالب علم کی استاد نے اتنی پٹائی کہ پاؤں کالا ہو گیا اور رگیں مر گئیں، اگر شرعی قاضی ہوتا تو قصاص لیا جاتا، پھر فرمایا کہ مریدوں کا بھی حق ہے شاگردوں کا بھی حق ہے ماتحتوں کا بھی حق ہے یہ حق بڑے اپنا سوچتے رہتے ہیں چھوٹوں کا نہیں سوچتے، دوسرا ملفوظ یہ فرمایا کہ: برادری، علاقہ، خاندان کوئی چیز نہیں ''وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا'' پڑھ کر فرمایا، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صرف پہچان کے لئے ہے

کوئی شخص پتہ معلوم کرنے آیا، پتہ نہیں چل رہا ہے تو بتا دیا کہ فلاں علاقہ کا ہے یہ مقصد ہے قرآن کا، فخر اور تکبر مقصود نہیں، پھر ایک وجد والی کیفیت کے ساتھ فرمایا آگے دیکھو کیا فرماتے ہیں "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" اس کے بعد فرمایا ہاں صحابہ کرام کی اولاد اگر توجہ کرتی ہے تو خوب ترقی کرتی ہے کیونکہ ان کے آباء واجداد نے جو مجاہدے کئے اس نسبت سے یہ ترقی کر جاتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہمت اور توجہ کریں۔

درحقیقت یہی دو باتیں حدیث شریف میں بھی وارد ہوئی ہیں "اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" اور "لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ اِلَّا بِالتَّقْوٰی" حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحم کی بھی آخری دینی گفتگو یہی تھی، اس کے بعد تو کوئی ضرورت کی بات ہی فرمائی جیسے "پانی پلاؤ" "وضو کراؤ وغیرہ۔

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں اس کے بعد حضرتؒ خاموش ہو گئے وہ سارا پیسہ جتنا وہاں خرچ کرایا، ایک ہزار باقی رکھا اور فرمایا ایک ہزار میری ضرورت کے لئے کافی ہیں، پھر فرمایا میں جمع کر کے کروں گا کیا؟ میں نے دوستوں کا، لوگوں کا بہت کھار کھا ہے، میرے محسنین ہیں جن کا کھار کھا ہے، ان کا تو دینا ہی دینا ہے، لہٰذا باقی رکھ کر فائدہ ہی کیا ہے؟۔

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ پھر تقریباً دس بجے ہم حضرت کے پاس سے اٹھے، میں نے ہاشم سے کہا کہ ابھی کچھ افاقہ ہے، اسی طرح طبیعت رہی تو اول وقت میں ظہر پڑھا کر حضرت کو لٹا دینا، ہاشم کہتے ہیں کہ حضرت اس کے بعد مطالعہ میں مشغول ہو گئے اور مسند احمد کے حاشیہ پر کچھ تحریر بھی فرمایا اور عجیب بات یہ کہ مطالعہ کے وقت غنودگی والی کیفت ختم ہو جاتی تھی، پورے استحضار کے ساتھ کتاب دیکھتے جیسے ہی کتاب رکھی پھر غنودگی شروع ہو گئی، یہ حضرتؒ کی زندگی کا آخری دن ہے جس میں مطالعہ فرما رہے ہیں 'من المهد الى اللحد' کی صحیح تصویر یہی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا 'مع المحبرة الى المقبرة'

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ ظہر کے بعد پھر آیا تو دیکھا حضرت غنودگی میں ہیں اور نماز کی تیاری ہو رہی ہے، تین ساڑھے تین کے قریب حضرت نے نماز کی نیت باندھی مگر پھر غنودگی والی کیفیت کے ساتھ نماز پڑھی، پھر عصر اور مغرب کے بعد حضرت کی طبیعت بالکل

مضمحل ہو چکی تھی، البتہ کبھی سیدھے بیٹھ جاتے کبھی ٹیک لگا کر بیٹھے اور حضرت کی آنکھیں پلٹ چکی تھیں، رعب والی آنکھیں نہیں رہی تھیں، جس سے ڈرنے لگا کہ کہیں آخری لمحات تو نہیں ہے۔

مولوی ہاشم صاحب کا بیان ہے کہ رات خلاف معمول تقریباً نو بجے کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا پھر تقریباً دس بجے عشاء پڑھی اس درمیان بھی غنودگی والی کیفیت طاری رہی، عشاء سے فراغت کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت بیٹھے رہے، پھر کئی مرتبہ کہنے کے بعد حضرت لیٹ گئے، پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ کر بیٹھ گئے، آدھی رات کے بعد حضرتؒ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے لیکن سیدھے نہیں ہو پا رہے تھے، کئی بار پانی طلب فرما کر نوش فرمایا، غنودگی کے ساتھ بے چینی بھی بہت ہو رہی تھی۔

فجر کے لئے عرض کیا کہ وقت ہو گیا وضو کرادوں تو حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا، جب کہ عشاء کے لئے عرض کرنے پر فرمایا تھا کہ کرادو! اور جلدی سے عشاء پڑھا دو کیونکہ میرے وضو کا کوئی بھروسہ نہیں، فجر کے وقت غشی اس قدر تھی کہ فجر ادا نہیں فرما سکے۔

قاری انیس صاحب کہتے ہیں کہ میں جب اپنے یہاں فجر سے فارغ ہو کر ذکر کے لئے حاضر ہوا تو کواڑ بند تھے اندر ہاشم اور حضرتؒ تھے، میں نے سمجھا حضرت کو الجھن ہو گی اس لئے برآمدہ میں ہی ذکر کر لیا، بیس پچیس منٹ ذکر کے بعد اندر داخل ہوا تو عجیب کیفیت دیکھی کہ ایک پاؤں پیچھے کی طرف پھیلا ہوا دوسرا مڑا تھا اور حضرت کا پیٹ اور سینہ زمین سے لگا ہوا تھا جیسے کہیں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا ہے مرتے وقت کبھی گال زمین پر رگڑ رہے ہیں کبھی ماتھا زمین پر رگڑ رہے ہیں، حضرت کچھ فرما رہے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا شاید اللہ تعالیٰ کے حضور میں الحاح وزاری فرما رہے تھے، بندہ نے ہاشم سے کہا حالت بہت ناساز معلوم ہو رہی ہے...... حضرت کو لٹا دیتے ہیں، ہمت کر کے حضرتؒ کو لٹا دیا، ہوش تو تھا نہیں مگر لٹانے پر لیٹ گئے، ہم نے سوچا کہ حضرتؒ سو جائیں تو بہت اچھا ہے تھوڑا آرام ہو جائے۔

مولوی ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت بہت گہری نیند میں چلے گئے، آٹھ بجے کے قریب حضرتؒ کے خراٹے لینے سے ہم مطمئن ہو گئے کہ حضرتؒ کو آرام آگیا، جب خراٹے بند ہو گئے تب گھبرا کر مفتی سید محمد صالح (فرزند اکبر مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری ومجاز حضرت شیخ جونپوری)

وغیرہ کو بلایا انہوں نے مدرسہ کے ڈاکٹر کو بلایا اس نے چیک کر کے کہا کہ سانس بھی اور نبض بھی ہے، بلڈ پریشر بھی ٹھیک ہے، مگر بے ہوشی اور حالت کی نزاکت دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا کہ حضرت کو فوراً آئی سی ICU میں لے جاؤ ہسپتال پہنچ کر وہاں کے ڈاکٹر نے ساری مشینیں لگائیں اور چیک کرنے کے بعد کہا کہ حضرتؒ کا تو وصال ہو گیا ہے، قاری انیس صاحب کا اندازہ ہے کہ وہ جو صبح کو غشی والی کیفیت تھی وہی نزع کی حالت تھی اور حضرتؒ نے اس کے کچھ ہی دیر بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمّٰى، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنَا فِيْ مُصِيْبَتِنَا هٰذِهٖ وَاخْلُفْ لَنَا خَيْراً مِنْهَا، اَللّٰهُمَّ اِغْفِرْ لِشَيْخِنَا وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَبْرَهٗ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَهٗ مِفْسَحًا فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ جَازِهٖ بِالْحَسَنَاتِ اِحْسَانًا وَبِالسَّيِّئَاتِ عَفْواً وَغُفْرَاناً، اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْ لَهٗ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْراً مِنْ اَهْلِهٖ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

حضرتؒ والا کا سانحہ ارتحال بروز منگل ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء کو پیش آیا، انتقال کی خبر نہایت تیزی سے پھیل گئی، دور دور سے لوگ آخری دیدار کے لئے حاضر ہونے لگے، ایسے ایسے لوگ حاضر ہوئے جنہوں نے حضرت کا نام بھی نہیں سنا ہوگا، صرف یہ جان کر کہ سہارنپور میں ایک بہت بڑے بزرگ کا انتقال ہوا ہے جنازہ میں شرکت کے لئے امنڈ آئے، پولیس نے بہترین سیکورٹی فراہم کی، فوج کو بھی حفاظت کی غرض سے حاضر ہونا پڑا، غیر مسلموں نے بھی اپنی دکانیں بند کردیں اور راستہ میں آنے والے مہمانوں کے لئے وضو کا پانی اور پینے کا پانی فراہم کیا۔

مقامی حضرات کا بیان ہے کہ سہارنپور نے ایسا جنازہ کبھی نہیں دیکھا اور شاید کبھی دیکھ نہ پائیں، واقعی حضرت شیخ جونپوریؒ کو اللہ نے ایسی ہی کشش عطا فرمائی تھی کہ آپ کی حیات میں بھی باوجود ڈانٹ ڈپٹ کے لوگ جوق در جوق ان کی طرف کھنچے جاتے تھے اور وفات کے بعد بھی اسی طرح کھنچے چلے آئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی کہ اگر انڈیا میں انتقال ہوتو ان کو ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ) کے پہلو میں دفن کیا جائے، اس کے لئے کوشش کی گئی، اللہ نے اس میں کامیابی نصیب فرمائی اور حضرت ناظم صاحبؒ کے برابر میں قبر تیار ہوگئی، شیخ کی وصیت تھی کہ ایک سادہ غلاف کعبہ کا چند انگل کے بقدر چھوٹا سا ٹکڑا اور روضہ شریفہ کی کچھ مٹی ایک بکس میں ہے، اس کو بھی ساتھ دفن کیا جائے، خادم کو بروقت یاد آ گیا اور اس کو تلاش کر کے حضرت کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تدفین میں شامل کیا گیا۔

نماز جنازہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم نے پڑھائی، شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے مابین آپس میں بے حد محبت تھی، عید کے روز تو ملاقات کرنے کچے گھر تشریف لے جاتے اور جمعہ کو بھی ملاقات ہوتی تھی، اب حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب آپ کا جنازہ پڑھا رہے تھے، شیخ صاحب عموماً ختم بخاری شریف پر حضرت پیر صاحب کو دعا کے لئے بلایا کرتے تھے، اب حضرت پیر صاحب ان کے جنازہ پر دعا پڑھ رہے تھے، پیر صاحب کی جنازہ پڑھانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی مگر ناظم صاحب (مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم) نے ہمت دلائی کہ ہم آپ کے پیچھے تکبیرات زور سے کہلوادیں گے، تب حضرت پیر صاحب تیار ہوئے، اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ نماز پڑھائی۔

عصر کے بعد نماز ادا کی گئی اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ آفتاب علوم نبوت بھی سپرد خاک کر دیا گیا، جنازہ کی نماز میں بے حساب مخلوق تھی، کسی نے ڈھائی تین لاکھ کا اندازہ لگایا، اور اندازہ کیا بالیقین اتنی بڑی تعداد تھی الحمد للہ، جبکہ بعض دوسرے اضلاع کے لوگ جنازہ میں پہنچ بھی نہیں سکے، صرف مقامی لوگوں کا اتنا بڑا مجمع ہوگیا، اور یہ سلسلہ بعد تدفین کئی روز تک جاری رہا اور لوگ جوق در جوق فاتحہ خوانی کی غرض سے حاضر ہوتے رہے۔

اللہ پاک حضرت شیخ مرحوم کے درجات بے حساب بلند فرمائے، اور ان کی خدمت حدیث کا ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ تقریباً پچاس سال تک بخاری شریف کی خدمت کرتے رہے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال یکم شوال کو ہوا تھا اور اس خادم بخاری کا انتقال ۱۶؍ شوال کو ہوا، حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ سلف صالحین اس بات کو پسند کرتے

تھے کہ کچھ اعمال صالحہ کے بعد اس دنیا سے جائیں جیسے حج یا رمضان کے روزے وغیرہ۔

رمضان کے آخری عشرہ میں جو خدام حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک کا بیان ہے کہ حضرت شیخ نے ان سے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو خواب میں دیکھا، شیخین میں سے ایک نے فرمایا، آؤ! بہت دیر ہوگئی اب کتنی دیر انتظار کراؤ گے، انتقال کے بعد ایک اور عالم دین نے دیکھا کہ شیخ مرحوم ایک چار پائی پر کسی بزرگ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں شربت کا گلاس ہے جس کو نوش فرما رہے ہیں، ایک اور خادم نے دیکھا کہ آپ اپنے حجرہ میں تشریف فرما ہیں چہرہ بہت نورانی اور گلاب کے پھول کی طرح خوبصورت ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک بزرگ استاد حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ نے دیکھا کہ آفتاب کی طرح ان کا چہرہ روشن ہے۔

اللہ پاک حضرت کی قبر کو تا حد نظر کشادہ فرمائے، جنت کے باغات میں سے ایک بہترین باغ بنائے، حضرت کو ان کی قبر میں بے حد سکون اور آرام نصیب فرمائے، حضرت کے درجات بے حساب بلند فرمائے، حضرت کے تمام خدام و متعلقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بحرمة سید المرسلین وصلوات و سلامه علیه[1]

---

(۱) شیخ محمد یونس یادیں اور ہدایتیں (از صفحہ ۱۰۳ تا ۱۱۱) مولفہ مفتی محمد کوثر علی میں سے یہ مضمون لیا گیا اور جو کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، (مصنف).

ملت اسلامیہ کے پاسبان (ایک منظوم تأثر)

بقلم: محمد ثالث اکرمی ندوی بن مولانا محمد حسین اکرمی رشادی بھٹکلی

اے خرد مندو! جوانی ختم ہوتی دیکھ لو
صرف رب ہی دائمی، ہر چیز فانی دیکھ لو

جانبِ عقبیٰ چلے ہیں حضرتِ شیخ الحدیث
کر گئی افسردہ سب کو رحلتِ شیخ الحدیث

سامنے رنج والم کا ایک منظر آگیا
اور آنکھوں میں بھی آنسو کا سمندر آگیا

خالق ارض وسماء! یہ کون آخر چل بسا
ہوگیا دنیا میں جن کی موت سے ماتم بپا

ہے گلوں پر رنج وغم کی ایک جاری داستاں
گلستانِ آرزو پہ آگئی بادِ خزاں

فرحتِ دل پر الم کی کیفیت اک چھاگئی
ہائے اپنی انجمن ویران سونی ہوگئی

ان کی عالی ذات میں جلوہ دکھاتیں خوبیاں
کیا گنا سکتی ہے ان کو میری اک عاجز زباں

وہ تھے ایک نایاب گوہر اور فخرِ جونپور
جن کے آگے ہوگیا بے کار ذکرِ کوہِ نور

وہ محدث، نیک سیرت، عالمِ ممتاز تھے
طالبانِ علم کے اک رہبرِ دمساز تھے

ظلمتوں کی راہ میں وہ نیرِ اسلام تھے
خدمتِ انسانیت میں ان کے حصے عام تھے

جن کی سیرت میں تھا ظاہر اُسوۂ خیرالانام
اور جن کی ہر ادا مانندِ اصحابِ کرام

منبعِ دیں سے چنا کرتے وہ درّ آب دار
حلقۂ درسِ حدیثِ مصطفیٰؐ میں بردبار

قابلِ تعریف جن کا ہر عمل تھا دل نواز
لوگ واقف تھے کہ وہ کس طرح تھے مہماں نواز

جل رہا تھا ان کے دم سے دین کا روشن چراغ
وہ تھے عالم باعمل اور باثر، عالی دماغ

جن کی ذات محترم تھی باوفا، عالی وقار
سنتِ خیرالوریٰ جن کے عمل میں آشکار

آپ کو ملحوظ رہتا تھا نہات احتیاط
آپ کے دیدار سے ملتا تھا اک حظ ونشاط

جن کی اچھی خوبیوں میں تھا نہیں نام ونمود
اور نہایت دور ان کا خود پسندی سے وجود

نغمۂ توحید وسنت وہ سناتے جھوم کر
اپنے رشحاتِ قلم بھی لکھ گئے قرطاس پر

وہ محدث، وہ محقق، ماہرِ فن رجال
اس پہ احسانِ احادیث نبیؐ تھا لازوال

آپ تھے باغِ زکریا کے یقیناً خوشہ چیں
ملتِ اسلام کے تھے اک محافظ اور امیں

ان کی شخصیت نمایاں ہوگئی ''نبراس'' میں
مثلِ ابن تیمیہ وہ دقتِ احساس میں

جوش سے کہتی ہے میری فکر کی شائستگی۔
حکمتِ دیں کا ادارہ ان کی عالی ذات تھی

اے رحیم ومالک وغفار، اے ربِ جلیل
ان کے شاگرداں وپسمانداں کو دے صبر جمیل

ہے دعا ثالثؔ کی اے رحمان! کر نظر کہ
قصرِ جنت میں ہوں یونس جونپوری محترم

تیرہواں باب

ممتاز معاصر شیوخ الحدیث

حضرت مولانا ظہیر الدین اثری رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

(سلسلۂ رحمانیہ کی آخری کڑی اور صاحب تحفہ کے آخری تلمیذ)

شیخ الحدیث جامعہ دار السلام عمرآباد (تمل ناڈو)

از: محمد ثالث ندوی بن مولانا محمد حسین اکرمی بھٹکلی

مولانا ابویحیٰ امام خان نوشہروی کی کتاب ”تراجم علماء حدیث ہند“ کے مقدمہ میں سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ برصغیر ہندوپاک میں لکھی ہوئی تراجم کی کتابوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اور تحریکِ اہلِ حدیث اور اس کی خصوصیات، مقاصد اور اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”علماء اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے، پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خان مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔“(۱)

لہٰذا ہندوستان میں بھوپال، قنوج، دہلی اور اعظم گڑھ بلکہ یوپی کے کئی علاقوں میں اہلِ حدیث علماء دین وشریعت کی خدمت کر رہے تھے، دہلی میں شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ (عرف میاں صاحبؒ) ان سب کے سرخیل وسرتاج تھے۔

درس گاہِ اہل حدیث میں اصلاح وتربیت اور خدمت دین کا فریضہ انجام دینے والے نامور علماء میں مولانا ابراہیم آروی، صاحب عون المعبود مولانا شمس الحق ڈیانوی، حافظ مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری،

---

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند: مولانا ابویحیٰ امام خان نوشہروی، جلد اوّل ص: ۳۶۔

مولانا عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا محمد عبدالسلام مبارکپوری (صاحب سیرت البخاری)، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا محمد علی مئوی، مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا نذیر احمد رحمانی املوی، مولانا محمد جونا گڑھی، مولانا عبدالصمد حسین آبادی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، حافظ مولانا عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالسلام بستوی، مولانا محمد حنیف ندوی، نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپال، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی، مولانا عبدالتواب ملتانی اور مولانا مختار احمد ندوی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

اس درس گاہ کے چوٹی کے علماء ومحدثین میں حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری بھی تھے جنہوں نے تدریس، تحدیث اور شرحِ جامع ترمذی کے ذریعہ حدیث شریف کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔

آخری دور میں خاص طور پر شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرحِ مشکاۃ: مرعاۃ المفاتیح کے ذریعہ اور دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تدریسی خدمات کے ذریعہ علمِ حدیث کی قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔

ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے کہ جن سے استفادہ کے لئے دنیا کے کونوں کونوں سے طالبینِ علم قصد کر رہے تھے، اور ان کے درس سے شرف یاب ہونے بلکہ ان کی اجازت حدیث کو اپنے لیے سعادت سمجھ رہے تھے، کیوں کہ کتبِ حدیث کی جمع واشاعت کو انہوں نے اپنا اصل سرمایہ اور اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا۔

اس ذہبی سلسلہ کے نامور عالمِ دین اور مولانا مبارکپوری (صاحب تحفہ) کے آخری مایہ ناز شاگرد مولانا ظہیر الدین رحمانی مبارکپوری تھے، جنہوں نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تعلیم حاصل کر کے ائمۂ مجتہدین ومحدثین کے طریقہ پر علومِ دینیہ کی بے لوث خدمت انجام دی

علامہ ظہیر الدین بن عبدالسبحان محمد بہادر اثری رحمانی مبارکپوریؒ ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۳۸ھ کو اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ سے تعلق رکھنے والی بستی حسین آباد جو مبارک پور سے قریب ہی واقع ہے) میں پیدا ہوئے، اور ۱۴ راگست ۲۰۱۷ء مطابق ۲۲ رذی قعدہ الحرام ۱۴۳۸ھ کو عمر آباد سے راہیٔ ملک بقا ہو گئے۔ موصوف نے عمر آباد میں ہی اپنا گھر بنالیا تھا حالاں

کہ وطنِ مألوف مبارکپور، اعظم گڑھ تھا۔

مولانا موصوف کا خاص موضوع اصولِ تفسیر، تاریخ اور منطق تھا، صحیح مسلم میں ان کی علوسند نہایت مشہور بات تھی، بتایا جاتا ہے کہ تقریباً سترہ علوم وفنون پر مولانا کی دستگاہ تھی، مولانا کا لقب ابوذ والقرنین سراج الدین تھا مگر مولانا مختصراً اپنا نام ظہیرالدین رحمانی تحریر فرماتے تھے۔

مولانا موصوفؒ ہندستان بلکہ عالمِ اسلام کے نمایاں ترین محدثین میں شمار کیے گئے جیسا کہ ایسیسکو مراکش سے یہ بات ذرائعِ ابلاغ کے ذریعہ چہاردانگِ عالم میں پھیل چکی ہے۔

مولاناؒ نے قرآنِ کریم اپنے بچپن میں ہی اپنی والدہ خدیجہ کے پاس پڑھا، ابتدائی تعلیم اپنے وطن مبارکپور میں ہوئی، پھر جامعہ فیض عام مئونات بھنجن منتقل ہوگئے، پھر دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لے گئے، لیکن وہاں زیادہ نہیں رہے، بالآخر اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالحدیث رحمانیہ تشریف لے گئے جہاں سے آپ فارغ بھی ہوئے۔

تعلیم مکمل ہونے کے بعد مختلف علاقوں میں تدریسی خدمات انجام دی، یہاں تک کہ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں ۱۹۵۸ء میں باضابطہ خدمت تدریس انجام دینے لگے، پھر ۲۰۰۵ء کو سبکدوش بھی کیے گئے، لیکن اساتذہ اور شائقینِ علم ان سے برابر استفادہ کرتے ہی رہے، اور مختلف جلسوں وغیرہ میں مولانا موصوفؒ شرکت بھی کرتے رہے۔ حدیث کی خدمت کا ان کا ذوق اور شوق تھا اور سب فکروں پر یہی فکر ان پر غالب تھا۔

مولانا موصوفؒ کو سنن ابی داؤد اور مقدمہ ابن خلدون کی تدریس میں غیر معمولی ملکہ اور اختصاص حاصل تھا، تقریباً چالیس سال تک ابوداؤد اور مقدمہ ابن خلدون پڑھایا، اور تقریباً دس مرتبہ صحیحین کا درس دیا۔

سترہ علوم وفنون میں آپؒ نے تنوع واختصاص اور دست رس پیدا کی، علومِ حدیث، اصول تفسیر، منطق اور تاریخ جس میں سرفہرست ہیں۔

(۱) مولانا احمداللہ محدث دہلویؒ (م ۱۳۶۲ھ) کے پاس صحیح مسلم مکمل اور صحیح بخاری کا نصف حصہ پڑھا تھا، لہٰذا مولانا احمداللہ صاحبؒ سے مولانا موصوف کو سند ملی۔

(۲) شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ المفاتیح (م ۱۴۱۴ھ)

سے بھی ۱۳۶۸ھ کو موصوف کو سند حدیث ملی، شیخ رحمانی کے پاس صحیح بخاری، موطا امام مالک سنن ابی داؤد، اور شمائل ترمذی وغیرہ پڑھی تھی۔

(۳) صاحب تحفہ مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کی طرف سے آپ کو بالمشافہ تحفۃ الاحوذی کی خصوصی اجازت اور عمومی اجازتِ حدیث بھی ملی تھی۔

(۴) مولانا عبدالرحمٰن مئوی، مولانا عبداللہ شائق مئوی، مولانا نذیر احمد املوی اور مولانا احمد حسام الدین مئوی کے پاس بھی مولانا موصوفؒ نے پڑھا، آخر الذکر کے پاس مولانا موصوفؒ نے "منتقی الاخبار" پڑھی تھی۔

مولاناؒ کی عام سند مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری شارحِ ترمذی کے واسطہ سے یوں ہے:

"الشيخ ظهير الدين المباركفوري عن الشيخ المحدث عبدالرحمن المباركفوري، عن المحدث نذير حسين الدهلوي، عن الشيخ المحدث محمد إسحاق، عن الشيخ المحدث الشاه عبدالعزيز، عن الشيخ الإمام الأكبر الشاه ولى الله الدهلويؒ."

دوسری سند مولانا احمد اللہ محدث دہلویؒ کے واسطے سے یوں ہے:

"الشيخ ظهير الدين المباركفوري عن المحدث أحمد الله الدهلوي وعن الشيخ عبد الرحمٰن الدهلوي، وكلاهما يرويان عن الشيخ نذير حسين المحدث الدهلوي وعن العلامة المحدث حسين بن محسن الأنصاري اليماني."

پھر علامہ حسین عرب یمانی کے حدیث میں کئی شیوخ ہیں۔

جہاں تک تصنیفات ورسائل کا تعلق ہے، علامہ ظہیر الدین مبارکپوریؒ نے باقاعدہ کوئی تصنیف اپنے پیچھے نہیں چھوڑی، لیکن احادیث کی کتابوں پر ان کی قیمتی تعلیقات ہیں جن کی تدریس آپ کے ذمہ تھی اسی طرح مقدمہ ابن خلدون پر بھی مولاناؒ کا وقیع کام ہے (جو غالباً زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے)۔

علامہ ظہیر الدینؒ اپنے آخری عہد میں گھر ہی تک محدود تھے، بہت سے لوگ فون پر مستفید ہوتے رہتے تھے، مختلف عرب ممالک کے اساتذہ بھی آپ سے سند حدیث حاصل کرتے رہے، آخری عمر میں مرض انتہا کو پہنچ گیا، بروز منگل ۲۲/ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۴/اگست ۲۰۱۷ء کو عمر آباد میں وفات پائی، دوسرے دن عمر آباد کی جامعہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی، کئی جگہوں پر نماز جنازہ غائبانہ بھی پڑھی گئی، مولانا عبدالکبیر عمریؒ کی قبر کے پاس عمر آباد کے قبرستان میں آپؒ کو سپرد خاک کیا گیا۔

ایسیسکو نے ان الفاظ میں مولانا موصوف کی تعریف کی ہے:

"إن العلامة النبار كفوري يُعَدُّ أحد أعلام الحديث في شبه القارة الهندية وصاحب أعلى إسناد لصحيح مسلم."

حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند)

دار العلوم دیوبند برصغیر ہی نہیں عالم اسلام میں حدیث شریف کے درس وتدریس میں سب سے بڑے مرکز کے طور پر گذشتہ ڈیڑھ صدی سے مشہور ومعروف چلا آرہا ہے، حضرۃ الامام محمد قاسم نانوتویؒ نے اس عالمی دینی درس گاہ ودانش گاہ کو اس کے قیام وتاسیس سے ہی دین اور علم حدیث کے مرکز کے طور پر پیش کیا، اور پورا ایک سال جو تعلیمی مراحل کا آخری سال تھا صرف حدیث شریف کی تدریس کے لیے خاص کردیا، اور اس میں بھی صحیح بخاری شریف کو جسے تمام کتب حدیث شریف پر فوقیت حاصل ہے یہاں کے نصاب میں بھی فوقیت دی اور اس کے استاد کو شیخ الحدیث کا منصب عطا کیا جو انتظامی منصب کے بعد سب سے بڑا منصب تھا، بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ انتظامی منصب کے ساتھ اس علمی منصب پر بھی فائز تھے، ان کے شاگردوں میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی نے اس منصب کو زینت بخشی اور وہ اپنی خدمات اور مقام کے اعتبار سے شیخ العرب والعجم کی حیثیت رکھتے تھے، اور دنیائے اسلام میں انہیں عالم اسلام کے ایک رہنما کی حیثیت بھی حاصل تھی، اور اپنی سیاسی، ملی بصیرت سے وہ سب پر فوقیت لے گئے تھے، ان کی غیر موجودگی میں اور پھر وفات کے بعد امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری نے یہ منصب سنبھالا اور اس منصب کو

اپنے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، دقت نظر قوت استدلال سے چار چاند لگا دیئے، اور ایسے تلامذہ تیار کیے جنہوں نے اپنی علمی اور حدیثی خدمات سے دین کی بڑی خدمات پیش کیں جیسے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا ظہیر احسن شوقؔ نیموی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی وغیرہ۔

علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات منتقل ہو جانے کی وجہ سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے جلیل القدر اور سب سے محبوب شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اس منصب کو تا حیات زینت بخشی یہاں تک کہ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں انہوں نے اس دار فانی سے دار باقی کو سفر کیا، ان کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا نسیم احمد فریدی، مولانا نصیر احمد خاں دیوبندی، مولانا سید نظام الدین، مولانا عبدالحق اعظمی، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا قمر الدین گورکھپوری، مولانا محمد ابراہیم دیولوی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا سلیم اللہ خاں لوہاروی (کراچی)، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا ابوالحسن بھاگلپوری (سابق شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا، گجرات)، مولانا ضیاء الحسن اعظمی (سابق شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء)، مولانا برہان الدین سنبھلی (شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء) اور مولانا احمد شفیع صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ اسلامیہ ہاٹ ہزاری بنگلا دیش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر کے یہاں دورۂ حدیث میں ڈھائی ہزار کے قریب طلبہ ہیں، جس کی دنیا میں نظیر نہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بعد حضرت مولانا سید فخر الدین علیہ الرحمہ کو یہ منصب ملا، اور ان کے درس کو بھی بڑی شہرت ملی، ان کے ممتاز تلامذہ میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا ریاست علی بجنوری، مولانا سید محمد ولی رحمانی (ناظم جامعہ رحمانی، مونگیر)، مولانا مفتی اشرف علی باقوی (بنگلور)، مولانا سعید احمد پالن پوری، مولانا سید ارشد مدنی، مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری، مولانا مفتی ابراہیم

آچھودی، مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی (حال مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا عبدالعلیم فاروقی (مہتمم دارالمبلغین، لکھنؤ)، مولانا مفتی احمد خانپوری (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل) اور دوسرے حضرات کے نام ہیں، جو دنیا کے مختلف حصوں میں علم ودین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں، شیخ نصیر احمد خاں سے پہلے مولانا محمد شریف دیوبندی اور مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی نے اس مسند حدیث کو زینت بخشی۔ حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری نے شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا منصب شیخ نصیر احمد خاں مرحوم کی وفات کے بعد سنبھالا، اور نہ صرف وہ شیخ الحدیث کی حیثیت سے بلکہ صدر المدرسین اور ترجمان دارالعلوم کی حیثیت سے معروف ہوئے، اور اپنی حدیثی شروحات اور دوسری علمی خدمات سے زیادہ مشہور ہوئے، یورپ، امریکہ، کناڈا، ترکی وغیرہ حدیث شریف کی مناسبت سے سفروں سے بھی ان کا حلقہ ودائرہ استفادہ وسیع ہوا، اوران کی اجازت حدیث عام ہوئی

انہوں نے سنن ابوداؤد شریف اور سنن ترمذی دارالعلوم دیوبند میں اس طرح پڑھائی کہ انہی کے نام پر صحیح بخاری شریف کی تدریس کے لیے اتفاق رائے ہوا، اور شوریٰ نے انہیں زیادہ اہل سمجھا۔

حضرت مولانا پالن پوری علم حدیث میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نوراللہ مرقدہ کو اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم اور امیر کارواں حدیث تسلیم کرتے تھے، اور انہی کے حوالہ سے یہ بات زبان خلق ہے کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ کی درسی موضوعات پر نوع بہ نوع کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں علوم آلیہ نحو وصرف وغیرہ کے علاوہ علوم عالیہ حدیث وتفسیر اور فقہی موضوعات پر اہم اور مہتم بالشان کتابیں اور شروحات ہیں، سنن ترمذی کی شرح تحفۃ الالمعی ۹ رجلدوں میں ہے۔ بخاری شریف کی مبسوط اردو شرح بھی سامنے آچکی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ از حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ پانچ ضخیم جلدوں میں اور عربی میں دو جلدوں میں الگ شرح بھی ہے، صحیح بخاری کی اردو شرح اور تفسیر ہدایت القرآن جو علامہ کاشف ہاشمی کی تفسیر ہدایت القرآن کی تکمیل تھی، تکمیل کے بعد ابتدائی پاروں کی مزید تفسیر وترجمہ کر کے خود اپنی تفسیر مکمل فرمائی، مقدمہ صحیح مسلم

کی جامع شرح اور امام ابوداؤد بجستانی صاحب السنن کے جامع تذکرہ کے علاوہ فتاویٰ، مقدمات وتقریظات اور بحوث ومقالات اور خطبات وخطابات کے ایک بڑا ذخیرہ بھی ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جرأت حق گوئی کا جو وصف عطا فرمایا ہے، اس سے اگرچہ کوئی اختلاف کرے اور ان پر تنقید کرے لیکن وہ جس بات کو اپنے علمی مطالعہ اور دینی مزاج کی روشنی میں درست نہیں سمجھتے اس سے دوسروں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اور وہ برملا کہتے ہیں کہ میں دارالعلوم دیوبند کے جس منصب پر ہوں اس کی وکالت وترجمانی میرا فرض اوّلین ہے، دارالعلوم دیوبند کا مسلک حنفیت ہے اس لیے میں وکیل احناف بھی ہوں، اور دینی اصول کے (عقائد وغیرہ) کے ساتھ فروع میں بھی اس کی تائیدووکالت میری ذمہ داری ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نوراللہ مرقدہ کے تلمیذ ارشد محقق العصر مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی زید مجدہ ہم نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ (فتاویٰ رشیدیہ) کے جمع وترتیب وتحقیق کا کام مکمل کیا تو اس پر نظر اور تقدیم کے لیے ان کی نظر انہی عالم جلیل پر پڑی اور ان کی تقریظ کے ساتھ یہ لازوال علمی کارنامہ منظر عام پر آئی، أطال الله بقاء هما و بارك فيهما.

حضرت مولانا پالن پوری زید مجدہ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری، مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی (جامعہ قاسمیہ، شاہی مرادآباد)، مولانا ارتضاء الحسن کاندھلوی (دوحہ قطر)، مفتی ارتقاء الحسن کاندھلوی (مفتی پنجاب)، مولانا سید محمد عفان منصور پوری (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، امروہہ)، مولانا محمد خبیب ابن مولانا عبیداللہ حُسینی ندوی ہنسوی (دیوبند) وغیرہ ایک بڑی تعداد ہے جو اشاعت علم وخدمت دین میں مصروف ہیں۔

مولانا ناصر علی ندوی علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

شیخ الحدیث کا منصب برصغیر اور ماوراء النہر وخراسان کے خطہ میں علم وفضل کا سب سے عظمت وعزت والا منصب سمجھا جاتا ہے، اور یہ حدیث شریف کی اونچی کتابیں پڑھانے والے کا ایک خطاب بھی ہے، یہ خطاب جس کے ساتھ لگ جاتا ہے اس سے ذہن فوراً اس بات کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ ضرور بخاری شریف پڑھاتے ہوں گے، پہلے چند ہی بڑے مدارس

ایسے ہوا کرتے تھے جہاں بخاری شریف اور حدیث کی دوسری امہات الکتب (مثلاً صحیح مسلم، سنن اربعہ، اور موطا وغیرہ) پڑھائی جاتی تھیں، ہندوستان میں اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں خصوصی اہتمام تھا بعد میں مدارس کی کثرت نے بڑے مدارس کو بھی بڑھایا، اور دورۂ حدیث کے نام پر جگہ جگہ مدارس میں حدیث کی یہ اونچی کتابیں پڑھائی جانے لگیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ امتیاز ابھی بھی باقی ہے کہ اس کے منہج پر چلنے والے مدارس حدیث کی امہات الکتب کی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دلاتے ہیں، اور ایک سال کے بجائے تین سالوں میں اس کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ درجات عالمیت کے آخری سال اور فضیلت کے دو سالوں پر مشتمل ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیوخ الحدیث میں جن لوگوں کو زیادہ عرصہ یہ خدمت انجام دینے کا موقع ملا، اور ان کے ممتاز شاگرد تعلیم، تدریس وتصنیف کے میدان میں آئے، ان میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی کا ہے، جنہوں نے ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۹ء تک امہات کتب حدیث کا ندوہ میں درس دیا۔ جن کے باکمال شاگردوں میں حضرت مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی ندوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن سے ان کا فیض دنیا کے گوشہ گوشہ میں عام ہوا اور ان کی سند کو شہرت حاصل ہوئی۔

دوسرا نام حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب علیہ الرحمہ کا ہے جن کے شاگردوں میں حضرت مولانا معین اللہ ندویؒ، حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ، حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ، حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ، حضرت مولانا ابوالعرفان خان ندوی جونپوریؒ وغیرہ ہیں۔

تیسرا نام حضرت مولانا شاہ حلیم عطا سلونوی علیہ الرحمہ کا ہے، جن کے ممتاز شاگردوں میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندویؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، حضرت مولانا سید محمد الحسنیؒ، حضرت مولانا وجیہ الدین سندیلوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

پھر کچھ مدت کے لئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو موقع ملا، جن کے

شاگردوں میں حضرت مولانا ناصر علی ندویؒ (شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) کے علاوہ مولانا سید لقمان اعظمی، مولانا لقمان خان بھوپالی، مولانا ابوالبقا ندوی کے نام بھی ہیں، جنہوں نے حدیث کی اہم کتابیں پڑھائیں۔

اسی زمانہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی محدث نے ۱۹۵۶ء میں بخاری شریف پڑھائی اور جلد اوّل انہوں نے ہی ختم کرائی۔ مولانا ناصر علی ندوی علیہ الرحمہ ان کے ممتاز شاگرد ہیں، حضرت مولانا اسحاق صدیقی سندیلوی نے بھی حدیث کی کئی اہم کتابیں پڑھائیں ان کے شاگردوں میں مولانا ناصر علی ندوی اور ان کی جماعت رہی، اس کے علاوہ مولانا ولی محمد ندوی گجراتی، گجرات میں بڑودہ کے ایک دار العلوم میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ان کے علاوہ مبلغ دین مولانا احمد لاٹ ندوی، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا یاسین مظہر صدیقی (علی گڈھ)، مولانا محمود الازہار ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا سید محمد غفران ندوی اور مولانا تقی الدین فردوسی وغیرہ کے نام بھی ہیں۔

یہی زمانہ محدث جلیل حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمہ کا بھی ہے جنہوں نے مسلم شریف اور ترمذی شریف پڑھائی اس کے بعد مولانا حبیب اللہ پالن پوری کا زمانہ ہے جن کا تعلق پالن پور کے علاقہ فیروز پور سے تھا، ان کے ممتاز شاگردوں میں مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی (حال نائب ناظم ندوۃ العلماء) اور مولانا محمد صادق اکرمی ندوی (بھٹکلی) ہیں۔

۱۹۶۹ء میں حضرت مولانا عبد الستار اعظمی مظاہری تشریف لائے اور ۱۹۸۱ء تک مسند حدیث کو بارہ ۱۲ سال زینت بخشی۔

انہی کے زمانے میں ایک دوسرے ممتاز عالم تفسیر و حدیث مولانا برہان الدین سنبھلی کی خدمات بھی حاصل کی گئی جو آج بھی حاصل ہیں، اور دوسری طرف حضرت مولانا ضیاء الحسن اعظمی استاد حدیث ہوئے، اور مولانا عبد الستار صاحب کے بعد منصب شیخ الحدیث پر ۱۹۸۹ء تک آٹھ ۸ سال سے زائد عرصہ تک فائز رہے، اس عہد کے اہم فضلاء میں جو حضرات علم حدیث کی تصنیفی یا تدریسی خدمت میں ممتاز ہوئے، خصوصیت سے مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی (حال مقیم ممبئی)، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری،

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ، مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی، مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی، مولانا محمد یعقوب ندوی، مولانا عبدالعزیز بھٹکلی، مولانا سلیم اللہ ندوی، مولانا محمد رضوان ندوی اور مولانا سید مشتاق علی ندوی قاضی (شہر بھوپال) اور ان کے بعد مولانا فضل الرحیم مجددی ندوی (امیر جامعۃ الہدایہ جے پور)، مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ، لندن)، مولانا عبدالباری ندوی بھٹکلی (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل) مولانا عمیس احمد ندوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا ضیاء الحسن اعظمی کی وفات کے بعد نصف سال حضرت مولانا محبوب الرحمٰن ازہری نے بخاری شریف کی تدریس کی خدمت انجام دی، ان کے بعد ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء میں تین ماہ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی (کراچی) نے ناظم ندوۃ العلماء کی درخواست منظور فرما کر درس بخاری دیا، پھر یہ ذمہ داری مولانا ناصر علی کو ملی جو ۱۸-۱۹ سال کا زمانہ ہے، اور اس ذمہ داری کو جس حسن وخوبی اور نہایت احساس ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا اس میں انہوں نے اپنے ہم عصروں میں ایک شناخت بنالی، انہوں نے کبھی اپنے اصولوں سے سمجھوتہ نہیں کیا، جو پڑھانا ہے درجہ میں ہی اور درجہ کے اوقات میں ہی پڑھانا ہے۔ سوال وجواب کا موقع دینا ہے، گویا مناقشہ کے ساتھ پڑھانا ہے، ناغہ نہایت مجبوری میں ہی ہوتا تھا، سفر وغیرہ کرتے نہیں تھے، درس میں وہ حدیث کے اصولی پہلو، فقہی پہلو، لغوی پہلو، اور زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے، رجال وشخصیات کا احترام ملحوظ رکھتے، کسی کی رائے سے ان کو اختلاف ہوتا تو اس کی قدر ومنزلت کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے اختلاف ظاہر فرماتے، ائمہ فقہ اور علمائے حدیث میں ہر ایک کا پورا احترام وعظمت ملحوظ رکھتے، کسی کی تحقیر وتنقیص کا وہاں گزر نہ ہوتا، تحقیر وتنقیص سے وہ اتنا اجتناب فرماتے تھے کہ یہ بھی گوارہ نہ کرتے کہ کسی طالب علم کی خواہ وہ غبی کیوں نہ ہو تحقیر وتنقیص کی جائے، ہر مسلمان کا احترام واکرام دل میں رکھتے تھے، اسی وجہ سے بہت سی تاریخی روایات کی توجیہ وتاویل بھی کرتے جن سے مسلم شخصیات کی کردار کشی سامنے آ رہی ہوتی ہے، اس میں ان کی احتیاط اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ وہ مسلم امرا وسلاطین کے ان بعض اقدامات کی جن کے خراب نتائج سامنے آئے اگرچہ تحسین نہ کرتے مگر توجیہ وتاویل کرنے کی گنجائش

رکھتے، لوگوں کے ساتھ ان کا رویہ عفو و درگزر کا تھا، اور ان کا عمل "رؤية اعذار الخلق" پر تھا، ان کو نہ شکایت ہوتی نہ وہ اپنی ترقی کی فکر میں لگتے کہ دوسرے کی تنزلی کی سوچتے، ایڈیٹر الداعی مولانا نور عالم امینی کا یہ اعتراف بالکل بجا ہے کہ:

> "مجھے یاد ہے کہ تدریس کے سوا انہیں کسی اور چیز سے کوئی دلچسپی نہ تھی، سیاست، شکایت، حکایت اور روایات کے مشاغل سے بالکلیہ دور رہتے تھے، کیوں کہ وہ خالی بیٹھتے نہ تھے، ہمیشہ کسی کتاب کے مطالعہ میں لگے رہتے یا تدریس میں"۔ (۱)

حضرت مولانا ناصر علی ندوی شیخ الحدیثؒ ہوئے تو جو پہلی جماعت نکلی اس میں ان کے کئی ایسے شاگرد ہیں جنہوں نے علم حدیث کو ہی اپنا خاص موضوع بنایا ہے، ان میں خصوصیت سے مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی ممتاز ہیں، دوسری جماعت کے اہم طلبہ میں مولانا عبدالسبحان ندوی بھٹکلی، مولانا فہیم اختر ندوی، مولانا فیروز اختر ندوی ہیں، اس کے بعد راقم الحروف کی جماعت تھی جس میں مولانا وحید احمد ندوی عدیم المثال تھے، ایسا بھی ہوا کہ بخاری شریف کے بڑے سائز کے ۲۷ صفحات ایک دن میں پڑھے، اور اچھی قراءت کے ساتھ جو حضرت مولانا کو پسند آئے، حضرت مولانا نے کتاب مکمل کرائی اور پھر تبرکاً ایک نشست مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی دعا کے لئے رکھی، اور حضرت نے آخری حدیث پر کچھ گفتگو اور نصیحت کے بعد دعا کرائی، فالحمد لله علی ذلك۔ اس کے بعد مولانا یحییٰ نعمانی ندوی اور مولانا سید ہاشم بھٹکلی، مولانا خالد بیگ تمکوری کی جماعت تھی۔

حضرت مولانا ناصر علی ندویؒ نے اٹھارہ سال بخاری شریف کا درس دیا، اس دوران کئی ممتاز فضلاء ان کے فیض صحبت سے منصۂ شہود پر آئے، کئی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اساتذۂ حدیث وفقہ بھی ہیں، اور اچھی صلاحیتوں کے مالک ہیں جن میں خصوصیت سے مولانا عبدالمتین ندوی، مولانا عبدالسلام خطیب ندوی، مولانا فیصل احمد بھٹکلی، مفتی مسعود حسن حسنی، مولانا طٰہٰ اطہر ندوی، مولانا ابوبکر صدیق خطیبی ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبدالرشید راجستھانی قابل ذکر ہیں، مولانا ناصر علی ندوی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی،

---

(۱) مکتوب از دیوبند مورخہ ۱۸/۵/۱۴۲۸ھ، بنام حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی۔

مولانا سلمان حسینی ندوی، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور مولانا نیاز احمد ندوی اعظمی کو صحیح بخاری کے دروس تقسیم کئے گئے، اور حدیث کے استادِ اول (شیخ الحدیث) کی حیثیت و مقام مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ کو دیا گیا، جو کلیۃ الشریعہ کے بھی عمید (صدر) ہیں، اور تقریب ختم بخاری حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ (حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) کے ذریعہ انجام پاتی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا ناصر علی ندویؒ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے، لکھنؤ کا خرم نگر کا علاقہ جو اس وقت ایک گاؤں تھا اور اب لکھنؤ کا ترقی یافتہ حصہ ہے ان کا وطن تھا، جب وہاں سے دار العلوم پڑھنے آنا شروع کیا تو راستہ کی رکاوٹیں آتیں، بیچ میں نہر پڑتی مگر وہ ان سب چیزوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت پر اور بلا ناغہ دار العلوم آکر محنت ویکسوئی سے تعلیم حاصل کرتے، سائیکل سے آتے، اور کبھی پیدل، اساتذہ کہتے دار الاقامہ میں رہ کر پڑھائیں مگر اس پر وہ تیار نہ ہوتے، جب کہ اپنے ساتھیوں کو مذاکرہ کرانا اور اپنے استاد خاص مولانا محمد اسباط صاحب کو مطالعہ کرانا جو کہ نابینا ہو گئے تھے اور خود خوب تیاری کے ساتھ آنا ایسا معمول تھا جس میں فرق آنا محال تھا، جن اساتذہ سے انہوں نے تعلیم حاصل کی ان میں چند نام یہ ہیں:

مولانا مفتی محمد ظہور ندویؒ، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید نور الحسن، مولانا محمد اُویس نگرامی، مولانا شاہ حلیم عطا سلونوی، مولانا محمد منظور نعمانیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا اسحاق سندیلوی، محدث الہند مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، سبھی اساتذہ آپ کی صلاح وصلاحیت کے معترف رہے۔

بخاری شریف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور محدث العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی سے، مسلم شریف حضرت مولانا محمد منظور نعمانی سے اور ابوداؤد و ترمذی مولانا اسحاق سندیلوی سے پڑھی۔

رفقاء درس میں ذہین اور باصلاحیت ساتھی تھے وہ سب آپ کے علم وفضل کے مداح رہے، مولانا ابوالبقا ندوی ناظم جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ ہوں، یا مولانا حکیم ولی اللہ ندوی (مجاز بیعت وارشاد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی) مولانا محمد عباس گیاوی ناظم تعلیمات جامعہ ام المومنین عائشہ للبنات رائے بریلی ہوں، یا حضرات لقمانین مرحومین (مولانا سید لقمان

اعظمی ومولانا لقمان خان بھوپالی) اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر سید ابراہیم ندویؒ (حیدرآباد) بھی آپ کے محبّ وقدر داں تھے، آپ کے معاصر طلبۂ دارالعلوم بھی آپ کے قدردانوں میں تھے، یہ کل نو/۹ ساتھی تھے۔

۱۹۵۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم میں مدرس ہو گئے، درخواست دی اس جذبے کے ساتھ کہ دارالعلوم جو بھی خدمت سپرد کرے گا وہ انجام دی جائے گی، اساتذہ اور منتظمین ان کی صلاحیت ولیاقت سے بخوبی واقف تھے ہی درخواست منظور کر لی گئی، ابتدائی کتابیں سپرد ہوئیں، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' سے لے کر صحیح بخاری تک تقریباً سبھی دینیات کی کتابیں پڑھائیں، اسلام کیا ہے؟ طلبہ کو زبانی یاد کرائی تھی، ان کے اس زمانۂ معلّمی کے دور اوّل کے شاگردوں میں مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی نائب ناظم وناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی ہیں، فقہ واصول فقہ، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث کے متعلق بھی اہم کتابیں پڑھائیں، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، مؤطا امام مالک اور پھر فتویٰ نویسی کی مشق کرانا اور طلبا کو افتا وقضا کے کاموں کے لیے تیار کرنا یہ ساری مشغولیتیں ان کی ندوۃ العلماء میں رہیں، اساتذہ سے ملاقات تو ہوتی مگر منتظمین سے ملنے سے گریز رکھتے، کہ کہیں زیادہ ملنا اخلاقی دباؤ کا باعث نہ بن جائے، اور انصاف کے ترازو کا پلہ قائم نہ رہ سکے، چنانچہ ان کو اپنے ان اساتذہ سے جن سے انہیں حقیقت میں بڑا قلبی تعلق تھا مگر وہ انتظامی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے جن میں سرفہرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی ذات گرامی ہے اور ان کے جانشین وخواہرزادے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بھی شخصیت ہے کبھی کبھار ہی ملنا ہوتا، جس کا ان حضرات کو احساس بھی تھا، مگر وہ اس سلسلہ میں اللہ سے اپنا معاملہ صاف رکھتے، اور ان حضرات کی شفقتوں ومحبتوں کا تذکرہ فرماتے، تعلیمی وقت میں وہ طلبہ کی غیر حاضری کے کسی عذر کو لائق اعتنا نہ سمجھتے، اسے معذور نہ جانتے بلکہ قصوروار ہی جانتے تھے، اساتذہ سے ان کے تعلق کی یہ بات تھی کہ ایک بار کا واقعہ ہے، فضیلت دوم میں شیخ الحدیث صاحب کے تین گھنٹے تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو ایک ضرورت کسی ضروری

خط لکھانے کی پیش آئی، حضرت جنہیں املا کراتے تھے وہ موجود نہیں تھے، راقم الحروف کی طلبی ہوئی، میں نے حضرۃ الاستاد کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسی بات ہے تو انہوں نے اپنے اصول ومعمول کے خلاف بخوشی اجازت دے دی، اور اس کو اپنے لیے سعادت کی بات سمجھی، ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ان کے اپنے گھر کی ایک تقریب تھی جس میں نکاح پڑھانے کے لیے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی خدمت میں آپ نے عرض کیا اور جب مولانا مدظلہ نے ان کو بطور تحفہ کے ایک جانماز عطا کیا تو اس کو نہایت اہتمام سے محفوظ کیا کہ یہ استاذ محترم کا ہدیہ ہے، حقیقت میں ان کو اپنے اساتذہ سے بڑا تعلق تھا اور وہ اساتذہ اور کتابوں سبھی آلات علم ووسائل کا بڑا احترام فرماتے، اور طلبہ کا بڑا خیال رکھتے ان پر شفیق ومہربان رہتے۔

شیخ الحدیث کا ایک خاص موضوع فقہ وفتاویٰ اور قضا کا تھا پوری بحث وتحقیق کے ساتھ لوگوں کے مسائل حل کرتے، جدید فقہی مسائل میں بھی اپنی ٹھوس اور مضبوط آراء رکھتے، فقہ کی کتب مراجع پر نظر گہری تھی، وہ ایک باکمال فقیہ، ممتاز مدرس، منصف قاضی تھے، سفر سے مناسبت کم تھی، حج کے دو سفر اور بخارا کا ایک سفر یادگار رہے، بخارا کے سفر میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، علامہ محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور دوسری مایۂ ناز شخصیتیں تھیں۔ ایک کوششیں کی گئی تھی کہ دنیا کی مشہور دسگاہوں کے بخاری شریف کے اساتذہ کو مدعو کیا جائے، مولانا سلیم اللہ خاں کراچی دیوبند کے علاوہ بعض دیگر ممتاز علماء وقائدین بھی تھے۔ کسی وہ وجہ سے حضرت مولانا محمد یونس مظاہر شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپوری کو ہاتھ نہیں لگ سکا تھا، اس لئے وہ سفر پہ نہ جاسکے تھے۔

مولانا جفاکش اور مستقیم الحال تھے اور وہ ایک فطری اور طبعی زندگی گزارتے تھے، چنانچہ علم ومطالعہ کی یکسوئی میں ان کی معیشت کی استواری کے لیے مشقت فرق نہ ڈالتی، وہ اپنے بچپن، جوانی، اور پھر کہولت کی عمروں میں عبادت واطاعت کی زندگی گزار کر رہے، بڑھاپے کی عمر کو پہنچے، مگر صحت کی انہوں نے جو جوانی میں حفاظت کی تھی اس نے ان کو بوڑھا نہیں ہونے دیا، ۱۹۷۵ء کا زمانہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا، اور یہ ان کا وہ زمانہ تدریس تھا جب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی اور ان کی جماعت سند فراغت کے سال

میں زیر تعلیم تھی، مولانا سلمان الحسینی ندوی صاحب کا معمول عربی میں روزنامچہ تحریر کرنے کا تھا، راقم الحروف کو شیخ الحدیث صاحب سے متعلق ان کی ایک تحریر اسی تاریخ کبیر سے ملی، جس میں ان کی مثالی اور جہد و مشقت سے عبارت زندگی کا خلاصہ آگیا ہے، جو حسب ذیل ہے:

"والحق إن أستاذنا مولانا ناصر علي يحتمل ما لا يحتمله شبابنا اليوم وأنه يرعى حقله، ويراقب حصاده ويحرث الأرض أيضًا، ثم مع ذلك يدرس بجد ونشاط وبمطالعة ومناقشة."

"حقیقت ہے کہ استاذ گرامی مولانا ناصر علی صاحب وہ بوجھ اور مشقت اٹھاتے ہیں جو آج کے نوجوان اٹھانے سے قاصر ہیں، کھیتوں کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں، کھیتی کاٹنے کی فکر رکھتے ہیں، زمین بھی جوتتے ہیں، پھر ان سب کے ساتھ بڑی محنت اور نشاط اور مطالعہ و مناقشہ کے ساتھ درس دیتے ہیں۔"

مولانا اپنی بہت سی خصوصیات میں منفرد تھے، طلبہ کے لیے وہ ایک مشفق باپ کی طرح تھے لیکن کسی بھی طالب علم کا احسان لینا انہیں گوارا نہ تھا اور یہ شاید اسی لیے تھا کہ کہیں یہ بات "لا أسألكم عليه أجراً" کے خلاف نہ ہو جائے، اس طرح وہ طلبہ کی علمی پیاس کو بجھانے کی حتی المقدور کوشش کرتے، اس کے لیے سوالات و جوابات کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا اور کبھی کبھی دو تین دن مسئلہ زیر بحث رہتا، طلبہ اپنی تیاری کے ساتھ آتے اور مولانا عقلی و نقلی تمام دلائل سے مطمئن کر کے ہی سبق آگے بڑھاتے اور چہرہ پر بشاشت اسی طرح قائم رہتی، یہ مولانا کا ہی مقام تھا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

مولانا کی زندگی اصول اور معمولات کی مواظبت کے ساتھ صحیح طریقہ پر بسر ہوئی، مولانا قیصر حسین صاحب استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے مولانا کے انتقال سے کچھ ہی دن پہلے مولانا سے ان کے معمولات دریافت کیے تھے تو اس پر مولانا نے فرمایا تھا کہ رات کو جلد سونے کا معمول ہے، جہاں دس بجے ہماری آنکھ خود لگ جائے گی، لوگ باتیں کر رہے ہوں کرتے رہیں، فجر سے دو گھنٹہ پہلے اٹھ جاتا ہوں، وہی وقت مطالعہ کا بھی ہوتا ہے اور نماز فجر سے پہلے ہی ٹہل بھی لیتا ہوں، نماز فجر کے بعد گھر آتا ہوں، غسل کرتا ہوں، ناشتہ کرتا ہوں،

پھر ندوہ آجاتا ہوں۔

مولانا کی صحت اچھی رہی، صحت کے اصول پر وہ ہمیشہ کاربند بھی رہے، نزلہ، زکام بھی کم ہوتا، اور ہوتا بھی تو جلدی رخصت ہوجاتا، اس کو چلتا کرنے کے لیے مولانا کو دوا کا استعمال بھی نہیں کرنا پڑتا تھا، صبح ٹہلنے کا معمول ہمیشہ رہا، اور یہ معمول صحت کی بہتری کے لیے بڑا معاون ہوتا ہے، ۴-۵ کیلومیٹر روز صبح سویرے ٹہل لیا کرتے تھے، اسی میں وظائف بھی پورے کر لیتے۔

ابتدائی زندگی تنگ دستی کی تھی، مال کی ہوس کبھی نہیں رہی، خرچ کرنے میں احتیاط سے کام لیتے، بعد میں اللہ نے فراخی عطا فرمادی تھی، والدہ ماجدہ کی ان کی ضعیفی میں بڑی خدمت کی اور خوب دعائیں لیں، اس کے ساتھ بیوی بچوں کے حقوق بھی ادا کرتے، چھوٹے بھائیوں اور اولاد کو دینی تعلیم و تربیت دینے کے لیے ندوۃ العلماء میں یکے بعد دیگرے ہر ایک کو داخل کرایا، جن کے مقدر میں تعلیم کی تکمیل تھی انہوں نے تکمیل بھی کی، مولانا نے اس تعلق سے جبر واکراہ سے کام نہیں لیا، چھوٹے صاحبزادے مولوی عبدالنافع (صاحب تخصص ادب کے سالِ اوّل میں فی الحال زیر تعلیم ہیں) طلبہ کے ساتھ سلوک ہو یا اولاد اور افراد خاندان کے ساتھ معاملہ ہو، آپ کا رویہ مساویانہ رہتا، شفقت ومحبت کا رہتا، افہام وتفہیم کا ہوتا، بھائیوں کے لیے بھی آپ کی شفقت باپ کی سی شفقت تھی، اور ان کے لیے آپ کا سایہ باپ کا سایہ تھا، سادگی مزاج میں داخل تھی، اسی لیے جب شادی کی تو تین نقطے ہٹا کر کی، اس کا بھی عجیب واقعہ ہے، خموشی سے ندوہ آئے، اپنے ایک استاد کو نکاح پڑھانے کے لیے ساتھ لیا اور اپنی سائیکل پر بٹھایا اور نکاح پڑھانے کے لیے وہ اور ان کے استاد نہایت سادگی سے ایک مسجد جہاں نکاح طے تھا پہنچ گئے، مولانا لکھنؤ کے رہنے والے تھے، شادی بھی لکھنؤ میں ہی ہورہی تھی، گھر کے ایک دو افراد گھر سے سیدھے پہنچ گئے ہوں گے، اس سادگی سے یہ تقریب بھی پوری ہوگئی، سادگی لباس میں بھی تھی، کھانے پینے میں بھی، اور لوگوں کے ساتھ سلوک میں بھی، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ان کی تدریسی خدمات کا عرصہ پچاس سالہ ہے، اس پوری مدت میں ان کا طور وطریق یکساں رہا، سادگی ایسی تھی کہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی سائیکل سے ہی آتے رہے، جب کہ اس سے بہتر سواری کی ان کو پیش کش ہورہی تھی جب وہ سائیکل پر

آنے سے عمر کے تقاضہ کی وجہ سے معذور ہوئے تو اپنے ایک صاحبزادے کی موٹر سائیکل پر آنے لگے، سادگی تھی مگر سادگی میں غلو نہیں تھا، حدیث شریف کی تدریس کو وہ اپنے لیے بڑے شرف کا باعث سمجھتے تھے، اور اس کے احترام میں شیروانی اور سادہ سفید رومال کا اہتمام بھی فرماتے، پورے وقار کے ساتھ درجہ تشریف لاتے، یہ وقار ان کی تواضع اور سادگی پر اثر انداز نہ ہونے پاتا، انہیں اس کی کبھی فکر نہیں رہی، کہ ان کی مسند کیسی ہے، دار القضا والافتاء میں ان کے دفتر میں میز کرسی کس معیار کی ہے، نگاہ نیچی رکھتے، کسی کا عیب نہیں نکالتے، طلبہ کو سوالات پر ابھارتے، سوالات کمزور ہوتے تب بھی اہمیت سے جواب دیتے، طلبہ کی غلطیوں پر چشم پوشی سے کام لیتے مگر جب وہ یہ دیکھتے کہ غلطیاں، گستاخیاں بن رہی ہیں تو پھر تنبیہ فرماتے، اور اللہ کی پکڑ سے ڈراتے، دوسروں کی عزت نفس کا انہیں بڑا خیال رہتا تھا، اس کی ایک چھوٹی مثال راقم الحروف کے سامنے ہے کہ ایک بار ایک طالب علم کو کوئی ضرورت پیش آئی مگر اس کو مولانا سے چھٹی لینے میں تکلف ہوا، اپنے ایک ساتھی سے کہتا گیا کہ تم حاضری بول دینا، چنانچہ حاضری بول دی گئی، صاف محسوس ہوا کہ مولانا کو ادراک ہو گیا ہے، مگر اس طالب علم کی عزت نفس کے خاطر کہ اس نے بری نیت سے ایسا نہیں کیا ہے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا، تواضع اور عفو و درگزر کا بھی یہی حال تھا، اس کا بھی ایک واقعہ راقم الحروف مثال کے طور پر پیش کرتا ہے کہ ایک مسئلہ میں ان کے ایک شاگرد نے جو تعلیم و تدریس کے کام سے وابستہ تھے اور حدیث شریف کی کتاب بھی ان کے زیر تدریس تھی مولانا کا نام مفرد لیا چند ہی دن میں ان کا سلسلۂ درس و تدریس منقطع ہو گیا، انہوں نے اس پر اپنا محاسبہ کیا تو ان کو تنبیہ ہوئی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ایک عزیز شاگرد کے ذریعہ اس واقعہ سے باخبر کرا کر معافی کے خواستگار ہوئے، مولانا نے بڑی کسر نفسی سے یہ کہلوایا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جس پر معافی کی ضرورت ہو، انہوں نے دوبارہ کہلوایا اور بالمشافہ بھی عرض کیا کہ اس کا نقصان پہنچا ہے، مولانا نے بخوشی معاف کیا جیسے یہ ان کے لیے کوئی بات نہ ہو، اس کے بعد ہی یہ سلسلہ پھر ان صاحب کے لیے بحال ہو گیا، اور بڑی برکتوں کے ساتھ بحال ہوا، اس موقع پر بھی مولانا نے بڑی دعاؤں سے نوازا، یہ مولانا کی شان ولایت تھی جو ان کی تواضع اور سادگی میں چھپی ہوئی تھی، ان کا تعلق

مع اللہ ابتدائی جوانی سے تھا، جو بڑھتا ہی گیا، اور حدیث شریف کے انوار و برکات نے اس کو مزید مستحکم اور منور کیا۔

دین و شریعت کے معاملہ میں ایمان و عقیدہ کی پختگی، اعمال میں مواظبت واستقامت از اوّل تا آخر رہی، فضول کاموں سے ہمیشہ دور رہے، کتب بینی، عالم اسلام کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے خبروں کا سننا اور اخبارات پڑھنا بھی مشغلہ رہا، نماز باجماعت کا التزام، تہجد و نوافل کا اہتمام جو جوانی میں رہا وہ عمر کے آخری مراحل میں بھی رہا، اور زندگی کا آخری دن بھی دینی اعمال کی مواظبت اور عملیت کے تزک واحتشام کے ساتھ گزرا، تدریس، افتاء، امامت، سارے کام انجام دیئے اور دیگر سارے معمولات پورے کیے، اگلے دن صبح سویرے اٹھے، رات کے آخری حصہ کے معمولات پورے کر چکے تھے، ان کے اوّل حصہ کے معمولات پورے کر رہے تھے، نماز فجر کی امامت فرما چکے تھے، چہل قدمی کرتے ہوئے کہ چھوٹا ڈنڈا ہاتھ میں ہوتا تھا اور تسبیح، کسی سواری نے ٹکر ماری اور وہ اسی وقت زخمی ہوکر گرے، اور شہادت کے راستہ پر جا پڑے، دو روز اس راستہ پر رہ کر جمعہ کی مبارک ساعتوں میں یکم جون ۲۰۰۷ء کو مرتبۂ شہادت پر فائز المرام ہوئے ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ان کے آخری سالِ تدریس حدیث کے تلامذہ میں مولوی غفران ندوی مولوی سید منصور حسنی، مولوی عبدالوہاب ندوی پربھنی، مولوی معراج الحسن ندوی، مولوی عبدالودود ندوی، وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں، جن میں متعدد ندوۃ العلماء کے استاد اور سبھی تدریس سے وابستہ ہیں۔

تجہیز و تکفین غسل وغیرہ کا عمل ندوۃ العلماء میں جمعہ کے بعد طے پایا، برادرم مصباح الدین نے اس کے لیے تگ و دو کی، مولانا حافظ فضل الرحمٰن (صدر شعبہ حفظ دارالعلوم ندوۃ العلماء)، مولانا مفتی ظفر عالم صاحب ندوی کی نگرانی میں قاری اصلاح الدین ٹونکی، مفتی ابرار حسن صاحب وغیرہ نے غسل دیا، ابوالخیر وغیرہ نے معاونت کی، چہرہ دیکھ کر وہ حدیث نبوی یاد آرہی تھی جس میں حدیث شریف سے اشتغال رکھنے والوں اور اس کی ترویج کے کام میں

لگنے والوں کے لیے کھلی بشارت ہے اور فرمایا گیا ہے کہ: "نضّر الله امرءاً سمع مني مقالة فأداها كما سمعها...... الخ". قبر میں اتارنے کے بعد اس کا اور زیادہ ظہور ہوا، كما رواه الأخ مسعود حسن حسني ۔ وہ اس موقع پر موجود تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قبر میں اترے، نعش کو اتارنے میں مولانا کے شاگرد بھی تھے، برادرم مولوی محمد عاصم ٹونکی ندوی کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی۔

بعد نماز عصر دار العلوم ندوۃ العلماء کے میدان میں نمازِ جنازہ ان کے استاذ محترم اور ہم سب کے مربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے پڑھائی، بڑے مجمع نے نماز ادا کی اور ڈالی گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی وہاں بھی اہل تعلق کا ہجوم تھا۔

غفر الله تعالىٰ له ورفع درجاته وأدخله في جنّٰت النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقًا.

سند الصحيح للبخاري للشيخ ناصر علي الندوي (١)

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفىٰ،

أما بعد:

فقد أخبرنا العلامة أبو المآثر حبيب الرحمٰن الأعظمي عن شيخه عبدالغفار المئوي العراقي عن شيخه العلامة زبدة العارفين، ورأس المتقين رشيد أحمد الكنكوهي عن الشاه عبد الغني عن شيخه الأجل الأغر المبجّل أبي سليمان اسحاق ابن بنت الشاه عبدالعزيز الدهلوي ثم المكي قراءة منه عليه بعضه وسماعًا لأكثره، وعن والده العارف بالله الشيخ أبي سعيد بن الصفي، كلاهما عن الشيخ الأجل

---

(١) مصنف کو حضرت مولانا ناصر علی ندوی علیہ الرحمۃ بخاری شریف کا اکثر حصہ اور انتہائی ابواب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی جب کہ کتاب الایمان وکتاب العلم پڑھنے کی سعادت حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی زید مجدہم سے حاصل ہوئی۔ اور یہ ابواب انہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے تھے، جس کی انہوں نے راقم کو اجازت عطا فرمائی۔

الحجة والإمام الأوحد الرحلة الشيخ عبد العزيز عن أبيه الإمام الهمام صدر الأئمة الأعلام حجة الإسلام الشيخ المبارك الميمون أبي عبد العزيز قطب الدين أحمد المدعو بولي اللّٰه بن أبي الفيض عبدالرحيم العمري، أنا الشيخ أبو الطاهر محمد بن إبراهيم الكردي المدني، أن والدي الشيخ إبراهيم الكردي، قال قرأت على الشيخ أحمد القشاشي المدني، قال أخبرنا أحمد بن عبدالقدوس أبو المواهب الشناوي، أخبرنا الشيخ شمس الدين محمد بن أحمد بن محمد الرملي، عن الشيخ زين الدين زكريا بن محمد أبي يحي الأنصاري، قال قرأت على الشيخ الحافظ أبي الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، عن إبراهيم بن أحمد التنوخي، عن أبي العباس أحمد بن أبي طالب الحجار، عن السراج الحسين بن المبارك الزبيدي، عن الشيخ أبي الوقت عبدالأوّل بن عيسىٰ بن شعيب السجزي الهروي، عن الشيخ أبي الحسن عبدالرحمٰن بن مظفر الداوودي، عن أبي محمد عبداللّٰه بن أحمد السرخسي، عن أبي عبداللّٰه محمد بن يوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربري، عن مؤلفه أمير المؤمنين في الحديث أبي عبداللّٰه محمد بن اسماعيل بن ابراهيم البخاري رحمهم اللّٰه تعالىٰ.

(ح) وأخبرنا سماحة العلامة الشيخ أبي الحسن علي الحسني الندوي۔[1]

عن شيخه العلامة حيدر حسن بن المرحوم أحمد

---

(۱) حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی یہ سند صاحب سوانح حضرت مولانا محمد یونس جون پوری علیہ الرحمہ نے کی بھی ہے جسے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری اور بقیہ صحاح ستہ کے اوائل پڑھ کر دوسری سندوں سے اضافہ کے ساتھ حاصل کی تھی۔

حسن الطونكي، وهو عن شيخه العلامة رأس المحدثين، عمدة المحدثين، خاتم المحدثين، شيخ الإسلام حسين بن محسن الأنصاري الخزرجي السعدي. نسبة إلى سعد بن عبادة رئيس الخزرج صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم- عن مشايخ أجلاء أعلام، وسادة كرام، من أجلهم: شيخنا الشريف الإمام، والمحقق المدقق الهمام، محمد بن ناصر الحسيني الحازمي، والقاضي العلامة أحمد بن القاضي الحافظ الرباني، محمد بن علي الشوكاني الصنعاني، كلاهما العلامة عن والد الثاني -أعني القاضي محمد بن علي الشوكاني- عن شيخه السيّد العلامة عبدالقادر بن أحمد الكوكباني، عن شيخه السيّد سليمان بن يحيٰ بن عمر بن مقبول الأهدل رحمهم الله تعالىٰ.

(ح) وبرواية الشريف محمد بن ناصر، والقاضي أحمد بن محمد بن علي الشوكاني -عاليًا بدرجة- وشيخنا السيد العلامة ذي المنهج الأعدل، السيد حسن بن عبدالباري الأهدل أيضًا: وثلاثتهم عن السيد العلامة وجيه الدين، وعمدة المحدثين، شيخ الإسلام، ومفي الأنام، عبدالرحمٰن بن سليمان بن يحي بن عمر بن مقبول الأهدل رحمهم الله، عن شيخه ووالده السيد العلامة، نفيس الدين، وخاتمة المحدثين، سليمان بن يحي بن عمر بن مقبول الأهدل عن شيخه السيد العلامة أحمد بن محمد شريف الأهدل، عن شيخه العلامتين عبدالله بن سالم البصري المكي، وأحمد بن محمد بن نحل المكي، كلاهما عن المحقق الرباني الشيخ إبراهيم بن الحسن الكردي الكوراني المدني، عن شيخه العلامة أحمد بن محمد القشاشي المدني، عن شيخه العلامة شمس الدين أحمد الرملي،

المصري الشافعي، عن شيخ الإسلام القاضي زكريا بن محمد الأنصاري المصري المتوفى ١٢٠٩هـ.

(ح) وبرواية البصري والنخلي أيضًا عن الشمس محمد بن علاء الدين البابلي [بكسر الباء الثانية] عن سالم بن محمد السنهوري، عن النجمي محمد بن أحمد النيطي، عن القاضي زكريا بن محمد الأنصاري المصري، عن شيخ الإسلام، وخاتم المحدثين الأعلام أبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني رحمهم اللّٰه تعالىٰ.

فأروي صحيح الإمام الحافظ أمير المؤمنين في حديث سيد المرسلين، أبي عبداللّٰه محمد بن إسماعيل بن إبراهيم البخاري -رحمه اللّٰه تعالىٰ- بالأسانيد المذكورة، إلى الحافظ ابن حجر العسقلاني، عن شيخه البرهان ابراهيم بن أحمد التنوخي عن شيخه الإمام الحجة المعجز، أبي العباس أحمد بن أبي طالب الحجار، عن شيخه الإمام أبي عبداللّٰه الحسين بن المبارك الزبيدي، عن الحافظ أبي الوقت عبدالأوّل السجزي، عن الإمام أبي الحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن مظفر الداؤدي، عن شيخه الحافظ أبي محمد عبداللّٰه بن حموية السرخسي، عن أبي عبداللّٰه محمد بن يوسف بن مطر الفربري، عن الحافظ أبي عبداللّٰه محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة بن الأحنف الملقب بردزبه الجعفي مولاهم البخاري.

وأوصيه بتقوى اللّٰه تعالىٰ في السر والعلن وفي الظاهر والباطن، والإخلاص في كل عمل من الأعمال، واتباع السنة في كل حال من الأحوال، والنصح للمسلمين في كل زمان ومكان، وخدمة العلم والدين في كل بيئة من البيئات، وأسال اللّٰه تعالىٰ أن يوفقه لما يحبه ويرضاه، وينفعه بعلمه

وينفع به المسلمين، والحمد لله أوّلاً وآخرًا، وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.

ناصر علي الندوي
شيخ الحديث بجامعة ندوة العلماء
لكناؤ بولاية أترابراديش [الهند]

حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مدظلہ
(شیخ الحدیث وصدر المدرسین، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور)

جامعہ مظاہر علوم سہارن پور برصغیر کے ان دو قدیم اور نہایت معتبر دینی تعلیمی مراکز میں ایک ہے جس کو علم حدیث کی نسبت سے بڑی شہرت ملی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم ومعارف کا جس طرح دار العلوم دیوبند مرکز بنا اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علوم ومعارف کا مرکز مظاہر علوم بنا اور یہ دونوں ہستی نہ صرف نادرۂ روزگار ہستی تھے بلکہ عالم اسلام میں مسلک حق کے ترجمان اور اہل سنت والجماعت کے امام تھے، جن کے تلامذہ وخلفاء نے اشاعت حق اور دعوت دین وتبلیغ علوم نبوت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعہ فکر صحیح وعقیدۂ صحیح کی نشر واشاعت جماعتوں اور وفود کے ذریعہ پوری دنیا میں عام کی جس کی عالم اسلام میں اپنی پہچان بنانے والے تین مرکزی اداروں دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پوری تائید اپنے افراد وفضلاء کے ذریعہ کی۔

مظاہر علوم میں حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری کے درسِ حدیث نے مظاہر علوم کو وہ مرجعیت عطا کی تھی کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء وداعیان نے ان سے استفادہ کے لیے سہارن پور کا رُخ کیا، ۱۲۹۷ھ میں ان کی وفات اور پھر محدث جلیل مولانا محمد مظہر نانوتوی کی ۱۳۰۲ھ میں ان کی وفات کے بعد انہی کے شاگرد رشید اور بھانجہ اور مظاہر علوم کے سب سے پہلے فاضل ومحدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے اس کو چار چاند لگائے، جب کہ دوسری طرف حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے یہاں رہ کر حدیث شریف کی خدمت تدریس وتصنیف کے ذریعہ کی جو کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ممتاز شاگرد تھے، پھر

انہی کے صاحبزادے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے شاگرد رشید وخلیفہ اجل حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ان کے جانشین ہوئے اور ۴۵ سال بخاری شریف کی تدریس وتصنیف کے ذریعہ خدمت کی۔

ان کے شاگردوں میں مظاہر علوم میں حدیث میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اور ان کے رفیق درس حضرت مولانا محمد عاقل سہارن پوری زیادہ معروف وممتاز ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر بخاری شریف حضرت مولانا محمد یونسؒ کے سپرد کی جو اس سے پہلے نسائی شریف پڑھا چکے تھے، اور حضرت مولانا سیّد محمد عاقل سہارن پوری کو ۱۳۸۷ھ میں اسی سال سنن ابوداؤد ملی جو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے زیر درس تھی، ۱۴۳۸ھ میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری کی وفات پر حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کو صحیح بخاری سپرد ہوئی اور وہ صدر المدرسین کے عہدہ کے ساتھ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے ابوداؤد شریف کی تدریس کے زمانہ میں الگ سے ابوداؤد شریف پڑھنے کا بھی اہتمام کیا، اور خصوصی استفادہ کیا جس کو مشہور محدث ومحقق حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کے مکتوب کی اس عبارت سے سمجھا جاسکتا ہے جو ان کے نام ۱۳ر صفر ۱۴۱۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

محترم! تخصص تو وہ ہے جو شیخ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہو، جیسے آپ کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا، حضرت شیخ کو حضرت سہارن پوری کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا، تجربہ بتاتا ہے۔ (۱)

اور نسائی شریف کے تعلق سے اسی مکتوب میں لکھتے ہیں:

الفیض السمائی بڑی گراں قدر خدمت ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے، یہ کتاب جب وصول ہوئی تھی، اسی زمانہ میں اس کا مقدمہ پڑھ لیا تھا۔ (۲)

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

---

(۱) الدر المنضود مطبوعہ مکتبہ خلیلیہ سہارن پور۔ (۲) الدر المنضود مطبوعہ مکتبہ خلیلیہ سہارن پور۔

"آپ نے جس درجہ اس میں محنت اور عرق فشانی کی ہے، اس کا اندازدراصل وہی لگا سکتا ہے جس نے اس کوچہ کی سیر ہے، راقم بھی چوں کہ اس کوچہ کا بھٹکتا راہی ہے (بارہا ہے) اس لیے اِسے قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی۔"(۱)

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہم لکھتے ہیں:

"محترم مولانا محمد عاقل صاحب صدرالمدرسین مدرسہ مظاہر علوم جو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے ارشد تلامذہ میں ہیں، حضرت کی ان پر خصوصی شفقت کی نظر تھی، خلافت اجازت سے بھی سرفراز فرمایا ہے اور انہوں نے اپنے تعلیمی وتدریسی وتالیفی مراحل حضرت ہی کی نگرانی وسرپرستی میں طے کیے ہیں، اور عرصۂ دراز سے حدیث پاک اور سنن ابوداؤد کا درس دے رہے ہیں، نیز سنن ابوداؤد کو حضرت اقدس نے ان کو دوبارہ خاص طور سے پڑھایا۔"(۲)

حضرت مولانا محمد عاقل سہارن پوری کا مظاہر علوم سے پشتینی تعلق ہے، ان کے اجداد میں مولانا حکیم سید احمد حسین اس کے بانیوں میں تھے اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شہر سہارن پور میں میزبان بھی ہوئے تھے اور ان کے مرید ومجاز بھی تھے، ان کی مسجد میں حضرت سید صاحب تشریف بھی لائے تھے۔ ان کے احفاد میں مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارن پوری مظاہر علوم کے سرپرستوں میں ہوئے جو حدیث کے استاذ اور مصنف بھی تھے، ان کے چھ صاحبزادگان میں مفتی محمد یحیٰ، مولانا اسرائیل صاحب، مولانا حکیم الیاس، مولانا عزیر مظاہری اور مولانا محمد فاضل مظاہری بھی عالم وفاضل اور دین وتعلیم سے جڑی شخصیات ہیں، مگر علم حدیث سے خصوصی اشتغال نے مولانا سید محمد عاقل صاحب کو نمایاں مقام پر کھڑا کیا، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے رشتہ دامادی سے مزید قرب اور حضرت شیخ کے عنایات سے یزدر ہوکر امتیازی شان پیدا کی۔ بارك الله في حياته، وأطال بقاءه.

مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری ۹ رشعبان ۱۳۵۶ھ، ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۷ء میں شب

---

(۱) مکتوب ۱۷/۶/۱۴۲۳ھ۔ (۲) مکتوب: ۵ رربیع الاول ۱۴۱۳ھ۔

جمعرات سہارنپور میں پیدا ہوئے، تعلیمی مراحل کا آغاز حفظ قرآن الکریم سے ہوا اور مظاہر علوم سے تعلیمی فراغت شعبان ۱۳۸۰ھ، ۱۹۶۱ء میں ہوئی، رفقائے درس میں ممتاز لوگوں میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی ہیں، شروع سے علم میں منہمک اور یکسو رہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی بڑی توجہ حاصل رہی، حضرت شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ کے دو سفر بھی کیے اور قیام بھی کیا، متعدد بار حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں، مظاہر علوم میں ۱۳۸۱ھ میں معین مدرس مقرر ہوئے اور برابر ترقی کرتے رہے، ماہ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں مجلس شوریٰ نے صدر مدرس مقرر کر دیا، یہ منصب مولانا امیر احمد کاندھلوی کی وفات کے بعد حاصل ہوا۔ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شوال ۱۴۳۸ھ کے بعد مجلس شوریٰ نے ان پر دوسری اضافی ذمہ داری شیخ الحدیث کے منصب اور صحیح البخاری شریف کی تدریس کی ڈالی، باوجود اپنے تصنیفی مشاغل کے اس ذمہ داری کو بھی اسی شان سے انجام دے رہے ہیں، اور ختم کرانے کے بعد بعض ان مقامات کے سفر کا معمول اختیار کیا ہے جہاں حضرت مولانا محمد یونس صاحب تشریف لے جایا کرتے تھے، جس میں خاص طور پر جامعہ اسلامیہ ہتھورا باندہ قابل ذکر ہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان لوہاروی (کراچی، پاکستان)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مظفر نگری ثم کراچوی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر کے فارغ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں کے خاص شاگردوں میں تھے، وہاں سے دارالعلوم دیوبند آئے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور وہاں سے دورۂ حدیث کیا یہی زمانہ تھا جب حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی بھی شرائط دورہ کی کتابوں کا درس مختلف درجوں میں لے رہے تھے، جہاں ہدایہ میں ان کے رفیقِ درس حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (صاحب زادہ گرامی حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ) تھے، حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی کا کمرہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کا تھا۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حدیث شریف کے درس و تدریس کو پورے طور سے اختیار کیا، اور مختلف اداروں کے مسند حدیث کو

زینت بخشی، پھر کراچی جا کر جامعہ فاروقیہ کی داغ بیل ڈالی، اور اس کو اتنی ترقی دی کہ وہ پاکستان کے چند بڑے مدارس واسلامی جامعات میں شمار کیا جاتا ہے، وہ نہ صرف اس مرکزی ادارے کے شیخ الحدیث کے طور پر متعارف ہوئے بلکہ پاکستان کے شیخ الحدیث واستاذ الاساتذہ کے طور پر سامنے آئے، ان کے ممتاز تلامذۂ حدیث میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ صدر دارالعلوم کراچی ومفتیٔ اعظم پاکستان اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نائب صدر دارالعلوم کراچی وشیخ الاسلام پاکستان کا نام لینا کافی ہے جن کے تأثراتی مضامین سے حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کے تبحر علمی، وسعت نظر اور تدریسی انداز ولیاقت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں تدریسی مشاغل کے ساتھ تصنیفی مشاغل ومعمولات بھی جاری رکھے اور اس سلسلہ میں کئی اہم یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔

یہاں پر ایک قابل ذکر بات مولانا مفتی شبیر احمد لندنی کے مضمون وخطاب سے نقل کی جاتی ہے جو معاصر کے معاصر سے استفادہ اور بڑوں کے چھوٹوں سے استفادہ کی نادر مثال ہے، جس سے ایک طرف حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کے علو منزلت اور تواضع کا اندازہ ہوتا ہے وہیں حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کے بلند علمی مقام اور حدیث شریف میں ان کی گہری نظر کا پتہ چلتا ہے، وہ اپنی تعزیتی خطاب میں طلبۂ مظاہر سے خطاب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> ”میں آپ کو یہ بات بتاتا ہوں کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کی کشف الباری جس کا آپ حضرات مطالعہ کرتے ہیں، اس میں اکثر باتیں ہمارے حضرت شیخ کی ہیں، وہیں کے کسی مدرس نے اس کو لکھا ہے، اور حضرت کے دروس کی مکمل تقریر میری اہلیہ اور مولوی رشید نے لکھی ہے جو میرے پاس موجود ہے، اور میں نے خود حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کو دی تھی۔“[1]

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی کی حضرۃ الشیخ کی قدردانی اور ان کے علوم سے غائبانہ استفادہ کا ایک مشاہدہ معروف مصنف ومقالہ نگار مولانا ابن الحسن عباسی کا مولانا احمد ومیض ندوی (حیدرآباد انڈیا) نے اس طرح ذکر کیا ہے:

> ”مولانا ابن الحسن عباسی نے حضرت کی وفات پر لکھے گئے اپنے

---

(۱) ماہ نامہ ”بہار نبوت“ سورت گجرات، مولانا محمد یونس نمبر مرتبہ محمد طاہر سورتی ص:۹۶۔

مختصر سے مضمون میں لکھا ہے کہ ''۱۲؍ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ کو جامعہ فاروقیہ کراچی کے شعبۂ تصنیف میں میرا تقرر ہوا، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں نور اللہ مرقدہ اپنے گھر کے مہمان خانہ میں دار التصنیف کی طرف میرے ساتھ ریک میں بڑی کاپیاں منتقل کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا یونس صاحب مظاہری کی درس بخاری کی تقریر ہے جو کیسٹوں میں تھی، اور حضرت شیخ نے اپنی نگرانی میں اسے کاپیوں میں منتقل کیا، دوسری تقریر حضرت کی اپنی تھی وہ فائلوں میں کیسٹوں سے منتقل کی گئی تھی، انہی دونوں تقریروں کو بنیاد بنا کر کشف الباری کتاب المغازی کا آغاز کیا گیا، دورانِ مراجعت اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا یونس صاحب انتہائی کثیر المطالعہ محدث ہیں، بعض اوقات وہ عام مراجع سے ہٹ کر کوئی بات کہہ دیتے ہیں، وہ نہ ملتی تو میں کبھی کبھار وہ چھوڑ دیتا لیکن بعد میں وہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا، اس لیے پھر معمول یہ رہا کہ حضرت مولانا یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول اگر کہیں نہ ملتا تو انہی کے حوالہ سے نقل کر کے لکھ دیتا: ''ما وجدت فیما بین یدي من المصادر.''[1]

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب حضرۃ الشیخ سے عمر میں دس بارہ سال بڑے ہوں گے اور ۱۳-۱۴؍ سال قبل دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، اور تدریس حدیث کا بھی اچھا تجربہ، اور ملکہ رکھنے کے ساتھ علمی رسوخ کے حامل تھے اور ان کے تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی (کراچی)، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (کراچی) جیسی نابغۂ روزگار و نادر شخصیات ہیں، ان کا حضرت شیخ جونپوریؒ کے افادات سے استفادہ ان کے خود علو منزلت اور بلند علمی مقام کو واضح کرتا ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا پہلو حضرۃ الشیخ کی وسعتِ نظر اور ذوق تحقیق کا سامنے آتا ہے، اس طرح عمر کے تفاوت کے ساتھ مخلصین کے یہاں معاصرت استفادہ میں مانع نہیں ہوتی۔

---

(۱) سہ ماہی ''متاع کاروان'' مشاہیر نمبر ص: ۱۲۷ ادارۂ اسلامیات ہری دوار۔

چودھواں باب
چند ممتاز معاصر واحباب

حضرت صوفی انعام اللہ لکھنوی علیہ الرحمہ (۱۹۲۹ء۔۱۹۹۹ء)

حضرت صوفی انعام اللہ لکھنوی، لکھنؤ میں بلوچ پورہ میں سلسلہ رائے پوری کے بزرگ اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے تربیت یافتہ اور خلیفہ ایک، خدمت گزار، ذاکر، شاغل اور داعی و مبلغ دین تھے، ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے اور ۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) کو لکھنؤ میں حجاز مقدس سے حج کے سفر سے واپسی پر مختصر علالت کے بعد یرقان کے مرض میں وفات پائی، لکھنؤ میں ان کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیاں بھی بڑی لائق قدر رہی ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے ایسے فریفتہ ہوئے تھے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کی خدمت میں خانقاہ رائے پور میں جا پڑے تھے بڑے مجاہدے کرتے، ریاضت کرتے اور خانقاہ میں مقیم حضرات کے لئے پانی بھر بھر کر لاتے اور خدمت کرتے، اس کے ساتھ ہی بڑے عاشقانہ اور والہانہ انداز سے اللہ کا نام لیتے، دعوت و تبلیغ کے کام سے گہری وابستگی رہی، اور اس راہ میں بھی بڑی مشقت اٹھائی، انتقال سے دو تین دن قبل مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی فرزند گرامی حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کو اجازت بیعت وارشاد عطا کی اور فرمایا جو امانت حضرت رائے پوری نے سپرد کی تھی، وہ آپ کے حوالے کرتا ہوں، اس کی اطلاع حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو ہوئی تو مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کو تہنیت نامہ لکھا جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۲/۳/۱۴۲۰ھ

عزیز القدر حمزہ سلمہ ورقاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تمہارا مسرت نامہ پہونچا، پڑھ کر دل خوش ہوا، صوفی انعام اللہ مرحوم ہمارے حضرت کے مجاز تھے، تمہیں اجازت دی تو یہ عزت واعتماد کی بات ہے، تم اس پر اللہ کا شکر کرو، اور اذکار ومعمولات جاری رکھو، ''کاروان زندگی'' کا ساتواں حصہ اب تیار ہے، پوری کتابت ہو چکی تھی، چند صفحے بڑھائے ہیں، ان شاء اللہ وہ بھی مکمل ہو جائے گی، تم آؤ اور جلدی اس کی طباعت کا کام شروع کرو، ہمیں بڑا اشتیاق ہے، بہت ضروری باتیں آگئی ہیں، مجلس نے بڑا کام کیا ہے، صرف طباعت کا مرحلہ باقی ہے گھر میں سب کو سلام ودعا کہو۔

والسلام

دعا گو

ابوالحسن علی ندوی

۹/جولائی ۱۹۹۹ء

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی خودنوشت سوانح حیات ''کاروان زندگی'' میں ان کی وفات پر اپنا تأثر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین خاص میں صوفی انعام اللہ صاحب نے بھی ایک مختصر علالت کے بعد لکھنؤ میں انتقال کیا، وہ ذاکر وشاغل اور دعوت واصلاح کے کام سے اشتغال رکھنے والے تھے اور اپنے شیخ کے مجاز بھی تھے ادھر وہ کئی سالوں سے برابر حج ادا کرتے تھے، اس سال حج کی واپسی پر بیمار ہوئے اور دو ماہ بستر علالت پر رہنے کے بعد ۹/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، ان کی عمر ۷۲ سال تھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔''(۱)

---

(۱) کاروانِ زندگی جلد ہفتم صفحہ ۲۷۲۔

ان کی وفات کی اطلاع پر حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ لکھنؤ تشریف لائے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور صوفی صاحب مرحوم کے افراد خاندان کے پاس تشریف لاکر تعزیت کی وہ اپنے راہ سلوک میں قدم رکھنے کا احسان صوفی صاحب کا مانتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگوں نے ان کو پہچانا نہیں، وہ عجیب شخص تھے، مالی تنگی اور قرض وغیرہ لوگوں کے ان سے استفادہ میں حائل ہو گئے۔

صوفی صاحب کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بھی بہت تعلق تھا، اور وہاں بھی ان کی قدر ومنزلت تھی۔ ندوۃ العلماء کے متعلق کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے ۲۸ حج کئے، غفر اللہ له و رحمهٗ رحمة واسعة

حضرت مولانا کفایت اللہ پالن پوری علیہ الرحمہ (۱۹۳۰ء-۲۰۰۳ء)

شفیق الامت حضرت مولانا کفایت اللہ بن مولانا محمد عثمان پالن پوری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے اہم اور پرانے خلفاء میں تھے، اور بہت سی ممتاز اصحاب فضل وکمال واہل علم وقلم واہل درس وافتاء شخصیات کے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے وابستگی کا بھی ذریعہ بنے جن میں ایک اہم نام حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند) کا بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب سے طالبعلمی کے زمانے سے تعلق رہا ہے جب میں مظاہر علوم سہارن پور میں طالبعلم تھا تو وہ دیوبند سے فارغ ہو کے سہارن پور میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کے پاس قیام پذیر تھے، اور انہی کی ترغیب پر میں حضرت شیخ زکریا سے بیعت ہوا تھا۔ (۱)

وہ گجرات میں پیدا ہوئے، اور گجرات میں پروان چڑھے، اصلاً آپ کا خاندان تین صدی قبل سندھ (پاکستان) سے گجرات (ہندوستان) آیا تھا، اور پالن پور کا قیام اختیار لیا، مولانا نذیر احمد پالن پوری کے ساتھ آپ کے والد مولانا محمد عثمان پالن پوری نے اصلاح ودعوت کے کام کا بیڑا اٹھایا، اور بدعات و رسوم کی اصلاح اور شیعیت کا مقابلہ کیا، مصلح قوم

(۱) تذکرہ شفیق الامت۔ صفحہ ۱۳۹۔

مولانا نذیر احمد پالن پوری، اور والد ماجد مولانا محمد عثمان پالن پوری کی آپ پر خاص عنایت وتوجہ تھی۔ والدہ ماجدہ بھی اصلاح رسوم و بدعات اور اشاعت تعلیم دین کے عمل میں سرگرم تھیں، اور بڑی نیک سیرت خاتون تھیں۔ عم مکرم مولانا محمد عیسیٰ صاحب بھی علاقہ کے ممتاز علماء میں تھے، ان لوگوں کے علاوہ برادر اکبر مولانا عبداللہ رونق سے فارسی کی تعلیم حاصل کی، اور پھر مدرسہ تعلیم الاسلام آنند میں تعلیم پائی اور ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۵ء) میں آنند سے فراغت حاصل کر کے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل کر کے دورِ حدیث کیا، ۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے شرف بیعت حاصل کیا، اور جلد مقامات سلوک طے کر کے ۱۹۶۲ء میں اجازت وخلافت حاصل کی، اس کے بعد تدریسی خدمات انجام دیں، مگر ضعف بصارت کی وجہ سے یہ سلسلہ برقرار نہ رکھ سکے، اعتکاف حضرت شیخ زکریا قدس سرہ کے یہاں کرتے اور منتظم بھی ہوتے، مولانا زین العابدین معروفی مرحوم (سابق صدر شعبہ تخصص مظاہر علوم) لکھتے ہیں:

"حضرت قدس سرہ نے حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کو معتکفین کا امیر مقرر فرمایا تھا۔"(۱)

بعد میں بھی حضرت شیخ یونس جونپوریؒ اور حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ فرزند حضرت شیخ زکریا رحمہم اللہ کے والہانہ تعلق کی بناء پر ختم مسلسلات میں شرکت اور رمضان کے قیام کا معمول جاری رکھا۔ اور اس کے علاوہ بھی ان دونوں بزرگوں کی زیارت وملاقات کے لئے علماء، عوام اور طلباء کے ساتھ سہارن پور تشریف لاتے۔(۲)

حضرت شیخ زکریا قدس سرہ کے حکم سے ۱۹۶۷ء سے خانقاہی نظام اپنے وطن میں شروع کیا، جس سے اہلِ گجرات کو بڑا نفع پہونچا۔ پھر مدرسہ خلیلیہ کی بنیاد 'ماہی' میں رکھی اور مدرسہ وخانقاہ کو جمع کیا۔ مکاتب کے قیام کے لئے بھی جدوجہد کی اور اپنی نگرانی میں بارہ"۱۲" مکاتب قائم کئے۔ خدمت خلق کے جذبہ سے ایک اسپتال بھی ۱۴۲۳ھ میں قائم کیا اور دعوت و

---

(۱) تذکرہ شفیق الامت۔ صفحہ ۱۲۹۔

(۲) گجرات کی علمی وادبی شخصیات۔ صفحہ ۳۱۷۔ از مفتی احمد دیولوی۔ (مطبوعہ جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات)

تبلیغ کے کام میں تبلیغی جماعت سے اور ملی معاملات میں جمعیت العلماء کے کاموں سے بھی دلچسپی رکھی، اور شب جمعہ ۱۳؍ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷؍جنوری ۲۰۰۳ء کو انکلیشور میں وفات پائی، ۷۳ سال عمر پائی۔

حضرت مولانا کفایت اللہ پالن پوری رحمۃ اللہ حضرت مولانا جونپوری علیہ الرحمۃ کے بے تکلف احباب میں تھے، جن سے حضرت شیخ جونپوری مزاح بھی فرماتے تھے اور باوجود حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ سے خلافت واجازت ہونے کے وہ حضرت شیخ جونپوری کے سامنے بہت چھوٹے بن کر رہے، اور سفروں میں جب ساتھ ہوتے تو ان کی خدمت میں دریغ نہ کرتے، اور ان کو راحت پہنچانے کی تدبیریں اختیار کرتے، حضرت شیخ جونپوری کو ان سے اور ان کے تعلیمی ادارے اور خانقاہ سے بڑا تعلق تھا وہ اہتمام سے تعلیمی سال کے آخر میں مظاہر علوم میں تقریب ختم بخاری اور باندہ میں تشریف بھی لے جاتے، اس مناسبت سے ان کے اہل تعلق کے یہاں بھی جاتے ایک بار محترم الحاج یاسین بھولا فیروز پوری دام مجدہ (والد ماجد مولانا اسماعیل بھولا ندوی) کی خواہش کو بھی پورا کیا اور ان کے کارخانہ جا کر دعا کرائی، ان کی وفات کے بعد وہاں تشریف آوری پر ان کی قبر پر بھی گئے، اور ان کے صاحبزادگان سے تعزیت کی ان کے ایک صاحبزادے مولانا رشید احمد کو اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ خود مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا تعلق تھا کہ وہ ایک موقع پر مظاہر علوم کے تکمیل درس کے بعد باندہ اور رائے بریلی تشریف لائے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے قیام کے لئے فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ واپسی کا ارادہ ہے اسی رات میں لکھنؤ سے دہلی اور دہلی سے گجرات کا ٹکٹ کنفرم ہے، حضرت نے فرمایا رک جائیے تو خوشی ہوگی، حضرت مولانا یونس نے مولانا کفایت اللہ پالن پوریؒ سے فرمایا حضرت کی منشا رکنے کی ہے، بس رک جائیے ٹکٹ وغیرہ چھوڑ یئے، انہوں نے بھی یہی فیصلہ کیا، اور رک گئے، اور بڑی تکلیف اٹھا کر اگلے دن سفر کیا، حضرت شیخ جونپوری کے لئے ان کا سانحۂ وفات ذاتی نقصان اور خسارہ کا تھا۔ غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ

شیخ کو بھی ان سے بڑا تعلق تھا اور ان کے وطن ماہی پالنپور اور وہاں کے مدرسہ خلیلیہ

میں تشریف لے جانے کا معمول تھا، ان کی وفات کی خبر پر روئے اور ان کی وفات پر تعزیت کے لئے ان کے وطن کا سفر کیا۔

حضرت مولانا کفایت اللہ پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اہلِ تعلق میں پالن پور کے بزرگ عالم مولانا محمد حنیف پالن پوری کو حضرت شیخ جونپوری سے ایسا خاص تعلق ہوا کہ جو عاشقانہ وفدائیانہ تھا وہ شیخ کے مجاز بھی ہوئے اور ان کے فرزند مولانا عبدالباقی پالن پوری بھی مجاز ہوئے، مولانا کفات اللہ پالن پوری کے فرزند مولانا رشید احمد ماہی کو بھی شیخ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، جو مدرسہ خلیلیہ کے مہتمم اور استاذ حدیث ہیں، اسی مدرسہ خلیلیہ کے سابق استاد مولانا محمد جابر پالن پوری کو بھی مجاز کیا۔ بارك الله فيهم و وفقهم لما يحب و يرضىٰ

مولانا اطہر حسین سہارنپوری علیہ الرحمۃ (۱۹۳۳ء-۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑوی مصنف معلم الحجاج ومفتی مظاہر علوم کے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی مظفر حسین سابق ناظم مظاہر علوم اور دوسرے صاحبزادے مولانا اطہر حسین مظاہری (استاد جامعہ مظاہر علوم) ہوئے، مولانا مفتی مظفر حسین (سہارن پور)، مولانا یونس جونپوری کے مظاہر علوم کے شروع کے اساتذہ میں تھے اور ان پر بڑے شفیق تھے جن کا تذکرہ اساتذہ کے احوال میں گزر چکا ہے، مولانا اطہر حسین (سہارن پور) سے دوستانہ اور بے تکلفی کے تعلقات تھے، اگر چہ مولانا اطہر حسین مظاہری درجہ میں ان سے آگے تھے، مگر حضرت مفتی صاحب کے یہاں آمد ورفت اور تعلقات نے ان سے قرب اور بے تکلفی پیدا کرا دی تھی اور دوستی کا ایک تعلق پیدا کر دیا تھا، دونوں ورع واحتیاط میں بڑے ممتاز اور کشف و ادراک کی صلاحیت میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔

عشق الٰہی اور حب نبوی سے دونوں ہی سرشار اور اعلیٰ علمی مذاق کے حامل تھے، مولانا اطہر حسین مظاہری کے خلف الرشید مولانا محمد سعیدی ناظم مظاہر علوم وقف نے اپنے مضمون میں جو آئینہ مظاہر اور نقوش اسلام سہارنپور میں شائع ہوا ہے، ان دونوں بزرگوں کے متعلق اچھی روشنی ڈالی ہے، ایک واقعہ مفتی محمد کوثر علی سبحانی استاذ مظاہر علوم وقف کا روایت کردہ ذکر کیا جاتا ہے جو دونوں بزرگوں کے تعلق اور ان دونوں کے تعلق مع اللہ پر اچھی روشنی ڈالتا ہے: وہ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ کا واقعہ ہے حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے زخم ہوگیا، دونوں آپس میں بڑے بیباک دوست تھے اس لئے حضرت مولانا محمد اطہر حسین صاحب نے اپنی اس پریشانی کا تذکرہ حضرت شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو حضرت شیخ یونس رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ کثرت سے درود شریف پڑھو، اس پر حضرت مولانا محمد اطہر حسین صاحب نے فرمایا کہ میں اپنے زخم کا علاج درود شریف کے ذریعہ کروں یہ نہیں ہوسکتا، میں تو درود شریف آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں پڑھوں گا، اور پھر زخم کی مرہم پٹی کروائی، اور دو تین دن کے بعد جب زخم ٹھیک ہوگیا، تو پھر حضرت نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دو تین دن قبل میں نے پٹی کروالی اور آج زخم ٹھیک ہوگیا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی اطہر یہ پٹی کا کمال نہیں ہے، یہ تمہاری آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عظمت درود کا کمال ہے۔''(۱)

مولانا اطہر حسین صاحب کی وفات کا صدمہ شیخ جونپوری کے لئے ذاتی صدمہ تھا، جس کو دونوں کے اہل تعلق اچھی طرح محسوس کرتے تھے۔

مولانا اطہر حسین نے ۱۳۶۸ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا، ۱۳۷۳ھ میں دورۂ حدیث پڑھا، ۱۳۷۵ھ میں مظاہر علوم میں معین استاذ اور ۱۳۷۷ھ میں مستقل استاذ مقرر ہوئے، یہی سنہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، کے مظاہر علوم میں داخلہ لینے کا ہے۔ نظم ونثر عربی و اردو کا اچھا ذوق تھا۔ کئی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ شجرۂ طوبیٰ شجرۂ سعادت، بہجۃ الادب، جہینۃ الاخبار وغیرہ اہم کتابیں ہیں۔(۲)

حضرت مولانا عبداللہ اسماعیل کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۳ء۔۲۰۱۸ء)

مولانا عبداللہ بن اسماعیل بن حسین قاسم پٹیل ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں برما کے شان اسٹیٹ کے ''بیہو'' شہر میں پیدا ہوئے مکتب کی تعلیم اپنے وطن کاپودرا میں فراغت اور جامعہ

---

(۱) تذکرہ شیخ محمد یونس از مفتی کوثر علی سبحانی، ص ۱/۳۱۔

(۲) تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو آئینہ مظاہر علوم مولانا اطہر حسین نمبر۔

اسلامیہ ڈابھیل سے ۱۹۵۳ء میں کی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مفکر ملت، مفکر گجرات بلکہ فخر گجرات کا خطاب دیا گیا اور یہ ان کو ان کی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے خصوصی مناسبت، عالم اسلام میں ملت اسلامیہ کے حالات پر نظر، اور امت کو درپیش مسائل کے لئے ان کی فکر و کوشش اور درد و سوز کی وجہ سے دیا، جو ان کی زندگی کے روشن پہلو کے طور پر سامنے آیا۔ ان کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی طرح متعدد چشمہ فیض سے استفادہ کیا تھا جس کو انہوں نے اپنی محسن شخصیات کے تذکرے پر مشتمل کتاب ''روشنی کے منار'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے، جامعہ علوم القرآن جمبوسر کے رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار منعقدہ جنوری ۲۰۱۰ء میں گجرات کی شخصیات کی علمی ادبی خدمات پر مقالہ پیش کرنے کے لئے اپنے محبوب استاد علامہ محمد یوسف بنوری کی خدمات کو موضوع بنایا تھا جو کتابی شکل میں بھی شائع ہوا، لیکن رابطہ ادب اسلامی کے پہلے بین الاقوامی مذاکرۂ ادبیات اسلامی منعقدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء ۱۴۰۱ھ میں ان کا مقالہ ''اضواء علی تاریخ الحرکة العلمیة والمعاهد الاسلامیه والعربیة فی گجرات الهند'' بڑا وقیع مقالہ ہے جسے انہوں نے مجلس المعارف کا پورا سے اضافات کے ساتھ شائع کیا جو بہت مقبول ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے ان کو عربی تحریر اور اردو تحریر پر یکساں قدرت حاصل تھی اور وہ علمی اسلوب کے ساتھ ادبی اسلوب کا امتزاج رکھتی تھی اس کے متعلق حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی شہادت کافی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''ان جهد المؤلف فی هذا البحث یستحق کل تقدیر، فقد بذل فی اعداده جهده ووقته شیئا کثیراً، وامد المکتبة الاسلامیة الأدبیة التاریخیة مرحعا نافعاً وقصرقتباسه واستفادته فی اعداد هذا الکتاب علی الکتب الموثوق بها فی الموضوع، ولم ینحصر عمله فی تقدیم عمل علمی مفید فحسب بل انما خدم به بلاده والجهود التعلیمیة الاسلامیة المبذولة فیها، فجزاه الله سبحانه وتعالیٰ خیر الجزاء وتقبل

منه جهده و اخلاصه و جعله نافعا للعلم و الدين"۔

(مصنف کی یہ بڑی قابل قدر علمی کاوش ہے جس کی تیاری میں مصنف نے بڑا وقت اور محنت صرف کی ہے، اور اسلامی ادبی تاریخی کتب خانہ کو ایک بہترین مرجع کے طور پر تحفہ کے طور پر پیش کیا ہے، اور اس موضوع پر معتبر کتابوں سے استفادہ کیا ہے، یہ صرف ایک مفید علمی کام نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعہ مصنف نے اپنے خطہ گجرات اور وہاں کی دینی تعلیمی کوششوں کا اچھا تعارف کرایا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر انہیں بہترین جزا دے اور ان کی کاوش اور اخلاص وعمل کو شرف قبولت بخشے اور اس کو علم ودین کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔)[1]

مجلس المعارف کاپودرا نے ان کی اس کتاب کا اضافہ شدہ ایڈیشن ۳۲۸ صفحات کی بڑی تقطیع پر شائع کیا ہے۔

اس کے ساتھ مصنف کی دیگر علمی خدمات وثقافت ورسائل میں جو نام آتے ہیں ان میں عربی کی اس کتاب کے علاوہ عربی سے ہی متعلق بعض دوسری کتابیں بھی ہیں جن کا انہوں نے اردو میں شرح وبیان کے ذریعہ تعارف کرایا ہے جیسے:

امام حارث المحاسبی کی رسالۃ المسترشدین جسے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے (۱۹۱۷۔۱۹۹۷ء) نے بڑے اہتمام سے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کیا تھا "نصیحۃ المسلمین" کے نام سے ان تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ اس کو اردو حلقہ کے لئے پیش کیا، جس کا بڑا استقبال کیا گیا، امام محمد بن ادریس الشافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ) کے عربی دیوان کا ترجمہ وتشریح بھی ان کا اہم علمی وادبی کارنامہ ہے، جو دیوان امام شافعی کے نام سے شائع ہوا، اس کے علاوہ ترجمہ آداب العلم والمتعلم فی حلقات تحفیظ القرآن، اور شخصیات پر اردو میں "علامہ محمد یوسف بنوری اور ان کی خدمات" علامہ قطب الدین نہروالی ثم المکی، اور گجراتی میں "حضرت حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفاء" "مسلم قوم کے سائنس داں" اور بہت سے مقالات اور مضامین ہیں، اور ان خطوط کی اشاعت بھی ہے جو ان کے والد کے سلوک وارشاد کے ہیں جس سے

---

(۱) مقدمہ کتاب بقلم مولانا سید محمد رابع حسنی ص ۵-۶۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد عیسیٰ الٰہ آبادی (مولف کمالات اشرفیہ) کے انداز تربیت کو اچھے انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ان کے خطبات کا مجموعہ ''صدائے دل'' ہے جس کے چار حصے ان کی زندگی میں سامنے آچکے تھے، وہ خطبات اور تقریریں ان کی فکری بلندی، وسعت مطالعہ اور ارشاد و تربیت کے حکیمانہ انداز کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو کیسی گہرائی سے دیکھتے اور جائزہ لیتے تھے، اور قوم وملت کے لئے ان کو کیسا درد و سوز حاصل تھا، اپنی ایک تقریر میں انہوں نے اساتذہ کو ان کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے جامعہ ازہر کے ذمہ داروں اور علماء کے لئے لکھے گئے جملہ کا سہارا لیا کہ ازہر کے علماء کو خطاب کر کے حضرت مولاناؒ نے ایک جملہ لکھا وہ یہ تھا ''فقد القى القوم افلاذ كبد هم امامكم وأنتم مسئولون عنهم يوم القيامة'' (قوم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو آپ کے سامنے لاکر ڈالا ہے قیامت کے دن ان کے بارے میں آپ پوچھے جائیں گے) ہر مدرس کو خواہ وہ کسی بھی مدرسہ میں پڑھاتا ہو اس کو یہ جملہ لکھ کر رکھنا چاہئے کہ قوم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ہمارے سامنے لاکر ڈالا ہے، اور ہم قیامت کے دن ان کے بارے میں پوچھے جائیں گے، اور ہمارے اسلاف میں یہی سوز تھا، اگر کوئی طالب علم ان کے پاس جاتا تھا تو وہ سوچتے تھے کہ یہ آیا ہے، تو میں اس کو کیسے سمجھاؤں، اور یہ کہ ہمارے اکابرین جس کو ہم بزرگ مانتے ہیں جو ہمارے ائمہ تھے، ان کے اندر کیسا سوز تھا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ہمیشہ یہ مصرع پڑھتے تھے۔

''نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر''
سوز جگر نہ ہو تو سارے نقش ناتمام ہیں''(۱)

مولانا کا شعری ذوق اعلیٰ تھا، انہوں نے اپنی کتاب ''صدائے دل'' ایک صاحب تصنیف عالم ومحقق کو ہدیہ کی تو کتاب کے عنوان کی مناسبت سے یہ شعر لکھا جس میں عمر کے آفتاب کے لب بام آجانے کا بھی لطیف اشارہ تھا۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

---

(۱) صدائے دل ۴/۲۲۶-۲۲۷، از خطاب جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ۔

مرتب ''معارف'' اعظم گڑھ مولانا عمیر الصدیق دریابادی، ندوی اس کتاب کی خصوصیت کو ان کے ذکر کردہ اس شعر کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں:

''کتاب صدائے دل بھی ہے اور دوائے دل بھی، ان کی زندگی، مقصد اور جذبہ و روح کی تمام تجلیاں اور بجلیاں جیسے اس میں سمٹ آئی ہوں، زیادہ تر توجہ علمائے کرام کی جانب ہے، یہ کتاب ہر شخص کے مطالعہ کی چیز ہے، دین سے دنیا کے رشتہ کو انہوں نے جس طرح سمجھایا ہے اسے خاص طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔''(۱)

مولانا عمیر الصدیق دریابادی نے اگرچہ ان کے علمی شوق کو ایک جملہ میں بیان کر کے سب کچھ کہہ دیا ہے کہ ''علمی اور کتابوں کا ان کا شوق غضب کا تھا'' مگر اس سے بڑھ کر ان کی یہ شہادت ہے کہ ''دارالمصنفین'' وہ کئی بار تشریف لائے، اور ہر بار یہاں کی کتابوں کی فرمائش کرتے، فون پر برابر نئی مطبوعات کے بارے میں دریافت حاصل کرتے اور فرماتے کہ جلد سے جلد ان کو کتاب بھیجی جائیں، شبلی و سلیمان کے ذکر پر ہم نے ان کو اشک بار دیکھا، ان کو معارف کے شذرات کے انتخاب کے مطبوعہ کا علم ہوا جو ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے تھا، بڑی بے تابی سے فون پر اس کے بارے میں گفتگو فرمائی اور حکم دیا کہ یہ نمبر ان کو فوراً بھیج دئے جائیں، یہ سب محض اس لئے تھا کہ ان کی فطرت اور سرشت ہی علم پرور اور علم نواز ودیعت ہوئی تھی''۔(۲)

جہاں تک ان کی بلند مقامی کا تعلق ہے تو یہ احساس دوہرانا بجا ہوگا جو ''معارف'' کے وفیات کا حصہ ہے مولانا عمیر الصدیق دریابادی لکھتے ہیں:

''افسوس ۱۰ جولائی کو ہندوستان ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کو ایک ایسی شخصیت سے محرومی کا شدت سے احساس ہوا، جو اپنے علم و فضل، دردمندی، دل سوزی، اخلاق عالیہ اور سب سے بڑھ کر دین کی خدمت و پاسداری میں نام و نمود سے بے پرواہ ہو کر مدۃ العمر مصروف عمل رہا، ان کا جانا واقعی ایسے عالم کا رخصت ہونا ہے جو اپنی ہمہ گیر اور ہمہ جہات صفات سے بجائے خود

---

(۱) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۵، ستمبر ۲۰۱۸ء۔ (۲) ایضاً

ایک عالَم تھا، ان کو گجرات دارالخیرات کا فخر کہا گیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ پورے ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے لئے باعث فخر تھے"۔(۱)

جہاں تک ان کے خاص وصف مردم سازی یا مردان کار کی تربیت کا تعلق ہے جسے دوسرے معنی میں تصنیف رجال بھی کہا جاتا ہے، وہ اس کے مرد میدان تھے، اس سلسلہ میں ان کا پہلا پلیٹ فارم جامعہ اسلامیہ فلاح دارین ترکیسر ہے، جسے انہوں نے ایک مدرسہ سے ایک جامعہ بنایا، ایک مکتب فکر کی حیثیت دی، ایک کامیاب ومؤثر تربیت گاہ کی صورت دی، دین ودانش کی جامعیت دی، اور بقول مولانا ندوی دریابادی:

"یہ ادارہ گویا آخری سانس تک ان کی جدوجہد اور آرزوؤں اور امیدوں کا مرکز رہا، فلاح دارین کو جاننے والے اس خوبی پر متفق اللسان ہیں کہ مولانا کاپودروی نے اپنے حسن عمل سے اس ادارہ کو رجال کی ٹکسال میں ڈھال دیا ان کی بے شمار خوبیوں میں "تصنیف رجال" کا ذکر سب سے زیادہ کیا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے وسعت علم نے ان کو فراخی دل کی صفت عطا کی تھی، ہر طبقہ اور ہر مکتب خیال اور ان کے اشخاص کی قدر وعزت ان کی خدمات کا اعتراف ایسا دلنشیں اور دلنواز تھا کہ دیکھتے ہی تمنا ہوتی تھی کہ کاش دل ودماغ کی یہ وسعت اور ظرف کی بلندی سب میں عام ہو جائے"۔(۲)

اسی ادارہ سے ایک دوسرے ادارہ نے جنم لیا، اس کے ایک ممتاز فاضل داعی اور مفکر تعلیم اور تلمیذ ومسترشد اور خلیفہ مولانا غلام محمد وستانوی صاحب دام ظلہ نے ایک بڑی پسماندہ جگہ پر وسیع وعریض قطعہ اراضی حاصل کر کے خالص دینی تعلیم کا ادارہ اور اس کے پہلو میں عصری تعلیم کے کئی ادارے قائم کئے اور مکاتب کا جال بچھایا اس کے علاوہ خدمت قرآن کریم کے مراکز قائم کئے، اور اس کا مسابقاتی انداز اختیار کر کے قرآن مجید کی ترویج واشاعت کے ذریعہ بڑی خدمت انجام دی، حضرت مولانا عبد اللہ کاپودروی مرحوم اس کے روز اول سے سرپرست تھے، لہٰذا اس کے پروگراموں میں وہ اپنی شرکت کو یقینی بنانے کی کوشش بھی کرتے تھے ان کے وطن کاپودرا سے قریب ایک دوسرا ادارہ جامعہ قاسمیہ کھروڈ ہے، مقدم الذکر

---

(۱) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۵، ستمبر ۲۰۱۸ء۔ ص ۲۳۴ (۲) بحوالہ سابق ص ۲۳۴، ۲۳۵۔

ادارے کی طرح اس ادارے کا بھی ان سے تعلق گہرا اور سرپرستی کا تھا اس پر وہ ایسے مہربان تھے کہ اپنا ذاتی کتب خانہ اس کو ہدیہ کر دیا، اور انہیں کے نام سے ان کی یاد میں ایک عمارت میں اس کو محفوظ کر دیا گیا، انہیں اس ادارے کی ترقی کی بڑی فکر رہتی تھی اور جو حضرات ان سے ملاقات کے لئے آتے ان کو اس ادارے کی زیارت کی طرف متوجہ کرتے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ انہیں اپنے تعلق والے اداروں سے تعلق تھا، ان کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند سے بہت گہرا تعلق تھا جہاں انہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی کے بہترین اور قیمتی ایام گذارے تھے، اور وہاں کے اساتذہ کے احسان کو کبھی انہوں نے فراموش نہیں کیا بلکہ مختلف انداز سے ان احسانات کا بدلہ چکانے کا طریقہ اختیار کرتے تھے، اور اس کے علاوہ ان سبھی تعلیمی اداروں، علمی مراکز، تربیتی مقامات، دعوتی واصلاحی تحریکات سے ان کا تعلق تھا جو ملت اسلامیہ کی تقویت اور تحفظ شریعت و دینی تشخص کے لئے تھیں، وہ ان میں شرکت فرما کر ملی مسائل کے حل کی کوششوں میں حصہ لیتے تھے، اور ہر دینی کام کو اپنا کام اور دینی مدرسہ کو اپنا مدرسہ سمجھتے تھے، اور ایسے ادارے جو بعض وجوہات واسباب کی بنا پر منقسم ہو گئے وہاں جاننے والے اپنے اہل تعلق کو اس بات کی تاکید کرتے کہ وہ دونوں جگہ جائیں اور دونوں اداروں کی شخصیات سے ملیں۔

وہ عصبیت سے بہت دور تھے، اور وحدت ربّ اور آدمیت کی بنیاد پر پوری انسانیت کو پیش نظر رکھتے، ان کی اس فکر کو انہی کے اس ملفوظ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک بار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا ان کی ایک طرف آنکھ متاثر تھی اور دوسری طرف پیروں کی تکلیف تھی اور ان کی برتھ نیچے تھے وہیں غیر مسلم ہندو مسافر بھی تھے جن میں ایک کو اوپر سیٹ پر چڑھنا دشوار تھا، انہوں نے خواہش کی کہ نیچے سے ان کی سیٹ بدل لی جائے کوئی تیار نہ ہوا، حضرت مولانا تیار ہو گئے ہم نے عرض بھی کیا کہ حضرت آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کے لئے بہت دشوار ہو جائے گا، فرمایا اسلام کا نظام اخلاق پیش کرنے کا موقع بار بار نہیں آتا، جب ایسا موقع آئے تو اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

مولانا کا ایک بڑا وصف وامتیاز بڑے مراتب پر فائز ہونے کے باوجود اپنے بڑوں کے علاوہ برابر والوں اور عمر میں کم لوگوں سے بھی اپنے کو استفادہ میں مستثنیٰ سمجھنے کا نہیں تھا، ایک

طرف انہیں اپنے اکابر علماء و مشائخ سے بڑی شفقت و توجہ ملتی دوسری طرف اپنے اکابر کے بعد اپنے متقارب السن علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کرنے میں پس و پیش نہیں کیا، اولاً ان کا بیعت و ارادت کا تعلق شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تھا، آخر میں انہیں مسائل سلوک اور علمی استفادہ کا تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری سے بڑھ گیا تھا، اور ان سے انہیں اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی، جامعہ قاسمیہ کھروڈ کے ختم بخاری کی ایک تقریب میں وہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت شیخ یونس سے ان کے تاثر کا یہ حال ہوا کہ دعا کے بعد اپنا سر پیش کیا کہ اپنا ہاتھ رکھ دیں، پھر اپنے صاحبزادے مولانا اسماعیل کے لئے بھی عرض کیا، ان کو حضرت نے از راہ شفقت چمٹایا اور پھر اجازت و خلافت عطا کیا اور ان کے گھر کاپودرا بھی تشریف لے گئے، اور وہاں سے نکل کر بذریعہ فون حضرت کاپودروی کو بھی اجازت دی جبکہ شیخ ان کی قدر و خدمت کے لئے مولانا اسماعیل کو پہلے ہی تاکید کر چکے تھے۔ بعض دوسرے مشائخ سے بھی ان کو یہ خصوصیت حاصل تھی اور جن میں ایک محترم نام حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری زید مجدہم کا بھی ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے سلسلہ کے بزرگ مولانا ولی آدم لیسٹریو کے زید مجدہ نے بھی ان کو مجاز کیا تھا، جبکہ فکری دعوتی اسلوب و طریقہ کار اور عالم اسلام سے مسائل و قضایا اور عصری مسائل و امور میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، کو اپنا بڑا سمجھتے، اور ان کی ترجیحات کو اہمیت دیتے تھے، اور اپنے والد کے سلسلۂ تھانوی میں منسلک ہونے کے باعث سلسلہ تھانوی کے بزرگوں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اپنے ذاتی علمی و روحانی استفادہ و رابطہ کی وجہ سے ان کے اخلاف سے اور مختلف چشمہائے فیض کی قدردانی اور ان سے سیرابی کے جذبہ کی وجہ سے دوسرے سلسلوں اور حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری کے خلفاء اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلفاء سے تعلق تھا۔

ان سے مل کر ان کا یہ وصف بھی ظاہر ہوتا کہ ان کے ساتھ جس نے کبھی بھی بھلائی کا معاملہ کیا اسے انہوں نے فراموش نہیں کیا، ان میں وسعت نظر، وسعت مطالعہ، وسعت فکر کے ساتھ مطالعہ کا تنوع اور گہرائی اور اس کا شوق بھرپور تھا، جس کی طرف پچھلی سطروں میں اشارہ کیا جا چکا ہے، اس کے ساتھ تقوی، خشیت، انابت، تواضع، شوق عبادت، زہد، جذبہ

دعوت واصلاح امت اور فلاح انسانیت کی فکر، سوز دروں، عمل پیہم، یہاں تک کہ سخت بیماری کے زمانے میں بھی علم دین، امت کی فکر اور اس کے لئے تڑپ ان کا ایک امتیازی وصف نظر آیا جس کا تجربہ اور مشاہدہ خود راقم الحروف نے کیا۔

ان کے متعلق حضرۃ الشیخ محدث جونپوری قدس سرہ کے یہ الفاظ بھی غیر معمولی ہیں کہ:

"مولانا عبداللہ صاحب عبقری شخصیت ہیں، اہل گجرات کو چاہئے کہ ان کی قدر کریں، اور استفادہ کریں۔"(۱)

ان کی وفات پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا مکتوب اہمیت کا حامل ہے جو ان کے بیٹے مولانا اسماعیل صاحب کے نام ہے، جو حسب ذیل ہے:

بسمہ سبحانہ

گرامی منزلت مولانا اسماعیل عبداللہ کاپودروی صاحب اعظم اللہ أجرکم و غفرالله لوالدکم الجليل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حادثۂ جانکاہ کا علم ہوا کہ جناب کے والد ماجد اور ہم سب کے محترم حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، بہت افسوس اور قلق ہوا۔ فإنا لله و إنا إليه راجعون۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ہمارے ندوۃ العلماء سے اُس وقت سے تعلق تھا جب وہ دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے۔ ہمارے رابطہ ادب اسلامی کے متعدد جلسوں میں بھی اپنے مقالوں کے ساتھ شرکت کی اور اپنے ہندوستان کے قیام میں ندوۃ العلماء تشریف لائے۔ مولانا کو عربی زبان کا اچھا ذوق تھا اور علمی موضوعات کا اچھا مطالعہ تھا، اس کی بنا پر وہ ادبی وعلمی سیمیناروں میں شریک ہوتے اور اہلِ علم کی مجلسوں کو مفید بنانے میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔ اس طرح اہلِ علم کے حلقوں میں وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے وقت سے ہی ندوۃ العلماء

---

(۱) مولانا عبداللہ اسماعیل کاپودروی

کی علمی وادبی شخصیتوں سے مانوس ہوکر تعلق کے حامل بنے اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد ان کے شاگردوں سے مانوس ہوئے، ان میں خاص طور پر مولانا سید محمد الحسنی مرحوم، راقم سطور (مولانا) محمد رابع حسنی ندوی، مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مرحوم اور مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحبان سے علمی وادبی ذوق کے تعلق سے مانوس ہوئے جو تاحیات قائم رہا اور سیمیناروں میں شریک کار رہے۔ ان کے علمی وادبی ذوق میں توسع اور وسیع النظری تھی۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے معتدل فکر، انسانیت کا درد اور ملّی حمیت وغیرت کا وصف عطا فرمایا تھا اور اچھا علمی ذوق بھی حاصل تھا جو اُن کی ملاقاتوں سے ظاہر ہوتا۔ ابھی دو ماہ پہلے ہی ان سے ملاقات ہوئی اور اس میں انہوں نے جس تعلق ومحبت کا اظہار کیا اس سے طبیعت بہت متأثر ہوئی۔ کیا معلوم تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ہوگی۔ اس موقع پر انہوں نے کتابوں کا جو ہدیہ دیا، ان میں ان کی تقریروں کا مجموعہ ''صدائے دل'' بھی تھا جس کو جستہ جستہ دیکھا اور بہت مفید پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کے مراتب بلند فرمائے، اور صدیقین وشہداء کے ساتھ ان کا حشر فرمائے اور سبھی پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے اور ان کے نقشِ قدم پر چلائے، آمین۔

مخلص

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۸/۱۰/۱۴۳۹ھ
۱۳/۷/۲۰۱۸ء

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ (ولادت ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۴ء)

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ وبانی جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور ومرکز الشیخ ابوالحسن علی ندوی للدراسات والبحوث الاسلامیہ اعظم گڑھ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اعظمی مدظلہ اپنے نانیہال اعظم گڑھ کے موضع چاند پٹی میں ۲۴/دسمبر ۱۹۳۴ء (۱۳۵۴ھ) میں پیدا ہوئے۔ اعظم گڑھ وجونپور میں آباد روہتارا قوم سے خاندانی تعلق ہے جس سے علامہ شبلی نعمانیؒ،

مولانا حمید الدین فراہی اور حضرت شیخ یونس جونپوریؒ کا بھی تعلق ہے۔

مقامی پرائمری اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں داخلہ لیا، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ کے لئے ۱۳۷۱ھ میں آئے، اور یہاں سے مظاہر علوم سہارن پور گئے، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء آکر فضیلت میں تخصص فی الحدیث کیا اور حضرت شاہ محمد حلیم عطا محدث سلونی سے خصوصی استفادہ کیا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء سے مظاہر علوم سہارن پور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے استفادۂ علم حدیث و استفاضہ باطن کے لئے گئے، اور ان کی بڑی شفقت حاصل کی، پھر مختلف اہم مدارس میں علمی و تدریسی خدمت انجام دی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مشورہ سے مزید ایک سال تین چار سال کے بعد پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خدمت میں گذارا اور ان سے دوبار صحیح بخاری کا درس لیا، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء میں مشکوٰۃ شریف اور پھر سنن ترمذی شریف اور بخاری شریف کے بھی ابتدائی ابواب پڑھائے، پھر جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات کے شیخ الحدیث ہوئے، مگر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بذل المجھود کے کام میں معاونت کے لئے ان پر اعتماد کرتے ہوئے بلا لیا، اور اس کی طباعت کے لئے مصر کے سفر پر مامور کیا جہاں انہوں نے اس کی خدمت کے ساتھ دینی علمی ترقی کے مواقع سے بھی فائدہ اٹھایا اور ڈاکٹریٹ کی سند ازہر سے حاصل کی، پھر کچھ وقت رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں خدمت انجام دے کر ابوظبی میں مختلف علمی مناصب پر فائز رہتے ہوئے اشاعت کتب حدیث کے ذریعہ عالم عربی میں اچھی پہچان بنائی، اور العین یونیورسٹی ابوظبی میں حدیث کے پروفیسر رہ کر تدریسی خدمت بھی انجام دی۔

علم حدیث میں اپنے امتیاز و اختصاص اور اس سلسلہ میں اپنی تصنیفات و تحقیقات اور اشاعتی خدمات کی وجہ سے بڑی شہرت کے حامل محدث جلیل ہیں، جن سے اجازت حدیث لینے والوں میں ائمہ حرم، بلاد عربیہ کے اساتذہ حدیث، مصنفین محققین اور بہت سی نمایاں دینی و علمی شخصیات ہیں جن میں شیخ سعود الشریم امام وخطیب مسجد الحرام مکہ مکرمہ کا نام لینا کافی ہے، حضرت علامہ جونپوری اور ان کی عمر میں دو سال کا تفاوت ہے لیکن مولانا تقی الدین ندوی

نے مظاہر علوم میں دورہ حدیث ان سے کئی سال پہلے ۱۹۵۴ء میں کیا پھر دوبارہ ۱۹۵۸ء میں کیا، مولانا محمد یونس صاحب نے ۱۹۶۰ء میں کیا، لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے یہاں دونوں کا جمع ہونا اور ایک ساتھ ان کے افادات سے مستفید ہونا اور علاقہ کے تعلق کی وجہ سے بھی تعلق رہا، اور دونوں ایک دوسرے کی بڑی قدر فرماتے جس کو حضرت علامہ جونپوری کی وفات پر مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب کے مضمون سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، جو پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ اور الشارق اعظم گڑھ میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب کے صحیح البخاری پر کام اور اس کی مولانا احمد علی سہارنپوری کے حواشی کے ساتھ معیاری اشاعت اور الابواب والتراجم للشیخ محمد زکریا کاندھلوی کی اشاعت سے نہ صرف حضرت جونپوری کو خوشی ہوئی بلکہ اسے بڑے اہتمام سے اپنے پاس رکھا، اور اس نسخہ سے استفادہ فرماتے رہے، مولانا تقی الدین ندوی کی دعوت پر ان کے قائم کردہ ادارہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور تشریف لے گئے اور اس کے علمی تحقیق مرکز "مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للدراسات والبحوث الاسلامیہ" میں قیام بھی فرمایا اور اس کی لائبریری سے استفادہ کیا اور طلبہ کو درس بھی دیا اور اس قدر مانوس ہوئے کہ فرمایا جی چاہتا ہے کہ یہاں ان کی قبر بنے۔[1]

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کی وفات ۹/ جمادی الاول ۱۴۴۰ھ/ ۱۶/ جنوری ۲۰۱۹ء کے بعد ان کی جگہ ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم کے طور پر منتخب ہوئے ہیں، جس کی توثیق مجلس نظامت ندوۃ العلماء منعقدہ ۳۰/ مارچ ۲۰۱۹ء اور پھر مجلس انتظامی ندوۃ العلماء منعقدہ ۳۱/ مارچ ۲۰۱۹ء نے متفقہ طور پر کی۔ حضرت مولانا تقی الدین ندوی سے اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی خدمت کا جو عظیم اور وسیع دائرہ کار میں کام لیا ہے اس میں ان کے علمی انہماک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی

---

(۱) ان کی یہ بات مدینہ منورہ میں موت واقع نہ ہونے کی صورت میں تھی، اور یہ بات اس کے علاوہ ان کے خاص خدام نے سہارنپور میں وفات کے نتیجہ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے پہلو میں وصیت کی سنی اور راقم السطور نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خاندان و افراد کے قبرستان کے لئے اس وقت سنی جب راقم رائے بریلی ان کی تشریف آوری پر وہاں زیارت کرا رہا تھا۔

شفقت وتوجہ اور پھران معمولات کوبھی دخل ہے جوان سے معلوم ہوئے، وہ یہ ہیں:

عشاء بعد — ایک بار سورہ یٰس حضور ﷺ کے لئے
چالیس بار درود شریف منزل کے ساتھ
ایک بار سورہ ملک
ایک بار سورہ مزمل
سورہ رحمٰن کی دس آیت
سورہ فتح کی دس آیات
سورہ کہف کی دس آیات
تین بار سورہ اخلاص اور معوذتین

فجر سے پہلے — دو رکعت میں سورہ مزمل
دو رکعت میں سورہ صف
چار رکعت مختصر، سورہ اخلاص، الم نشرح، والعصر وغیرہ

تہجد کے بعد — بارہ تسبیح مشائخ چشت کی جسے فجر کی نماز سے پہلے پورا کر لیتے ہیں۔
دو تسبیح — لا الہ الااللہ — چار تسبیح — الااللہ کی
اور چھ تسبیح — اللّٰہُ اللہ کی — اور ایک تسبیح — اللّٰہُ اللّٰہُ کی
سو بار زبان بند کر کے قلب سے اللہ اللہ طریقۂ نقشبندیہ کے مطابق

فجر کے بعد — تلاوت ایک پارہ،
تین بار سورہ یٰس — ایک بار حضور ﷺ کے لئے
ایک بار مشائخ کے لئے
ایک بار اعزا و اقرباء کے لئے
چہل درود شریف، حزب البحر پوری، اسماء حسنیٰ مکمل،
مناجات مقبول کا آخری حصہ

اشراق دو رکعت کے بعد تھوڑی دیر استراحت، پھر ناشتہ، استنجاء وغیرہ
پھر رابطہ، پھر مطالعہ اور تصنیف وغیرہ، یہ معمول دوپہر تک رہتا ہے،
ظہر کے بعد قیلولہ، عصر کے بعد مطالعہ و تالیف، مغرب کے بعد عشاء تک ملاقاتیں۔
عشاء کے بعد اخبار وغیرہ اور حالات سے واقفیت۔

مولانا کا بیعت وارادت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے تھا اور ان کے ایماء پر ان کے بعض اشاعتی کاموں کے لئے مصر کا قیام مولانا ملک عبدالحفیظ مکی علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ عبدالرحیم کے ساتھ رہا تھا، اور حضرت شیخ کی حدیث کی شروحات وسیع وعالمی سطح پر شائع کیں، بعد میں روحانی تعلق حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی علیہ الرحمہ سے قائم کیا، انہوں نے اپنے خلفاء میں آپ کا نام سب سے اوپر رکھا اور بعد میں حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی (صاحبزادہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ) نے بھی مجازِ طریقت کیا۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ آپ کے استاذ خاص ہیں جن سے آپ اپنے معاملے میں مشورہ اور رہنمائی لیتے رہتے ہیں۔ تقبل الله مآثرہ و اطال بقاءہٗ۔

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی علیہ الرحمہ (۱۹۴۱ء/۲۰۱۹ء)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کا تعلق حضرت شیخ جونپوریؒ سے بڑا گہرا اور بے تکلفی کا تھا، برسوں ساتھ سفر حج کا معمول رہا، جب دونوں حضرات مولانا ملک عبدالحفیظ مکی کے منیٰ وعرفات کے خیموں میں ساتھ رہتے تھے، بعد میں حضرت جونپوری کا نظام الگ رہا اور مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کا شیخ ملک عبدالحفیظ مکی اور شیخ ملک عبدالوحید مکی کے ساتھ نظم رہا، اس کے علاوہ تقریب ختم بخاری میں مظاہر علوم میں بھی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب سے دعا کرانے کا اہتمام کرتے، اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے اس نظام کو باقی رکھا اس طرح مولانا محمد طلحہؒ کی اہلیہ کا بھی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے زمانہ میں اور ان کی وفات کے بعد بھی پکانے کا اہتمام جب تک صحت رہی کرتی رہیں، اس کے بعد جب صحت متحمل نہیں تھی تب بھی وہ فکر کرتیں اور نگرانی کرتیں، وہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ) کی بڑی صاحبزادی اور مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی بڑی بہن تھیں ان کی اس خصوصیت کو مولانا عبدالسلام خطیب بھٹکلی ندوی استاد دارالعلوم

ندوۃ العلماء اس طرح بیان کرتے ہیں:

''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے اکلوتے فرزند بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ثم الدہلویؒ کے اکلوتے نواسے بہت سی صفات وخصوصیات کے زمانے میں بھی علماء خانقاہ ''کچا گھر'' آپ کے والد محترم برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے زمانے میں بھی علماء واہل اللہ اور آنے جانے والوں سے خوب آباد رہتی تھی اب بھی وہاں لوگ مستقل آتے جاتے ہیں، وہاں فجر بعد جب مجلس ذکر ختم ہوتی تو حاضرین مجلس کے لئے چائے ناشتہ کا انتظام ہوتا، عصر بعد کی مجلس میں شرکت کرنے کے لئے روزانہ دو وقت کے کھانے کا نظم ہوتا، مہمان چاہے جتنے دن قیام کریں اس میں بھی خصوصی مہمان، علمائے کرام، اساتذہ مدارس، اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے منسلک ان کے خلفاء ومریدین کے ناشتہ اور دو وقت کے کھانے کا خصوصی اہتمام ہوتا، جس میں اس حقیر کو بھی پیر صاحب کی محبت وشفقت اور ندوے سے تعلق ونسبت کی برکت سے بارہا شرکت کا موقع ملا۔

یہ سب انتظام اور ان سب معاملات ومعمولات کی اصل ذمہ داری اور فکر اور اس کا اہتمام حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی اہلیہ مرحومہ کرتیں جن کو اہل خانہ اور ان کی تربیت میں رہنے والی بچیاں ''ممانی'' کہتی تھیں یہ سب ان کے ذمہ تھا، ممانی گھر کے اندر بیٹھے بیٹھے اپنی زیر تربیت دو تین طالبات کے ساتھ ان سب ضیافتوں کا بڑے سلیقہ سے انتظام کرتیں کہ مہمان خوش خوش پیر جی حضرت مولانا طلحہ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس ہوتے۔''

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کا شیخ یونس صاحب بڑا خیال فرماتے تھے ان سے ملاقات کی فکر کرتے، حج میں اور جمعہ میں خاص طور پر اس کا اہتمام ہوتا، اور بعض دینی دعوتی سفروں میں ہمرکابی ہوتی رہی، لکھنؤ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ۱۹۹۷ء میں بین الاقوامی دعوتی کانفرنس کا انعقاد کیا جس کا خاص موضوع ختم نبوت وردّ قادیانیت تھا،

اور بطور خصوصی امام حرم شیخ محمد بن عبداللہ السُبَیِّل علماء واعیان کے ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے تھے، مولانا شیخ یونس جونپوریؒ ومولانا طلحہ کاندھلویؒ بھی حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خصوصی دعوت پر ندوۃ العلماء تشریف لائے اور چند روز قیام کیا، اور اس کے پروگراموں میں شرکت کی۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب ایک طرف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے فرزند وجانشین تھے وہیں دوسری طرف عربی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نواسہ تھے، مظاہر علوم سہارن پور کے سرپرست اور تبلیغ کے ذمہ داروں کے بھی سرپرست تھے۔

افسوس طویل علالت کے بعد میرٹھ میں عیدالاضحیٰ کے دن ۱۴۴۰ھ ۸/اگست ۲۰۱۹ء کو تقریباً ۱۱/ بجے دن کو وفات پائی، انا للہ و انا الیه راجعون۔

رات گیارہ بجے کے بعد سہارن پور میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو ہی تدفین عمل میں آگئی، اپنے دادا حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کے پہلو میں شاہ کمال قبرستان سہارن پور میں مدفون ہوئے، جہاں قریب ہی ان کے ۶۰ سالہ رفیق حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ، دو سال قبل سپرد خاک ہوئے تھے۔رحم الله تعالیٰ اجمعین۔

ان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی جو نسبت حاصل تھی، اس کے حصول کے لئے نامور اہل فضل وکمال ان سے وابستہ ہوئے، جب کہ عوام بڑی تعداد میں ان سے جڑے ہوئے تھے، ستّر سے زائد ان کے خلفاء ہیں چند اہم نام یہ ہیں: مولانا عبدالحق اعظمی مرحوم (محدث دارالعلوم دیوبند) اور مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی (اعظم گڑھ)، الحاج خالد منیار (سورت)، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی (لکھنؤ)، مولانا احمد لاٹ ندوی (سورت)، مولانا عبدالعلیم فاروقی (لکھنؤ)، مفتی سید سلمان منصور پوری (مرادآباد)، اور جانشین مولانا سید سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم سہارنپور۔أطال الله بقاء هم و نفع بهم الأمة۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ (زامبیا) (۱۹۴۴ء-۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ ورٹھی گجرات میں بدھ یکم جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ (۱۹۴۴ء) کو پیدا ہوئے۔ اور ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ (۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء) کو چپاٹا زامبیا میں وفات پائی، جہاں وہ اپنے شیخ ومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کے ایما پر مقیم ہوئے تھے، حضرت شیخ کے محبوب ومنظور نظر تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ''سوانح شیخ الحدیث'' میں لکھتے ہیں،

> ''مولوی یوسف متالا اور ان کے بھائی مولوی عبدالرحیم متالا پر حضرت شیخ کی بڑی توجہ اور شفقت تھی اور یہ دونوں بھائی شیخ کے بڑے مخلص خدام اور منتسبین میں ہیں۔''(۱)

مولانا عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ نے چپاٹا زامبیا میں حضرت شیخ کے حکم سے مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے منسوب کرتے ہوئے معہد الرشید الاسلامی نام رکھا، حضرت شیخ نے اپنے افریقہ کے سفر میں چپاٹا زامبیا کا بھی سفر کیا اور انہی کے ذریعہ اس دینی مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

> ''جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ سے ۱۸ر اگست ۱۹۸۱ء، ۱۷ر شوال ۱۴۰۱ھ کو زامبیا کے لئے روانگی ہوئی، زامبیا والوں نے ایک مستقل فوجی جہاز زامبیا سے چارٹر کر کے جوہانس برگ بھیجا جس کا کرایہ ہندی روپیوں میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار ہوتا ہے۔ یہ جہاز گیارہ سیٹوں کا تھا، رخصت کے وقت ہزاروں کا مجمع تھا، تقریباً سو سے زیادہ کاریں ہی تھیں۔ چونکہ الوداعی وقت تھا، اس لئے پورے ساؤتھ افریقہ سے احباب کھنچ کھنچ کر پہونچ گئے، مجمع چیخیں مار مار کر رو رہا تھا، راستہ میں خصوصی انتظام کی بنا پر مسلمانوں کی ایک چھوٹی بستی چپاٹا (Chipata) پر جہاز اترا، احباب کا مجمع ایک ہزار کے قریب تھا، اللہ تعالیٰ نے چپاٹا میں جہاز کو ایک بڑے خطرے سے بچا لیا اور بخیریت واپسی ہوگئی، اس سفر میں کھانے میں برکت، خطرے سے سلامتی

---

(۱) سوانح شیخ الحدیث ص ۱۵۴ مکتبہ اسلام لکھنؤ۔

وغیرہ کے ایسے متعدد واقعات پیش آئے جو خاصانِ خدا کے ساتھ آتے ہیں
جمعہ بھی چپاٹا میں ہوا، ایک دینی مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔"(۱)

مولانا شاہ عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ کا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں سہارنپور طویل قیام رہا تھا۔ حضرت شیخ کے خطوط بھی لکھتے تھے جس کی تعداد ان کے نزدیک پونے دو لاکھ تک پہونچتی ہے۔ صاحب السر بھی تھے اور ممتاز مسترشدین وخلفاء میں بھی ہوئے۔ حضرت شیخ کے درس بخاری کو ضبط تحریر میں بھی لائے جس کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں، حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ سے حلقہ شیخ میں بھی بڑی بے تکلفی کا معاملہ تھا اور شیخ بھی حضرت شیخ سے ان کے خصوصی تعلق کا لحاظ فرماتے تھے۔ اس نسبت سے مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ نے، حدیث کی نسبت سے اپنے سفروں میں معہد الرشید الاسلامی چپاٹا کا بھی خاص خیال رکھا اور اس کے چار سفر کئے دو سفر حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کی حیات میں اور دو سفر ان کی وفات کے بعد ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۴ء میں ان کی تعزیت اور پس ماندگان کی دلجوئی اور ان کے خلف الرشید مولانا عبدالرشید متالا کی دعوت پر کیا۔ مولانا عبدالرشید متالا رجل رشید اور اب معہد الرشید (زامبیا) کے ذمہ دار اور اپنے والد کی جگہ پر ہیں اور انہیں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔ بڑے بھائی مولانا عبدالحلیم اور چھوٹے بھائی مولانا عبدالرؤف بھی اپنے والد کی صفات کے حامل ہیں، اور خویش مولانا محمد زکریا پٹیل جوگواری (مقیم کناڈا) بھی ان کے نقشِ قدم پر ہیں۔ بارك الله في حياتهم و اعمالهم و غفرالله لو الدهم و لشيخهم و رحمه رحمة واسعة و ادخله فى العليين مع الابرار المقربين۔(۲)

حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ (۱۹۴۴-۲۰۱۳ء)

حضرت مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ وسلم کا تعلق اس مشہور صدیقی کاندھلوی خاندان سے ہے جس کے افراد ذکاء، حافظہ، ورع وتقویٰ، علم وعمل، دعوت وجہاد، اصلاح وارشاد کے میدان میں سرفہرست شخصیات کے طور پر عالم اسلام میں معروف ومشہور ہیں،

(۱) سوانح شیخ الحدیث ص ۱۶۳۔ (۲) بشکریہ مولانا قاری عابد حسین ندوی کیرانوی۔

مولانا اجتباء الحسن اسی خاندان والا شان کے ممتاز بزرگ عالم وداعی حضرت مولانا احتشام الحسن رفیق کار دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے خلف الرشید تھے، کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں "سانحہ عظیم" بڑی مقبول اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحہ عظیم کے سبھی اہم گوشوں اور مرض وفات کے سبھی پہلوؤں کو کچھ اس طرح پیش کرتی ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ ہو، اور آپ کی سیرت پر چلنا آسان ہو، مولانا اجتباء الحسن ذہین طالبعلم تھے، ان کی کاپیوں سے بھی حضرت شیخ جونپوری نے خاصا استفادہ کیا جس کا وہ ان کے صاحبزادگان سے ان کی ملاقات پر ان کے والد کے اس احسان کا جو طالب علمی کے زمانہ میں کیا تھا اظہار کرتے تھے اور ان کی اولاد کو اس کا معنوی بدلہ دینے کی فکر بھی کرتے، چنانچہ ان کے ایک صاحبزادے مولانا ارتضاء الحسن رضی کاندھلوی نے اپنے زمانہ تدریس مظاہر علوم میں حضرۃ الشیخ کی خدمت کی سعادت بھی حاصل کی راقم نے انہیں سہارنپور میں دیکھا کہ شیخ کی ان پر خاصی توجہات تھیں اور ان کے بڑے بیٹے مولانا اصطفاء الحسن ندوی کاندھلوی پر بھی بڑی شفقت فرماتے، ایک حاضری پر جب شیخ اجازت حدیث استاد محترم مولانا خالد ندوی غازی پوری کو دے رہے تھے راقم نے عرض کیا، مولانا اجتباء الحسن کے صاحبزادے مولوی اصطفاء الحسن بھی موجود ہیں شیخ بڑے خوش ہوئے اور انہیں اجازت حدیث دی اور اس سے پہلے تمہیدی کلمات فرمائے اور حدیث تلاوت فرمائی ایسا محسوس ہوا کہ شیخ انہیں یہ دولت پہلے سے دینا چاہتے تھے، شیخ کا یہ بڑا وصف تھا کہ جس نے ان پر کبھی بھی کوئی احسان کیا اس کو انہوں نے یاد رکھا اور نبھایا۔

مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خود اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

> میرے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں مولانا محمد یونس مظاہری (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) مولانا محمد عاقل قابل ذکر ہیں، نیز قیام مظاہر علوم میں مولانا احسان الحق لاہوری (تبلیغی مرکز رائے ونڈ پاکستان) اور مولانا تقی الدین ندوی کی بھی مصاحبت اور بعض اسباق میں رفاقت رہی، اور اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے میری

(۱) علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات: ۲/۲۱۲

بیعت واصلاح کا تعلق مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے قائم ہوا۔ (۱)

دورۂ حدیث میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بخاری شریف، مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سے ابو داؤد شریف اور طحاوی شریف، مولانا امیر احمد کاندھلویؒ (صدر مدرس مظاہر علوم) سے ترمذی شریف، مولانا منظور احمد خاں سے مسلم شریف پڑھی۔

اہم کتابوں میں عربی میں مسنون وغیر مسنون دعاؤں کا مجموعہ، علامت قیامت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کتاب، سانحۂ عظیم اور آدابِ زندگی ان کی تحریر کا اچھا نمونہ ہیں۔

سن پیدائش ۸/رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ (۱۷/اگست ۱۹۴۴ء) کاندھلہ مظفر نگر ہے۔) اور آپ کی وفات بروز جمعرات ۲۰/جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ (۲/مئی ۲۰۱۳ء) کو مالیر کوٹلہ پنجاب میں ہوئی، اور آبائی قبرستان عیدگاہ سلیمانیہ کاندھلہ میں تدفین ہوئی۔ غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ

پندرھواں باب

چند ممتاز خلفاء

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ (برطانیہ)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی اور ورتھی گجرات کے رہنے والے تھے، ورتھی میں یکم محرم الحرام ۱۳۶۶ھ (۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء) میں پیدا ہوئے، مظاہر علوم سہارن پور میں مشکوٰۃ شریف اور دورۂ حدیث کی تعلیم حاصل کر کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مکمل تابع ہو کر زندگی گزاری، اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے اور مدینہ منورہ میں ان کے قیام میں ساتھ رہے پھر انہی کے حکم سے ہولکمبری، برطانیہ میں دارالعلوم قائم کیا اور دورۂ حدیث قائم کر کے تاحال اس کے شیخ الحدیث رہے، حضرۃ الشیخ جونپوری کے بھی ارشد تلامذہ وخلفاء میں ہیں، جن سے مشکوٰۃ شریف وسنن ابوداؤد کا سبق لینے کا شرف حاصل ہے، بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے پڑھی اور حضرۃ الشیخ جونپوری کے لئے ان کے مرشد ومربی واستاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ ان کو چالیس سال سے زائد عرصہ تک بخاری شریف کے درس کی بشارت دی تھی اس کا سبب یہی مولانا محمد یوسف متالا مدظلہٗ جمعہ کے ایک واقعہ سے بنے تھے، جب جمعہ سے پہلے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے درس بخاری میں شرکت کی تھی اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ کو کھانے میں نہ دیکھ کر جستجو کی کہ وہ کہاں رہ گئے، ان کے نہ آنے پر حضرت شیخ قدس سرہ نے علامہ جونپوریؒ کو تنبیہ فرمائی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ ہم طلبہ کو لے کر بیٹھ چکے ہیں تو تم انہیں جمعہ کے بعد کیوں لے کر بیٹھے، شیخ جونپوری نے بغیر کسی تاویل کے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوگئی، معاف فرمائیں، یہ ادا حضرت شیخ الحدیث

قدس سرہ کو اتنی پسند آئی کہ ان کو تاریخی بشارت والا مکتوب لکھا، جس میں چالیس سال سے زائد عرصہ تک تدریس حدیث کی خدمت کا اشارہ تھا، شیخ جونپوریؒ نے نہ صرف وہ مدت پوری کی بلکہ اس سے آگے نکل گئے اور پورے پچاس سال بخاری شریف کا اور ۵۴ سال حدیث شریف کا اور دوسری کتابوں کا مسلسل درس دیا، مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ کو شیخ جونپوری سے اتنا لگاؤ اور انس و تعلق ہو گیا کہ انہوں نے ان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی وفات کے بعد اپنا مرشد بنایا اور شیخ جونپوری کو بھی ان سے اتنا لگاؤ تھا کہ ان سے دعا کے لئے کہتے، اس کے باوجود اگر کسی بات پر تنبیہ کی ضرورت محسوس کرتے تو وہ بھی فرماتے، مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑا اصلاحی دعوتی تربیتی تعلیمی اور رشد و ہدایت کا کام لیا، اور ان سے برطانیہ میں دار العلوم کی بنیاد ڈلوائی جو یورپ کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے، اور تعلیم و تبلیغ و تربیت کا بڑا مرکز ہے، حضرت شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ کا معمول رہا کہ وہاں وہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، دینی و علمی اسفار کے باب میں اس کے بعض نمونے گزر چکے ہیں، حضرت شیخ جونپوریؒ نے باوجود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ان کے مجاز و خلیفہ ہونے کے خود بھی اجازت بیعت و ارشاد سے نوازا جو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اجازت کے علاوہ سلسلہ تھانوی میں حضرت مولانا اسعد اللہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) کی اجازت کا امتداد ہے اس کے علاوہ حدیث شریف کی اجازت مزید ہے۔

دونوں کے درمیان تعلق کو سمجھنے کے لئے ان کی باہمی مراسلت سے بھی، فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں، حضرت شیخ جونپوری نے اپنے والد شیخ شبیر احمد کی وفات پر جو ۲۴ر ربیع الاول، ۱۴۰۸ھ کو ہوئی تھی، حضرت مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ کو لکھا تھا:

عزیز مکرم سلمہ اللہ و بارک فی علمہ و عرفانہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

ایک پرچہ ایک صاحب کے خط میں لکھا ہے، غالباً آ [illegible] گیا ہوگا

اس میں یہ لکھا تھا، کہ ۲۴ر ربیع الاول کی رات میں [illegible] وا [illegible] اللہ

علیہ کی وفات ہوگئی ان کے لئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کریں، مجھ پر احسان ہوگا۔[1]

حضرت شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا محمد یوسف متالاؒ کو ان کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں لکھتے ہیں:

''اگر روضہ پاک پر حاضری ہو تو صلوٰۃ وسلام غلامانہ پیش کرکے دعا کی درخواست کردیں، بس یہ خواہش ہے کہ مرنے سے قبل حقوق اللہ وحقوق العباد ادا ہوجائیں اور موت اس حال میں آئے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے راضی ہو اور بندہ اپنے مالک سے، آمین یا اکرم الاکرمین ویا أرحم الراحمین، سفر بعید ولا زاد والی بات ہے لیکن رب کریم سے معاملہ ہے، باوجود نااہلی اور عدم استحقاق کے کرم ہی پر دارومدار ہے، ذات کریم سے کرم ہی کی لَو لگا رکھی ہے، آگے خالی ہاتھ ہیں ''لا تقنطوا من رحمة الله'' پر نظر جاتی ہے اور افضل ما نعد ''شهادة أن لا اله الا الله'' بار بار یاد آتا ہے، والمطلوب من الکریم الخاتمة الحسنیٰ والعفو والکرم۔''

والسلام

بندہ عاصی محمد یونس عفا اللہ عنہ،

۹ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ۔[2]

حضرت شیخ کے تلمیذ رشید مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''عنایت نامے'' میں اپنے نام حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے جو خطوط درج کئے ہیں، اس میں ایک خط میں ایک تنبیہ بھی ہے جس سے ان کی صاف گوئی اور تربیتی مزاج بہت صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے، یہ نامہ تربیت مظاہر علوم سہارنپور سے، ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''بندہ کی کوئی کتاب کسی مودودی کے پاس نہیں ہے، بندہ کو آپ سے زیادہ اپنے دین کی فکر ہے، گو اپنی نااہلی سد راہ بنی ہوئی ہے، حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ العالی نے ایک صاحب کو جن کو ندوۃ العلماء

---

(۱) مکتوب شب جمعہ ۱۸/۴/۱۴۰۸ھ بحوالہ عنایت نامے صفحہ ۳۰۰ از ہرا کادمی لندن۔

(۲) عنایت نامے مرتبہ مولانا محمد یوسف متالا، از ہرا کادمی لندن صفحہ ۲۹۷۔۲۹۸۔

میں حدیث پاک کا مدرس بنانا تھا یہاں چند سال قبل حدیث پاک پڑھنے کے لئے بھیجا تھا، فراغت کے بعد انہوں نے کچھ حواشی نقل کئے تھے، میری معلومات میں وہ مودودی نہیں تھے، آپ کا ہزاروں میل دور بیٹھ کر بدگمانی کرنا اور طعن کے انداز میں تحریر لکھنا اذیت اور رنج بے نہایت ہے، والی اللہ المشتکی ،محمد یونس"۔ (۱)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب جو ان کے اور ان کے دوستوں کے ہدایا کے اظہار تاثر پر مبنی ہے جو ان کے خصوصی تعلق کا اظہار کرتا ہے، حضرۃ الشیخ جونپوریؒ رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز گرامی محب سامی بارك الله فى علمكم وعرفانكم

آپ کے خطوط اور ساتھ ہی ہدایا بھی ملتے رہتے ہیں، جزاکم اللہ خیر الجزاء، آپ کے دوست بھائی بشیر صاحب کا ارادہ معلوم ہوا، اللہ پاک ان کی جان ومال میں برکت دے اور آفات سے بچائے، آمین، لیکن یہ ناچیز اس قابل نہیں اس لئے معذرت ہے اس میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے، کہ طبیعت ان کے ہدیہ کی منتظر ہو جانے لگے گی، جو کریم آقا بندہ پروری کر رہے ہیں اس کے کرم ہی کی طرف نظر چاہئے، اور اگر کوئی بغیر التزام کے ہدیہ کرتا ہے یا ایسا التزام جس کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو اس کا ہدیہ اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو، اللہ کا انعام ہے، اس کے قبول کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے، وہ تو موجب شکر ہے۔

اللہ آپ کے گھر ہر طرح کی عافیت رکھے، ولد صالح عطا کرے، اہلیہ کو کوئی تعویذ لکھ کر ضرور باندھ دیں، اور یا حفیظ یا حافظ یا پڑھتے رہیں، والسلام محمد یونس ۲۱ رشوال المکرّم ۱۴۱۹ھ۔

مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ کے نام دوسرے خطوط سے بھی مولانا کا تعلق ظاہر ہوتا ہے وہ دعائیہ جملوں میں تعلق کا اظہار اس طرح کرتے ہیں، سلمكم الله تعالیٰ، سلمه الله وبارك فى علمه وعرفانه، بارك الله فى علمكم وعرفانكم، سلمه الله ورقاه

---

(۱) نہایت نا ے صفحہ ۳۱۰ رمرتبہ مولانا محمد یوسف ۱۱۱۳۰ [illegible]

مدارج الکمال۔ سلمکم اللہ ورقاکم درجات الکمال، زاد لطفکم، زید مجدکم وغیرہ،اور خود اپنے لئے دعا کی طلب اس طرح سے ہے۔

''اس ناکارہ کے لئے خیر وصلاح،عزت وآبرو کی حفاظت اور علمی و روحانی ترقی کے لئے دل سے کرتے رہیں۔''

جبکہ انہی مکتوبات میں مکتوب مورخہ ۱۱رشوال المکرّم ۱۴۰۸ھ میں ان کے لئے دعا کے اپنے معمول کو اس طرح لکھا ہے۔

''میں آپ کے لیے صلاح وفلاح وترقیات اور آپ کے مدرسہ کے لئے ترقیات ظاہرہ ومعنویہ اور شرور سے کلی حفاظت کے لئے دل سے دعائیں کرتا ہوں۔(۱)

افسوس کہ یہ عظیم داعی ومربی اور معلم شخصیت جو اپنی تصنیفات اور مواعظ اور روح پرور مجالس کے ذریعہ بھی معروف ومقبول تھی،اس نسبت سے کناڈا کے ایک سفر میں بیمار ہوئے اور چند روز علیل رہ کر عاشورۂ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ (۸رستمبر ۲۰۱۹ء) کو ۷۵ سال کی عمر میں بوقت مغرب داعی اجل کو لبیک کہا اور کناڈا میں ہی تدفین عمل میں آئی،انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی العلیین مع الابرار المقربین۔

مرشد الامۃ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ

''آج صبح یہ خبر صاعقہ اثر سننے میں آئی، کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب جو موجودہ دور کے علماء واہل اللہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور یورپ وافریقہ میں جن کا دینی فیض پھیل رہا تھا، اللہ نے انہیں اپنے یہاں بلالیا،انا للہ وانا الیہ راجعون،

اللہ تعالیٰ کا کوئی امر حکمت سے خالی نہیں ہوتا، دنیا میں اللہ نے ان کی جو زندگی رکھی تھی اس کو انہوں نے اللہ کے دین کی نصرت واعانت میں صرف کیا اور اب وہ اس کا صلہ عالم برزخ میں حاصل کر رہے ہوں گے، دین کی

---

(۱) عنایت نامے مرتبہ مولانا محمد یوسف متالا،ازہرا کادمی لندن صفحہ ۱۳۰۔

خدمت، علم کی اشاعت اور تعلیم وتبلیغ کا عمل ان کو بہت فائدہ پہونچا رہا ہوگا۔
حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب کی شخصیت بڑی تاثیر کی حامل تھی اوران کے ذریعہ سے لوگوں کو بہت فائدہ پہونچ رہا تھا، قریبی دور میں مولانا کے بہت قریبی اور اہم لوگ جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، حضرت مولانا یونس جونپوری صاحب جلد جلد اس دنیا سے رخصت ہوئے، ایسے پرفتن دور میں اہل اللہ کا کثرت سے چلے جانا امت کے لئے خسارہ عظیم ہے، اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان کا بدل عطا فرمائے، اور امت کی دشواریوں کو دور فرمائے۔"

حضرت شیخ یوسف متالا علیہ الرحمہ نے اپنے پیچھے اولاد، شاگردوں، مریدوں اور خلفاء کی ایک بڑی تعداد اور تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑا، جن میں اضواء البیان (اردو ترجمۂ قرآن مجید)، جمال محمدی درس بخاری کے آئینہ میں اور مصباح القاریٰ (درس بخاری) مکاتیب شیخ الحدیث، مشائخ احمد آباد، ائمۂ اربعہ اور تصوف، شام و ہند کے اولیائے کرام، "محبت نامے، تذکرہ مولانا عبدالرحیم متالا، حضرت شیخ زکریا اوران کے خلفائے کرام، خاص طور پر قابل ذکر کتابیں ہیں۔ مولانا محمد متالا ان کے صاحبزادے ہیں، اور مولانا محمد زکریا (امام وخطیب مسجد التقویٰ ٹورنٹو کناڈا) ان کے ممتاز شاگرد اور محبوب خلیفہ اور بھائی مولانا شاہ عبدالرحیم متالا علیہ الرحمہ کے خویش (داماد) ہیں،

احیاء سنت کا جذبہ اس قدر تھا کہ مُدّ کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے بڑی تعداد میں اس کو بنوا کر عام کرائے، اور اس طرح فرائض اور سنن کے احیاء کے جذبہ سے ان کے کام برابر سامنے آتے رہے، جو ان کے لئے صدقۂ جاریہ کا کام دیں گے۔ انشاءاللہ

(۲) مولانا محمد یونس راندیر (رفیق سفر وخادم شیخ)

مولانا محمد یونس رندیرا فلاحی مظاہری حضرۃ الشیخ کے مظاہر علوم میں شاگرد اور پھر ان کے تاحیات خادم، رفیق سفر و رفیق حج وعمرہ رہے، ان کا قیام مدینہ منورہ میں رہا لیکن وہ شیخ کے لئے سہارنپور کا سفر کرتے، اور شیخ کو سفر میں لے جانے کے لئے خواہ وہ سفر افریقہ،

یورپ اور دوسرے ممالک کے ہوئے وہ سہارنپور کا سفر کرتے شیخ کے بڑے ہی مزاج شناس اوران کی راحت کا خیال کرنے والے رہے، مدینہ منورہ کے ایک بخاری عالم محدث شیخ حامد بن احمد بن اکرم بخاری لکھتے ہیں:

تكررت لقاء اتى بالشيخ فى زياراته المتكررة، وصار الشيخ يأتى للحرمين كل عام مرتين، مرة فى أواخر شعبان، فيمكث حتى يدخل رمضان، فيعتمر ثم يرجع، ومرة فى الحج، وكان الفضل فى ذلك بعد الله جل جلاله للأخ الفاضل الشيخ يونس بن احمد المدنى الهندى الذى كان يسمى نفسه خادم الشيخ۔

والأخ يونس المدنى هو من أكثر الناس تفانياً فى خدمته، يسافر من المدينة إلى جامعة مظاهر العلوم بسهارنفورر (مقر الشيخ) فى شهر شعبان من كل سنة، فيأخذه ويسافر به الى لندن لحضور ختم "صحيح البخارى" فى احدى الجامعات الاسلامية هناك، ثم يأتى به الى مكة (المكرمة) للعمرة، وينزله فى وقف الملك عبد العزيز بجوار المسجد الحرام، فيبقى هناك اياماً، ثم يأتى به الى المدينة (المنوره)وينزله أمام المسجد النبوى ويقوم على خدمته، حتى انه لِيُطعِمُه ويسقيه بيده، وكم رأيته يتخير للشيخ أفضل الطعام على المائدة، ويخلطه بالفلفل والمقبلات التى يحبها الشيخ، ثم يضع منديلاً من القماش على صدر الشيخ، ثم يلقمه بيده حتى يشبع الشيخ ثم يضطجعه على فراشه، ثم يأكل هو واذا أراد الشيخ النوم يقوم بهمزقدميه، وكبسهما حتى يستغرق الشيخ فى نومه، وربما زجره الشيخ أحياناً أمام الطلاب، فلا ينزعج لذلك، ولا ينأفف، ثم اذا دخل رمضان عاد به الى مكة معتمراً، وانزله فى فندق وقف الملك

عبد العزيز اياما عدة، ثم يسافر معه الى الهند، حتى يبلغه غرفته، فى جامعة مظاهر العلوم، ثم يعود الى أهله فى المدينة ويفعل مثل ذلك فى الحج، حيث يسافر بنفسه الى الهند، ـ

ويأتى بالشيخ ويكون معه فى خدمته اثناء الطريق وفى مكة والمدينة منذ أن يأخذه من غرفته حتى يعيده اليها وهذا ديدنه فى كل عام، ولا والله ما رأيت ابناً يتفا نى فى خدمة أبيه وبره كتفانى الأخ يونس المدنى فى خدمة شيخه الشيخ يونس الجونفورى وبره، وحين مرض الشيخ يونس فى المدينة، وأدخل العناية المركزة فى مستشفى الملك فهد، حرص على نقله الى مستشفى خاص، وهو مستشفى الدار امام مسجد قباء، لزيادة العناية بالشيخ وبقى يلا زمه فى المستشفى، ويقوم على خدمته، والشيخ فى غيبوبته، فاذا أفاق كان أول من يكلمه ويسأل عنه، ويسارعه الى إمتثال أمره۔[1]

(حضرت شیخ کی مدینہ پاک کی بار بار کی حاضری کی وجہ سے مجھے نیاز کے خوب مواقع ملے، شیخ حرمین شریفین سال میں دوبار آتے تھے، شعبان کے اواخر میں آتے اور رمضان کے آغاز تک رہتے، رمضان کا عمرہ کر کے ہندوستان واپس جاتے اور پھر حج کا سفر کرتے، اللہ کا جوان پر فضل تھا اس کے بعد برابر شیخ یونس خادم شیخ کی خدمات تھیں۔

برادرم یونس مدنی اپنے شیخ کی خدمت میں فنا تھے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے لیے وقت دینے والے تھے، وہ سہارنپور جا کر شیخ کا سفر کراتے تعلیمی سال کے اختتام پر ختم بخاری کی تقاریب میں شرکت کے لئے لندن وغیرہ کا سفر کرا کر عمرہ کے لئے حرمین شریفین کا سفر کراتے، اور مکہ معظمہ میں فندق الساعۃ وقف ملک عبد العزیز میں قیام کرا کے جو مسجد حرم کا قریب ترین ہوٹل ہے، چند دن وہاں قیام کے بعد مدینہ شریف

---

(۱) قلائد المقالات والذكريات۔۔۔ ص ۱۷۱ ـ ۱۷۳، جمع وترتيب لمحمد بن ناصر العجمى، دار المقتبس، دمشق/ بيروت۔

لاتے اور مسجد نبوی کے سامنے ہوٹل میں ٹھہراتے، اور اپنے مشاہدہ کی بات ہے کہ دستر خوان کے لئے بہترین پسندیدہ کھانا رکھتے، جو مرچ اور مسالے والا ہوتا اس لئے شیخ کو یہ پسند تھا، اور شیخ کے لئے تولیہ رکھتے تاکہ کپڑے خراب نہ ہوں، پھر لقمہ بنا بنا کر دیتے جاتے حتی کہ شیخ کھانے سے فارغ ہو جاتے پھر بستر پہ لٹاتے، اور اس کے بعد خود کھاتے پھر سلانے کے لئے بدن دباتے، اور شیخ کو اچھی نیند آجاتی، جب کسی بات پر شیخ ڈانٹتے تو اس کو یہ کبھی برا نہ سمجھتے اور نہ ہی کسی بات پر اُف کہتے، پھر رمضان آتے ہی مکہ معظّمہ عمرہ کے لئے جاتے، اور چند ایام وقف ملک عبدالعزیز ہوٹل میں قیام کراتے، اور وہاں سے شیخ کو لے کر ہندوستان جاتے اور ان کو ان کی قیام گاہ مظاہر علوم سہارن پور میں چھوڑتے اور پھر وہاں سے مدینہ طیبہ واپس آجاتے جہاں ان کے اہل خانہ ہیں، یہی معمول حج کے سفر کی رفاقت کا تھا، سہارنپور جا کر شیخ کو لے کر آتے، اور برابر ساتھ رہتے اور ہر سال اسی طرح آغاز سفر سے اختتام سفر تک معمول رہتا۔

بخدا میں نے ایسا فدائی خادم نہیں دیکھا جیسا انہیں اپنے شیخ کے لئے فدا دیکھا، شیخ کی مدینۂ پاک میں تشویشناک و مایوس کن علالت کے زمانہ میں اچھے سے اچھے علاج کے لئے مستشفی الملک فہد میں تدبیریں کیں، اور زیادہ بہتر علاج کے لئے مسجد قبا کے سامنے مستشفی الدار میں رکھا، اور برابر خدمت میں رہے، شیخ کوما کی کیفیت میں تھے، جب ہوش آتا تو یہی پہلے شخص ہوتے جن سے وہ بات کرتے، اور انہی کو پوچھتے، وہ فوراً ہی خدمت کے لئے لپکتے اور حکم بجالاتے۔)

شیخ حامد بن احمد بن اکرم البخاری المدنی کے ان تاثرات ومشاہدات کے بعد مولانا یونس رندیرا کے مزید تعارف کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے، خود راقم السطور نے بھی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں اور پھر جس علالت کا ذکر شیخ حامد نے کیا ہے اس میں سہارنپور پہونچنے سے پہلے جوگیشوری بمبئی کے ملت اسپتال میں اسی فدائیت کے ساتھ خدمت کرتے دیکھا، تعجب کی بات یہ ہے کہ شیخ ڈایلیسس (صفائی گردہ کے عمل) کے بعد جو کم سے کم وقفہ سے

شروع ہو چکا تھا، سہارنپور پہونچ کر نہ صرف شفایاب ہونے لگے اور ڈائیلسس چھوٹ گیا بلکہ تدریس وتالیف کا عمل بھی شروع کردیا، پھر رمضان کا عمرہ اور حج کا سفر بھی کیا اور یہی مولانا یونس خادم شیخ نے اپنے معمول کے مطابق ہمراہی کی، وہ شیخ کے صرف معتمد خادم ومرید صادق ہی نہ ہیں بلکہ تلمیذ رشید اور محبوب خلیفہ مجاز وعزیز شاگرد بھی ہیں، شیخ کو وہیل چیئر پر لانا، لے جانا، طواف وسعی کرانا، رمی کرانا، اور دوسری ساری خدمات کی انجام دہی بصدق واخلاص ادھر بیس سالوں سے وہی کرتے رہے مشہور ومقبول شہرہ آفاق داعی ومبلغ دین مولانا طارق جمیل مدظلہم نے مدینہ منورہ میں راقم کے سامنے ان سے کہا کہ شیخ کے نہ رہنے سے تمہیں اپنی زندگی میں بڑا خلا لگ رہا ہوگا کہ تم ان کے ساتھ مشغول رہتے تھے، ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ کو راقم الحروف کو بھی حرمین شریفین میں ان کی بے نفسی اور خدمت میں مشغولیت کا مشاہدہ ہوا، اور مدینہ پاک میں مسجد نبوی سے متصل پیچھے کے ہوٹل کے قیام میں حضرت سے اجازت حدیث شریف میں یہی ذریعہ بنے، جس میں مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اور مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی بھی تھے اور حدیث کی اجازت ناموں پر شیخ نے مولانا عبداللہ حسنی علیہ الرحمۃ کو نام املاء کرائے، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی باغ کے کھجور سے بھائی یونس رندیرا کے ذریعہ ضیافت کرائی۔ مولانا یونس زندیرا دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (گجرات) کے ممتاز فاضل اور پھر مظاہر علوم سہارن پور کے شیخ کے ممتاز شاگرد ہیں۔ زادہٗ اللہ علماً و توفیقاً

(۳) مولانا مفتی شبیر احمد (برطانیہ)

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب دارالعلوم ہولکمب بری برطانیہ کے سابق استاد حدیث اور دارالعلوم بلیک برن برطانیہ کے شیخ الحدیث حضرۃ الشیخ علامہ محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد واحب تلامذہ وخلفاء میں ایک ہیں جو حضرت کی خدمت کے لئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ سہارنپور آجاتے تھے، اور ان کے کتب خانہ کے نظم وترتیب کا کام کرتے تھے، سفر حج وغیرہ میں ساتھ رہتے، قیام وطعام کے نظم میں حصہ لیتے ان کا یہ تعلق قدیم اور فدایانہ تعلق ہے، شیخ کی وفات کے بعد وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ شیخ کے حجرہ کی نئی ترتیب اور کتابوں کی موضوعات میں تقسیم اور نظم کے کام کو پوری یکسوئی سے انجام دینے کے لئے برطانیہ سے سہارنپور آئے، اور

وہ کتب خانہ مکتبۃ الشیخ محمد یونس الجونفوری کے نام سے معنون اور ان کی یادگار کے طور پر مظاہر علوم میں شیخ کے ہی حجرہ میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب زید مجدہ کے تعلق کو ان کے ان جملوں سے سمجھا جا سکتا ہے جو شیخ کے سلسلہ میں انہوں نے لکھے ہیں:

"هو الامام العلامة، البحر الفهامة، المحدث الفقيه، المحقق الناقد، الورع الزاهد، محمد يونس بن شبير احمد بن شير على الجونفورى السهارنفورى۔"(۱)

اور لکھتے ہیں:

"وقد أعطاه الله نظراً عميقاً وفهما واسعاً فى علوم القرآن والسنة النبوية، وكان شيخه مولانا محمد زكريا الكاندهلوى يعرف هذا ويراجعه فى التحقيقات الحديثية والمسائل العلمية، كما كان الشيخ أبو الحسن على الندوى، والشيخ ابرار الحق، والمفتى محمود الحسن الجنجوهى، والشيخ عبد الحليم الجونفورى وغيرهم يراجعونه، وهذا دليل على تبحر علمه وعلو مكانه عند مشايخه واقرانه۔" (۲)

(اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن وحدیث پر گہری نظر اور وسیع فہم عطا کی تھی، آپ کی اس حیثیت کو آپ کے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ خوب جانتے تھے اور حدیث ومسائل علمی میں ان سے رجوع کرتے اسی طرح مولانا ابوالحسن علی ندویؒ مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور مولانا عبدالحلیم جونپوری، بھی ان سے رجوع کرتے تھے اس سے ان کے مشائخ ومعاصرین کے نزدیک ان کے علمی تبحر اور بلند مقامی کا پتہ چلتا ہے)

مولانا شبیر احمد صاحب ایک بار اپنے اہل خانہ کے ساتھ سہارنپور شیخ کی خدمت کے لئے آئے تو شیخ ازراہ شفقت ان کو اپنے سفر باندہ اور جون پور میں ساتھ لے گئے اور اپنا گھر

---

(۱) قلائد المقالات والذكريات لابن العجمى، ص ۸۵۔

(۲) المصدر السابق ص ۸۶۔

دکھایا، اسی طرح اپنے والد شیخ شبیر احمد کی عیادت کے لئے ایک سفر میں ان کو ساتھ لے گئے اپنے والد کے سفرِ حج کے موقع پر ان سے دعا کے لئے کہا کہ شبیر! والد کے لئے دعا کرو وہیں پاک سرزمین میں موت آئے۔

مولانا شبیر احمد صاحب باوجود گہرے اور فدائیانہ تعلق اور بکثرت آمد و رفت کے اپنے محبوب شیخ کے انتقال کے وقت موجود نہ تھے اور برطانیہ میں تھے، ۱۱؍ جولائی ۲۰۱۷ء (۱۷؍ شوال ۱۴۳۸ھ) کو انتقال کی خبر ملی، فوراً ٹکٹ لے کر ہندوستان روانہ ہو گئے مگر جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، لیکن کہتے ہیں پانچ لاکھ تعداد شرکاء جنازہ کی تھی اور راستہ میں ہم نے اتنی چپل اور جوتے دیکھے کہ حج و عمرہ کی یاد آ گئی، وہ کہتے ہیں وفات سے ایک دن پہلے مسند امام احمد بن حنبلؒ کے اس نسخہ کا شیخ مطالعہ کر رہے تھے جو.... دو ماہ قبل سفرِ عمرہ میں ہدیہ میں ملا تھا، یہ بات بھی ذکر کی کہ شیخ نے کسی مرض کی وجہ سے شادی نہیں کی بلکہ وہ ان علماء میں ہیں، جنہوں نے علم کو شادی پر ترجیح دی، جیسے، امام نووی اور امام ابن تیمیہ وغیرہ۔

چند اہم ملفوظات بھی انہوں نے نقل کئے ہیں جیسے نفوس کا تزکیہ اتباعِ سنت سے ہوتا ہے، اور یہ کہ تصوف درحقیقت اتباعِ سنت ہے جو صحیح نیت کے ساتھ ہو، اور یہ کہ وصیت فرمائی عمر بھر تدریس حدیث میں رہنا، خلاصہ یہ کہ مولانا شبیر صاحب ان کے معتمد محبوب، منظورِ نظر اور صاحب نظر شاگرد و مرید خلیفہ و خادم ہیں جنہیں شیخ کی بڑی توجہات ملیں، ان کا ایک اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ شیخ کے بخاری کے لئے تمام دروس قلمبند کرانے کا بھی اہتمام کیا ہے تا کہ ان کا افادہ عام ہو۔ اطال اللہ بقاءہٗ و نفع بہ الامہ

(۴) مولانا محمد حنیف لوہاروی

مولانا محمد حنیف بن سلیمان صالح لوہاروی لوہارہ گجرات کے رہنے والے اور جامعہ قاسمیہ کھروڈ کے شیخ الحدیث اور حضرۃ الشیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے تلمیذ خاص اور سفروں کے رفیق مرید با اختصاص و خلیفہ مجاز ہیں۔

ابتدائی تعلیم اپنی بستی لوہارہ میں، حفظ ڈیسی وار بھروچ میں، مزید تعلیم دار العلوم کنتھاریہ اور پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں حاصل کی اور دورۂ حدیث حضرت شیخ جونپوریؒ کے پاس جا کر

مظاہر علوم سہارن پور میں ۳۲ سال سے تدریس حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔[1]

حضرۃ الشیخ کی عقیدت میں سرشار لوگوں میں ایک ہیں، جس کو انہی کی اس عبارت سمجھا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے شیخ کے دروس بخاری کے مجموعے "موس القاری فی دروس البخاری" کی تمہید کے طور پر لکھی ہے۔

شیخی اور استاذ استاذی استاذ المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃ، کی پوری زندگی حدیث نبوی کی خدمت بابرکت سے مستعار ہے، اور آپ کی ہر جنبش اشاعت دین کے جذبہ سے شرسار ہے، ساری زندگی کلام نبوت کی اشاعت میں پوری کردی، آپ کا درس محبت رسول بلکہ عشق رسول سے بھرا ہوا تھا، آپ حدیث شریف کی روشنی میں اقوال اکابر پیش فرماتے تھے، کبھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت حدیث، کبھی علامہ عینی اور کرمانی رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال کبھی علامہ ابن بطال اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہما کی باتیں، تو کبھی علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیقات تو کبھی شاہ ولی اللہ کی نکتہ سنجی، غرض ان تمام علمی ابحاث سے آپ کا درس لبریز ہوتا تھا۔

مولانا محمد حنیف لوہاروی نے حضرۃ الشیخ سے بھرپور لگاؤ رکھا اور سلوک کی تربیت بھی انہی سے لی، حج کے سفروں میں ساتھ رہے، اور دوسرے اسفار میں بھی رفاقت کا شرف حاصل کیا ہے، تعلیم وتربیت اور علم حدیث میں جن لوگوں پر شیخ کو زیادہ اعتماد رہا ان میں مولانا محمد حنیف لوہاروی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، وہ ایک اچھے معلم ہونے کے ساتھ اچھے خطیب اور پر درد داعی بھی ہیں۔ شیخ کی وفات پر جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا جس میں پیش کردہ مقالات خطبات ومضامین سے شیخ کے بڑے اہم علمی اور دینی گوشے سامنے آئے۔ بارك الله فی حیاته و اعماله۔

(۵) مولانا محمد ایوب سورتی

مولانا محمد ایوب بن قاری بندہ الٰہی سورتی ۹ر ربیع الاول ۱۳۷۴ھ کو پیدا ہوئے ۱۳۹۱ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے اور مظاہر علوم سہارن پور سے ۱۳۹۲ھ میں دورۂ حدیث

(۱) گجرات کے علمائے حدیث صفحہ-۱۲۱، از عبد الاحد بن یوسف فلاحی۔

کیا۔ دارالعلوم چھاپی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (گجرات) دارالعلوم لیسٹر انگلینڈ اور جامعہ مرکز ڈیوز بری، انگلینڈ میں تدریس حدیث کی خدمت انجام دی۔ [1]

مولانا محمد ایوب سورتی بھی حضرۃ الشیخ محدث جونپوری نور اللہ مرقدہ کے ممتاز و کبار مستفیدین اور تلامذہ وخلفاء میں ہیں، حضرت کے درس حدیث پر کئی نوعیت سے وہ کام کررہے ہیں، جن میں "الیواقیت الغالیة فی تخریج و تحقیق الأحادیث العالیة"، چار جلدوں میں سامنے آچکی ہے اور "ایک کام الفیض الجاری فی دروس البخاری" کے نام سے ہے جس کی دو جلدیں آچکی ہیں، اور ایک کام خود حضرت کی تصنیف کردہ شرح بخاری "نبراس الساری فی ریاض البخاری" کی طباعت کا کام ہے، اور اس کی بھی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں، اسی کی تکمیل کے لئے حضرت نے اپنی وفات سے دوسال قبل مدینہ پاک میں علالت کے زمانہ میں دوسال اللہ سے مانگے اور ان کو خدمت حدیث وتصنیف مزید کا دوسال کا وقت اللہ کی طرف سے مل گیا تھا، اب اسے ان کے معتمد شاگرد وخلیفہ مولانا محمد ایوب سورتی شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات تحقیق جدید کے ساتھ منظر عام پر مکتبہ القلم سورت سے لارہے ہیں، یہ کتاب عربی میں ہے۔

مولانا محمد ایوب سورتی بڑے عالم اور کہنہ مشق مدرس حدیث ہیں، وہ شیخ کی "کتاب التوحید والرد علی الجهمية" کو استاذ گرامی مولانا عتیق احمد بستوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مقدمہ کے ساتھ منظر عام پر لاچکے ہیں جس سے شیخ کلامیات کے ماہر اور نہایت واقف کار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، شیخ کے ان مخفی مستور گوشوں کے اجاگر ہونے میں ان کے باکمال شاگردوں اور خلفاء کا بڑا حصہ ہے۔ اطال الله بقاءه و تقبل حسناته

(۶) مولانا غلام محمد وستانوی مدظلہ

گجرات دارالخیرات کے شہرۂ آفاق عالم جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر) کے بانی، وسابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا غلام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن محمد رندیرا وستانوی (سورتی) زید مجدہ حضرت شیخ جونپوری کے نہ صرف عزیز شاگرد بلکہ مرید باختصاص اور مجاز و

---

(۱) گجرات کے علمائے حدیث، مرتبہ مولانا عبدالاحد فلاحی، صفحہ ۹۸

خلیفہ ہیں۔ ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) میں سورت کے قصبہ کوساڑی (سورت) میں پیدا ہوئے، پھر آپ کا خاندان وستان (سورت) منتقل ہوا اور اسی سے شہرت ہوئی۔ بیعت و ارادت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے قائم کیا اور ان کے وفات کے بعد اصلاحی تعلق حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ سے پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا یونس جونپوریؒ سے قائم کیا۔ ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) میں دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر سے دورۂ حدیث کیا پھر دوبارہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں دورۂ حدیث کیا۔

مولانا حذیفہ بن مولانا غلام محمد وستانوی لکھتے ہیں:

''احقر نے جب سے شعور سنبھالا، تب ہی سے حضرت کا ذکر والد محترم کی زبانی سنتا رہتا، اور احقر بچپن ہی سے حضرت کی زیارت ہی نہیں، خدمت وقربت کا شرف بھی رکھتا ہے، تو میں نے مناسب سمجھا کہ حضرت کے جامعہ اور رئیسِ جامعہ (والد محترم مولانا غلام محمد وستانوی) کے ساتھ جو تعلقات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور والد صاحب دامت برکاتہم کی زبانی سنے، انہیں قلمبند کردیا جائے، کیونکہ حضرت کے علمی، تحقیقی اور دیگر زندگی کے پہلوؤں پر بے شمار اصحاب قلم بہت کچھ کر چکے ہیں اور مزید کرتے رہیں گے، تو آیئے اپنے حافظہ پر زور دے کر میں آپ کو اپنے بچپن کے ان لمحات کی طرف لے جاتا ہوں، جسے میں نے حضرت کی صحبتِ بابرکت میں گزارے ہیں۔

میرے اپنے علم کے مطابق محدثِ کبیر حضرت مولانا شیخ یونس نور اللہ مرقدہ کا اسم گرامی تو میں نے شاید اس زمانہ ہی میں سنا تھا جب مجھے شعور نہیں تھا، کیونکہ والد صاحب دامت برکاتہم کو حضرت کے ساتھ خصوصی تعلق تھا، والد بزرگوار جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد ۱۹۷۴ء میں سہارن پور تشریف لے گئے تھے، جہاں آپ نے حضرت شیخ یونس صاحب سے بخاری شریف مکرر پڑھی اور سال بھر حضرت کی خدمت کی، اس طور پر کہ حضرت کے کپڑے پریس کرنے کی ذمہ داری والد صاحب کی تھی اور مولانا سید حبیب احمد صاحب (حضرت قاری صدیق احمد صاحب

باندویؒ کے بڑے صاحبزادے جو والد صاحب کے رفیقِ درس اور فی الحال دارالعلوم عربیہ ہتھورہ کے مہتمم ہیں) بھی اس کام میں شریک تھے، والد صاحب مدظلہ العالی کو جامعہ مظاہر علوم کے قیام کے دوران خاص طور پر تین بزرگوں کی خدمت کا موقع میسر ہوا۔

حضرت ناظم مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ (وفات: ۶/رجب ۱۳۹۹ھ)، والد صاحب نے حضرت ناظم صاحب سے درخواست کی تھی کہ میں حضرت شیخ زکریا کاندھلویؒ (ولادت: ۱۱، رمضان ۱۳۱۵ھ۔ وفات: ۲۹/رجب ۱۴۰۲ھ) کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، تو حضرت ناظم صاحب نے اپنے خادم ''گورا بھائی'' کے ذریعہ حضرت شیخ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس یہ گجراتی طالب علم آیا ہے، آپ اسے اپنے یہاں کوئی خدمت کا موقع دیں تو حضرت شیخ نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت ناظم صاحب کا حکم ہے تو تم روزانہ سر پر تیل مالش کرنے کے لئے آتے رہو، اس طرح حضرت شیخ کی سال بھر خدمت کی اور حضرت شیخ یونس صاحب کی بھی خدمت کی، اس طرح ان تین بزرگوں کی خدمت اور صحبت کا سنہرا موقع والد صاحب کو ملا اور والد صاحب نے خدمت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی، حضرت شیخ کے بارے میں والد صاحب فرماتے ہیں: ایک دن حضرت نے کہا کہ حافظ ضامن شہیدؒ کے مزار پر جو بیر کا درخت ہے، اس کے بیر بہت لذیذ ہوتے ہیں، کوئی صاحب ہر سال لاتے تھے امسال نہیں لائے، تو والد صاحب نے فوراً ایک شخص بھیج کر منگوادیے، اس پر خوش ہو کر حضرت شیخ الحدیث نے خوب دعائیں دی کہ دیکھو کیسے خدام ہیں جس چیز کا ذکر کیا اسے حاضر کردیا۔

آپ کے رفقا کا بیان ہے کہ آپ نے دل سے ان بزرگوں کی خدمت کی اور حق ادا کردیا، اردو میں مثل مشہور ہے ''خدمت سے خدا ملتا ہے'' واقعتاً یہ مثال ان پر صادق آئی اور ان جلیل القدر و منزلت علماء کی خدمت کی برکت سے اللہ نے دین اور اس کی خدمت کا جو عظیم الشان کام والد صاحب سے لیا اور لے رہے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں، آپ کی تعلیمی،

ملی، رفاہی، سماجی خدمات ہندوستان کی تاریخ کا ایک ایسا انوکھا اور سنہرا باب ہے، جو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا، ان شاء اللہ ہم اللہ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور عافیت اور اس کی مزید خدمت کے ساتھ آپ کو عمرِ نوح عطا فرمائے اور ہم کو آپ کی مکمل قدر دانی کی توفیق میسر فرمائے، آمین

تو ذکر چل رہا تھا حضرت شیخ یونس رحمہ اللہ علیہ کا جامعہ اور رئیس جامعہ کے ساتھ وابستگی کا، والد صاحب ۱۹۷۲ء میں دورہ سے فراغت کے بعد اپنے وطن ہندوستان لوٹے اور اگلے سال دارالعلوم کنتھاریہ میں بحیثیت مدرس عربی درجات میں مشغول ہوگئے، البتہ اپنے اساتذہ سے بذریعہ خط وکتابت برابر رابطہ میں رہے۔"(۱)

مولانا غلام محمد وستانوی مدظلہ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور جانے سے پہلے دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں تعلیم حاصل کی تھی جہاں اس وقت حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی علیہ الرحمہ مہتمم تھے اور حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ (حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) شیخ الحدیث تھے دونوں سے آپ کا تلمذ واستفادہ کا تعلق اور دونوں کی اچھی سرپرستی اور شفقت رہی تھی، بیعت وارادت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے قائم کیا اور پھر حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد ندوی علیہ الرحمہ سے تجدید کی اور ان کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمۃ سے تجدید کی، مؤخر الذکر دونوں بزرگوں سے اجازت وخلافت ملی، مزید ان کے سرپرست ومربی حضرت مولانا عبداللہ اسماعیل کاپودروی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہوئی، قرآنی خدمات سے وہ دنیا بھر میں متعارف ہیں اور ان کا قائم کردہ ادارہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا بھی دنیا بھر میں متعارف ہے اور بعض خصوصیات میں انفرادیت رکھتا ہے، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوری علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد اس کے مہتمم منتخب ہوئے تھے مگر پھر اپنی اس ذمہ داری سے دوسرے ہجوم کے باعث سبکدوشی اختیار کرلی، دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جامعہ

---

(۱) ماہنامہ شاہراہ علم اکل کوا، اشاعت ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ ستمبر ۲۰۱۷ء صفحہ ۸-۹۔

عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ کے اہم رکن ہیں، اور بے شمار اداروں کے سرپرست ہیں۔ اور خادم القرآن کے لقب سے معروف ہیں، اطال اللہ بقاء ہ وبارك في حیاته۔

(۷) مولانا اسماعیل عبداللہ کاپودروی

مولانا اسماعیل بن عبداللہ بن اسماعیل کاپودروی مدظلہ ان ممتاز علماء میں ہیں جو علم وعمل کی جامعیت سے متصف ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور خود اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی مدظلہ کے مجاز بیعت وارشاد ہیں، بڑے نیک طبیعت سلیم الطبع اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، اپنے والد حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی کے مثل اور جانشین ہیں، اور ان کی قائم کردہ مجلس المعارف کاپودرا کے صدر بھی ہیں، پہلے برطانیہ میں ایک ادارہ سے وابستہ اور استاد رہے، اپنے والد کی علالت کے زمانہ میں خدمت و تیمارداری کے جذبہ سے اپنے بھائیوں کو ان کی مشغولیات میں رکھتے ہوئے خود اپنے کو اس اہم خدمت اور تیمارداری کے لئے فارغ کیا، اور پوری یکسوئی سے ''یک در گیر محکم گیر'' کے عمل کے ساتھ لگے رہے، اور مسلسل ساتھ رہے، ان کے بالکل شبیہ اور وجیہ عالم دین اور داعی ہیں، مختلف اداروں میں اپنے والد کی جگہ پر ان کا انتخاب ہوا ہے، جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ اور دارالعلوم وقف دیوبند کے رکن بھی ہیں۔

اپنے دارالاشاعت مجلس المعارف کاپودرا سے دینی دعوتی فکری اور علمی کتابوں کے اشاعت کے علاوہ اسی جذبہ سے دوسرے اداروں کا تعاون بھی کرتے ہیں، اور ہر دینی ادارہ کو اپنا دینی ادارہ سمجھتے ہیں، فکرامت دردوسوز، وسعت نظر دوسری خصوصیات میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی کے قدم بقدم اور جانشین ہیں، پچھلے صفحات میں حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ مولانا اسماعیل کاپودروی ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے اور دارالعلوم ہول کمبری برطانیہ سے ۱۹۸۵ء میں فراغت حاصل کی۔ جامعہ قاسمیہ کھروڈ کے ایک جلسہ میں حضرۃ الشیخ جونپوری نے مولانا اسماعیل صاحب کو سینہ سے دبوچا اور اس کے بعد ان کے گھر کاپودرا تشریف لے گئے، اور خلافت سے سرفراز کیا، اور والد صاحب سے استفادہ کی تاکید کی بعد میں والد صاحب کو بھی اجازت وخلافت سے سرفراز

کیا۔(روایت مولانا محمد جابر پالنپوری) بارك الله فی حیاته و اعماله۔

(۸) مولانا قاری سید حبیب احمد باندوی

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل جامعہ اسلامیہ عربیہ ہتھورا باندہ کے ناظم حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد صاحب باندوی ۱۲/اپریل ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے، دین کے لئے فکر وعمل درد وسوز اور جہد مسلسل میں ایک اچھی پہچان رکھتے ہیں، اور ان سب مقامات اداروں تنظیموں میں اپنے ادارے کی نمائندگی کرتے ہیں جہاں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ نمائندگی کرتے تھے وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن مجلس انتظامی بھی ہیں، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی وفات کے بعد انہیں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اجازت وخلافت سے سرفراز کیا، مزید انہیں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین سہارنپوری علیہ الرحمہ اور آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہوئی، بارک اللہ فی حیاتہ ونفع بہ الامۃ۔

مولانا قاری سید حبیب احمد باندوی نے ان تعلقات کی پوری پاسداری کی، جو ان کے والد ماجد حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے تھے، تبلیغی جماعت سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے، اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ کی حیات میں ایک عظیم تبلیغی اجتماع کا ہتھورا باندہ میں انعقاد کیا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے جلسوں میں شرکت کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، اور اپنے ہجوم کار کے ہوتے ہوئے مشائخ وعلماء سے ملاقات اور مشوروں کے لئے وقت بھی فارغ کرتے ہیں، حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں اور ان کو ان سے بڑا تعلق رہا، اور ہمیشہ حضرت جونپوری تقریب ختم بخاری میں شرکت کے لئے باندہ تشریف لاتے رہے۔ جہاں بڑی تعداد میں لوگ ان سے بیعت وارادت کا تعلق بھی رکھتے تھے۔ ان کے خاندان اور علاقہ کے مدعں کا رجوع کا رجوع حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی اور حضرت قاری سید صدیق احمد باندوی رحمہما اللہ

کے حضرت شیخ جونپوریؒ کی طرف رجوع رہا۔

(۹) مولانا مفتی سید عبید اللہ حسینی (اسعدی)

مولانا مفتی سید عبید اللہ حسینی (اسعدی) ولادت ۲۷رجمادی الاخری ا۷۱۳ھ ر ۲۴ رمارچ ۱۹۵۲ء دوشنبہ کو پیدا ہوئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے عبید اللہ نام رکھا، اور بسم اللہ بھی انہی نے کرائی۔

۱۲رسال کی عمر میں حفظ دار العلوم ندوۃ العلماء سے درجہ ششم عربی تک ۱۹۷۱ء کے وسط تک دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ عربیہ ہتھورا میں چند ماہ پڑھا، اور دار العلوم دیوبند جاکر دورۂ حدیث میں داخلہ لیا۔ شعبان ۱۳۹۱ھ میں فراغت حاصل کی، دوسال مزید دار العلوم میں رہے، اور ۱۳۹۲-۹۳ء کا ایک سال افتا میں لگایا پھر جامع العلوم کانپور میں جاکر تدریسی خدمت انجام دی۔ ہتھورا باندہ میں یہ خدمت انجام دیئے۔

مولانا مفتی سید عبید اللہ الاسعدی مدظلہ حضرت مولانا سید جعفر علی نقوی بستوی خلیفہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے خاندان والا شان کے رکن رکین کتب خانہ ندوۃ العلماء کے سابق ناظم حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسینی مظاہری کے خلف اکبر، جامعہ عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ کے شیخ الحدیث ومفتی اور مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے سکریٹری اور کثیر التصانیف عالم ہیں، درسی ونصابی کتابوں کی تسہیل ان کا بڑا کارنامہ ہے، دوسرے مختلف موضوعات پر ان کی بیش بہا تصانیف ہیں، جن میں ”تذکرۃ الصدیق“ (اول، دوم) عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی نور اللہ مرقدہ کی مبسوط سوانح حیات بھی ہے، جو بہت مقبول ہوئی، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے بڑے معتمد اور سفر وحضر میں رفیق بھی رہنے کی سعادت حاصل کی، اور ان کی وفات کے بعد ان کی جامعہ میں تدریس بخاری شریف میں حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب ہسوی علیہ الرحمہ کے ساتھ شریک ہوئے اور ان کی وفات کے بعد جامعہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، آپ تدریسی مشاغل میں پورے اہتمام سے لگنے کے باوجود ملی، دینی، علمی تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں، اور سفروں میں بھی اپنے تصنیفی وعلمی مشاغل کو جاری رکھتے ہیں، بعض اہم کتابوں کے ترجمے بھی ان کے

حصے میں آئے، جن میں ان کے جد اعلیٰ حضرت مولانا سید جعفر علی نقوی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء'' کا اردو ترجمہ بھی ہے جو امیر المومنین حضرت سید احمد شہید اور ان کی جماعت مجاہدین کی سرگزشت ہے۔

آپ حضرت امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام علی زین العابدین الحسینی کی نسبت سے حسینی جعفری سادات میں ہیں، آپ کے افراد خاندان عموماً نقوی جعفری لکھتے آئے ہیں، اسعدی نسبت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوری سہارنپوری سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی طرف مسترشدانہ اور سلسلہ بیعت وارادت کی ہے، ان کے خلیفہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ سے تربیت حاصل کی، پھر اجازت وخلافت پہلے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین سہارنپوری سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری سے حاصل ہوئی، اگر چہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں اکثر تعلیمی مرحلہ گزارا مگر فراغت دار العلوم دیوبند سے حاصل کی اور وہاں سے افتا بھی کیا، بعد میں حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ وقضا میں بڑا استفادہ کیا اور ان کا اچھا اعتماد حاصل کیا، اس طرح تینوں مراکز دینی، علمی وفکری کی مرکزی شخصیات سے استفادہ کر کے علمی دینی حلقوں میں ایک اچھی پہچان بنائی، بارك الله فى حياته و اطال بقاءه۔

(۱۰) مولانا غلام رسول خاموش علیہ الرحمہ (سابق کارگزار مہتمم دار العلوم دیوبند)

حضرت مولانا غلام رسول خاموش سابق کارگزار مہتمم دار العلوم دیوبند ۹ر جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق جون ۱۹۴۰ء میں میتہ (Meta) ضلع بناس کانٹھا شمالی گجرات میں پیدا ہوئے کچھ عصری اسکولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دار العلوم چھاپی میں دینی تعلیم حاصل کی، پھر سفر کراچی پاکستان ہوا، اور دار لعلوم بنوری ٹاؤن میں اس کے بانی ومہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ تلمیذ ارشد امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، جہاں دیگر اساتذہ دورہ حدیث میں حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی (تلمیذ رشید حضرت مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی سابق شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) سے طحاوی شریف پڑھی، تکمیل تعلیم کے بعد ہندوستان واپس آئے اور اپنے علاقے میں کام شروع کیا، لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری علیہ الرحمہ کی تشکیل ودعوت پر تبلیغی جماعت سے وابستگی اختیار کی اور اس

نسبت سے بیرون ملک مصر، تیونس، الجزائر، سعودی عرب، امریکہ کناڈا، فی جی، جنوبی افریقہ، جاپان، انگلینڈ، برما، تھائی لینڈ، فلی پائن، کویت، آسٹریلیا، وغیرہ کے طویل دعوتی سفر کیے، پھر دارالعلوم چھاپی کی مجلس تعلیمی کے رکن کی حیثیت سے امور تعلیم کی طرف توجہ کی، اور مدرسے کی خدمت میں لگ گئے، اور مولانا حبیب اللہ فیروز پوری علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اس ادارے کے منصب اہتمام سے علاحدگی اختیار کرنے کے بعد دارالعلوم چھاپی کی دھیری دھیرے پوری ذمہ داری آپ پر آتی گئی، جس میں ان کے اہم مشیر حضرت حاجی علاء الدین مرحوم بمبئی (رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور و ندوۃ العلماء لکھنؤ) تھے۔

۷ جون ۲۰۰۳ء میں وہ دارالعلوم دیوبند کے کارگزار مہتمم منتخب ہوئے جس کے وہ پہلے سے رکن شوریٰ تھے، مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوری علیہ الرحمہ کی صحت کی کمزوری کے باعث آپ کو وہاں طویل طویل قیام بھی کرنا ہوتا، ادھر آپ کے فرزند گرامی مولانا نظام الدین خاموش دارالعلوم چھاپی کی ذمہ داریاں دیکھنے لگے، اور اب وہ اس کے باقاعدہ مہتمم ہیں اور اپنے والد کے خلف الرشید ہیں۔

اصلاحی تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے قائم کیا، پھر حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا، اور تجدید بیعت کی، ان کی وفات کے بعد باقاعدہ اصلاحی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ سے قائم کیا، اور ۵؍ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۷ جولائی ۲۰۰۱ء کو بعد نماز جمعہ مسجد دار جدید جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ان کی جانب سے اجازت وخلافت سے سرفراز کیے گئے، مگر اخفائے حال کی وجہ سے اس کو مخفی رکھا۔

رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ میں آپ کی طبیعت میں گراوٹ آئی اور دارالعلوم چھاپی کے تعلیمی سال کے آغاز میں دارالعلوم چھاپی ۹ شوال ۱۴۳۱ھ کو تشریف لے گئے اور وہاں کے ضروری کاموں کو پورا کر کے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور ۲۸ شوال ۱۴۳۱ھ مطابق ۸؍ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو بروز جمعہ بوقت عصر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اور وہیں ان کی نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی راقم السطور کو شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، اللھم احشرہ مع النبیین و الصدیقین و الشھداء والصالحین و حسن اولئك رفیقاً۔ آمین

فہرست خلفاء ومجازین

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ

(۱) محمد اسماعیل سورتی

(۲) مولانا محمد یونس رندیرا فلاحی مظاہری

شام/تونس

(۳) فضیلۃ الشیخ فرید بن علی الباجی التونسی

دبئ

(۴) مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اعظم گڈھی (حال مقیم دبئ متحدہ عرب امارات)

ہندوستان (صوبہ اتر پردیش)

(۵) مولانا محمد طاہر (شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۶) مولانا محمد ریاض (استاذِ حدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۷) مولانا سید حبیب احمد باندوی (ناظم جامعہ عربیہ اسلامیہ ہتھورا، باندہ)

(۸) مفتی سید عبید اللہ اسعدی (شیخ الحدیث جامعہ ہتھورا باندہ)

(۹) مولانا محمد سفیان اعظمی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ مطلع العلوم، اعظم گڑھ)

(۱۰) مولانا محمد فاروق (مہتمم دار العلوم زکریا دیوبند)

(۱۱) مولانا محمد منہاج (بانی ومہتمم مدرسہ فیض العلوم دھرما پور، پرتاپ گڑھ)

(۱۲) مولانا ابو البقاء (بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ شیخ یونس، رفیع پور، جونپور)

(۱۳) مولانا انعام اللہ قاسمی (استاذ المعہد الاسلامی مانک مؤ، سہارنپور)

(۱۴) قاری محمد ایوب (استاذ تجوید القرآن، سہارنپور)

(۱۵) مفتی سید محمد صالح (استاذ مظاہر علوم، سہارنپور فرزند اکبر مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری امین عام مظاہر علوم)

(۱۶) قاری انیس (استاد مظاہر علوم سہارنپور)

(۱۷) مولانا سید محمد ثوبان (فرزند مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم، سہارن پور)

(۱۸) مولانا فیروز (استاذ جامعہ اسلامیہ علوم القرآن، اعظم گڑھ)

(۱۹) مولانا محمد الیاس مظاہری (مہتمم مدرسۃ البنات، رورکی، اترا کھنڈ)

(۲۰) مولانا آدم مصطفیٰ مفتاحی (مقیم فیروز آباد، اتر پردیش)

(۲۱) مولانا حسین احمد پانڈولی (استاذ مدرسہ ناشر العلوم، سہارنپور)

(۲۲) مولانا محمد شمعون (استاذ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور، سہارن پور)

(۲۳) مولانا عبد العزیز (مہتمم دار العلوم حسینیہ، پٹری، ضلع کانگڑا)

(۲۴) مولانا اشرف علی بنگالی (مقیم حال شہر سہارنپور، یوپی)

(۲۵) مولانا محمد ہاشم کانپوری مظاہری (خادم خاص حضرت شیخ جونپوری قدس سرہٗ)

صوبہ گجرات

(۲۶) حضرت مولانا عبد اللہ اسماعیل کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ (سابق رئیس الجامعہ فلاحِ دارین ترکیسر)

(۲۷) مولانا محمد یوسف ٹنکاروی (شیخ الحدیث دار العلوم فلاح دارین ترکیسر)

(۲۸) مولانا غلام محمد وستانوی (بانی و مہتمم جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا)

(۲۹) مولانا محمد حنیف لوہاروی (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۳۰) مولانا رشید احمد ابن مولانا کفایت اللہ پالن پوری (مہتمم واستاذ حدیث مدرسہ خلیلیہ ماہی)

(۳۱) مولانا محمد حنیف امر پوری (مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۲) مولانا محمد ایوب پانولی (ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۳۳) مولانا نور الدین (حال مقیم بمبئی)

(۳۴) مولانا محمد ابراہیم مظاہری (مہتمم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۳۵) مولانا عبدالباقی امر پوری (استاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۶) مولانا محمد جابر رسول پوری (استاذ مدرسہ خلیلیہ ماہی)

(۳۷) مولانا عطاء اللہ بھیلونی (استاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۸) مولانا سید محمد علی (استاذ دعوۃ الحق، پالن پور)

(۳۹) مولانا اسماعیل (ابن مولانا عبداللہ کاپودروی) (ناظم مجلس المعارف کاپودرا ضلع بھروچ)

(۴۰) مولانا محمد زکریا ادھنوی (استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن، نانی نرولی)

(۴۱) مولانا غلام رسول خاموش (سابق کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند وسابق مہتمم دارالعلوم چھاپی)

(۴۲) حافظ احمد پیرامنیؒ (عرف باجی، انکلیشور)

(۴۳) مفتی عبداللہ رویدروی (بانی جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ)

(۴۳) مفتی اقبال (استاذ حدیث دارالعلوم لوناواڑہ)

کرناٹک

(۴۴) مولانا مفتی زین العابدین رشادی مظاہری (مہتمم مدرسہ شاہ ولی اللہ، بنگلور)

(آندھرا پردیش)

(۴۵) مولانا سید خواجہ معصوم ثاقب قاسمی (رکن مجلس شوریٰ مظاہر علوم سہارن پور، مہتمم دارالعلوم امدادیہ رائے چوٹی، آندھرا پردیش)

صوبۂ بنگال

(۴۶) مولانا شہید الاسلام، اتر ۲۴ر پرگنہ (مغربی بنگال)

(۴۷) مولانا عابد (بانی ومہتمم مدرسہ بیر بھومی، بنگال)

(۴۸) مولانا شفیق الاسلام (مہتمم مدرسہ یونسیہ دارالیتامیٰ)

(۴۹) مفتی صدیق اللہ پرگنوی (استاذ حدیث ومہتمم دارالعلوم یونوسیہ تنجی، مدینہ نگر)

(۵۰) مولانا جسیم الدینؒ (سابق صدر مدرس جامعہ زکریا، جوگی گورا)

(۵۱) مولانا مجیب اللہ (استاذ مدرسہ مفتاح العلوم تیکھر یا)

صوبۂ بہار

(۵۲) مفتی کوثر علی سبحانی اررياوی (استاذ حدیث مظاہر علوم وقف، سہارنپور)

انگلینڈ

(۵۳) حضرت مولانا محمد یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث وبانی دارالعلوم بری، برطانیہ)

(۵۴) مفتی شبیر احمد (شیخ الحدیث دارالعلوم بلیک برن وسابق استاد حدیث دارالعلوم بری (برطانیہ)

(۵۵) قاری زبیر (استاذ دارالعلوم جامعۃ العلم والھدیٰ)

(۵۶) مفتی عبدالصمد (مہتمم دارالعلوم جامعۃ العلم والھدیٰ، بلیک برن)

(۵۷) مولانا عبدالرحیم لمباڈا (استاذ دارالعلوم بری، لندن)

(۵۸) حافظ علی (استاذ دارالعلوم بری، لندن)

(۵۹) مولانا مختار اسعد سہارنپوری (مقیم حال: برطانیہ)

(۶۰) مولانا حفظ الرحمان (خسر مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ)

(۶۱) مولانا محمد ایوب سورتی (سابق استاد حدیث دارالعلوم فلاحِ، ترکیسر ومدیر مجلس دعوۃ الحق، لیسٹر، برطانیہ)

(۶۲) مولانا عمر جی رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ دارالعلوم بری، برطانیہ)

(۶۳) مولانا فضل حق واری (مہتمم جامعۃ الکوثر للبنات برطانیہ)

(۶۴) حاجی فقیر داجی (یوکے)

(۶۵) مولانا نوشاد عزیز (دارالعلوم بری، لندن)

(۶۶) مولانا رشید بن ہاشم پٹیل (استاذ تفسیر دارالعلوم بری، لندن)

(۶۷) مولانا موسیٰ پٹیل (بلیک برن لندن، یوکے)

افریقہ

(۶۸) مولانا عبدالرشید متالا (ابن حضرت مولانا عبدالرحیم متالا) (مدیر معہد الرشید الاسلامی زامبیا)

(۶۹) مولانا محمد گوراصالح (ڈربن، ساؤتھ افریقہ)

(۷۰) مولانا ہارون عباس (ڈربن، ساؤتھ افریقہ)

(۷۱) حاجی اسماعیل صالح جی (دربن، ساؤتھ افریقہ)

(۷۲) مولانا اسماعیل گردی (وائٹ ریوت، ساؤتھ افریقہ)

(۷۳) مفتی عبدالخالق بھولا (جہانس برگ، ساؤتھ افریقہ)

(۷۴) حاجی محمد ابراہیم عمر صاحب (لوسا، زامبیا)

ری یونین، فرانس

(۷۴) مولانا یوسف (ری یونین)

(۷۵) مولانا سعید انگار

بنگلہ دیش

(۷۶) مفتی محمود الحسن (استاذ حدیث چاٹگام)

نوٹ: یہ ان خوش نصیب حضرات کے نام ہیں، جو ملفوظات مع مختصر سوانح امیر المومنین فی الحدیث حضرت شیخ محمد یونس جونپوری مرتبہ مولانا محمد جابر بن عمر پالن پوری سے لئے گئے اور مولانا محمد جابر پالن پوری کی دوبارہ تصدیق و تصحیح کے بعد پیش ہیں۔ کسی اور کو یہ خصوصیت حاصل ہو تو مصنف کو اس سے انکار نہیں۔

سولہواں باب

حدیث شریف میں چند ممتاز اجازت یافتگان

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ (کراچی، پاکستان)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دیوبند ضلع سہارنپور میں ۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۳ء بمقام دیوبند پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پاکستان کا سفر کیا اور کراچی میں مقیم ہوئے جہاں بڑے اور ماہر فن اساتذہ سے علم دین حاصل کیا جن میں والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کے علاوہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب رحمہم اللہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، علوم شرعیہ کی تکمیل کے بعد عصری علوم بھی حاصل کئے، اور قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، اور عربی کے ساتھ انگریزی کی اعلیٰ صلاحیت کے حامل عالم، محقق، فاضل، مسند، محدث، مفسر، قاضی، معلم وداعی ہیں، کچھ عرصہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور پاکستان سپریم کورٹ کے جسٹس بھی رہے، عالم اسلام کے ممتاز محدثین اور صاحب تصانیف علمائے کبار سے ان کے گہرے مراسم ہیں، جن میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے علاوہ علامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، علامہ وھبہ زحیلی، اور حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے اگرچہ عمر میں زیادہ تفاوت نہیں ہے لیکن علم حدیث میں ان کے تبحر علمی کے اعتراف کی یہ کھلی مثال پیش کی کہ ان کے بیرونی سفر کے کسی ایک سفر میں اجازت حدیث کی درخواست پیش کی، اور حضرۃ الشیخ جونپوریؒ نے انہیں اجازت حدیث سے سرفراز فرمایا اس مبارک مجلس کی جو تفصیل معلوم ہوئی وہ اس طرح ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے جب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مسلسلات کی سند کی اجازت چاہی تو حدیث سنا کر اجازت دی لیکن اس مناسبت سے کچھ گفتگو فرمائی، ان کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کے متعلق فرمایا کہ ان کے یہاں اخلاص اور صدق بہت تھا اور فرمایا کہ

"ان کی کتاب معارف القرآن کو اللہ نے بہت مقبولیت عطا فرمائی میں نے ان کی زیارت کی ہے۔"

اس سے قبل حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم نے عرض کیا کہ آپ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے مسلسلات کی اجازت حاصل ہے، فرمایا ہاں! عرض کیا مجھے بھی اجازت عطا فرمائیں، فرمایا، پڑھے دیتا ہوں پھر حدیث مسلسل بالاولیہ (حدیث الرحمۃ)

"الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء"

پڑھی، اور اجازت دی، جب شیخ عبداللہ ناخی کا ذکر کیا تو مولانا محمد تقی عثمانی نے عرض کیا کہ ان سے مجھے بھی اجازت حاصل ہے، پھر اور مشائخ کا بھی ذکر کیا، جن سے انہوں نے حدیث مسلسل بالاولیہ حاصل کی اور فرمایا یہ روایت امام بخاری، اور امام ابوداؤد و امام ترمذی نے ذکر کی ہے، امام بخاری کے بارے میں فرمایا کہ کتاب الکنی میں ذکر کیا ہے، "الادب المفرد" میں بھی کہا گیا ہے میں نے نہیں دیکھا، اپنے تعلق سے بیان کیا کہ میں بھینس کے پیچھے دوڑتا تھا گوبر اٹھاتا تھا، مجھے آج جو کچھ حاصل ہے وہ حدیث پاک کی برکت ہے، اللہ نے کہاں سے کہاں پہونچادیا، اپنے استاد خاص مولانا ضیاء الحق کا بھی تذکرہ کیا، کہ وہ بڑا خیال فرماتے تھے، بڑے بزرگ اور صاحب کشف تھے، تاڑ لیتے تھے میں ان کے احسانات سے بری نہیں ہوسکتا، اور فرمایا: جس نے بے ادبی کی وہ پڑھ نہیں سکا۔ (۱)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (پاکستان) اگرچہ حضرۃ الشیخ کے باقاعدہ شاگرد نہیں ہیں لیکن اجازت حدیث کے حصول میں وہ سرفہرست علماء میں ہیں، جبکہ عمر میں بھی کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اطال الله بقاءه و أدام نفعه

---

(۱) بہ شکریہ مولوی محمد بن یوسف ندوی گجراتی مقیم کناڈا)

مفتی حرم شیخ عبداللہ بن احمد بن محمد التوم العرکی (مکہ مکرمہ) اور شیخ احمد عاشور سبط آل سنبل (مدینہ منورہ)

شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ التوم حضرت علامہ جونپوری کے احب وارشد عرب تلامذہ میں ہیں، جو شیخ کی خدمت میں ان کے سفر حرمین شریفین میں مستقل رہتے، ان کی ظاہری وباطنی صلاحیت کے شیخ بڑے قدرداں تھے اور ان کی کم عمری کے باوجود ان کا اکرام فرماتے اور عزت دیتے تھے ان کی وجہ سے ممتاز عرب فاضل حضرت شیخ جونپوری سے وابستہ ہوئے۔

شیخ ان دونوں کو بمنزلہ فرزند سمجھتے اور خیال کرتے تھے، مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے بیان کیا کہ شیخ نے فرمایا میری اولاد نہیں یہ دونوں میری اولاد ہیں، مولانا محمد جابر پالن پوری نے بتایا کہ حرم میں شیخ نے مجھ سے کہا: "جابر عبداللہ التوم کا رنگ کالا ہے مگر یہ بہت اعلیٰ ہے"، شیخ احمد عاشور مقیم مدینہ منورہ کے متعلق حضرۃ الشیخ کے ایک دوسرے شاگرد شیخ علی بن احمد خلفاوی (الجزائر) شیخ کے اعتماد ومحبت کا واقعہ بخاری پر شیخ کی تعلیمات پر مشتمل کتاب "اعانۃ الساری فی ریاض البخاری" (نبراس الساری) کی قرأت واجازت کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

"كنا بدأنا بقراءته على الشيخ و كان القارى الشيخ أحمد عاشور، وبالمناسبة فقد كان شيخنا و يجل الشيخ أحمد عاشور كثيرا، وقال له حول هذا الكتاب: اذا رأيتم فيه شيئاً يحتاج الى اعادة نظر، او نقد أو خطأ فقوّموه وصححوه، لكم ذالك، "كلام" فى مثل هذا المعنى، وهده العبارة لا يقولها الشيخ حول شئ من كتبه الا للشيخ أحمد عاشور خاصة۔"[1]

(شیخ کے سامنے قرأت شروع کی قاری شیخ احمد عاشور تھے شیخ ان کا بڑا خیال فرماتے تھے، شیخ نے ان سے کتاب کے متعلق فرمایا تم کو ضرورت محسوس ہو کسی تصحیح اور نظر ثانی کی تو تم صحیح کر دینا، تم کو اس کا اختیار ہے، یا اسی

(۱) قلائد المقالات والذکریات ص ۲۵۳۔

مفہوم کی کوئی بات فرمائی، ایسی بات شیخ اپنی کتاب کے متعلق صرف شیخ احمد عاشور کے لئے خصوصیت سے کہتے تھے۔)

شیخ حامد بن احمد بن اکرم البخاری مدرس المسجد النبوی الشریف حضرت جونپوری کے شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ التوم سے تعلق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

”كان الشيخ يكثر اللهج بالثناء على الشيخين احمد عاشور وعبد الله التوم، وكان هذان الفاضلان مع الشيخ محمد الحريرى الجُدِّى، الصق الناس به فى الحجاز، وربما استقبلوه فى مطار جدة، ولازموه ملازمة تامة، خاصة ابن عاشور وابن التوم حيث كان يحجّان معه، ويكونان معه فى سكنه ويرافقانه فى سفره كلما قدم الحجاز، وقد أكرمهما الله بطول صحبتهما للشيخ، فلا يُعْرَفُ احد صحب الشيخ من طلابه فى الحجاز ما صحباه، حتى أنّهما قرأاعليه، ”صحيح البخارى“ وصحيح مسلم وسنن أبى داؤد كاملا فى سنوات عدة، ناهيك عما قرآه من أجزاء حديثيه وكتب اخرى وكان الشيخ يمدحهما ويثنى عليهما، ويذكر سعة علمهما وتواضعهما، فى كل مكان، فى جامعته فى الهند فى درس البخارى لا تكاد تمر مناسبة الا ويذكر الشيخين ويبالغ فى الثناء عليهما وفى بريطانيا وفى جنوب أفريقا خاصة ابن عاشور۔“[1]

(حضرت شیخ احمد عاشور و عبداللہ التوم کا والہانہ تذکرہ کرتے تھے، یہ دونوں فاضل اور جدہ کے شیخ محمد حریری حجاز میں شیخ کے سب سے خاص تلامذہ میں تھے، خاص طور پر احمد عاشور اور ابن التوم یہ دونوں حج بھی ساتھ کرتے اور قیام گاہ میں بھی ساتھ رہتے، اور حجاز کے سفر میں رفیق رہتے، اللہ نے ان دونوں کو شیخ کے طول صحبت سے نوازا تھا، ان دونوں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، وسنن ابوداؤد مکمل شیخ سے الگ الگ موقعوں پر کئی سالوں میں

---

(۱) قلائد المقالات والذكريات فى العلامة الجونفورى ص ۱۷۵۔ ۱۷۶۔

پڑھی، اس کے علاوہ اور بھی حدیث کی کتابیں اور رسائل پڑھے، شیخ ان دونوں کے مداح تھے اور ان کے علم وفضل اور نیکی کی تعریف فرماتے تھے مظاہر علوم کے سبقوں میں اور برطانیہ، افریقہ کے سفروں میں ان کا ذکر کرتے، خاص طور پر ابن عاشور کا۔)

شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ ابن احمد التوم حجاز کے سفروں میں حضرۃ الشیخ کے عزیز ترین شاگردوں اور مستفیدین میں رہے جن کی وجہ سے بہت سے عرب فضلاء شیخ کی طرف متوجہ ہوئے اور فائدہ اٹھایا، شیخ نظام یعقوبی (بحرین) ان دونوں کا فضل وتقدم اس طرح بیان کرتے ہیں:

واسعدني حظي قبل سنوات بالتعرف عليه عن طريق تلميذيه البارين وملازميه الدائمين في الحرمين الشريفين اخي الكريم وابنناالروحي الدكتور المسند الأصولي عبد الله التوم، وأخي الكريم المسند المحقق المحدث أحمد عاشور سبط آل سنبل حفظهما الله ونفع بهما (آمين)[1]

(میری خوش نصیبی ہے کہ حضرۃ الشیخ سے تعارف ان کے دو ممتاز حرمی شاگردوں برادر کریم وفرزند روحانی شیخ عبداللہ التوم اور اخی الکریم مسند محقق محدث احمد عاشور سبط آل سنبل حفظہما اللہ کے ذریعہ ہوا۔)

شیخ عمر بن سراج حبیب اللہ، استاذ جامعۃ ملک عبدالعزیز جدہ وہ فاضل حدیث ہیں جو حدیث کی اجازت کے حصول کے لئے تلاش کر کر کے اور سفر کر کے مشائخ حدیث سے ملتے رہتے ہیں اور ان کی اجازت سے مشرف ہوتے ہیں، وہ شیخ سے اپنے تعلق کا واسطہ شیخ عبداللہ بن احمد التوم کو بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كنت قد لقيته في مجلس بفندق تجاه الكعبة المشرفة وكان لتلميذه الوفي عبد الله بن احمد التوم الفضل بعد الله في حضوري لذلك المجلس....."[2]

(میری حضرت سے پہلی ملاقات کعبہ شریف کے سامنے ہوٹل میں

---

(۱) قلائد المقالات ص، ۷۹۔

(۲) قلائد المقالات والذكريات لابن العجمي ص ۱۹۵۔ / دار المقتبس۔

ہوئی تھی اور اس میں ان کے تلمیذ وفی عبداللہ بن احمد التوم کا احسان تھا۔)

شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ التوم کے بارے میں شیخ خالد مرغوب امین مدنی لکھتے ہیں:

"الشيخ أحمد عاشور والشيخ عبد الله التوم، كانت لهما مكانة خاصة عند الشيخ وله معهما طرائف تستحق الاشادة والتسجيل۔"[1]

(شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ التوم کی شیخ کے یہاں بڑی قدر ومنزلت تھی اور ان کے ساتھ شیخ کے ایسے معاملات تھے جو تحریر میں آنے چاہئیں۔)

شیخ عبداللہ التوم کے ساتھ تعلق کا ایک معاملہ مولانا عبدالاحد پٹیل فلاحی مشائخ کے ساتھ نیازمندانہ تعلق اور طلبہ کے ساتھ حسن سلوک وتعلق کے ذیل میں اس طرح لکھتے ہیں:

كان حسن التذكر لشيوخه، وحسن التعاهد لطلبتة، فمرة ذكر الشيخ عبد الله التوم وكنت اقرأعليه صحيح البخاري، فقال لي: أنت متكبراً! ان كان مقامك عبد الله التوم فأخرجك من حجرتي! ثم بعد دقائق قال: أرجو العفو منكم، ولا أقول مثل هذا الا لمن لي علاقة به۔"[2]

(شیخ اپنے مشائخ کا اچھا تذکرہ کرنے والے، اور طلبہ کا خیال رکھنے والے تھے، ایک بار شیخ عبداللہ التوم کا تذکرہ کیا اور مین شیخ کے سامنے بخاری پڑھا رہا تھا، مجھ سے فرمانے لگے تم گھمنڈی ہو، اگر تمہاری جگہ عبداللہ التوم ہوتے تو تمھیں اپنے حجرہ سے باہر کردیتا پھر چند منٹ کے بعد فرمایا معاف کرنا ایسا ہم اسی سے کہتے ہیں جس سے ہمیں تعلق ہوتا ہے۔)

شیخ عبداللہ ابن احمد التوم کہتے ہیں، شیخ سے حدیث میں استفادہ اکثر شیخ احمد عاشور کے ساتھ رہا، اور بعض اوقات شیخ محمد بن احمد الحریری کے ساتھ استفادہ کا موقع ملا، جن کتابوں کا سماع کیا ان میں صحيح بخاری، صحيح مسلم، سنن ابو دائود، موطا امام محمد،

(۱) قلائد المقالات سابق، ص ۱۴۷۔

(۲) قلائد المقالات والذكريات لابن العجمی ص ۲۰۹۔

شمائل ترمذی، کتاب الشفاء لابن عیاض، الکفایة للخطیب، نخبة الفکر اوراس کی شرح نخبة نزھة النظر لابن حجر، جزء البیتوته، العلل الصغیر للترمذی، الاوائل السنبلیه مع الذیل، جزء فی اعتقاد البخاری للالکائی "مسلسلات" للشاہ ولی اللہ الدھلوی کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے ہوئے حدیث مسلسل الحفاظ کا اہتمام سے ذکر کیا ہے کہ وصف حفظ (حدیث) میں شیخ سے بڑھ کر اوراس عہد میں کوئی نہیں تھا۔[۱]

شیخ محمد زیاد بن عمر التکلہ (ریاض)

شیخ محمد زیاد التکلہ محدث جونپوری کے محبوب وارشد تلامذہ میں ہیں، شیخ نے ان کی غیر موجودگی میں ان سے تعلق کا اظہار کیا، حدیث مسلسل یوم العید کی اجازت عید کے دن کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے حاصل کی جبکہ شیخ سے استفادہ کے لئے سہارنپور کا سفر کیا، اس سلسلہ میں شیخ عبدالاحد پٹیل فلاحی کی تحریر ملاحظہ ہو، وہ رقم طراز ہیں:

"وذکر فی احد المجالس الشیخ زیاد التکلة، وقال: زیاد رجل طیب ولکن لا احب اسمه لأجل زیاد بن أبیه، فذکرت هذا امام الشیخ زیاد فلما لقی الشیخ زیاد الشیخ یونس فی المدینة المنورة ذکر له القصة، وقال له، یا شیخنا! ما اخترت ممن اسمه زیاد الاهذا؟ وقد ذکر عملك ابن حجر فی "الاصابة" بضعاً وعشرین صحابیاً اسمهم زیاد، فیهم أربعة ذکروا بأنهم بدریون، فابتسم الشیخ یونس وقال ماشاء الله، ماشاء الله"

وأیضاً اننی سمعت علی الشیخ الحدیث المسلسل بیوم العید هذا العام بقراءة الشیخ زیاد، واناالذی نسّقتُ لهذا والحمدلله، فقال الشیخ یونس للشیخ زیاد فی المکالمة: انا احبکم۔[۲]

(ایک مجلس میں شیخ محمد زیاد التکلہ کا تذکرہ آیا فرمایا زیاد پاکیزہ

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۶۱۔۱۶۵۔ (۲) قلائد المقالات لابن العجمی ص ۲۰۹۔

طبیعت کے ہیں، البتہ ان کا نام اچھا نہیں زیاد بن ابیہ کی مشابہت کی وجہ سے، یہ بات میں نے شیخ زیاد سے کہی اس کے بعد شیخ زیاد کی حضرت شیخ یونس سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، وہاں انہوں نے اس واقعہ کو بیان کر کے شیخ کی خدمت میں عرض کیا، حضرۃ الشیخ! یہ زیاد نام تنہا نہیں ہے آپ کے چچا جان امام ابن حجر نے اصابہ میں بیس سے زائد صحابہ کا نام زیاد لکھا ہے، ان میں چار بدری صحابہ ہیں، یہ سن کر شیخ کے چہرہ پر مسکراہٹ آئی، اور فرمایا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔

مولانا عبد الاحد فلاحی کہتے ہیں، کہ حضرت شیخ سے حدیث مسلسل بیوم العید اسی سال شیخ محمد زیاد کی قرأت سے میں نے سنی اس پروگرام کو ناچیز نے ترتیب دیا تھا اور گفتگو کے بعد حضرت شیخ یونس علیہ الرحمۃ نے زیاد سے کہا مجھے آپ سے محبت ہے)۔

شیخ زیاد کا تعلق اس وقت اور زیادہ بڑھا، جب انہوں نے شیخ کی وفات سے تین سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی، اور بیداری میں حضرت جونپوری کو صورۃً زیادہ قریب پایا، اور اس خواب میں اس کیفیت کے ساتھ شیخ کو بتایا تو وہ تاثر سے رو پڑے، شیخ زیاد کہتے ہیں، جب شیخ کا جنازہ رکھا تھا اور اس کی تصویر فیس بک پر آئی تو ہمیں دیکھ کر وہ خواب پھر یاد آ گیا، شیخ زیاد کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ دو ہفتہ قبل ہی شیخ سے استفادہ کر کے وہ لوٹے تھے اور عید کے دن شیخ سے حدیث مسلسل العید کی اجازت حاصل کی تھی۔ (۱)

حضرت شیخ کے خادم مولوی محمد ہاشم کانپوری کہتے ہیں، کہ حضرت شیخ کی اجازت حدیث کی یہ مجلس ان کی زندگی کی آخری مجلس تھی۔ (۲)

شیخ ضیاء الرحمان الاعظمی المدنی (مدینہ منورہ)

علامہ محدث شیخ دکتور ضیاء الرحمٰن (عبد اللہ) الاعظمی حفظہ اللہ اعظم گڑھ میں ایک غیر مسلم گھرانہ میں پیدا ہوئے، ماحول ناسازگار ہونے کی وجہ سے عمر آباد تمل ناڈو میں جامعہ دار السلام میں داخلہ لیا اور وہاں سے تعلیم مکمل کر کے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ آئے، اور

---

(۱) قلائد المقالات والذکریات از صفحہ ۱۵۹۔ (۲) قلائد، ص ۲۰۴۔

امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے، ڈاکٹریت بھی کیا، کچھ عرصہ رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ سے منسلک رہے، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیۃ الحدیث میں استاد ہو گئے، پھر صدر شعبہ ہو کر ریٹائر ہوئے۔

مسجد نبوی شریف میں محاضرات کا سلسلہ بھی قائم ہوا، اعلیٰ علمی، تحقیقی تصنیفی ذوق کی بنا پر ان کی پذیرائی ہوئی اور مملکت کی شہریت بھی مل گئی، ان کا لازوال علمی کارنامہ "الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل المرتب علی ابواب الفقه" ہے جسے دار السلام ریاض نے شائع کیا، جو صحیح احادیث کا ایسا جامع انتخاب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی، جو پہلے دس جلدوں میں شائع ہوا اب ۱۸ جلدوں میں یہ مجموعہ حدیث منظر عام پر آرہا ہے، اس کے علاوہ عقائد دعوت اسلامی اور دوسرے موضوعات پر بھی ان کی اہم تصنیفات ہیں، اور "موسوعة رواة الحدیث" کا کام بھی پیش نظر ہے، راقم نے ان کی مدینہ منورہ میں استاد محترم مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس حفظہ اللہ کے ساتھ سفر حج وزیارت ۱۴۳۹ھ میں ملاقات کی اور ان کے اخلاق پر حدیث شریف کے اثرات دیکھے، اطال اللہ بقاءہ۔

یہ بھی ان علمائے کبار میں ہیں جنہوں نے حضرۃ الشیخ جونپوری کے قیام مدینہ منورہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حدیث کی اجازت حاصل کی، شیخ خالد بن مرغوب بن امین المدنی لکھتے ہیں:

"وأخذ عنه المشائخ الكرام: محمد زياد التكله، محمد الحريري، والخلفاوي، وغيرهم من أهل العلم والفضل، ممن ذهلت حافظتي عن ذكرهم، ولم يغب عن قلبي حبهم، وانما خصصت بحديثي من علمت عنه، أنه تتلمذ عليه حال وروده الى المدينة المنورة، والا فثمة أسماء مشائخ كثيرون، سعدوا بالأخذ عن الشيخ كالشيخ فريد بن على الباجي، والشيخ عادل الحرازي والدكتور على الندوي، والدكتور محمد اكرم الندوي، والدكتور يحيىٰ الغوثاني، والدكتور محمد يحيىٰ بلال، وغيرهم، وقد يكون بعضهم احق بالذكر، لكنى قدمت العُذر۔ وقد زاره جمع كثيرون من أهل العلم مستجيزين منه

الرواية، كالشيخ المكرم الدكتور عاصم القريوتي، و كشيخنا الدكتور محمد ضياء الرحمن الأعظمي، والشيخ الفاضل مساعد الراشد، وقد اكرم الشيخ وقدّره و كان بينهم و بين الشيخ محبة و تقدير متبادلان......"۔[1]

(مشائخ کرام نے شیخ سے علم حدیث حاصل کیا، جیسے محمد زیاد التکلہ، محمد الحریری، علی خلفاوی، اور دوسرے اصحاب علم وفضل ہیں جن میں سب کے نام ذہن میں نہیں ہیں، مگر دل ان کی محبت سے معمور ہے، جنھوں نے خصوصی طور پر طالب علمانہ استفادہ مدینہ طیبہ میں کیا، ایسے علماء بھی خاصے ہیں، جیسے شیخ فرید الباجی، شیخ عادل الحرازی، ڈاکٹر علی احمد الندوی، ڈاکٹر محمد اکرم الندوی، یحیٰ الفوثانی، ڈاکٹر یحی بلال (منیار) وغیرہ، بعض وہ ہیں جن کا تعارف وتذکرہ ہونا چاہئے تھا مگر یہاں اس کا موقع نہیں ہے۔

اجازت حدیث کے حصول کے لئے جن حضرات اہل علم نے ان کی زیارت کی ایسے علماء بھی کم نہیں ہیں، جیسے شیخ ڈاکٹر عاصم القریوتی، اور ہمارے شیخ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن الاعظمی، شیخ فاضل مساعد الراشد یہ سب حضرۃ الشیخ کے بڑے قدرداں رہے، اور شیخ بھی ان کو محبوب رکھتے اور قدر فرماتے تھے)

شیخ عمر سراج حبیب اللہ (جدہ، سعودی عرب)

شیخ عمر سراج حبیب اللہ حضرۃ الشیخ نور اللہ مرقدہ کے بڑے دلدادہ شاگردوں میں ہیں، جو جامعۃ الملک عبد العزیز جدہ میں استاد ہیں، اور اجازت حدیث کے حصول کا بڑا اجذبہ رکھتے ہیں، اور اس کے لئے ملاقات اور مراسلت دونوں طریقوں سے مشائخ سے خوب فائدہ اٹھایا، اور اس مین اپنی نادر تحقیقات بھی پیش کی ہیں، دار العلوم ندوۃ العلماء ان کی تشریف آوری پر راقم نے ان سے ملاقات کی اور یہاں کے مشائخ سے انہوں نے اجازت حدیث حاصل کی۔

حضرۃ الشیخ جونپوری قدس سرہ کی خدمت میں سہارنپور حاضری میں ان پر ان کے تعلقات اور تصنیف اور تالیف کا اثر پڑا اور پھر اجازت حدیث میں ان کے تبحر علمی نے اثر ڈالا،

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۴۷-۱۴۸۔

انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے! وہ رقم طراز ہیں:

"دخلت عليه فاذا هو على جلسته في مصلاة، يذكر الله، مطأطي الرأس خشية لله، منحنى الظهر، فسلمت عليه، وقبّلت رأسه، ومضى الوقت بيني وبين هذ الجبل في غمضة عين، انِست فيه بفوائده الحمة، ونصائحه وروحانياته المهمة، كان شيخنا يقرأ الحديث المسلسل قبل اى شئ ويبكي وينتحب عند قوله: "قال النبي صلى الله عليه وسلم" ويذكر تخريجه، ويعلق عليه، ثم يقرأ الحديث الاول من صحيح البخارى مسنداً من حفظه، ثم يعلق عليه كذالك، وكان يسهب في شرح الحديث، والتعقيب على امر يتعلق برجال السند أو شئ في المتن، ويتكلم بتدفق من غير تحضير، واذا قرى عليه الحديث اعطاه عقله، وجوارحه، وربما بكى مراراً وأبكى۔"[1]

(شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی وہ جانماز پر تھے، اور ذکر میں مشغول تھے، سر نیچے تھا، پیٹھ جھکی تھی، سلام کیا، اور سر کو بوسہ دیا، علم وعمل کے اس پہاڑ سے پلک جھپکنے میں ہی جو علمی دینی فائدے اور نصیحتیں اور نورانی اثرات محسوس ہوئے اس سے انس پیدا ہو گیا۔

شیخ اجازت حدیث میں سب سے پہلے، حدیث مسلسل بالا ولیہ کی قرأت کرتے تھے، اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا جب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے، پھر حدیث کی تخریج کرتے پھر اس پر تعلیق فرماتے اور اپنی یادداشت سے صحیح بخاری کی پہلی حدیث کی تلاوت کرتے، پھر اس پر تعلیق فرماتے، اور سند، متن سب پر گفتگو فرماتے، علم کے چشمہ کا ایک ابال ہوتا تھا، قوی اور جوارح بھی پورے حاضر رہتے تھے، بسا اوقات روتے بھی اور رلاتے بھی تھے)۔

شیخ عمر سراج حبیب کی بات اپنی جگہ پوری سچ ہے مدینہ منورہ میں ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ میں حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھائی مولانا سید عبد الحی

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۹۶-۱۹۷۔

حسنی اور راقم کے لئے مولانا یونس رندیرا فلاحی نے یہ موقع فراہم کیا تو اس کا مشاہدہ ہم سب کو ہوا، شیخ عمر نے ان کے اس بات پر ملال کا بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا زمانہ پانے کے باوجود استفادہ نہ کر سکے اس کے ساتھ وہ فرماتے:

كان اماماً عارفاً كبير الشان ولم اجد له ثانياً۔ (۱)

(کہ وہ امام تھے، عارف امام تھے، عارف باللہ تھے، بڑے مرتبہ والے تھے ان کے جیسا دوسرا نظر نہیں آیا۔)

پھر یہ بھی فرماتے:

"والسماع رزق" والرزق تحصل بالمقدر۔ (۲)

(کہ سماع رزق ہے اور رزق مقدر سے ملتا ہے۔)

شیخ فرید بن علی بن عبداللہ الباجی (تیونس)

شیخ فرید بن علی بن عبداللہ الباجی حضرت شیخ کے قدیم مغربی تلامذہ میں اور سلوک وارشاد میں خلفاء میں ہیں جنہوں نے سہارنپور شیخ کی خدمت میں حاضری دے کر کسب فیض کیا، اور حدیث میں استفادہ واجازت کے ساتھ سلوک واحسان میں تربیت حاصل کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ کے ایک دوسرے تلمیذ ڈاکٹر عمر بن موفق تشو قانی دمشقی شیخ فرید کے استفادہ حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كان اول ما سمعت بالشيخ محمد يونس أنه جاء نا الى دمشق سنة ١٤٠٩هـ طالب من تونس اسمه الشيخ فريد بن على الباجى والتحق بالدراسة فى معهد الفتح الاسلامى، وكنت ادرس معه، فى فصل واحد وكان قد رحل الى الهند، وقرأ على علماء ها، فكان يحدثنا كثيراً عن مولانا يونس بما يدهش عقولنا من سعة العلم، وقوة الاستحضار، وبدائع التحقيقات، فكان يقول: انهم يسمون الشيخ فى الهند "بخارى العصر" لكثرة عنايته بـ"صحيح

---

(۱) فائد المقالات ص ۱۹۷۔ (۲) ایضاً

البخاری" وإقراءِه له رواية ودراية ثم يسر الله تعالیٰ للأخ المذكور رحلة ثانية الى الهند سنة ١٤١١هـ فكتب سيدی الوالد العالم الجليل الشيخ موفق بن محمد رسلان التشوقانی (م١٤٢١هـ) رحمة الله عليه، رسالة الى الشيخ محمد يونس يطلب منه الاجازة فكتب الشيخ رحمه الله تعالی اجازة عامة مختصرة وأرسلهامع الشيخ فريد، ففرح سيدی الوالد بهذه الاجازة فرحاً شديداً، "[1]

(شیخ یونس کا تذکرہ سب سے پہلے تونسی دوست شیخ فرید باجی سے دمشق میں ۱۴۰۹ھ کو سنا، انہوں نے معہد الفتح الاسلامی میں داخلہ لیا تھا، وہ اور ہم ایک درجہ میں تھے، وہ ہندوستان گئے تھے، اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا تھا، اور ان میں خاص کر شیخ یونس کی وسعت علمی اور قوت استحضار اور انوکھی تحقیقات کا اس طرح ذکر کرتے کہ ہماری عقل دنگ رہ جاتی، اور بتاتے کہ اہل ہندان کے بخاری شریف سے شغف اور اس کے درس وتدریس میں انہماک کی وجہ سے ان کو بخاری عصر کہتے ہیں۔ دوبارہ وہ ۱۴۱۱ھ میں ہندوستان گئے میرے والد جلیل شیخ موفق تشوقانی (متوفی ۱۴۲۱ھ) کا شیخ یونس کے نام خط ساتھ تھا جس میں والد مرحوم نے حضرت شیخ سے اجازت حدیث چاہی تھی، شیخ نے اجازت عامہ مختصرہ عنایت فرمائی، شیخ فرید نے والد مرحوم کو یہ امانت پہونچائی تو وہ بڑے خوش ہوئے۔)

ابن العجمی نے حضرت شیخ کا اجازت نامہ جو شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس کا عکس بھی شائع کیا ہے جس کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد سيد الاولين والآخرين وعلى اله وصحبه وحاملی علومه الذين هم اسانيد الدين المتين، اما بعد: فإن الشيخ الفاضل البحاثة المحقق ابا عمر موفق بن محمد رسلان

(۱) قلائد المقالات ص ۱۸۳-۱۸۴۔

التشوقانی مدرس مصطلح الحدیث وعلومه فی معهد الفتح الاسلامی بدمشق الشام، قد أرسل إلیّ کتابا مع الأخ الشیخ فرید بن علی بن عبد الله الباجی یستجیزنی فاجزته أن یروی عنی الصحاح الستة وغیرها من کتب الحدیث التی تجوز لی روایته بالشرائط المعتبرة عند اهل الحدیث و أوصیه باتباع الأحادیث والآثار، والاعراض عن کل طریق خالف طریق السید المصطفیٰ، صلی الله علیه وسلم وادعوله أن یتقبله ویجعله من عباده المقربین ویحشرنا وایاه تحت لواء الحمد ولواء سید المرسلین صلی الله علیه وسلم، واسانیدی کتبتها للشیخ فرید بن علی فلیرجع الیه۔

وانا العبد محمد یونس عفا الله عنه خادم الحدیث النبوی بمدرسة مظاهر علوم فی سهارنفور الهند، ١٤ محرم الحرام ١٤١٢ھ۔[1]

شیخ کی یہ سند ان کے پیڈ پر اور ان کے نام اور منصب کی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہے۔

شیخ حامد البخاری (مدینہ منورہ)

شیخ حامد بن احمد بن اکرم البخاری مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ حضرت جونپوری کے ان مدنی تلامذہ میں ہیں جو شیخ سے والہانہ تعلق رکھتے ہیں، شیخ کی ان پر بڑی عنایات رہیں اور شیخ نے انہیں سفر میں رفاقت کا شرف عطا کیا، شیخ حامد بخاری مدنی نے اپنے تفصیلی مضمون میں جو ۱۵ رصفحات پر مشتمل ہے ان نقوش اور یادوں کو والہانہ انداز میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"بیس سال سے زائد عرصہ کی یادیں ذہن میں گھومنے لگیں، ملاقات سے پہلے کی یادیں کہ جب ان کے دیدار اور استفادہ کی تمنا تھی، پھر وہ یادیں جب میں اور میرے جان دل اور حبیب روح اخی فی اللہ شیخ احمد بن عبد الملک

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۹۱۔

عاشور حفظہ اللہ وادام النفع بہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب کے ہوٹل میں شیخ کے دیدار اور ان کی ملاقات کے شرف کے جذبہ سے سرشار اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے حاضر ہوئے، مگر شیخ سے ملاقات مقدر نہ تھی یونس جونپوری سے ملے مگر وہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نہیں تھے جس کا بڑا ملال رہا، تین سال بعد شیخ دکتور عاصم قریوتی نے ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ کو خوشخبری سنائی کہ شیخ تشریف لائے ہوئے ہیں، موقع غنیمت جانتے ہوئے شیخ کے شاگرد مولانا ملک عبدالوحید مالک مطابع الرشید کے یہاں مطابع رشید حاضری ہوئی جہاں شیخ کا قیام تھا، یہ پہلی ملاقات تھی جس نے بہت اثر ڈالا جب شیخ نے حدیث الرحمہ مسلسل بالا دلیہ اور دوسرے موجود علماء نے اوائل کتب ستہ اور ثلاثیات بخاری پڑھی جس کی شیخ شرح کرتے جاتے، اور نکات وعلمی فوائد بیان کرتے جارہے تھے، متقدمین اہل علم ومتاخرین کے اقوال کے ساتھ پھر شیخ الاسلام امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بڑی عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ کرتے جس سے محسوس ہوا کہ حضرت شیخ جونپوری شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بہت چاہتے ہیں، اور علم میں اپنا ان کو بڑا محسن گردانتے ہیں، اس مجلس میں جو اہل علم سے بھری ہوئی تھی، ہندوستان کے علاوہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مشائخ ڈاکٹر عاصم قریوتی، اور شیخ صالح الرفاعی بھی تھے"۔[1]

وہ شیخ کی خدمت میں یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ کو دکتور شیخ عامر بہجت کے ساتھ مظاہر علوم سہارنپور بھی حاضر ہوئے، اور اس موقع پر اپنے احفادء واسباط (پوتوں، نواسوں) کے لئے بھی اجازت حدیث لی جبکہ اس سے پہلے اپنی اہلیہ اور اولاد کے لئے اجازت لے چکے تھے، آخری ملاقات (وفات سے ڈیڑھ سال پہلے م) مسجد نبوی کے سامنے اواخر شعبان میں رمضان المبارک سے دو دن قبل ہوئی، اور انہوں نے شیخ کی خدمت میں مسند احمد بن حنبل کا شاندار نسخہ ہدیۃً پیش کیا اور اس میں سے مسند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حصہ پڑھ کر اس کی اور باقی کی اجازت حاصل کی۔"[2]

شیخ کی وفات پر ان کے تاثرات سے ان کی شیخ سے عقیدت ومحبت کو اچھی طرح

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ (۲) قلائد المقالات ص ۱۸۰۔ ۱۸۱۔

سمجھا جا سکتا ہے: وہ لکھتے ہیں۔

ففی ضحی یوم الثلاثا السابع عشر من شهر شوال سنة ١٤٣٨ الهجرية وأنا فی أرض الغربة فی بلاد اندونيشيا، أسمع صحيح الامام ابی عبد الله محمد بن اسماعيل البخاری، رحمه الله تعالیٰ، فی معهد الوادی المبارك الشرعی، اذا بی أتلقی خبراً مفجعاً من أخی الحبيب فضيلة الشيخ الدكتور أكرم الندوی، يخبر فيه أنه وصل للتوّ من لندن إلی جامعة مظاهر العلوم بسهارنفور وأنه فوجئ بوفاة مولانا شيخ الحديث الشيخ محمد يونس الجونفوری قبل لحظات من وصوله، فما أن قرأت الخبر حتی وقع علَیّ كالصاعقة وأصابنی ذهول وحزن عميق۔

هل حقاً توفی شيخنا امير المؤمنين فی الحديث فی ذا العصر؟ هل مات بخاری عصرنا؟! هل توفی الذی مكث يدرس صحيح البخاری مدة خمسين سنة من شوال سنة ١٣٨٨هـ الی الآن، والذی درس قبل ذلك صحيح الامام مسلم، والمؤطا، وغيرها من كتب السنة من سنة ١٣٨١ھ هل مات الذی عاش عمره كله مع حديث رسول الله صلی الله عليه وسلم؟: هل مات الذی كان اذا قُرِئَ عليه الحديث النبوی يشرح ناقلاً اقوال ائمة الاسلام السابقين من مظانها ومن غير مظانها، كأنما يغترف من بحر، وكأن الكتب كلها مبسوطة بين يديه؟!

نعم مات شيخنا الشيخ محمد يونس بن شبير احمد بن شير علی الجونفوری (المولود سنة ١٣٥٥ھ) رحمه الله ورضی عنه وجعل قبره روضة من رياض الجنة وجمعنا به فی دار كرامته۔[1]

(منگل ۱۷ ؍شوال المکرم ۱۴۳۸ھ کو بوقت چاشت جبکہ میں انڈونیشیا میں معہد الوادی المبارک الشرعی میں تھا، بخاری شریف کے دور

---

(۱) قلائد المقالات۔ ص ١٦٧۔١٦٨۔

کے منعقدہ پروگرام میں تھا اور اس کی قراءت کر رہا تھا کہ اچانک برادر حبیب ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے دل دہلانے والی خبر دی کہ وہ ابھی لندن سے مظاہر علوم سہارن پور پہونچے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری کی تھوڑی دیر پہلے وفات کی خبر ملی یہ خبر صاعقہ اثر پڑھ کر میں سب کچھ بھول گیا اور سراپا غم بن گیا، کہ واقعتاً اس عصر کے امیر المومنین فی الحدیث ہمارے شیخ نہیں رہے؟ کیا واقعتاً شوال ۱۳۸۸ھ سے آج تک پچاس سال مسلسل بخاری شریف کا درس دینے والا نہیں رہا؟ جس نے مسلم، موطا اور دوسری کتب حدیث کا درس ۱۳۸۱ھ سے دیا؟ کیا واقعی وہ ہستی نہ رہی جس کی پوری عمر حدیث رسول کے ساتھ گزری؟ کیا واقعی وہ شخصیت نہیں رہی جس کے سامنے حدیث پڑھی جاتی، وہ اس کی شرح ائمہ اعلام کے اقوال کی روشنی میں اس طرح کرتے جیسے سمندر سے موتی چن کر لا رہے ہوں، اور ساری کتابیں ان کے سامنے کھلی ہوئی ہوں؟ واقعی ہمارے شیخ شیخ یونس بن شبیر احمد بن شیر علی جونپوری (مولود ۱۳۵۵ھ) نہیں رہے، اللہ کی رحمتیں ان پر نازل ہوں اور اس کی رضا حاصل ہو اور وہ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے، اور ان کے ساتھ ہمیں وہاں (دار کرامت) میں جمع کرے۔)

شیخ محمد بن وائل حنبلی (استنبول، ترکی)

شیخ محمد بن وائل حنبلی دمشقی حال مقیم ترکی حضرت جونپوری کے خواص تلامذہ میں ہیں جوان کو شیخ الحدیث، جمال المحدثین کے خطاب سے یاد کرتے ہیں شیخ محمد الحنبلی مسلکاً حنبلی نہیں ہیں بلکہ مسلکاً حنفی ہیں، چوں کہ ان کے اجداد میں حنبلی مسلک پر عامل لوگ رہے، اس نسبت سے اسے بطور خاندانی عرفیت کے باقی رکھا، وہ حضرت جونپوری کے علم حدیث میں مقام وامتیاز کو یوں بیان کرتے ہیں:

”ولعلّ الشیخ محمد یونس الجونفوری کان من اعلم أهل الأرض ب ”صحیح البخاری“ وقد سئل صدر المدرسین العلامة المحدث الفقیه الشیخ محمد سعید

البـالـنـفـوری حـفـظـه الـله إن كـانت رتبة امير المومنين فى الـحديث تطلق على احد بزماننا فلمن تكون ؟ فاجاب على الفور: للشيخ محمد يونس الجونفوری "[1]

وهو الجهبذ الناقد، والمحدث الفقيه الأصولى شيخ الحديث بالديار الهندية محمد يونس بن شبير احمد الجونفوری.[2]

(شیخ محمد جونپوری صحیح بخاری کے سب سے بڑے عالم تھے، صدرالمدرسین علامہ محدث فقیہ مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ سے دریافت کیا گیا، ہمارے اس زمانہ میں ''امیرالمؤمنین فی الحدیث'' کا رتبہ کسے حاصل ہے، انہوں نے فوراً فرمایا کہ ''شیخ محمد یونس جونپوری کو۔''

یہ ہیں عبقری ناقد محدث فقیہ اصول عالم شیخ الحدیث برصغیر مولانا محمد یونس شبیر احمد جونپوری۔)

جہاں تک شیخ کے تلامذہ کا تعلق ہے تو شیخ محمد بن وائل حضرت شیخ جونپوری کے تلامذہ میں سے اونچا مقام شیخ احمد عاشور کو دیتے ہیں۔

"ان مـن خـاصة طلبته فى فن الحديث وعلوم السنة فى بـلاد الحجاز هو الأخ العالم المسند المفيد الشيخ احمد بن عبـد الملك عاشور حفظه الله ونفع به، وقد يكون من وُرّاثة وناشری علمه"۔[3]

دوسرے اہم وممتاز شاگردان کی نگاہ میں اس طرح ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مـنـح الله شيخنا طلبة نهلوا من معارفه وعلومه، فمنهم على سبيل الذكر لا على الحصر مع حفظ الألقاب:

شبيـر احـمـد البـريطانى، محمد أكرم الندوى، محمد مـكـى، نظام اليعقوبى، حبيب الله قربان، محمد بن عبد الله آل رشيـد ، خـالـد آل ثـانـى(دولة الـقـطر)، والدكتور عادل الـحـرازى، حـامـد البـخارى، محمدزياد التكله، وقد كتب مـقـدمة نـفيسة لثبـت الشيـخ، عبـد الله المخلافى، عبد الله

(۱) قلائد المقالات ص ۲۱۹-۲۲۰۔ (۲) ایضاً، ص ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

التوم، عمر التشوقانی، محمد بن زین اللحام الزملکانی وغیرھم کثیر۔[1]

شیخ سے اپنے استفادہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سألت شیخنا فی ذی الحجة عام ١٤٢٢ھ، عن 'السلام' علی علی بن أبی طالب وفاطمة رضی الله عنهما ووجود ذلك فی صحیح البخاری فأجابنی علی الفور: تتبعت فی ذلك کثیراً من نسخ البخاری القدیمة و کذلك فی نسخ شروحه، فوجدت هذا موجودا فی کثیر من نسخه القدیمة ولعله مذهب الامام البخاری فی جواز ذلك، وهذامذهب ائمة السلف ایضا و الله اعلم"۔[2]

(میں نے حضرت شیخ سے ذی الحجہ۱۴۲۲ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سلام کے بارے میں پوچھا اور یہ کہ بخاری میں اس کا ثبوت ملتا ہے، فرمایا، بہت ڈھونڈا، بخاری کے قدیم نسخوں اور شروحات میں بہت سے قدیم نسخوں میں ملا، اورامام بخاری کا مسلک اس میں جواز کا لگتا ہے، اوریہی مسلک ائمہ سلف کا بھی ہے، واللہ اعلم۔)

صحیح بخاری پر شیخ کے حواشی کی ڈاکٹر عادل یمانی حرازی ندوی کے حوالہ سے ان الفاظ میں تعریف کرتے ہیں۔

"وحدثنی المسند الرحالة الدکتور الشیخ عادل الحرازی وهو قد رأی نسخة الشیخ من صحیح البخاری، انها محشاة بتمامها، وفیها غرر الدرر و درر الطرر"۔[3]

شیخ کی حیات میں اپنی کتاب انارة المصابیح لقاری الجامع الصحیح ص ۲۸ میں الفائدة التاسعة کے ضمن میں اس سلسلہ میں ان کے علمی افادات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"ومن الکتب المهمة فی هذا الباب،" نبراس الساری الی ریاض البخاری" و "الیواقیت الغالیة فی تحقیق وتخریج الأحادیث العالیة" ففیها فوائد حدیثیه وفقهیة عن هذا

---

(۱) قلائد المقالات ص ٢٢٢-٢٢٣۔ (۲) ایضاًص ٢٢٤۔ (۳) ایضاً

"الجامع" وغيره، لشيخ الحديث العلامة المحدث مولانا محمد يونس الجونفوري، الذى اقرأ تدريسا و تحقيقا "الجامع الصحيح" نحواً من ستين مرة سوى مطالعته الخاصة،له ملازمته اياه من بداية الطلب۔"[۱]

(اس باب میں اہم کتابوں میں "نبراس الساری إلى رياض البخاری" اور اليواقيت الغاليه فى تحقيق و تخريج الأحاديث العالية ہیں ان دونوں کتابوں میں حدیث وفقہ کے بڑے نکات وفوائد ہیں جو صحیح البخاری کے متعلق شیخ جونپوری کے ہیں جنھوں نے ساٹھ سال کے قریب تدریسی اور تحقیقی طور پر بخاری کی خدمت کی اس کے علاوہ مطالعہ الگ ہے جو طالبعلمی کے زمانہ سے جاری ہے۔

مولانا منیر احمد مظاہری (بمبئی، انڈیا)

مولانا منیر احمد مظاہری زید مجدہ حضرت زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے بخاری کے اوران کے تلمیذ رشید مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے مسلم شریف کے شاگرد اور مولانا شاہ عبدالحلیم جونپوری کے خلیفہ ہیں جن کا شمار مقبول علماء اور مؤثر مربیین نفوس میں ہوتا ہے، مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی آپ پر برابر شفقت رہی جو خاص طور پر حج کے سفروں میں زیادہ ظاہر ہوئی کہ دونوں ہی کا معمول ہر سال اس مقدس رکن اسلام کی ادائیگی کا عرصہ سے رہا ہے، مولانا منیر احمد زید مجدہ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ ادھر تقریباً ۱۲، ۱۳ سال سے حج کے ایام خصوصاً پانچ دن حضرت کے ساتھ رہتے تھے ان ایام میں ایک بات تو یہ دیکھنے کو ملی کہ عرب حضرات پڑھنے آتے تھے، اس کے علاوہ دوسری بات اور اوقات میں یہ تھی کہ حضرت اکثر اوقات تلاوت میں، ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

مظاہر علوم کے زمانہ طالبعلمی کی شفقت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

''نماز جمعہ ہم حضرت کے متصل پڑھتے تھے کبھی حضرت ہم کو بلاتے تھے، اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، یہ ان کی شفقت ومحبت تھی''۔

---

(۱) قلائد المقالات ص ٢٢٤۔

مولانا منیر احمد صاحب زید مجدہ نے مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا تو حضرت جونپوری کی خاص توجہ انہیں شروع دن سے حاصل ہوئی اور شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا اور پھر بارہ حج ساتھ کیے، وہ اپنا تعلق اور تأثر اس طرح بھی بیان کرتے ہیں:

''ہم نے ان سے پڑھا ہے اور استاذ کے بارے میں ہم سب کچھ کہاں بیان کر سکتے ہیں، اس کے لئے ایک لمبا دفتر چاہیئے، ان کا مجاہدہ، ان کی قربانی، ان کا ایثار، اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ان کا مزاج، ذوق عبادت، شوق وعشق حدیث، امت کی اصلاح کی فکر، یہ سب باتیں ہیں، اور اسی کے ساتھ خوردوں پر شفقت اور ان کی رعایت کے ساتھ آپ کی زندگی میں نمایاں وعیاں تھیں اور اس زمانہ میں ان سب کا ایک ہی شخصیت میں اجتماع بمشکل دیکھنے کو ملتا ہے۔''(۱)

مولانا منیر احمد صاحب زید مجدہ نے اپنا ایک خواب بھی ذکر کیا ہے، جس سے شیخ کے اونچے مقام اور وقت موعود کے قرب کا پتہ چلتا ہے، وہ بھی لکھتے ہیں:

''حضرت کے انتقال سے ایک ہفتہ پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا، میں نے اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا اس سال چوں کہ بڑے بڑے ارباب علم وفضل اکابر کا انتقال ہوا، اس لئے میرے ذہن میں خیال آتا تھا کہ میرے متعلقین میں کوئی ہوسکتا ہے، جس دن صبح کو حضرت کے انتقال کی خبر ملی اس دن فوراً ذہن منتقل ہوا کہ اس سے مراد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے، حضرت حکیم الامت کو بالکل تندرست حالت میں دیکھا جیسے حضرت استاذی کی شخصیت لحیم شحیم تھی، بالکل اسی طرح حضرت حکیم الامت کو دیکھا کہ چارپائی پر لیٹے ہیں اور اس حالت میں انتقال ہوگیا یہ اکابر سے نسبت اور تعلق کی بات ہے۔''(۲)

---

(۱) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش، صفحہ ۲۸۸-۲۸۹، ادارہ فیضان رحمت، ترکیسر، سورت

(۲) پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش صفحہ ۳۰۲، مطبوعہ ترکیسر، سورت

اسی طرح کا ایک خواب ایک دوسرے بزرگ کے تعلق سے ایک دوسرے عالم کا بھی ہے بقیہ صفحہ ۴٦٦ پر

مولانا کے اپنے استاد و مربی حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ سے خاص تعلق کی بات ہے کہ انہوں نے اپنی سرپرستی میں نکلنے والے سہ ماہی رسالہ ''فیضان اسلام'' کا خصوصی شمارہ محدث العصر مسند القرن الشیخ محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ کی ''پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش'' کے نام سے نکالا، جس کے ۵۹۲ صفحات میں اور انگریزی زبان کے مضامین ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہیں، جس کے مرتب مولانا حبیب الرحمٰن ندوی استاد دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر، سورت ہیں۔

حضرت شیخ جونپوری حج کے سفروں میں مولانا منیر احمد زید مجدہ کی رفاقت کو پسند فرماتے اور کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک فرماتے تھے، اور بمبئی کے سفروں میں اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ ان کی قیام گاہ 'کالینا' (بمبئی) جائیں۔

شیخ خالد بن مرغوب المدنی

شیخ خالد بن مرغوب بن امین المدنی استاد قسم فقہ اسلامی کلیۃ الشریعۃ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ شیخ کے ارشد واحب تلامذہ میں ہیں جو طویل عرصہ سے شیخ سے مستفید ہوتے رہے ہیں اور شیخ اپنی بہت سی راز کی باتیں بھی ان سے کرتے تھے، انہی سے شیخ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا وہ واقعہ سنایا جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے علمی تعاون کو فرمایا گیا تھا، شیخ نے فوراً رخت سفر باندھا اور اس پر عمل کیا، شیخ نے ان سے ایک مشہور محدث سے اجازت کا شوق بھی ذکر کیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کچھ نازیبا کلمات ان کی طرف سے دیکھ کر اس پر عمل نہ کیا، شیخ محدث علامہ عبد الفتاح ابوغدہ سے بھی اجازت حدیث کا بڑا شوق تھا فرمایا اس کا موقع ملا لیکن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خدمت میں یکسو تھا اس لئے دوسری طرف نہ دیکھ سکا، لیکن مسجد نبوی میں یہ موقع تلمیذ و استاد

بقیہ صفحہ ۴۶۵ کا

کہ وہ سہارنپور سے اچانک رائے بریلی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زیارت کے لئے آئے اور راقم السطور سے خود بیان کیا کہ انہوں نے دیکھا تھا کہ یکایک حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کا انتقال ہو گیا، پھر ایک ماہ بھی نہیں گزرا حضرت ندوی کی وفات ہو گئی۔ اس کی کھلی تعبیر یہ تھی کہ وقت موعود قریب ہے اور وہ اس وقت حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کے جانشیں ہیں۔ غفر اللہ لھم ورحمھم رحمۃ واسعۃ

دونوں نے ایک ساتھ حاصل کیا اور اجازت حدیث لی۔

شیخ خالد مرغوب امین المدنی ان خوش نصیب لوگوں میں ہیں جنھوں نے شیخ کی طویل صحبت اٹھائی خود وہ لکھتے ہیں:

"وقد لازمته نحو ثلاثين عاماً من خلال زياراته المتواصلة المتكررة كل عام فى رمضان والحج الى الحرمين الشريفين"۔[1]

(تقریباً تیس سال میں نے صحبت اٹھائی جب وہ رمضان وحج کے سفروں میں حرمین شریفین تشریف لاتے تھے۔)

اپنے علمی ودینی استفادہ اور شیخ کی توجہات کے متعلق رقم طراز ہیں:

"وكان يوجهني دائماً الى اتباع السنة المعظمة فى كل شئ وكان يُولينى عناية ومودة، وبيننا مراسلات، واختصني بتحريرات بخطه على اجازاته وغيرها، اضافة إلى ما أكرمني به مرات من الاقامة فى بيتى، ثم السفر معى إلى مكة المكرمة وقرأت عليه قسطاً وفيراً من الحديث الشريف، وتلقيت عنه "الشمائل" "والأوائل السنبلية" وغير ذلك، وقد استفدت منه فوائد كثيرة متنوعة فى العقيدة والفقه والحديث"۔[2]

(برابر تمام امور میں اتباع سنت کی ترغیب دیتے اور بڑی عنایات فرماتے اور شفقت سے نوازتے، خط وکتابت بھی رہی، اور اپنی اجازت کی تحریروں سے بھی سرفراز فرمایا، مزید یہ شفقت فرمائی کہ میرے مکان پر کئی بار تشریف لائے، اور قیام فرمایا، اور مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ رفاقت سفر سے بھی نوازا، میں نے حدیث شریف کا بڑا حصہ ان کے سامنے پڑھا، شمائل پڑھی، اور اوائل سنبلیہ پڑھی اور اس کے علاوہ بھی، عقیدہ، فقہ، اور حدیث میں بڑے قیمتی فوائد ونکات کا میں نے استفادہ کیا۔)

شیخ کے ساتھ اپنی طویل صحبت کو ان کے خادم مولانا یونس رندیرامدنی کی شہادت کے

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۲۳۔ (۲) ایضاً

طور پر یوں بیان کیا ہے۔

"فقال امام الناس عنی: هذا اقدم تلامیذ الشیخ من اهل المدینة المنورة۔"[1]

(کہ شیخ یونس رندیرا نے لوگوں سے میرے متعلق کہا کہ یہ شیخ کے مدنی تلامذہ میں سب سے قدیم ہیں)

شیخ خالد بن مرغوب بن محمد امین شیخ کی شفقتوں کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

وقد اکرمنی الله فتلقیت العلم الشرعی عموماً والحدیث النبوی الشریف خصوصاً، عن جملة من المشائخ الأجلاء، من أهل المدینة المنورۃ ومن الواردین الیها، وممن رحلت الیه خارجها، وكان من احبهم الی قلبی وأعظمهم تاثیراً فی نفسی: فضیلة شیخ الحدیث فی جامعة مظاهر العلوم بسهارنفور الشیخ محمد یونس الجونفوری، الذی أحسبه كان من هذا الطراز الرفیع، عالماً ربانیاً، فقد كان مثالاً للعالم القدوة المربی، وكان بخاری عصره، وابن تیمیة مصره، وكان یمتاز بالعلم الواسع مع التربیة والذوق الرفیعة واللفتات الرائعة فی فقه الحدیث مع فوائد جمة، زادها أهمیة صدورها عن خبرة طویلة وباع واسع..... الی ماهو معروف به من تعظیم السنة والمحبة النبویة۔[2]

(اللہ نے مجھ کو علم حدیث کے حصول کے شوق سے نوازا اور میں نے بڑے مشائخ حدیث سے استفادہ کیا جن کا تعلق مدینہ سے دو طرح سے ہے ایک تو وہ وہاں کے رہنے والے بھی ہیں دوسرے وہ حضرات ہیں جن کے مدینہ منورہ کے سفر ہوتے رہتے ہیں اور وہ مشائخ بھی ہیں جن کی خدمت میں ہم نے اپنے سفروں میں حاضری دی، ان سبھی مشائخ میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی محبت اور ان کی عظمت میرے دل میں سب سے زیادہ محسوس ہوئی اور جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ تو اونچے طبقہ کے ہیں، اور دنیا

(۱) قائد المقالات ص ۱۴۹۔ (۲) قائد المقالات ص ۱۱۹۔

کے لئے قدوہ اور مربی ہیں، اپنے زمانے کے امام بخاری اور اپنے شہر کے
امام ابن تیمیہ ہیں، وہ علم میں بڑی وسعت رکھتے تھے اس کے ساتھ تربیت کا
بھی اعلیٰ ذوق انہیں حاصل تھا، عالم ربانی تھے، علم حدیث میں ان کی بڑی
نکتہ سنجیاں ہیں، جس میں ان کی بڑی گہری نظر اور وسیع مطالعہ تھا، اس میں
جو اہم وصف ان کا ظاہر ہوا وہ حدیث وسنت سے ان کا عشق و تعلق تھا۔

محدث شیخ علامہ ڈاکٹر عاصم بن عبداللہ القریوتی (مدینہ منورہ)

علامہ محدث شیخ عاصم بن عبداللہ بن ابراہیم الخلیلی القریوتی حفظہ اللہ ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴ء)
میں پیدا ہوئے، حدیث میں ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۳ء) میں ڈاکٹریٹ کیا۔

علامہ ناصر الدین البانی (صاحب سلسلة الاحاديث الصحيحة و سلسلة
الاحاديث الضعيفة و الكتب الأخرىٰ فى علم الحديث و اصوله) کے ممتاز شاگرد،
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے محدث و مسند اور معروف سلفی عالم ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
میں استاذ فی السنة النبویہ وعلومہا اور الجمعیة العلمیہ السعودیہ کے رکن اور مجلہ السنن الحکمہ کے
اداراتی بورڈ کے رکن ہیں۔ شیخ اور علامہ جونپوری کے اہم مستجیزین و مستفیدین میں ہیں جو
مدینہ منورہ میں شیخ کے قیام سے فائدہ اٹھا کر بڑا استفادہ کرتے تھے، وہ شیخ سے استفادہ کی
طرف اپنے متعلقین کو متوجہ بھی کرتے چنانچہ شیخ نے منگل ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ کو ان کی
درخواست پر ان کے شاگرد شیخ نور الدین بن صلاح الدین طالب کو بھی اجازت دی جو اس
طرح تھی جس میں شیخ نے علامہ قریوتی کے لئے علامہ کا لفظ استعمال کی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيد
الأنبياء و المرسلين نبيّنا محمد و على اله و صحبه اجمعين و بعد:
فقد استجازني الشيخ العلامة عاصم القريوتي للشيخ نور
الدين بن صلاح الدين الطالب أن يروى عنى صحيحي
البخارى و مسلم و ماتصح لى روايته و انى ابتدى هذه الاجازة
بالحديث المسلسل بأولية السماع الى سفيان بن عيينة الخ...۔

اوراجازت نامہ اس دعا پر ختم کیا ہے:

رَبَّنا اغفِرلَنَا وَلِاخوانِنا الَّذِينَ سَبقُونَا بِالْايمان وَلَا تجعَلَ فِى قُلوبِنا غلاًّ لّلّذِينَ آمنوا ربنا اِنّكَ رَؤفٌ رَّحِيمٌ، كتبه المجيز محمد يونس الجونفورى خادم الحديث بمدرسة مظاهر العلوم بسهارنفور الهند، يوم الثلثاء ٢٧/ ذى الحجه، ١٤١٩ ھ۔ [1]

(علامہ عاصم بن عبداللہ القریوتی نے علامہ محدث شیخ محمد یونس جونپوری سے حدیث مسلسل سورۃ الصف کی بھی اجازت لی تھی شیخ نورالدین طالب نے شیخ عاصم قریوتی سے یہ سند حاصل کی اس کی ابتدائی اور آخری کی سطروں سے حدیث شریف میں شیخ کے عالمی فیضان کو سمجھنا آسان ہوگا۔)

"قال عاصم بن عبد الله القريوتى، اخبرنا شيخنا العلامة محمد يونس الجونفورى فى محرم الحرام عام ١٤١٩ ھ بالمدينة النبوية عن شيخه محمد زكريا" (مؤلف أوجز المسالك) عن الشيخ خليل أحمد السهارنفورى عن الشيخ الامام عبد القيوم بن عبد الحى الصديقى البدهانوى عن الشاه محمد اسحاق الدهلوى عن المحدث الامام عبد العزيز الدهلوى عن أبيه الشاه ولى الله الدهلوى عن الشيخ أبى الطاهر المدنى من لفظه للحديث والسورة جميعاً الى الدارمى قال حدثنا محمد بن كثير عن الاوزاعى عن يحىٰ عن أبى سلمة عن عبد الله بن سلام رضى الله تعالىٰ عنه قال قعدنا نفراً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فتذاكرنا فقلنا: لو نعلم اى الأعمال اقرب الى الله تعالى لعملناه، فأنزل الله عزوجل "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافى السَّمٰوات وَمَا فِى الْاَرضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيم، يآ اَيّهاَ الّذِينَ آمَنو لِمَ تَقُولُونَ مَا لَاتَفعلُون" قال عبد الله بن سلام رضى الله عنه قرأها علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا۔

(۱) قلائد المقالات ص ۲۶۱۔

اسی تسلسل کے ساتھ اپنے شیخ علامہ محمد یونس جونپوری کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عاصم قریوتی کہتے ہیں:

"وقال الشيخ محمد يونس الجونفوری، وقرأها علينا الشيخ محمد زکریا، قلت وقرأها علينا شيخنا محمد يونس الجونفوری، وکان من قراء ته عن شيخه "مُتِمٌّ نوره" بتنوين مُتم ونصب نوره، قال ابن الجوزی فی النشر وقرأ ابن كثير وحمزه والكسائی وخلف وحفص "متم" بغير تنوين و "نوره" بالخفض أ،هـ، وقرأ الباقون بالتنوين والنصب، والتنوين قرأة ابی جعفر ونافع وابن عامر وأبی بكر عن عاصم ويعقوب كما فی المبسوط فی القراء ات۔"[1]

وكان بعض الحفاظ: هوا صح حديث مسلسلاً واصح مسلسل يروى فی الدنيا، ورواه الترمذی فی جامعه والحاكم فی مستدركه وصححه علی شرط الشيخين ورواه احمد وابو يعلی فی مسنديها والطبرانی فی الكبير وغيرهم۔

عاصم بن عبدالله القريوتی، ۱۴۱۹/۲/۹هـ۔

قال نور الدين؛ قد قرأها علينا شيخنا الشيخ عاصم بن عبد الله القريوتی فی منزله بالمدينة النبوية يوم الاربعاء ۹صفر۱۴۱۹هـ۔[2]

شیخ عاصم قریوتی کے لئے علامہ جونپوری کی اجازت حدیث کا ایک ورقہ اس طرح ہے جس میں دیگر مستجیزین کے ساتھ شیخ عاصم کا نام سرفہرست ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله وكفیٰ وسلامٌ علی عباده الذين اصطفی اما بعد!

فقد حضر لدیَّ الاخوة الأفاضل المذكورون فی هذه الورقة، وهم: عاصم بن عبد الله القريوتی وعبد الغفور البلوشی وخالد مرغوب واخوه ابراهيم وعبد الله ناجی

---

(۱) قلائد المقالات ص۲۶۲۔۲۶۳۔ (۲) قلائد المقالات ص۲۶۳۔

وصالح بن حامد الرفاعی وجمال بن محمد السید وعبد الوحید ملك عبد الحق وعبد الرحیم بن داؤد البریطانی وعبد المجید الحامی وعبد الله الزهرانی وجمعان بن احمد الزهرانی وعلی بن أحمد الخلفاوی وعطر من الأولاد صهیب وصفوان ابناء القریوتی وامین بن الشیخ صالح الرفاعی وامین بن الشیخ خالد مرغوب۔

وقد قرأوا عَلَیَّ ثلاثیات البخاری وابن ماجه والترمذی وقد أجزتهم اجازة عامة بالشرط المعتبر عند أهل الأثر وأوصیهم بالدعاء بظهر الغیب وأن یتواصوا بالحق والعمل به" وصلی الله علی سیدنا محمد وعلیٰ اله وصحبه وسلم تسلیماً کثیراً۔

وکتبه: محمد یونس خادم الحدیث بمدرسة مظاهر العلوم سهارنفور الهند لیلة السادس والعشرین من ذی الحجه ١٤١٨ه۔[1]

(میرے پاس اجازت حدیث کے لئے حسب ذیل فضلاء ہیں: عاصم بن عبداللہ قریوتی عبدالغفور بلوچی، خالد مرغوب اوران کے بھائی ابراہیم، عبد اللہ ناجی اور صالح بن حامد رفاعی، جمال السید، ملک عبدالوحید، عبد الرحیم برطانوی، علی خلفاوی، قریوتی کے بیٹے صہیب اور صفوان صالح رفاعی کے بیٹے امین، اور خالد مرغوب کے بیٹے امین، ان لوگوں نے ثلاثیات بخاری پڑھی، ابن ماجہ، ترمذی، پڑھی، انہیں شرط معتبر کے ساتھ اجازت دی، اور وصیت کی کہ دعاؤں میں یاد رکھیں اور دین کا مذاکرہ رکھیں۔) وصلی اللہ علیہ سیدنا محمد و علی اله وصحبه وسلم تسلیماً کثیراً۔

محمد یونس

خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور،

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

---

(۱) قلائد المقالات، ص ۲۵۸۔

شیخ نظام الیعقوبی العباسی (بحرین)

شیخ فاضل شیخ نظام محمد صالح الیعقوبی العباسی بحرینی حضرت شیخ جونپوری کو امام بخاری کے عاشق کے طور پر پیش کرتے ہیں، ان کے مقالہ کا عنوان ہے "عاشق الامام البخاری شیخنا العلامة الجونفوری" اور حضرت شیخ نے شیخ نظام یعقوبی کے ایک سوال پر یہ نصیحت کی کہ امام بخاری کی اصطلاحات اور اسلوب کو سمجھنے کے لئے ان کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے جو امام کے پاس تھیں اور ان کے زمانہ کی ہیں جیسے موطا امام محمد اور امام ابو یوسف وغیرہ کی کتابیں، اور اس عہد کی دوسری مصنفات، متاخر شروحات اور تصنیفات اس کے لئے زیادہ معاون نہیں ہیں، امام بخاری کی شخصیت کی تشکیل اپنے عہد کی کتابوں اور سابق عہد کی مؤلفات سے ہوئی ہے، شیخ نظام یعقوبی کہتے ہیں کہ یہ عجیب و نادر نکتہ تھا جو شیخ کی زبان سے نکلا، صرف اس کے لئے شیخ کے پاس سفر کر کے جایا جاتا تو وہ سفر کا حاصل ہوتا، امام بخاری کی اصطلاح "بعض الناس" کے بارے پوچھا تو شیخ نے فرمایا امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں، سب سے پہلے امام شافعی نے یہ اصطلاح "کتاب الأم" میں استعمال کی ہے، شیخ کی مجلس علم وعرفان کے بارے میں ان کا مشاہدہ ہے:

"ومِمّا یذکر هنا أن مجلس الشیخ، رحمه الله تعالیٰ۔ کان مهیبا جلیلاً یعلوه الوقار ویبالغ طلابه فی تعظیمه وإجلاله وتوقیره، ونتذکر فیه حدیث الصحابة- رضوان الله علیهم اجمعین- عن مجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم وسکونهم فیه، وکأن علی رؤوسهم الطیر! ولهذا کان الصحابة- رضوان الله تعالیٰ علیهم- یفرحون بقدوم الغرباء والأعراب لجرأتهم فی السؤال عما لا یعرفون، واستفادة الجالسین من ذلك، وکذالك کان حالنا مع الشیخ رحمه الله تعالیٰ، فقد کان اخواننا الهنود من طلبة الشیخ ومریدیه وجلهم من العلماء والمفتیین والمربین یفرحون اذا وردنا علی الشیخ، ویأنسون لمطار حاتنا وممازحاتنا معه، وتبادل لطائف الأمور،

وأطايب الكلام۔"[1]

(قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ کی مجلس بڑی پروقار پر ہیبت ہوتی تھی، طلبہ ان کے ساتھ بڑی عزت اور بزرگی کا معاملہ کرتے تھے، اور ہم لوگ مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے جس کی تصویر صحابہ نے خوب کھینچی ہے، گویا پرندے سروں پر ہوتے، اسی لئے صحابہ اعراب کی آمد اور سوال سے خوش ہوتے تھے کہ وہ بے تکلف ہوکر کرتے تھے، اس سے دوسروں کے لئے استفادہ کی راہ نکل آتی تھی، ہم لوگ شیخ یونس کے یہاں بے تکلف حاضر ہوتے، ہماری بے تکلفی سے دوسرے لوگ محظوظ ہوتے تھے، جن میں شیخ کے ہندوستان کے تلامذہ ومریدین اور علماء ومشائخ بھی ہوتے تھے، جو ان کا بڑا لحاظ اور احترام کرنے والے تھے۔

شیخ نظام یعقوبی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت شیخ کی حیات میں ان کی اسانید حدیث سے متعلق کتاب "الفرائد فی عوالی الأسانید وغوالی الفوائد" اپنے مکتبہ سے شائع کی جو مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی حفظہ اللہ کی تصنیف ہے۔

شیخ خالد بن محمد المختار البداوی السباعی الحسنی (مراکش)

شیخ خالد الحسنی مراکشی حضرت شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ کے ممتاز تلامذہ میں ہیں جو مشہور محدث حافظ حدیث محمد عبد الحی الکتانی الفاسی الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھی رہے، اس مناسبت سے شیخ سے ملاقات کی تو شیخ نے بڑی تکریم فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار کیا، اور اپنے ساتھ کھانے پر لے گئے، حدیث مسلسل بالاولیہ حدیث الرحمہ سنا کر اس کی اجازت بھی دی، بعد میں مزید یہ انعام فرمایا کہ دوسرے دن صحیح بخاری کی پہلی حدیث اور ثلاثیات بخاری شیخ کے ایک شاگرد شیخ محمد بن ناصر العجمی (صاحب کتاب "قلائد المقالات والذکریات فی شیخ الحدیث العلامہ محمد یونس الجونفوری محب وشارح صحیح البخاری ویلیہ الدر الغوالی فی شرح اول حدیث من صحیح البخاری) نے پڑھی، پھر اوائل سنبلیۃ اور ذیل الاوائل السنبلۃ للعلامۃ محمد سعید سنبل المکی

(۱) قائد المقالات ص ۸۲-۸۳۔

الشافعی رحمه الله تعالیٰ پڑھی، اور شیخ خالد مختار حسنی نے امام علی المدینی استاذ البخاری کی الاحادیث المعلله کے جز خامس سے کچھ پڑھا جس کی انہوں نے تحقیق کی ہے اور شیخ کے سامنے قرأت کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے، جب پڑھ چکے تو شیخ نے فرمایا: قال الامام البخاری : علی بن عبد الله (المدینی) اعلم زمانه، اور فرمایا "فاقتضی اطلاقه العموم فی العلوم کلها" کہ، امام البخاری کا مقتضا تمام علوم کی امامت ہے۔ (۱)

اس طرح انہیں شیخ کے تلمذ خاص کا شرف حاصل ہونے کے ساتھ ان کی شفقت ومحبت بھی حاصل ہوئی ان کو اپنی خاندانی حسنی نسبت اور حافظ حدیث شیخ عبد الحی الکتانی کی نسبت سے کہ ان کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا تھا، پھر مزید استفادے کے مواقع ملے جس سے فائدہ اٹھایا، شیخ کے برطانیہ کے سفر میں مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی جونپوری نے شیخ خالد مختار حسنی اور شیخ محمد العجمی کو شیخ سے ملایا اور متعارف کرایا تھا اور بہت جلد ان دونوں نے شیخ کی توجہات اپنی طرف مرکوز کرلیں، یہ شعبان ۱۴۲۷ھ کا واقعہ ہے، شیخ مختار حسنی مراکشی کہتے ہیں "حضرت شیخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی خواب میں بار بار زیارت ہوئی، ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعی کی زیارت ہوئی امام ابن حجر کو شارح بخاری کی وجہ سے اپنا چچا کہتے تھے، ان کی فتح الباری پر تعلیقات واستدراکات ہیں۔ (۲)

شیخ محمد بن ناصر العجمی (کویت)

شیخ محمد بن ناصر العجمی حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے آخر کے تلامذہ اور مستجزین میں ہیں، جن کا پہلے سے ڈاکٹر محمد اکرم ندوی جونپوری سے تعلق تھا اور ان کی زبان سے شیخ کا والہانہ تذکرہ سن کر شیخ سے ملنے کا انہیں شدید اشتیاق ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ شیخ سال میں دوبار حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں، انہیں توقع تھی کہ اس مناسبت سے ملاقات اور تلمذ کا شرف حاصل ہوجائے گا، لیکن جب شیخ کی مایوس کن علالت کی خبر سنی تو انہیں مایوسی ہوئی، لیکن پھر شیخ کو صحت ہوئی اور ان کا شعبان کے آخر میں عمرہ کا سفر ہوا، اور وہ رمضان کے آغاز میں رمضان کا عمرہ

---

(۱) قلائد المقالات ص ۷۵۔ (۲) قلائد المقالات ص ۶۷-۷۶۔

کر کے سہارنپور آجاتے تھے، اور شیخ ابن العجمی کا سفر حرم آخر رمضان میں ہوتا تھا، اسی طرح حج کے موقع پر بھی ملاقات اور استفادہ کی شکل تھی، لیکن ان کی ایک بیماری اس وقت استفادہ کا سبب بنی، جب وہ علاج کے لئے کویت سے انگلینڈ آئے تھے اور اسی زمانہ میں شیخ کا انگلینڈ کا سفر ہوا جس کی اطلاع انہیں ڈاکٹر محمد اکرم ندوی سے ملی، وہ کسی طرح بھی اس موقع کو ضائع ہونے دینا نہیں چاہتے تھے، اوائل، مسلسلات اور دوسرے اجزا، حدیث دو تین ملاقاتوں، نشستوں، ختم بخاری کی تقریبات میں شرکت سے یہ سعادت حاصل کی جس کے لئے وہ بے قرار تھے، اور پھر ایسا تعلق ہوا کہ ان کی وفات پر عربی میں ان کے تلامذہ کے انطباعات وتأثرات کو جمع کر کے کتابی شکل دی، جس میں وہ اپنے فاضل دوست مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کے خاص طور پر ممنون ہیں اور اس کتاب پر ان سے مقدمہ بھی لکھوایا، دار المقتبس دمشق و بیروت سے یہ کتاب "قلائد المقالات والذكريات في شيخ الحديث العلامة محمد يونس الجونفوری محب وشارح صحيح البخاری" کے نام سے طبع ہو کر عالم عرب میں مقبول ہوئی، اس میں انہوں نے حضرة الشیخ کا بخاری شریف کی پہلی حدیث کی شرح پر رسالہ بھی ہے" الدار الغوالي في شرح اول حديث من صحيح البخاري، کے نام سے شامل کیا ہے۔

شیخ کے متعلق ان کے تأثرات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"هذا وأن زينة المحدثين العلامة الشيخ محمد يونس الجونفوری هو أحد أعيان علماء الحديث في عصرنا على طريق أئمتنا الاسلاف، متمسكا بالكتاب والسنة والأثر، زان علمه بالتقوى والصلاح، فمارآه احد أو لقيه جماعة الا وحاز محبتهم له وحبّات قلوبهم، فهو على قدم السلف في دأبهم و اَدبهم وسمتهم من صدق اللهجة والتواضع والزهد والتأله والعبادة مع غزارة الدمعة، والديانة، والصيانة، واذا رأيته رأيت وجها، ينبعث منه النور، وجبينا مشرقاً يتهلل بالبشر، وتقر العيون بطلعته اليوسفية، فانه لايكاد يراه احد

الا واحبه وانجذب اليه، وكل يشهد بمارآه وسمعه:"

وجهٌ عليه من الحياء سكينة ومحبةٌ تجرى مع الأنفاس

واذا احب الله يوما عبده القى عليه مَحبةً للناس[1]

زینۃ المحدثین علامہ شیخ محمد یونس جونپوری ائمہ سلف کے طریقہ پر عہد حاضر کے بڑے علماء میں ایک ہیں، جو کتاب وسنت اور صحابہ کو عقیدہ وعمل میں مضبوطی سے اختیار کرنے والے تھے، اپنے علم کو صلاح وتقوی سے مزین کیا، ان سے ملنے والا کوئی ایک فرد ہو یا جماعت رہی ہو ان کی گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہی، چال، ڈھال، آداب زندگی ومعاشرت، اخلاق وصفات، صدق مقال، تواضع، زہد و طاعت، عبادت، تضرع، الحاح وزاری، رقت قلب، دینداری، اور عفت قلب ونظر، سب میں وہ سلف کا نمونہ تھے، چہرہ سے نور پھوٹتا تھا، پیشانی چمکتی تھی، آنکھیں یوسفی حیا کی غماز تھیں، جو دیکھتا وہ اپنے اندر ان کی کشش وجاذبیت پاتا، اور ان کو دیکھنے اور سننے کے بعد زبان حال سے کہتا:

"چہرہ حیادار باوقار ہے، محبوبیت عام ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ چاہتا ہے اس کی محبت عام کر دیتا ہے"

شیخ محمد بن ناصر العجمی اپنے رسالہ: "السير الحثيث فى الرحلة الى شيخ الحديث العلامة محمد يونس الجونفورى" کا اختتام "الرواية عن الشيخ الجليل محمد يونس الجونفورى" پر کرتے ہوئے اس کا ابتدائیہ اس طرح لکھتے ہیں:

"اخبرنا الشيخ المحدث الكبير، والمُسند النادرُ النظير، محمد يونس ابن شبير الجونفورى بقراءته وحسن لفظه مرتين، الأولى فى المركز العلمى فى بليكبرن فى شمال بريطانيا عصر يوم الخميس سنة ١٤٣٧هـ، والثانية فى مدينة دارالعلوم فى شرقى لندن ضحوة يوم الاحد (٢٢) شعبان ١٤٣٧ه وبقراءتى عليه صبيحة يوم الجمعه، ٢٠ شعبان ١٤٣٧ه الخ۔"[2]

---

(۱) قلائد المقالات ص ۱۴۔ (۲) قلائد المقالات ص ٥٦۔

یہاں شیخ محمد بن ناصر العجمی نے حضرت شیخ جونپوری سے ان کے برطانیہ کے سفر میں استفادہ کے تین مواقع کا ذکر کیا، اور دن اور تاریخ کا بھی تذکرکیا ہے، البتہ پہلے موقع کا دن ذکر کیا لیکن تاریخ ذکر کرنا رہ گئی جو جمعہ ۲۰رشعبان کا اعتبار کر کے جمعرات ۱۹رشعبان ۱۴۳۷ھ ہوتی ہے۔ (۱)

ڈاکٹر شیخ عادل حسن امین الحرازی الندوی (یمن ردوحہ، قطر)

ڈاکٹر شیخ عادل حسن امین الحرازی الندوی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی بڑی شفقت ملی اور بعض اساتذہ کو انہوں نے ان کی خصوصی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ کیا، خود ان کو اپنے لئے ایک تحفہ سمجھتے تھے یہ ان کے یمن میمون سے گہرے تعلق کا پتہ دیتا ہے، "الفقہ یمان، الایمان یمان، الحکمۃ یمانیہ" اور یمنیوں کی نرم دلی وغیرہ کا حدیثوں سے جو پتہ چلتا ہے، انہیں دیکھ کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑی فرحت محسوس کرتے اور ان کو دعائیں دیتے تھے، اور ان کا سلسلہ سند حدیث بھی یمنی ہے جو ان کے استاد علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی کو مشائخ یمن سے پہونچا، جو قلیل الوسائط بھی ہے، حضرت شیخ جونپوری نے بھی یہ سند حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر قرأت حدیث کے بعد حاصل کی، شیخ عادل حسن یمانی نے حضرت ندوی کے ساتھ بیعت وارادت کا تعلق بھی قائم کیا، اور حدیث کی اجازت بھی حاصل کی، اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے اس تعلق کی تجدید کی، علم حدیث میں خصوصی استفادہ استاذ معظم مولانا سید سلمان حسینی ندوی سے کیا، اور ان کی نگرانی میں ندوۃ العلماء سے علم حدیث میں ڈاکٹریت کا مقالہ پیش کیا اور اس کی سند حاصل کی، علامہ محدث شیخ محمد یونس جونپوری سے ندوۃ العلماء میں ان کی تشریف آوری اور ہتھورا باندہ میں تقریب ختم بخاری میں شرکت کے معمول کی مناسبت سے لکھنؤ اور رائے بریلی تشریف آوری سے بھی فائدہ اٹھایا، مزید ان کا سہارنپور کا سفر علم حدیث میں رہنمائی لینے اور استفادہ کے لئے ہوتا رہا، بعد میں دوحہ قطر میں قیام میں اپنے عہد کے ممتاز مسندین ومجیزین اور دیگر اساتذہ حدیث سے مواقع لقاء وزیارت حاصل ہوتے رہے، اور سفر کے حوصلہ وشوق نے اپنے عہد کی بڑی

---

(۱) بشکریہ مولوی عبدالرحمٰن علوی ندوی، از نسل وذریت حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ۔

شخصیات سے استفادہ آسان کرایا، چنانچہ علامہ یوسف القرضاوی، علامہ محمد تقی عثمانی، شیخ سلمان عودہ، شیخ علی قرہ داغی، شیخ عبدالمجید زندانی سے بھی اچھا فیض اٹھایا، ندوۃ العلماء کے قیام میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمان اعظمی ندوی مدظلہ اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ، مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری دام مجدہ، مولانا سید عبداللہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید سلمان حسینی دام ظلہ، مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی دام ظلہ وغیرہ سے خصوصی استفادہ کیا۔

مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے ان کو رفتہ رفتہ گہری مناسبت ہوتی گئی، اور انہوں نے کوشش کر کے دوحہ قطر کے ان کے سفر کو ممکن بنایا اور ان کی حدیث کی مجلسیں منعقد کرائیں جس کی تفصیل پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

شیخ علی بن احمد الخلفاوی (الجزائر)

شیخ علی بن احمد الخلفاوی ابویونس الجزائری، شیخ جونپوری کے ان تلامذہ میں ہیں جن کا شیخ سے تعلق ۱۴۱۳ھ سے ہوا، تو تاحیات اسی طرح قائم رہا، البتہ دس سال ایسے بھی گزرے کہ شیخ کے سفر حرمین شریفین میں شیخ احمد عاشور اور شیخ عبداللہ التوم کے ساتھ پوری طرح حدیث کی قراءت وسماعت کی، خود وہ لکھتے ہیں:

"وكان كلما حضر الشيخ الى مكة أو المدينة ذهبت للقاء ه رفقة تلميذه الحفي به، أخي الشيخ الفاضل أحمد عاشور، حتى أني سمعت عليه اكثر صحيح البخاري، وبعضاً مما كان يقرؤه، الاخوان ككتاب "التميز" "للامام مسلم" بقراءة الشيخ الفاضل عبد الله التوم، ولم تمكني فرصة ألتقي فيها الشيخ إلازرته وسمعت منه، ودامت الملازمة على هذه الصفة مدة جاوزت عشر سنين۔"[1]

(مکہ مدینہ میں شیخ کی حاضری ان سے استفادہ کا بڑا ذریعہ تھی، ان کے خاص شاگرد شیخ فاضل برادرم احمد شور کے ساتھ یہ موقع حاصل کرتا، بخاری شریف کا اکثر حصہ سماعاً اور امام مسلم کی کتاب التمیز شیخ عبداللہ التوم

---

(۱) قلائد المقالات ص ۲۵۱۔

کی قرأت سے پڑھی، اور جو موقع ملا اس سے اس کا فائدہ اٹھایا، اور دس سال سے زائد یہ حال رہا۔)

شیخ علی خلفاوی شیخ سے اپنے تعلق کو یوں بھی بیان کرتے ہیں، کہ انہی کے نام پر اپنے پہلے لڑکے کا نام یونس رکھا، اور اسی سے اپنی کنیت ابو یونس کی، شیخ کے مسلک و مشرب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لقد كان شيخنا محمد يونس رحمه الله على مذهب أهل الحديث في العقائد، لا يقول بالتاويل ويذمه، لكنه كان يمنعه ورعه من الطعن والكلام في العلماء ممّن خاضوا في التأويل ولا يمنعه ذلك من أن يبين مذهب الحق، وكان في الفقه يميل الى مذهب الامام البخاري في كل اختياراته ويعظمه كثيراً، كان ويحب كثيراًالقاضي عياض ويجله، ويقول إنّ كلامه مبارك۔"(۱)

(ہمارے شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ عقائد میں محدثین کے مسلک پر تھے، اس میں تاویل کے قائل نہیں تھے بلکہ اس کو غلط سمجھتے تھے، البتہ ان کا ورع وتقوی علماء کی شان میں زبان درازی سے انہیں محفوظ رکھتا ان حضرات کے سلسلہ میں جو تاویل میں بہت دور چلے گئے ہیں، لیکن وہ مسلک حق کی ترجمانی میں پیچھے نہیں ہٹتے تھے، فقہ میں وہ امام بخاری کے مسلک پر تھے اور ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے، اسی طرح قاضی عیاض کے بہت قائل اور قدرداں تھے، فرماتے کہ ان کے کلام میں برکت ہے۔)

مولانا محمد اکرم ندوی جونپوری (آکسفورڈ) لندن

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی سابق استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء ورفیق المرکز الاسلامی آکسفورڈ لندن، جونپور کے رہنے والے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء آنے سے پہلے جونپور کے مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں کے تعلیم یافتہ ہیں، جہاں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ نے بھی

(۱) بحوالہ سابق ص ۲۵۵۔

پڑھا تھا، یہ وطنی اور درسی نسبت حضرۃ الشیخ جونپوری سے قربت واستفادہ کا بڑا ذریعہ بنی، پھر انہیں ان کی طرف جو انجذاب اور دوسری طرف سے شفقت ومحبت حاصل ہوئی اس کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے "ثبت العلامہ المحدث الشیخ محمد یونس الجونفوری" کتاب لکھی جو بحرین سے شیخ نظام یعقوبی نے شائع کی، حضرت شیخ جونپوری کی خدمت میں ان کو پیش کیا جانے والا یہ بہترین تحفہ تھا جس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچی اور کتاب بعض بڑے عرب افاضل کے شیخ سے استفادہ کے شوق اور ان کی طرف انجذاب کا بڑا ذریعہ بنی، جس کا ذکر ممتاز عرب کویتی فاضل شیخ محمد بن ناصر العجمی نے شیخ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب "قلائد المقالات والذکریات فی شیخ الحدیث العلامۃ محمد یونس الجونفوری" کے مقدمہ میں کیا ہے، شیخ کے دوسرے ممتاز عرب شاگرد شیخ احمد عاشور، شیخ عبداللہ التوم، شیخ محمد زیاد التکلہ سے بھی ان کے دیرینہ تعلقات وروابط تھے اور انہیں شامل کرکے شیخ کا یہ پسندیدہ حلقہ تلمذ تھا، جن پر شیخ کو بھی رشک تھا، اور شیخ علم وتحقیق کے رازہائے سربستہ ان پر کھولتے تھے، یہ بھی فرماتے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں لوگوں کے سامنے کہہ دیں تو ہم پر فتوی لگادیں گے، افسوس کہ جس دن ڈاکٹر محمد اکرم ندوی اپنے فاضل دوست ڈاکٹر محمد شامخ اور ان کے والد کے ساتھ شیخ کی زیارت کے لئے سہارنپور پہونچے تو شیخ کی روح پرواز کرچکی تھی، کچھ حالات ایسے ہوئے کہ وہ شیخ کے جسد بلا روح کی بھی زیارت نہ کرسکے، مگر جو قلمی تاثر پیش کیا، اس کی کم نظیر ملے گی، عربی تاثر "قلائد المقالات والذکریات" کے تقدیم میں دیکھئے، اردو تاثر کے بعض حصے ان کے سفرنامہ ہند (مطبوعہ دارالرشید لکھنؤ) سے پیش کئے جارہے ہیں، وہ رقم طراز ہیں:

تیرے جانے سے گمان برہمی دہر کا تھا
تو گیا اور بپا دہر میں محشر نہ ہو

آج بخاری شریف کا سب سے بڑا عالم رخصت ہوا، برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کے برابر بخاری کا کوئی عالم نہیں تھا، میں نے ہندوستان، پاکستان اور عالم عرب کے شیوخ کی مجالس حدیث میں شرکت کی ہے، اور جن کے دروس نہیں سنے ان کی

تحریریں دیکھی ہیں، کسی کو اس مرد نکتہ داں سے کیا نسبت، خاک کو آسمان سے کیا نسبت، میرے عرب دوست علمائے حدیث اس کی بخاری فہمی پر انگشت بدنداں تھے، اس کی نکتہ سنجیاں اس کے علم وفہم اور گہرے تدبر وتفکر کا نتیجہ تھیں، اس نے صحیح بخاری پر کسی فقہی یا فکری مکتبہ فکر کے پیروکار کی حیثیت سے نگاہ نہیں ڈالی، وہ صحیح بخاری امام بخاری کی نگاہ سے پڑھنے کا عادی تھا، اس کتاب کے سب سے بڑے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی بھی کبھی کبھی شافعی مسلک کی عینک پہنے نظر آتے ہیں، لیکن آج کا رخصت ہونے والا وہ عالم راسخ تھا جس نے حق صدق وامانت ادا کر دیا۔

آج اس ذات نے عالم فانی کو خیر باد کہا، جس کی مجلسوں میں امام علی بن المدینی کی علل فہمی کا تذکرہ ہوتا، جہاں رواۃ حدیث پر یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل، ابوزرعہ الرازی اور ابوحاتم الرازی کے اقوال زیر بحث ہوتے، جو ابن تیمیہ، مزی، برزالی اور ذھبی کا عاشق تھا، جو ابن رجب، ابن عبدالہادی کے حوالے دیتا، جو ابن حجر کی آراء کا ناقدانہ تجزیہ کرتا، جس کی ہر مجلس میں نئی تحقیقات سننے کا موقع ملتا، جو متقدمین ومتأخرین کی آراء سے واقف ہی نہیں بلکہ ان کے مالہ وماعلیہ پر درجہ استناد رکھتا، وہ حافظ حدیث تھا، اور اپنے موضوع پر حجت۔

وہ مجلس سونی ہوگئی جس میں حدیث کی کتابوں کے تذکرے ہوتے، جہاں مؤطا اور اصول ستہ کے نام بار بار آتے، جہاں سنن دار قطنی، سنن بیہقی، مستدرک حاکم پر گفتگو ہوتی، جہاں تاریخ بخاری، تاریخ بغداد وتاریخ دمشق، تہذیب الکمال، تذکرۃ الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب زیر بحث آتیں، جہاں مقدمہ مسلم، علل الترمذی، المحدث الفاصل، معرفۃ علوم الحدیث، الکفایۃ فی علم الروایۃ، الرحلۃ فی طلب الحدیث، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، الالماع، مقدمہ ابن الصلاح، التقیید والایضاح، نزہۃ النظر وغیرہ کی گتھیاں سلجھائی جاتیں۔

وہ صاحب نظر ہم میں نہ رہا، جو محدثین کے اصول اور سلف کے منہج کے مطابق تفصیل کے ساتھ صفات الٰہی کی تشریح کرتا، جو خوارج، شیعہ، جبریہ، قدریہ، مرجئہ، معتزلہ، اور دیگر فرق باطلہ کی برملا علمی تردید کرتا، جو اشاعرہ وماتریدیہ کے اقوال ودلائل کی کمزوریاں واضح

کرتا، جو ابن تیمیہ کی تحریروں کے اس طرح حوالے دیتا گویا وہ اسے از بر ہوں، جو کسی کھو کھلی مصلحت اور سیاسی دور اندیشی کی پرواہ کئے بغیر ابن تیمیہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتا، بلکہ ابن تیمیہ کو اپنا شیخ کہتے نہ تھکتا۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا، ایک ضیا پاش چراغ تھا نہ رہا، آہ! ہندوستان کا وہ عالم محقق وفات پا گیا، جو تقلید سے بالاتر تھا، آج جبکہ تقلید عوام میں نہیں بلکہ خواص میں بھی پھیلی ہوئی ہے، اور بہت سے افزام اس تقلید پر فخر کناں ہیں، وہ پیشۂ علم وتحقیق میں جرأت وہمت کا امام اور عزم وحوصلہ کا بادشاہ تھا، ہر چیز کو اپنی نگاہ سے دیکھنے کا خوگر تھا، اور ہر بات کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتا تھا، اس کے علم کی گہرائیوں نے اسے تقلید کی پستی سے نکال کر تحقیق واجتہاد کے بلند مقام پر فائز کر دیا تھا، راقم سطور اور راقم سطور جیسے سیکڑوں انسان اس کی اس صفت کے شیدائی تھے۔

شبلی خراب نرگس چشم خراب اوست

مجھے ڈر ہے کہ کوتاہ بین وکوتاہ نظر، دون ہمت وپست حوصلہ اسے اپنی صف میں لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے، اس پر تقلید وروایت پرستی کی قبائے تنگ ڈالی جائے گی، لیکن یہ کوشش اتنی بھونڈی ہوگی کہ جسے بھی اس کی مجلسوں کا ادنیٰ ذوق ہے وہ اسے ہرگز قبول نہیں کرے گا۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

تحقیق واجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز رہتے ہوئے ائمہ کرام اور علمائے سلف کا پورا احترام کرتا، ایک بار مجلس میں تواضع کے ساتھ فتح الباری میں ابن حجر پر اپنے تعقبات کا ذکر کیا، تو میں نے عرض کیا کہ اگر ابن حجر کی وہ ساری غلطیاں املا کرا دیتے تو ہمارے پاس کتنی اہم دستاویز مہیا ہو جاتی، فرمایا نہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ ابن حجر پر تنقید کریں، میں نے ان تعقبات کو اپنی تحریروں میں منتشر کر دیا ہے، جو ساری تحریریں پڑھے گا، اسے یہ معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

وہ عبادت گزار تھا، تقویٰ اور خشیت الٰہی سے متصف، اس کی مجلسوں نے حاضرین

کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور سنت کی اہمیت راسخ کردی تھی، زہد اس کا خاصہ تھا، اس نے اپنے قدموں میں حنائے قناعت لگا رکھی تھی۔

دنیا اگر دہند نہ جنبم زجائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش

سنت وحدیث کی امامت کا ذکر آتا تو زبانوں پر سب سے پہلے اسی کا نام آتا، اس کا انتقال ہوا، اور سارے شیوخ حدیث برابر ہو گئے، امام اوزاعی کا قول ہے: "اذا مات ابن عون و سفیان الثوری استوی الناس" یہ قول کسی وقت عبداللہ بن عون اور سفیان ثوری کے لئے سچا تھا تو آج اس کا انطباق اس جانے والے پر ہوتا ہے جس نے آج سارے علماء کو ایک درجہ میں کردیا۔

داغ معجز بیان ہے کیا کہنا
طرز سب سے جدا نکالی ہے
نظر نواز نظاروں میں جی نہیں لگتا
وہ کیا گئے کہ بہاروں میں جی نہیں لگتا
نغمہ کاروں کے لئے ناخن مضراب کہاں
سینۂ ساز سے اٹھی نہ صدا میرے بعد

ہندوستان میں، حرمین شریفین میں اور انگلینڈ میں ہمیشہ دیکھا ہے کہ جدھر وہ ہوتا اسی طرف ہجوم علماء وطلبہ ہوتا۔

سلطان خوبان می رود ہر سو ہجوم عاشقان
چابک سواران یک طرف مسکین گدایان یک طرف

وہ چلا گیا، اور اس نے کوئی جانشیں نہیں چھوڑا، کیونکہ اس کا مقام کسی مسند سے عبارت نہیں تھا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا اس مسند پر بیٹھ جاتا، نہ ہی اس کا مقام کسی عہدے اور منصب کا نام تھا کہ اس کے بعد کسی دوسرے کی اس پر تقرری ہوتی، نہ اس نے کوئی سجادہ چھوڑا کہ اس کی جانشینی اختیار کی جاتی، ہر چھوٹے بڑے مدرسے میں شیخ الحدیث کا عہدہ ہے، لیکن

کوئی شیخ یونس نہیں، وشان مابین خل وخمر، اس کا مقام علم کی وسعت و گہرائی، عقل وفہم، فکر وتدبر، تحقیق واجتہاد، صلاح وتقویٰ، اور خشیت واخلاص سے عبارت تھا، ان ائمہ متقدمین کے مانند تھا جن میں سے ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے: لم یخلف بعدہ مثلہ۔

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا کوئی ویسا نظر نہیں آتا

بدخشاں ویمن چھانا، لگائے غوطے دریا میں

نہ لب سا لعل اے آتش نہ دنداں سا گہر دیکھا(۱)

مولانا نور العالم ندوی مظاہری (ڈھاکہ بنگلہ دیش)

مولانا نور العالم ندوی مظاہری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ کے ممتاز شاگرد اور بنگلہ دیش کے باتوفیق عالم دین اور مربی وداعی ہیں، قاری اشرف علی شقدار علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور راجہ پور جھالوکاٹھی بریسال بنگلہ دیش کے رہنے والے ہیں، ۳رفروری ۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید، اردو فارسی کی تعلیم اپنے گاؤں میں امداد العلوم اشرفیہ میں اور ثانویہ، متوسطہ کی تعلیم مدرسہ حامی السنۃ میکھل چاٹگام اور جامعہ اسلامیہ پٹیہ چاٹگام میں حاصل کر کے لکھنؤ (انڈیا) کا رُخ کیا اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے چار سالہ عالمیت اور پھر عربی ادب میں تخصص (۱۹۸۸-۱۹۹۳ء) کیا۔

انہوں نے ندوۃ کے اساتذہ ادب میں مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی علیہ الرحمہ، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ، مولانا عبد النور ندویؒ، مولانا برجیس احمد ندوی دربھنگوی مرحوم، اور اساتذۂ تفسیر میں مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی مرحوم، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی دام ظلہ، اساتذۂ حدیث میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ، مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ اور مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی علیہ الرحمہ کا تذکرہ کیا ہے۔

بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور پھر انہی کے خط کے ذریعہ جو حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے نام تھا مظاہر علوم سہارن پور

---

(۱) ملاحظہ ہو سفر نامۂ ہند ۴۷-۱۵۰ از ڈاکٹر محمد اکرم ندوی مطبوعہ دار الرشید لکھنؤ۔

میں حدیث شریف میں مزید استفادہ واختصاص کے لئے داخلہ لیا، جہاں مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری کے سنن ابوداؤد کی شرح کی طباعت کے مرحلہ میں معاونت کا شرف بھی حاصل کیا، شیخ جونپوری کی خاص توجہ اور عنایت سے علمِ حدیث سے شغف پیدا کیا، اور ختم مسلسلات میں شرکت کرکے اجازت حدیث بھی حاصل کی، پھر یہ سعادت حاصل کی کہ آٹھ ۸ سال تک جامعہ رشیدیہ جرمونائی بریسال (بنگلہ دیش) میں بخاری شریف، ہدایہ رابع، اور دوسری کتابوں کا درس دیا، کھیل گاؤں ڈھاکہ میں دو تعلیمی ادارے جامعۃ النور للبنین اور جامعۃ الصالحات للبنات قائم کئے، جامعۃ النور میں دورۂ حدیث اور تخصصات کی بھی تعلیم کا انتظام ہے، کئی کتابیں بھی ہیں، تین سو ۳۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب "إلى الجيل الجديد" اور "امداد السلوك" کا بنگلہ ترجمہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، اجازت وخلافت حضرت مولانا شاہ عبدالمتین بن حسین دامت برکاتہم (ڈھاکہ) سے حاصل ہے جو حضرت مولانا شاہ حکیم اختر کراچوی علیہ الرحمہ کے ممتاز ومحبوب خلیفہ ہیں، بارک اللہ فی حیاتہ واعمالہ۔ [1]

---

(۱) بہ شکریہ مولوی اسماعیل حسین نواکھالی (قاسمی ندوی)

سترہواں باب

احوال وآثار اور ملفوظات

۱) حضرت شیخ یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ کے شاگرد مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی کہتے ہیں: مشاجرات صحابہ کے تعلق سے (جو واقعہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جنگ جمل اور صفین کی دوران سامنے آئے) تو اکابر محدثین وائمہ دین متین اور سلف صالحین کا اس سلسلہ میں کلام ذکر فرماتے البتہ آخر میں اس کی وضاحت فرمادیتے کہ یہ بڑوں کا موقف ہے، ہم ان کے پاؤں کی دھول بھی نہیں اور ہم مکمل سکوت اختیار کرتے ہیں۔

۲) فرماتے، اللہ کا نام جس حال مَیں لو گے اثر سے خالی نہیں رہے گا۔

۳) تیندوارائے بریلی کے حاجی سلطان کے بیٹے ہارون بھائی شیخ کی خدمت میں گئے، فرمایا کلام پاک پڑھا ہے یا نہیں ہارون بھائی نے عرض کیا، کہا کہ نہیں فرمایا کہ قرآن پاک پڑھو، انہوں نے اس کے بعد جا کر قرآن پاک پڑھا اور مکمل کیا۔

۴) حضرت مولانا محمد یونسؒ رمضان میں اپنے یہاں مقیمین سے تاکید کرتے کہ کم از کم دس پارے ضرور پڑھو۔

۵) اہل اللہ کی خدمت کے بارے میں فرماتے کہ اس کا اثر مرتے وقت ظاہر ہوتا ہے، اور آخرت میں یہ چیز بہت کام آتی ہے۔

۶) راقم کے سامنے ایک بڑے عالم سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ بغیر توبہ کے کبیرہ گناہ، ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے معاف ہوجاتا ہے، پھر مولانا نے فرمایا کہ اصل خدمت مرنے کے بعد کی ہے کہ اس میں لالچ نہیں ہوتی، جو ان کے لئے دعائے مغفرت، ایصال ثواب اور ان کے تعلق والوں اور تعلق والی چیزوں کے خیال رکھنے سے انجام دی جاتی ہے۔

۷) ایک فاضل مدرسہ سے فرمایا: مدرسہ سے ضرور اشتغال رکھو چاہے قاعدہ بغدادی ہی

پڑھانے کو ملے۔

۸) ایک مدرس سے فرمایا: حدیث شریف کی کوئی کتاب ضرور پڑھاؤ، وہ نہ ملے تو فقہ کی کوئی کتاب پڑھاؤ۔

۹) فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی نسبت رکھنے والوں کو تھوڑے عمل پر بھی بہت مل جاتا ہے، دوسروں کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی مثال سامنے ہے، محنت انہوں نے بھی کی اور دوسروں نے بھی کم نہیں کی مگر یہ دوسروں سے بہت آگے نکل گئے۔

۱۰) اور فرمایا، مولانا محمد طلحہ صاحب (کاندھلوی) کی نسبت بہت بڑی ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے نسبت فرزندی سے حاصل ہے، یہ معمولی بات نہیں کہ وہ حضرت شیخ کے بیٹے ہیں۔

شیخ کے شاگرد مولانا عبدالعزیز ثانی مظاہری (رائے بریلی) کہتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ جونپوری کی خدمت میں اپنے گھر کا خاص گھی لے کر جاتا اور پیش کرتا تو فرماتے کہ بھائی طلحہ کے یہاں پہونچایا کہ نہیں۔

۱۱) مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی (شاگرد سال ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) کہتے ہیں کہ جب درس بخاری کے اختتام کا وقت ہوتا تو اس وقت ان پر فنائیت کا بے حد غلبہ ہوتا، بے اختیار چہرہ سے آنسو جاری ہو جاتے، آواز میں بھر بھراہٹ ہوتی اور پھر اس پر قابو کی کوشش اور پھر انتہائی الحاح وتضرع سے دعا فرماتے، البتہ ختم بخاری میں دعا حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی علیہ الرحمہ سے کراتے۔

۱۲) ائمہ کے اختلاف وآراء واقوال میں آپ کا منہج بہت اعتدال کا ہوتا اور عبد ضعیف کہہ کر اپنی بات پیش کرتے، اور حدیث میں فقہ کو غالب رکھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، حدیث کا جو مطلب اور پیغام ہے اسی کے دائرہ میں رہتے ہوتے، اپنی بات کہتے۔ (روایت مولانا عبدالعزیز رائے بریلی)۔

۱۳) حضرت مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں: کہ صحیح بخاری کے درس میں

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ شیخ کچے گھر کے اوپر کتب خانہ میں مطالعہ فرمارہے تھے، گرمی کا موسم تھا، پسینہ کی وجہ سے حضرت کی کملی گیلی ہوگئی، حضرت نے فرمایا کہ اس کو باہر پھیلا دو، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اسے سونگھا تو پسینہ کی بو کے بجائے اس میں سے خوشبو آرہی تھی۔ (۱)

۱۴) حضرۃ الشیخ جونپوری کو اپنے اکابر سے جو محبت وتعلق تھا اور دعا میں ان کی جو کیفیت الحاح وزاری کی ہوتی تھی اس کو ایک خط کے اس مضمون سے سمجھا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے ختم بخاری کا بھی تذکرہ کیا ہے، مولانا مفتی محمد ذاکر ججپوری اپنے ایک خط میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو لکھتے ہیں:

''حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ کی طبیعت بہت ناساز چل رہی ہے، حتی کہ نہ کلام نہ قرار، پرسوں مورخہ ۱۴ر رمضان المبارک ہفتہ کو بعد نماز عشاء ختم بخاری شریف کا اہتمام کیا گیا پھر شیخ محمد یونس مظاہری نے دعا کرائی جس میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور مولانا انعام الحسن صاحب دہلوی اور مولانا عبدالحلیم جونپوری صاحب، مولانا قاری صدیق احمد صاحب اور حضرت والا (مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ) کے لئے نام لے کر دعائیں کیں مجمع پر عجب رقت طاری تھی۔'' (مکتوب چھتہ مسجد دیوبند۔ ۱۶۔ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ)

۱۵) برمی طالب علم، مولوی محمد عاصم عبیداللہ ندوی مظاہری مظاہر علوم سہارنپور دورۂ حدیث کے لئے گئے تو ندوۃ العلماء کی نسبت سے شیخ نے ان کا خاص خیال فرمایا، جس کا اظہار راقم کے نام اپنے مکتوب میں مولوی محمد عاصم نے اس طرح کیا ہے۔

''کہ عربی لہجہ میں میں نے شیخ کے درس میں قرأت حدیث کی، جس کی ضیاء العلوم رائے بریلی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عادت تھی، شیخ کو میرا لہجہ اور انداز اگرچہ پسند آیا مگر مزاحاً تھوڑی تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ یہاں سب ہندوستانی ہیں، ہندوستانی لہجہ میں پڑھو، عربی لہجہ عربوں کو زیب دیتا ہے، اور عجمی اس سے نامانوس ہوتے ہیں۔''

شیخ خالد مرغوب کہتے ہیں فرمایا:

---

(۱) ذکر زکریا مرتبہ مولانا فیروز اختر ندوی، ص ۸۳۔

۱۶) ولایت کا تعلق کرامت سے نہیں، بلکہ خواہش نفس کی مخالفت اور اطاعت میں لگنے سے ہے، بھلے ایسے شخص کو لوگ ولی کی حیثیت سے نہ جانے اور نہ پہچانیں۔

۱۷) فرماتے اور ان کا عمل بھی اس پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے روضۂ اقدس پر حاضری میں سلام مطول نہیں مختصر پڑھا جائے۔

۱۸) فرماتے کہ آفات وبلایا سے حفاظت کا موثر ذریعہ کثرت استغفار ودعا ہے، اور خود وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

۱۹) فرمایا کہ دعاۃ اور علماء کا اختلاف فرعی ہے، اور سبھی ایک کشتی کے سوار ہیں۔

۲۰) شیخ خالد مرغوب امین مدنی کہتے ہیں، بوسنۃ ہرزے گووینا کا ایک طالب علم حاضر خدمت ہوا میں نے اس کے لئے اجازت حدیث اس جذبہ سے طلب کی کہ حضرت کا علم اس دیار میں پھیلے گا، فرمایا سنت کی نشر واشاعت کا جذبہ ہونا چاہئے، جہاں اس کے انوار جائیں گے وہاں سے بدعت کی ظلمات کافور ہوں گی۔

استاذ محمد وائل الحنبلی الدمشقی (مقیم ترکی) نقل کرتے ہیں کہ فرمایا:

۲۱) ینبغی للشباب أن یتزوجوا بثلاث نیات (اتباع السنة، اکثار الامة، احصان الفرج)

(نوجوانوں کو تین نیتوں سے شادی کرنا چاہئے، سنت کی اتباع کے لئے، امت میں اضافہ کے لئے اور شرم گاہ کی حفاظت کے لئے۔)

۲۲) استاذ علی بن احمد الخلفاوی الجزائری ناقل ہیں:

"الصدق والاخلاص هما اللذان فقدا الآن، الناس یتعلمون للمنزلة وطلب الجاه، تعلموا وادعوا لانفسكم أن یعطیكم الله الاخلاص والصدق"۔

(سچائی اور اخلاص کا آج فقدان ہے، لوگ مقام ومرتبہ اور طلب عزوجاہ کے لئے تعلیم حاصل کرتے ہیں، تم تعلیم حاصل کرو اور اپنے لئے دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اخلاص اور سچائی عطا کرے۔)

۲۳) استاذ علی الخلفاوی الجزائری استحضار نیت والی حدیث پر شیخ جونپوری کی بات کو ایک نکتہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"نکتة بداية الامام البخاری بحديث عمربن الخطاب انما الأعمال بالنيات لقول النبی صلی الله عليه وسلم "لو كان نبی بعدی لكان عمر" ففيه استعداد النبوة"

(امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث انما الاعمال بالنیات سے صحیح بخاری کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ کے اس ارشاد کی وجہ سے کی ہے، "کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے" کہ ان کے اندر نبوت کی صلاحیت موجود تھی۔)

۲۴) استاذ خلفاوی راوی ہیں کہ شیخ نے فرمایا:

"ليس من الكمال ان تنسب النقص للأكابر"

(کہ یہ کمال کی بات نہیں کہ تم کمیوں کو بڑوں کی طرف منسوب کرو۔)

۲۵) مولانا عبدالاحد پٹیل فلاحی راوی ہیں:

"کہ میں نے حضرت شیخ جونپوریؒ کو ایک بار ان کے حجرہ میں اور ایک بار دارالحدیث میں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں کو پکڑے ہوئے طلبہ کے سامنے اللہ کے ڈر سے فرما رہے ہیں۔ کہ

"اشهدوا انتم، انی استغفرالله من كل ذنب"

(تم لوگ گواہ رہنا میں ہر گناہ سے اللہ کی مغفرت چاہتا ہوں۔)

۲۶) شیخ عمر سراج حبیب اللہ (جدہ) شیخ کی امام نووی کے صدق واخلاص پر سبق آموز بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ويقول عن الامام النووی عنده اخلاص كبير وهو ذوبركة يعترض على الأشخاص، يقول هذا وهم، هذا خطاء ولكن نيته ابراز الحق لاللإعتراض على العلماء فبورك فيه"

(وہ امام نوویؒ کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ وہ بہت ہی اخلاص مند انسان تھے، اور برکت والے آدمی تھے اشخاص پر ان کا اعتراض برائے

تنقید نہیں ہوتا تھا بلکہ حق کے اظہار کے لئے ہوتا تھا، تو اللہ نے اس میں برکت رکھ دی۔)

۲۷) حضرت شیخ جونپوریؒ کے عزیز شاگرد وخلیفہ مولانا مفتی شبیر احمد برطانوی راوی ہیں:

"قال الشيخ وهل يتمثل الشيطان بالله فى المنام فيه خلاف ذكره صاحب آكام المرجان فاختار ابن العربى، واللقائى فى شرح الجوهرة انه لا يتمتل به تعالى وذهب الامام الكنكوهى و الشيخ التهانوى انه يتمثل به، و كذا فى تعليقات على الصحيح۔"

(شیخ فرماتے ہیں کہ کیا شیطان خواب میں اللہ کی مشابہت اختیار کر سکتا ہے فرماتے ہیں، اس میں اختلاف ہے جس کا صاحبِ آکام المرجان نے ذکر کیا ہے، علامہ ابن العربی نے اور اللقائی نے شرح الجوہرۃ میں لکھا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا ہے، امام گنگوہیؒ اور شیخ تھانویؒ کے نزدیک شیطان مشابہت اختیار کر سکتا ہے اور دھوکہ دے سکتا ہے۔)

۲۸) مفتی کوثر علی سبحانی ارریاوی استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور کہتے ہیں کہ ایک بار تعجب سے فرماتے ہوئے کہا کہ ایک خاص نصیحت ہے کہ مدرسہ کی انتظامیہ سے کبھی اختلاف مت کرنا۔

۲۹) جہاں تک حلیہ کا تعلق ہے، مفتی کوثر علی سبحانی صاحب لکھتے ہیں:

قد اعتدال کے ساتھ لمبائی مائل متوسط قد، بلکہ...... بلند قامت، معتدل جسم (یعنی آپ کا پیٹ سینہ برابر تھا، پیٹ نکلا ہوا نہیں تھا) چوڑا سینہ، سرخی وسفید ملا ہوا گورا رنگ، کشادہ پیشانی، قدرے اعتدال کے ساتھ بڑی بڑی سیاہ پتلی، سفید اور خمار آلود آنکھیں (جو اکثر بند یا نیچے رہتی تھیں، اگر پوری آنکھیں کھول کر کسی کو اچانک دیکھیں تو مارے رعب کے دل دہل جائے) خمدار گنجان لمبے اور آپس میں جدا جدا آبرو، گول اور بلندی مائل ناک، رخسار ہموار، بھرپور گنجان اور لمبی داڑھی، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ، اوپر کا ہونٹ پتلا اور نیچے کا ہلکا پُر گوشت اور سرخ، جوانی میں گھنی مونچھ کو قص اور بڑھاپے میں جز یعنی باریک کرتے تھے، ملے ہوئے آبدار اور چمکدار دانت، اعتدال کے ساتھ بڑا سر، حج کے زمانہ میں حلق اور باقی پورے

سال لمبی اور اخیر میں بل کھاتی ہوئی زلفیں، جس میں کبھی مانگ نکالا کرتے تھے، گردن پُر گوشت اور خوبصورت، دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ، بدن گٹھا ہوا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں، کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت، ہاتھ، اور پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی، تلوے پُر گوشت اور قدم ہموار، رانیں اور پنڈلیاں لمبی، کشادہ قدم تیز رفتار، چلنے میں جھک کر چلتے تھے اور نگاہیں نیچی رہتی تھیں، صحت کی حالت میں اکثر میں دیکھا کرتا تھا کہ حضرت کے احترام میں راہگیر اور دکاندار وغیرہ اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو جاتے تھے، آپ کی کلائیوں اور پنڈلیوں پر بال جو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے تھے نیز ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بھی بال تھے، یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور شکل وشباہت کے اعتبار سے بہت ہی خوبصورت بنایا تھا، بندہ ناکارہ نے خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت شیخ جونپوری کے حلیہ سے موازنہ کیا تو اکثر صفات خلقیہ میں انطباق پایا۔

مجسم حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بتادے دل کوئی ایسا حسین بھی حسینوں میں

آپ کے خادم مفتی ہاشم نے بتایا کہ حضرت کو چہرے کے علاوہ بدن پر پسینہ آتا تھا، اور کبھی کبھی تو پسینہ میں تر بتر اور شرابور ہو جاتے، مگر بو بد کبھی نہیں آتی تھی، اور چہرے پر کبھی بھی پسینہ نہیں دیکھا گیا البتہ وفات کے وقت پیشانی پر خوب پسینہ نمایاں طور پر دیکھا گیا۔ (۱)

۳۰) دعا اور درود شریف کا حضرت کا بڑا معمول تھا اور فرماتے تھے کہ دعا میں آغاز واختتام درود شریف پر خیال رکھا جائے تو دعا رد نہیں ہوتی۔

۳۱) حضرۃ الشیخ محدث جونپوری کے ملفوظات میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے حوالہ سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ فرمایا: اگر دنیا میں تزکیہ نہیں ہوگا تو قبر تزکیہ کرے گی، یعنی عذاب قبر، وہاں بھی تزکیہ نہیں ہوا تو جہنم کی آگ کرے گی۔

۳۲) فرماتے تھے دنیا میں جو تزکیہ کے اعمال نماز، تلاوت، ذکر وتسبیح درود شریف استغفار وغیرہ

---

(۱) از تذکرۃ الشیخ یونس جونپوری، ص ۲۸۔۲۹۔

ہیں کرنے چاہئیں اور توبہ کا اہتمام رکھنا چاہئے خود اپنا معمول راقم السطور کو بتایا کہ میں روز دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھتا ہوں۔ حالانکہ آپ کا جو بلند مقام تھا، اس کو بات سے سمجھا جا سکتا ہے جیسا کہ شیخ خالد مرغوب امین (استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ وہ میرے ماموں شیخ عبداللہ میمنی کے مکان پر حضرت مولانا ابرارالحق حقی علیہ الرحمہ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے فرمایا:

''پیاسا کنواں کے پاس جاتا ہے یہاں تو خود بادل آ پہونچا۔''(۱)

۳۳) فرمایا: بلاضرورت رنگ بہ رنگ کپڑے پہننا بدعت ہے۔(۲)

۳۴) اپنے ایک ممتاز خلیفہ مولانا یوسف تنکاروی کے استفسار پر کہ اخلاص کیسے حاصل ہو، فرمایا:

''ہر عمل میں اپنے کو مہتم کرو مخلص ہو جاؤ گے۔''(۳)

۳۵) فرمایا: جو مسواک سنت کے جذبہ سے کرے گا عنداللہ ماجور ہوگا اور جو سنت کے جذبہ سے نہیں کرے گا وہ اللہ کے یہاں قابل مواخذ ہے۔(۴)

۳۶) چھوٹے کے سامنے بڑا بننا یہ وقار ہے اور چھوٹے کا بڑے کے سامنے بڑا بننا یہ تکبر ہے۔(۵)

۳۷) فرمایا: اصل فرائض اور حقوق اور سنت کے اعمال میں مسنون اذکار اور مسنون دعائیں اپنا بڑا اثر رکھتی ہیں۔ اور خاص ہیئت کے ساتھ ذکر و مراقبہ وغیرہ اسی لئے ہیں کہ سنت کے مطابق زندگی گزرنے لگ جائے۔

۳۸) فرمایا: اکڑنے اور پھولنے سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کو تواضع پسند ہے، اس سے ترقی ہوتی ہے۔

۳۹) فرمایا: حقوق کا بڑا خیال رکھنا چاہئے، اللہ کے یہاں ان کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

۴۰) فرمایا نفوس کا تزکیہ اتباع سنت سے ہو جاتا ہے۔(۶)

☆☆☆

---

(۱) قلائد المقالات لابن العجمی، صفحہ-۱۴۸ (۲،۳،۴) روایت مولانا عبدالاحد فلاحی گجراتی
(۵) بروایت مولانا آدم مصطفیٰ۔ (۶) مولانا شبیر احمد تھانوی

مجالس محدث العصر

مرتبہ مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی [1]

انتخاب وپیش کش......سید احسان اللہ حسینی ندوی (بلخی)

ازتمہید:

”۱۴رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ بروز سنیچر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی ملاقات بلکہ عیادت کے لئے تشریف لائے، اور بعد نماز مغرب صحاح ستہ کے اوائل سنا کر مولانا محمد یونس صاحب نے حضرت مولانا سے اجازت (حدیث) حاصل کی۔“

مجلس ۱۔ فرمایا: حضرت شیخ فرماتے تھے زیادہ دیکھو، کم بولو اور خوب پڑھو۔

مجلس ۲۔ میں بہت کم خرچ کرتا ہوں، پیسے بچا کر رکھتا ہوں، اس لئے کہ کتابیں آج کل مہنگی ہوگئی ہیں۔

مجلس ۳۔ فرمایا: حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کہا کرتے تھے کہ تیس سالہ عرصہ میں تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری ختم نبوت کی حفاظت کرو۔

مجلس ۴۔ مولانا فیصل احمد ندوی مرتب مجالس محدث العصر کی کتاب ”تحریک آزادی میں علماء کا کردار“ کا تذکرہ کرتے ہوئے حاضرین سے فرمایا زبردست کتاب ہے تحقیق سے لکھی ہے۔

مجلس ۵۔ فرمایا: جو نئے مصنفین اور محققین ظاہر ہو رہے ہیں، ان میں علمی ذوق تو ہوتا ہے، دینی حس اتنی پختہ نہیں ہوتی۔

مجلس ۶۔ فرمایا: مرنے کے بعد برزخی زندگی شروع ہوجاتی ہے، کوئی ضروری نہیں ہے کہ قبر میں جائے پانی میں ڈوب جائے، آگ میں جل کر راکھ ہوجائے، کسی جانور کے

---

(۱) استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

پیٹ میں چلا جائے۔

مجلس ۷۔ مولانا فیصل احمد ندوی سے فرمایا تم، مولوی علی احمد [۱]، اور مولوی اکرم [۲] مولانا علی میاں کی تواضع اور دعا کا نتیجہ ہو۔

مجلس ۸۔ فرمایا: آج کل نوجوان محققین کو اس کا بڑا شوق ہے، کہ کسی سابق حوالے کی غلطی تلاش کریں یا اس کے انکشاف پر بڑی خوشی کا اظہار کریں، وہ اس میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں، ہمارے سلف کا یہ معمول نہیں تھا وہ بڑی تواضع سے کہہ دیتے، "لم اجده لم اطلع عليه"۔

مجلس ۹۔ فرمایا: درود شریف کا اہتمام کیا کرو یہ ایمان کا محافظ ہے۔

مجلس ۱۰۔ فرمایا: ہم جب مدرسہ میں پڑھتے تھے تو مدرسے سے نکلتے ہی نہیں تھے، خوب جی لگتا تھا قالین پر پڑے رہتے تھے، دھول کا قالین اور دھوپ کا قالین کوئی فرش نہیں تھا۔

مجلس ۱۱۔ فرمایا: ذکر اور مطالعہ ان دو چیزوں کا اہتمام کرو ان سے کبھی غافل نہ ہو مطالعہ آدمی کو گھیر لیتا ہے۔

مجلس ۱۲۔ فرمایا: نرمی کرو جہاں تک ہو سکے نرمی اختیار کرو، ما كان الرفق في شئي الازانه۔

☆ فرمایا: روح کے دو قالب ہوتے ہیں، انسانی جسم سے مَس ہو کر وہ دو الگ الگ رخ اختیار کرتی ہے، کبھی نفسانی کیفیات کے ساتھ ملتی ہے، اور کبھی ملکوتی کیفیات کے ساتھ ملتی ہے، اور یہی صفات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔

مسنون اذکار اور سنتوں کے بارے میں فرمایا یہ ضروری ہیں اس سے تقویت ملتی ہے، اور یہ مشائخ کی طرف سے جو اذکار بتائے جاتے ہیں ان سے حفاظت ہوتی ہے۔

☆ فرمایا: جوانی ہے خوب ذکر کرو، اور فرمایا درود شریف اللہ کا حکم سمجھ کر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق سمجھ کر پڑھو۔

مجلس ۱۳۔ فرمایا: ہم نے چالیس سالہ ملازمت میں صرف ڈیڑھ دن کی چھٹی لی ہے، چھٹی لینے سے مدرس کی حیثیت متاثر ہوتی ہے۔

---

(۱) مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی جدہ سعودی عرب۔ (۲) مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ لندن۔

☆ فرمایا: اللہ کا ذکر کرو اس سے علاج ہوتا ہے۔

☆ فرمایا: اپنی آنکھ، کان، اور دل کی حفاظت کرو۔

مجلس ۱۴۔ فرمایا ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ جب آدمی کچھ پڑھتا ہے تو اس کا اثر سانسوں میں منتقل ہو جاتا ہے پھر دم کیا جائے تو منفوث (مریض) پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

مجلس ۱۵۔ فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

مجلس ۱۶۔ فرمایا: اصل چیز اتباع سنت ہے، حدیث میں وہ زبردست تاثیر ہے کہ آدمی کے اندر ایک صالح انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔

☆ فرمایا: جو حدیث کا ہو جاتا ہے تو پھر کہیں نہیں دیکھتا۔

☆ فرمایا کہ: کوئی امام نہیں، امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بقیہ جتنے لوگ ہیں سب مفتی ہیں، مسئلہ بتانے والے ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد (سب ہی) مفتی ہیں، اصل امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

☆ فرمایا: حدیث کے مطالعہ کے لئے وقت فارغ کرو خود بخود تمہارا رجحان حدیث کی طرف ہو جائے گا۔

مجلس ۱۷۔ بلا ضرورت کسی سے بحث نہ کرو، نظر لگ جائے گی، ضرورت پر بولو، اپنے خادم سے فرمایا: مرے ذمہ کسی کا قرض نہ رکھنا میری اولاد نہیں ہے جو ادا کرے۔

☆ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "فقولوا مثل ما یقول المؤذن" اور تم گپ شپ کرو۔ (اور اسی طرح ایک موقع پر فرمایا بعض عبادات اور دعائیں وقت کی ہیں انہیں میں اذان کا جواب اور اس کے بعد کی دعا ہے اس وقت اور کاموں کو چھوڑ کر اس میں لگنا چاہئے۔ ''احسان'' براویت مولانا محمود حسنی)

مجلس ۱۸۔ فرمایا: مجھے غریبوں کا ہدیہ اچھا لگتا ہے، ہدیہ کی قیمت سے اثر نہیں پڑتا، آدمی کے اخلاص کا اثر پڑتا ہے۔

☆ فرمایا: رسول اللہ علیہ وسلم نے ردمی جبا پہنا ہے اور دوسری چیزیں استعمال کی ہیں۔

فرمایا: رحمانیت اصل ہے، صرف ذہانت سے کام نہیں چلتا۔

مجلس ۱۹۔فرمایا ہمارے گاؤں میں ایک متقی پرہیز گار تھے، ان کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر میں مچھلی پک رہی ہے جب بڑے ہوئے تو سمجھ میں آیا کہ یہ جنت میں ان کا استقبال تھا۔

مجلس ۲۰۔فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ایک کو لاٹھی پکڑواتے ہیں اس لاٹھی کو پکڑنا ضروری ہوتا ہے، اور جو نہیں پکڑتا ہے وہ وادی ''تیہ'' میں بھٹکتا ہے۔

☆ فرمایا: علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت ہی کثیر العلم، کثیر المطالعہ، متواضع انسان تھے، یہ سید صاحب کا خلاصہ ہے۔

مجلس ۲۱۔فرمایا: ایک عرب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ صبح کے وقت کیا پڑھتے ہیں: میں نے جواب دیا، صبح کے مسنون اذکار پڑھتا ہوں، پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں ''اللهم صل على محمد وعلى آل محمد'' اور تین سو مرتبہ ''لا اله الا الله'' پڑھتا ہوں، اور یٰسین شریف پڑھتا ہوں، اور سورۂ مزمل پڑھتا ہوں، اور اشراق پڑھتا ہوں، یٰسین اس لئے کہ میرے کام کا آغاز قرآن شریف سے ہوا اور سورۂ مزمل اس لئے کہ میرے والد پڑھتے تھے، تو مجھے بھی عادت ہوگئی، پھر میں نے سوچا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت معلوم ہوتی ہے۔

مجلس ۲۲۔فرمایا: میں کون؟ میری کیا حیثیت؟ میں تو بس یہی جانتا ہوں ایک عرب بچے سے میں نے کہا تھا کہ تمہاری حدیث دانی میں میرا بھی حصہ ہو جائے۔

☆ فرمایا: میں تو دیہات کا رہنے والا ہوں، میرا نہ کوئی حسب ہے نہ نسب نہ شجرہ نہ خاندان، جو کچھ ہے اللہ کا فضل اور اس کی توفیق ہے (بہ اختصار)

مجلس ۲۳۔فرمایا: فتح الباری کے نام میں تواضع ہے کہ اللہ کی عنایت ہے، پھر فرمایا میں نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے ''اعانۃ الساری فی ریاض البخاری'' بخاری کے باغ میں کوئی ٹہلنا چاہے تو میں اس کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔ (یہ کتاب نبراس الساری کے نام سے طبع ہوئی)

مجلس ۲۴۔ فرمایا: مولانا شبلی (نعمانیؒ) کی سیرت النبی میں غزوہ بدر کا جو تذکرہ ہے اس کو پڑھ کر آنسوؤں سے رویا ہوں۔

☆ فرمایا: تاثیر تو دو آدمیوں کے یہاں ہیں، علامہ شبلی نعمانیؒ یا حضرت اقدس تھانویؒ۔ ان کے ملفوظات پڑھتا تھا اور روتا تھا اس کی بات ہی کچھ اور تھی۔

مجلس ۲۵۔ فرمایا: (مولانا فیصل صاحب ندوی بھٹکلی سے) عربی میں لکھا کرو یہ چیز باقی رہتی ہے، عربی زبان ہمیشہ رہے گی۔

☆ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے روضۂ مبارکہ پر حاضری دیتے اور اللہ کے رسول کو سلام پیش کرتے، فرماتے ''السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر تھوڑا ہٹ کر حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کرتے، اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے ہوئے کہتے ''السلام علیکم یا ابی'' اس سے ہم سمجھے کہ مختصر سلام بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆ فرمایا: پہلی دفعہ جب میں نے ''کتاب الام'' خریدی تو میں نے دیکھا کہ امام شافعی کی قبر ہے، اس کے اوپر ایک باریک درخت ہے جو اوپر تک گیا ہے، اس سے مشک کی خوشبو آرہی ہے، پھر وہ نسخہ کوئی لے گیا، دوسری دفعہ جب میں ٹرین سے آرہا تھا امام شافعی کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی صلبی اولاد ہے تو انہوں نے کہا ''من جهة البنت'' ہے، مجھے یہ بات معلوم تھی جب یہاں پہونچا تو ''الام'' کا نسخہ پہنچ چکا تھا۔

☆ فرمایا: میں نے سب سے زیادہ امام شافعی کا کلام دیکھا ہے، پھر امام احمد کا پھر تیسرے نمبر پر امام ابوحنیفہ کا، سب سے کم امام مالک کا کہ ان کی صرف ''مدونہ'' دیکھی ہے۔

☆ فرمایا: علامہ ابن تیمیہ کا علم بہت وسیع ہے، اگرچہ ان کے کچھ تفردات ہیں جن میں جمہور علماء سے انہوں نے اختلاف کیا ہے، لیکن ہم ان کی تنقیص نہیں کرتے، ہمیں لگتا ہے کہ ہماری روح ان کی روح سے ملی ہے۔

مجلس ۲۶۔ فرمایا: میں نے اوائل سنبلیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے

سامنے ایک مجلس میں پڑھی، اوران کتابوں کی اجازت عامہ علامہ عبدالحی کتانی کے بیٹے سے حاصل کی۔ (یعنی شیخ عبدالرحمن الکتانی سے)

مجلس ۲۷۔ فرمایا: اگر کسی طالب علم کو کبھی مارو تو اس کی ہمدردی بھی کرو۔

مجلس ۲۸۔ فرمایا: اقبال کے کلام میں ایمانیات ہے، اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے، مگر روایات کم ہیں، ان کو اس کا علم نہیں تھا اس لئے لغزش کھائی۔

مجلس ۲۹۔ فرمایا: لوگ خواہ مخواہ معمولی چیزوں میں لڑتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور اہم چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ فرمایا: حدیث برائے حدیث پڑھو، اس سے علم آئے گا حدیث برائے مذہب پڑھنے سے کیا حاصل، اس سے کیا علم آئے گا، علم وسعت قلبی سے آتا ہے۔

☆ فرمایا: تصوف میں غلو مجھے پسند نہیں ہے، وحدت الوجود کیا ہے؟ ہر چیز بری، گندی، سب کو خدا کہا جائے، اس نے دین کو بہت نقصان پہونچایا۔

مجلس ۳۰۔ فرمایا: وضو کے ساتھ پڑھانا چاہئے اس کا اہتمام کرنا چاہئے، مولانا فیصل صاحب ندوی مرتب ملفوظات سے فرمایا: تم بھی طلبہ کو وضو کی ترغیب دو اچھی باتوں کی ترغیب سے طلبہ پر اثر پڑتا ہے۔

☆ فرمایا: مستقل ایک سال حدیث کے لئے مخصوص ہو تو ہر وقت طالب علم حدیث کے ساتھ رہے گا اس سے ذوق پیدا ہوتا ہے۔

مجلس ۳۱۔ فرمایا: میں نے کبھی بڑا بننے کی کوشش نہیں کی جو کچھ ہے محض اللہ کا فضل ہے، جس کو بڑا بننا ہوتا ہے تو پہلے ہی ایسے حالات آتے ہیں جو اس کے لئے راستہ ہموار کرتے جاتے ہیں، مجھے شروع سے حدیث کی کتابیں دیکھنے کا شوق تھا۔

مجلس ۳۲۔ فرمایا: مجھے جرح وتعدیل سے زیادہ دلچسپی تھی، اس طرح کی چیز زیادہ طبیعت کو لگتی تھی، ذہبی کی میزان الاعتدال، ابن کثیر کی تفسیر، ابن القیم کی زادالمعاد، ابن عبدالہادی کی الصارم المنکی (فی الرد علی السبکی)، زیلعی کی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایۃ، حافظ ابن حجر کی الدرایۃ فی تخریج الھدایۃ یہ کتابیں

فن سے مناسبت پیدا کرنے میں بہت موثر ہیں۔

☆ فرمایا: سنت کا اہتمام کرو، اس سے محبت پیدا کرو، ہر حدیث غیر منسوخ پر ایک دفعہ کم سے کم ضرور عمل کرو۔

☆ فرمایا: ہر حدیث کا ایک نور ہوتا ہے، جو کہیں اور نہیں ہوتا، فرمایا تھوڑا سا عمل ہو مگر سنت کے مطابق وہ اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو اپنی طرف سے ہو۔

☆ فرمایا: سنت پر عمل میں برکت ہے، قوت ہے، نور ہے، جو کسی جگہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

☆ فرمایا: حدیث برائے حدیث پڑھو، برائے مذہب نہ پڑھو، بلکہ برائے تلذذ بھی نہ پڑھو، جیسا کہ عیسائی پڑھتے ہیں۔

☆ فرمایا: غیر ثابت شدہ عمل کو دین سمجھ کر کیا جائے تو بدعت ہے، ورنہ اگر کوئی مصلحۃً یا ضرورۃً کرے تو کوئی بدعت نہیں ہے، مثلاً انجکشن لگوانا کوئی اس کو بدعت نہیں کہتا۔

مجلس ۳۳۔ فرمایا: حدیث سے محبت پیدا کرو، حدیث کے تابع ہو جاؤ، حدیث کو اپنے تابع نہ کرو، ہم حدیث دیکھتے ہیں، اور اس کے اتباع کی کوشش کرتے ہیں، لوگ کوئی چیز اختیار کرتے ہیں، اور اس کے مطابق حدیث تلاش کرتے ہیں، اور حدیث کو اس کے تابع بناتے ہیں، یہی فرق ہے ہم میں اور دوسروں میں۔

مجلس ۳۴۔ فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خالی گھر میں جہاں کوئی نہیں ہوتا داخل ہوتے تو بھی سلام کر کے داخل ہوتے اس لئے کہ بسا اوقات مسلمان جن رہتے ہیں۔

☆ فرمایا: کسی کی توجہ سے کچھ نہیں ہوتا اللہ کی توجہ سے سب کچھ ہوتا ہے، یہ جو کچھ لوگ توجہ ڈال کر حالت بدلتے ہیں، ٹھیک نہیں ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ بھی اس کے قائل نہیں تھے۔

☆ فرمایا: جب جب فتنے پیدا ہوئے اللہ نے ایسی شخصیتیں پیدا کیں، جو ان کو ختم کریں، یہ اللہ کے وعدے کے مطابق ہے کہ فرمایا: "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون"

☆ فرمایا: درود شریف کثرت سے پڑھا کرو، یہ ہر مصیبت کا علاج ہے۔

☆ فرمایا: فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے، اگر کوئی سنت کی نیت سے کرے تو ثواب ملے گا، اور اگر نیت کوئی اور ہوگی تو کوئی ثواب نہیں۔

☆ فرمایا: میں سو کر اٹھتا ہوں تو داڑھی خوب دھوتا ہوں مگر جب وضو کرتا ہوں تو پھر ایسا کرتا ہوں اس لئے یہ سنت ہے بس انہی کے پیچھے چلنے میں کامیابی ہے۔

☆ فرمایا: جس کا کھایا اس کو واپس کرنے کی کوشش کرتا ہوں یعنی اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

مجلس ۳۶۔ فرمایا: نکاح تین مقاصد سے ہوتا ہے۔

۱۔ اتباع سنت۔

۲۔ تکثیر امت۔

۳۔ تحصین فرج، یعنی اپنے نفس کو گناہوں سے محفوظ رکھنا۔

مجلس ۳۷۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو لوگوں نے پہچانا نہیں، وہ بہت دور رس نگاہ رکھتے تھے، تقسیم کے معاملہ میں مولانا مدنی کی رائے کو میں درست سمجھتا ہوں کہ تقسیم نہیں ہونی چاہئے تھی۔

مجلس ۳۸۔ فرمایا: میرا مزاج، تنقید کا نہیں ہے، کوئی علمی اختلاف یا تحقیقی بات ہو تو تیر چلانے کی ضرورت نہیں، کہنا چاہئے کذا قال فلان والذی وجدتہ کذا، یہ بہتر طریقہ ہے سخت زبان استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔

مجلس ۳۹۔ فرمایا: محدث ہونے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ کسی کے ساتھ الجھاؤ نہ رکھو اپنے کام سے کام رکھو، بے جا تنقید اور تبصرہ نہ کرو، اس سے نقصان ہوتا ہے۔

☆ فرمایا: بہت کام باقی ہے، اس کو چھپوانے کے لئے نہیں لکھا تھا، اپنے فائدے کے لئے کچھ چیزیں نوٹ کر لی تھیں، پھر خیال ہوا کہ وہ چھپ جائیں تو طلبہ فائدہ اٹھائیں گے۔

مجلس ۴۰۔ حافظ (علامہ ابن حجر شارح بخاری) کی اصابہ میں غلطیاں ہیں، ایک دو نہیں سیکڑوں، اسی طرح تہذیب وغیرہ کا حال ہے، ہاں انہوں نے فتح الباری (شرح

بخاری) پر بڑی محنت کی ہے۔

☆ فرمایا: بیہقی بہت بڑے امام تھے، مجتہد تھے، مقلد نہیں تھے، ہاں امام شافعی کے مستدلات انہوں نے جمع کیے ہیں، مگر وہ مجتہد تھے۔

مجلس ۱۴۱۔ فرمایا: اس وقت ہندوستان میں مسلمان مکی دور سے زیادہ سخت حالات سے گزر رہے ہیں، وہاں ان کے پاس حکومت نہیں تھی، فوج نہیں تھی، بس قبائل تھے اپنے بل بوتے پر مخالفت کرتے تھے، یہاں پوری حکومت ہے فوج ہے، سازشیں اور منصوبے ہیں، اس لئے بہت احتیاط سے رہنے کی ضرورت ہے۔

مجلس ۱۴۲۔ فرمایا: ہر گھر میں ایک نام محمد ہونا چاہئے بڑی برکت ہوتی ہے۔ (۱)

☆ فرمایا: بچوں کو سفید لباس پہناؤ، ایک حدیث سناتا ہوں "البسوا الثیاب البیض واکفنوا فیها موتاکم فانها أطیب وأطهر" (سفید لباس پہنو، سفید کپڑوں میں کفناؤ، یہ زیادہ پاکیزہ اور طاہر ہے)، کپڑے کو داغ لگ جاتے ہیں، سفید ہو تو معلوم ہوگا کہ داغ دھبہ پاک ہے یا نجس ہے، گندے ہونے کے بعد پتہ چل جائے گا۔

☆ فرمایا: بچوں کو قولی ادب سکھاؤ، فعلی ادب پر اصرار نہ کرو، جو پختہ سمجھدار ہوگا، وہ خود ہی سمجھ لے گا۔

☆ فرمایا: بچوں کو حفظ کراؤ، شیخ شرف الدین احمد بن یحیی منیریؒ نے اپنے مکتوبات میں افسوس کرتے ہوئے ایک لکھا ہے کہ گھر والوں نے فارسی شروع کرادی حفظ میں نہیں لگایا۔

مجلس ۱۴۳۔ امام ابن خزیمہ (شافعی) کے حوالہ سے فرمایا: دین کے لئے جو زیادہ مشقت اٹھاتا ہے، زیادہ خرچ کرتا ہے، اس کا ثواب دوسروں سے بڑھ جاتا ہے۔

☆ فرمایا: مطالعہ کے دوران کوئی کام کی بات ملے تو نوٹ کر کے رکھ لو، کام آتی ہے۔

☆ فرمایا: لڑکیوں کو اچھی تعلیم دلاؤں مگر ڈگری نہ دلاؤ اس سے بچیاں بگڑ جاتی ہیں اور ان کے تعلقات ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے بھائی اور بہن کے سبھی اولاد ذکور کے نام محمد تھے، جس کی کھلی برکت ظاہر ہوئی، اوران کا نام اور کام دنیا میں روشن ہوا۔ (احسان)

مجلس ۴۴۔ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے، کہ اللہ جس کو جس کام کے لئے پیدا کرتا ہے بچپن ہی سے اس سے مناسبت اس میں پیدا کی جاتی ہے۔

☆ فرمایا: پڑھنے کے زمانہ میں جس نے مجھے ستایا وہ پڑھ نہ سکا (کسی نے تعلیم چھوڑ دی، کسی نے لائن بدل دی)۔

مجلس ۴۵۔ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ہم سے قیامت کے دن پوچھے گا کہ فلاں بات تمہارے نزدیک راجح تھی، تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا، تو ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

مجلس ۴۶۔ میں بڑوں پر اعتراض سے بچتا ہوں بالخصوص قاضی عیاض پر اعتراض مجھے بڑا شاق گزرتا ہے، حافظ (علامہ ابن حجر) کی ہر رائے سے تو ہمیں اتفاق نہیں لیکن مخالفت کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہئے، بیچ کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، جسے مولانا علی میاں ندویؒ نے شیعوں کے بارے میں کہا کہ ہم ان کو مسلمان کیا کہیں مسلمانوں کے مقابلے میں ایک متوازی قوم سمجھتے ہیں، کافر کا لفظ استعمال نہیں کیا مگر سب کچھ کہہ دیا۔

ایک جگہ میں نے ایک بات لکھی تھی، ابن دقیق العید کی مخالفت میں وہ ایک ہی سطر تھی، مگر میں نے اب اس کو کاٹ دیا ہے، کہ بڑے آدمی تھے، اللہ والے تھے، ان پر اعتراض سے مجھے کیا ملے گا۔

مجلس ۴۷۔ فرمایا: بلوغ کے بعد والی باتیں نابالغوں کے سامنے نہیں کرنی چاہئیں۔

مجلس ۴۸۔ فرمایا: امام مسلم بہت بڑے آدمی تھے، بڑے کمالات کے حامل تھے، امام بخاری کے آفتاب کے سامنے ان کے کمالات چھپ گئے۔

مجلس ۴۹۔ فرمایا: (علامہ) شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبی میں غزوہ بدر کا بیان میں نے دو دفعہ پڑھا اور دونوں دفعہ آنسوؤں سے رویا ہوں، انہوں نے اس میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے، پھر شبلی کے اشعار پڑھے۔

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستان لکھی۔
مجھے چندے مقیم آستان غیر ہونا تھا۔

مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم۔
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا۔

مجلس ۵۰۔فرمایا: تین لوگوں کا ظلم کسی قدر معاف ہے، والدین کا، استاد کا، پیر (مربی) کا، یہ اس لئے کہ والدین خیر خواہی میں سختی کرتے ہیں، استاد بھی مخلص ہوگا خیر خواہی میں سختی کرے گا، پیر (مربی ومرشد) کا بھی یہی حال ہے۔

☆ فرمایا: ان تین کے علاوہ کوئی بھی سختی یا زیادتی کرتا ہے تو کہیں نہ کہیں سے اس کی رسی کھینچی جاتی ہے۔

☆ فرمایا: جہاں تک ہوسکے نرمی کرنا چاہئے اور سختی حد کے اندر ہونی چاہئے۔

☆ فرمایا: اصل چیز تقویٰ اور عمل ہے، خاندانی نسبتیں صرف تعارف کے لئے ہیں، یہ کوئی فخر کی چیز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے۔

"یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا" پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت بتادی ہے کہ کس چیز کی ان کے پاس قدر ہے، فرمایا: "ان اکرمکم عند الله اتقاکم" ۔(سورۂ حجرات)

مجلس ۵۱۔فرمایا: گجرات کے ایک عالم تھے روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، وہ مسجد نبوی سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے نکلے فرمایا خوشبو آرہی ہے، راستہ میں بھی ایسی باتیں کرنے لگے، پھر گاڑی میں آئے، بیٹے کی گود میں سر رکھا، اور روح پرواز کئی، جنازہ جنت المعلیٰ پہنچا تو حظیرۃ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خادم نے کہا اور قریب کردو، اور ان کو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلو میں دفن کرایا گیا۔فرمایا: یہ سب قرآن کی برکت تھی۔

☆ گجرات کے یہ عالم داعی الی اللہ کے مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی (والد مولانا عبداللہ جھانجھی) تھے جو حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے رفیق سفر وحضر اور ہر وقت کے حاضر باش اور معتمد تھے، رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة۔(احسان)

☆☆☆

اٹھارہواں باب

مکتوبات

طرز نگارش

جہاں تک خطوط اور مراسلت کا تعلق ہے تو موجودہ دور میں جو الکٹرانک اور تیز رفتار دور ہے اس کی اہمیت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی، لیکن درحقیقت خط کا انسان کی تربیت ورہنمائی اور شخصیت سازی میں ہمیشہ بڑا حصہ رہا ہے۔ اصلاحی، تربیتی اور دعوتی خطوط میں حضرت مجدّد الف ثانی امام احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ)، حضرت حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)، امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ھ)، سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی (م ۱۳۱۷ھ) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ)، داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (م ۱۳۶۳ھ)، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۳۷۷ھ) اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (م ۱۴۰۲ھ)، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (م ۱۴۲۰ھ) کے خطوط کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور ان سے خوب فائدہ اٹھایا جارہا ہے، اس میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء کے خطوط دوسرے اکابر کے خطوط سے اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ عرض حال پر ہی جواب منسلک کردیا جاتا ہے بلکہ خط کی عبارت میں ہی لکیر کھینچ کر جواب دے کر زیادہ سہولت کی بات سمجھی جاتی ہے، کہ الگ سے جواب پانے پر اس کا امکان پیدا ہوتا ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ضروری نہیں کہ وہ سوال یا حال یاد رہے جس کا جواب حاصل ہوا ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اگرچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعض خلفاء کے تربیت یافتہ تھے اور خود ان کے تعلیم وتربیت

کے دلدادہ بھی تھے لیکن وہ اس میں اپنے استاد خاص جن کا انہیں جانشین بننا تھا یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے متبع نظر آتے ہیں اس فرق کے ساتھ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے جوابات تفصیلی ہوا کرتے تھے، حضرت شیخ علامہ جونپوریؒ کے جوابات مختصر، البتہ اگر سوال علمی استفادات پر مبنی ہوتے تو جواب اسی نسبت سے مختصر اور طویل ہوتے، جس کا خود راقم السطور کا بھی ایک تجربہ ہے کہ راقم نے زبان زد حدیث جو اکثر قربانی کی مناسبت سے جانوروں کے تعلق سے بولی اور سنی جاتی تھی "سمّنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم" اپنے نانا حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (خواہر زادے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی و خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ) کے سفرنامہ حج بیت اللہ "لبیك اللّٰهم لبَّيكَ" میں قربانی کے مضمون میں پڑھی اور حوالہ نہ پانے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ کی خدمت میں تحقیق چاہی تو حضرت نے مختصر مگر جامع خط جواب میں تحریر فرمایا جس میں ذکر کیا کہ ان الفاظ میں تو حدیث نہیں ملتی، البتہ دوسرے الفاظ میں اس معنی ومطلب میں روایتیں ملتی ہیں اور وہ روایات ایک صفحہ سے بھی کم عبارت کے خط میں لکھ کر ارسال فرما کر شرف بخشا، اگر یہ کہا جائے کہ حضرۃ الشیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ کے علمی خطوط پر علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز نگارش کا بھی رنگ ڈھنگ ہے تو یہ بات کلی طور پر غلط نہ ہوگی، جن کے طرز نگارش، طرز تحقیق کے وہ بڑے معترف اور قدرداں تھے، اور اس کا اپنی مجلسوں میں برملا اظہار بھی کرتے تھے اور ان کا یہ تعلق ان کے علمی جانشین علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تھا۔ جن کے علمی رسوخ وتبحر اور اسلوب نگارش اور مزاج تحقیق کے بڑے قدرداں تھے اور ایک طرح سے ان کے اسلوب کے متبع بھی تھے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندوی دونوں ہی شخصیتوں کے خطوط بھی شائع ہو چکے ہیں اور اپنا امتیاز رکھتے ہیں۔ اسی فہرست میں علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ کے مکاتیب گیلانی مرتبہ حضرت مولانا شاہ سید منت اللہ رحمانیؒ اور مکتوبات ماجدی (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ) مرتبہ ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی کو بھی شامل کیا

جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ جونپوری رحمہ اللہ علیہ خطوط میں ایجاز واختصار کو اگرچہ ملحوظ رکھتے تھے لیکن علمی خطوط میں وہ تشفی بخش جواب دینا ایک امانت و دیانت کا عمل سمجھتے ، اور وہ تفصیل طلب ہوتے جو ان کے جوابات اس کے مطابق ہوتے تھے، مگر علمی استفسار کے خطوط کا جواب خواہ کسی کی طرف سے ہو ضرور دیتے، اس تعلق سے جو خطوط جمع ہوئے ان خطوط نے کئی جلدوں کی کتاب کی شکل اختیار کر لی، جو ''نوادر الحدیث''، ''نوادر الفقہ''، ''الیواقیت الغالیة فی الاحادیث العالیه''، وغیرہ کی صورت میں نہ صرف مرتب ہوئیں بلکہ خوب پھیل رہی ہیں، جس کے لئے خاص طور پر مولانا محمد ایوب سورتی اور مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری تہنیت اور مبارکباد کے سبھی شائقین علم کی طرف سے مستحق ہیں۔

چند ذاتی تجربات

حضرت شیخ محدث جونپوری نور اللہ مرقدہ اپنے خطوط میں اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ مکمل ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھیں، راقم کو ایک تجربہ خطوط کے سلسلہ میں اور ہوا جو ایک الگ نوعیت کا تجربہ ہے کہ راقم السطور نے حضرۃ الشیخ کی خدمت میں بعض باطنی حالات کے پیش نظر ایک عریضہ تحریر کرنا شروع کیا عریضہ مکمل ہوا بھی نہیں تھا قلم اس لئے رک گیا کہ اس کا جواب سامنے آ گیا نگاہوں کے سامنے نہیں، قلب پر اس کا عکس آ گیا، یہ ایسا جواب مکتوب تھا جو بلا قلم و کاغذ اور بلا زبان تھا۔

باقی راقم السطور نے مختلف مناسبت اور موقعوں سے جن کا تعلق اپنے حال یا طلبہ کے حال سے یا اہل تعلق کے متعلق ہوتا، حضرۃ الشیخ کی خدمت میں خط لکھنے کا معمول رکھا اور فرط تعلق ومحبت سے سیدی سندی، اور امیر المومنین فی الحدیث بھی لکھ دیا کرتا تھا۔ حضرت ان خطوط کو پورا پڑھتے اور ملاقات پر ذکر بھی کرتے اور اس تعلق سے کوئی بات ذکر کرنی ہوتی، ذکر بھی کر دیتے، کبھی تنبیہ بھی فرماتے اور کسی خاص اور مخلص تعلق والے سے کہلواتے بھی، اور فرماتے لکھتے رہا کرو، تعلق کی تجدید ہوتی ہے اور فرماتے لکھتے رہا کرو، ہم پڑھتے ہیں، فائدہ ہوتا ہے، اس کے انتظار میں نہ رہو کہ ہم جواب دیں ہم سے جواب نہیں دیا جاتا، ایک خط راقم نے حضرت کی خدمت میں اپنی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کے انتقال اور

مرض وفات کے تعلق سے تفصیلی لکھا، اگر چہ حضرت نے تحریری جواب نہ دیا لیکن خط پڑھ کر ان پر جو تاثر ہوا وہ ملاقات پر پورا ظاہر فرمایا، خاص طور پر شدید تکلیف اور آخری لمحات میں نماز کی فکر اور زبان ذکر الٰہی سے رطب اللسان رہنے کو بہت مبارک قرار دیا۔

طلب دعا کے خطوط

حضرۃ الشیخ علامہ جونپوریؒ کے خطوط کی ایک قسم قسم الدعا ہے جو دعا کی طلب کے لئے لکھے گئے خطوط کی قسم ہے جیسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں حضرۃ الشیخ طلب دعا کے لئے ہر رمضان میں اہتمام سے لکھتے تھے اور اس میں اس نذرانہ کا بھی ذکر ہوتا جو حضرت کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ ہوتا، ان میں کئی خطوط جو راقم کو ملے وہ محفوظ بھی کر لئے کہ ایک اہم خط حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے نام وہ ہے کہ جب حضرت مولانا قدس سرہ نے حضرۃ الشیخ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہدیہ کی رقم راقم کے ذریعہ ارسال فرمائی تھی تو اظہار تشکر پر ایک جواب تحریر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ اس رقم کی کوئی اہم کتاب خریدیں گے، اور ان کا ایک اہم خط راقم کی نظر سے ندوہ کے ایک حادثہ کے تعلق سے تھا یہ دونوں خط نمونہ کے طور پر آگے درج ہیں البتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المرتضیٰ'' کے مطالعہ کے بعد کا لکھا ہوا خط جس میں کتاب کی پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ ایک عبارت منسلک فرمائی تھی جو موضوع کے عین مطابق تھی، باوجود محفوظ رہنے کے وقت پر نہ مل سکا دعا کا تذکرہ بڑوں کے نام خطوط کے علاوہ چھوٹوں کے نام خطوط میں بھی نظر آئے گا جس کا ایک نمونہ قارئین کے سامنے ہے۔

تلامذہ و مسترشدین کے نام خطوط کا ایک نمونہ

حضرۃ الشیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے خطوط میں ایک خط نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے جس میں ایک طرف بزرگانہ شفقت اور دوسری طرف فکر آخرت، تعلق مع اللہ، تواضع اور طلب دعا وغیرہ اس طرح ہے جیسے ایک چھوٹا بڑے کو خط لکھ رہا ہو اور اپنے کو بڑا کمتر سمجھتا ہو، یہ خط حضرت مولانا محمد یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے جو ان کے شاگرد و خلیفہ ہیں، اور انہوں نے حضرۃ الشیخ سے کچھ سوانحی احوال دریافت کئے تھے وہ یہ ہے کہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز مکرم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط بہت پہلے ملا تھا، لیکن اس وقت بعض اعذار شدید کی وجہ سے فوری جواب نہ لکھ سکا، اس سے خوشی ہوئی کہ اصل مقصود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی سیرت وسوانح کی ترتیب ہے، اور خلفاء کا تذکرہ ضمنی ہے، میرا تو خیال ہے، کہ میرا تذکرہ نہ ہوتا، تو اچھا تھا، اور اگر ضروری ہی ہو تو بس مختصر، ولادت، سن فراغ، ابتدائے تدریس اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق آئے، باقی سب حذف کر دیا جائے، اچانک عزیزہ خدیجہ سلمہا یاد آئی، اس کی صحت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، اللہ بہر نوع عافیت سے رکھے اور زوج مناسب دیندار دے، جس سے اولاد صالح وجود میں آئے، اور اس کی والدہ کو بھی صحت عطا فرمائے، دونوں سے میرا اسلام مسنون کہہ دیں۔

میری طبیعت کچھ عجیب طرح کی ہے، جو زبانی ہی معلوم ہو سکتی ہے، خاص طور سے دعا کرتے رہو، اتنا لکھدوں کہ کسی نے شدید قسم کا سحر کر دیا، جس کا مقصد قتل وازیاق روح ہے، اتنا صرف دعا کے لئے لکھ دیا۔

- اپنے احباب خصوصاً عزیزم مفتی شبیر احمد سلمہ، اور عزیزم مولوی بلال احمد سلمہ سے ضرور کہہ دیں، اگر روضہ پاک پر حاضری ہو تو صلوٰۃ وسلام غلامانہ پیش کر کے دعا کی درخواست کر دیں، بس یہ خواہش ہے کہ مرنے سے قبل حقوق اللہ وحقوق العباد ادا ہو جائیں، اور موت اس حال میں آئے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے راضی ہو اور بندہ اپنے مالک سے، آمین یا اکرم الاکرمین وارحم الراحمین۔

سفر بعید "ولا زاد" والی بات ہے، لیکن رب کریم سے معاملہ ہے، باوجود نا اہلی اور عدم استحقاق کے کرم ہی پر دارومدار ہے، تو ذات کریم سے کرم ہی کی لو لگا رکھی ہے، آگے خالی ہاتھ ہیں۔

"لا تقنطوا من رحمة الله" پر نظر جاتی ہے اور "افضل ما نعد شهادة أن لا اله الا الله" بار بار یاد آتا ہے۔

والمطلوب من الكريم "الخاتمة الحسنى و العفو و الكرم"

والسلام

بندہ عاصی

محمد یونس عفا اللہ عنہ

۹ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ (۱)

اکابر کے نام خطوط

حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کا جن بزرگوں سے گہرا تعلق تھا، اور ان سے ان کی مراسلت تھی ان میں حضرت الشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، نمونہ کے طور پر چند خطوط ملاحظہ ہوں:

(۱) مکتوب بنام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم معظم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بار بار خیال آیا کہ حادثہ پر کوئی خط لکھوں، لیکن خط لکھنے میں نہ معلوم کیا ہوتا ہے لکھا ہی نہیں جاتا، حادثہ پیش آنے کی خبر سے عجیب سا دھکا لگا، اور حسب عادت دعا شروع کردی، پھر اہل حکومت کی معذرت اور ان کی حاضری سے خوشی ہوئی، لیکن فکر مسلسل ہے کہ اب آئندہ کیا ہوگا، اللہ پاک ہر طرح کی خیر مقدر فرمائے اور حضرت اور تمام متعلقین بلکہ تمام مسلمین کے لئے خیر و عزت و عافیت کے فیصلے فرمائے۔

والسلام محمد یونس

مظاہر علوم۔ سہارنپور

۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

ماخوذ از عنایت نامہ صفحہ ۲۹۹، مرتبہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا برطانیہ

یہ خط حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے بریلی رہائش گاہ واقع تکیہ کلاں دائرہ شاہ علم اللہ میں پولیس چھاپہ کی خبر سے متاثر ہوکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا ہے، حادثہ کی تفصیلات کے لئے ''کاروان زندگی'' جلد ہفتم کا مضمون ''زندگی کا ایک پرشور اور ہنگامہ خیز مرحلہ'' از صفحہ ۲۰۴ تا صفحہ ۲۰۳ عنوان آرڈر کی منسوخی اور وزیر تعلیم کی برطرفی ملاحظہ ہو، یہ چھاپہ رائے بریلی میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں پڑا تھا، اور ان کو ناکامی ہوئی تھی، یہ ردعمل تھا اس احتجاج کا جو وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کو تمام اسکولوں کو جاری کئے جانے کے آرڈر کے نتیجہ میں ہوا تھا، اور حضرت مولانا نے اس کے خلاف کھل کر بیان دیا تھا جس سے اسلام کا پیغام توحید گھر گھر پہونچ گیا تھا، اور اس چھاپہ کے خلاف جو عالمی احتجاج سامنے آیا تو صوبائی حکومت نے اپنے وزیر تعلیم کو نہ صرف برطرف کیا بلکہ آرڈر بھی منسوخ کیا۔

(۲) مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی و مولائی و مخدومی ودامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ کرے مزاج مبارک بخیر وعافیت ہوں، عزیزم مولوی محمود حسنی سلمہ، آئے، گرامی نامہ دیا، حضرت کی عافیت وصحت کا اندازہ ہوا، زبانی بھی حال معلوم کیا بہت خوشی ہوئی، ہر آنے جانے والے سے حالات معلوم کرتا رہتا ہوں، وجود گرامی اس وقت عزت اسلام ہے، بہت دنوں تک یہ مبارک وجود سلامت باکرامت رہے، آمین۔

ہدیہ مبارکہ ملا، اپنی نااہلیت اور اتنی بڑی کرم فرمائی، ہمت نہیں ہو رہی تھی، لیکن عنایت قدیمہ کا اثر سمجھا اس لئے شکریہ ادا کیا، جزاکم اللہ فی الدارین خیر الجزاء خیال یہ ہے کہ انشاء اللہ العزیز اس رقم سے حدیث شریف کی کوئی کتاب خریدی جائے گی، تاکہ اس کا فائدہ عام وتام ہو، مولانا رابع صاحب زید مجدہ کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، اور

اپنے لئے دعاؤں کی درخواست۔

والسلام
محمد یونس
مظاہر علوم، سہارنپور
۶ر رجب ۱۴۲۰ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ کا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام یہ آخری خط تھا جس کے دو ڈھائی مہینہ کے بعد حضرت مولانا کا حادثہ وفات پیش آ گیا، راقم نے یہ دونوں خط محفوظ کر لئے تھے بعینہ وہ درج کئے جن میں یہ احتمال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ باسمہ تعالی وغیرہ کے بجائے مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خط کی عبارت سے پہلے لکھتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ سے علمی مکاتبت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے ان کے نام کئی اہم خطوط ہیں، جن میں علمی خطوط اوران کے جوابات ان کتابوں میں آ گئے ہیں، "جو الیواقیت الغالیه فی الاحادیث العالیه"، "نوادر الحدیث" اور "نوادر الفقه" وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں ایک اہم خط تنعیم سے عمرہ کے بدعت ہونے کی تحقیق، غیر مقلدین کے اشکال اور اس کے جواب پر ہے، اس میں حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت مولانا جونپوری نوراللہ مرقدہ کو ''عزیز گرامی قدر مولوی یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سلمہ'' سے خطاب کیا ہے، اور یہ نوادرالفقہ میں موجود ہے کہ حدیث کی روشنی میں محققانہ فقہی جواب دیا گیا ہے ''پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش'' مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی صفحہ ۵۷۸ تا ۵۸۲ میں تین صفحہ کا سوالنامہ اور دو صفحہ کا جواب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے سوالنامہ کا ایک اقتباس اور پھر حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کا مکمل جواب ملاحظہ ہو، حضرت شیخ محمد زکریا قدس سرہ لکھتے ہیں:

''آج کل مفتی اعظم پاکستان مفتی محمود صاحب آئے ہوئے ہیں، ان

کا اشکال یہ ہے کہ اہل حدیث تنعیم سے عمرے کو بدعت کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا عمرہ تو مجبوری کا تھا، ورنہ کسی دوسرے کا مکہ میں تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے ثابت نہیں، حتیٰ کہ حضرت عبد الرحمٰن (ابن ابی بکر) رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے، احرام نہیں باندھا، یہاں نہ تو کتابیں ہیں، اور نہ کوئی اس کے لئے فارغ"

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ پورا ملاحظہ ہو۔

جواب:۔ سیدی و مولائی مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی عرصہ ہوگیا کہ حضرت والا کا مفصل گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا تھا، فوری جواب تو اس لئے نہیں لکھا کہ تلاش کرنا تھا اور تلاش کرنے پر جب کچھ ملا، تو روزانہ سوچتا کہ آج لکھوں تا آنکہ بے حد تاخیر ہوگئی، جس کی معافی کی درخواست ہے، کافی جدوجہد کے بعد کوئی روایت نہ ملی، نہ تو تقریری اور نہ ہی کسی صحابی کا اثر، اس زمانہ کے غیر مقلدین اصل میں ابن القیم کے مقلد ہیں، انہوں نے زاد المعاد (۱۷۸/۱) میں لکھا ہے، جس کو حافظ ابن حجر نے ملخص کر کے لکھا ہے کہ:

"لم ینقل أنہ، صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر مدۃ اقامتہ بمکۃ قبل الھجرۃ ولا اعتمر بعد الھجرۃ الا داخلا الی مکۃ ولم یعتمر قط خارجاً من مکۃ الی الحل ثم ید خل مکۃ لعمرۃ کما یفعل الناس الیوم ولا ثبت عن احد من الصحابۃ أنہ فعل فی حیاتہ الا عائشۃ"

لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، (۳۵۵/۴) "وبعد أن فعلتہ عائشۃ بأمرہ دل علی مشروعیتہ" حضرات محدثین امام بخاری و امام ترمذی وغیرہ نے مستقل عمرہ تنعیم کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے، اور امام دارمی (۲۳۷) نے باب المیقات فی العمرۃ میں حضرت محرش کعبی کی روایتِ عمرۂ جعرانہ والی اور حضرت عائشہ کی روایت عمرۂ تنعیم والی ذکر فرمائی ہے، یہ سب اس بات کی مؤید ہیں کہ عمرۂ تنعیم میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ خیال کرنا کہ یہ باہر سے آنے

والوں کے لئے میقات ہے، بے دلیل ہے، اس لئے کہ اگر جعرانہ والی روایت میں صورت واقعہ کو دیکھ کر یہ کہہ دیا جائے تو عمرہ تنعیم والی روایت دیکھ کر اس کا الٹا بھی کہا جا سکتا ہے، اگر عمرہ تنعیم بدعت ہوتا تو ائمہ حدیث اس کا باب کیوں منعقد کرتے، اور یہ کہنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر کی بنا پر کیا تھا صحیح ہے لیکن حضرت عائشہ تو بعد میں بھی جب حج کرتی تھیں تو حج کے بعد مکہ سے باہر جاتی تھیں، اور احرام باندھ کر آ کر عمرہ کرتی تھیں، چنانچہ مؤطا میں حضرت عائشہ کی باندی مرجانہ سے روایت ہے:

"كانت عائشة تعتمر بعد الحج من مكة في ذي الحجة، ثم تركت بعد ذلك فكانت تخرج قبل هلال المحرم حتى تأتي الجحفة فتقيم بها حتى ترى الهلال فاذا رأت الهلال أهلت بعمرة۔"[1]

قال الشيخ في الأوجز۔ (٣/ ٣٦٤)

"ولعل ذلك لتحصيل الفصل بين الحج و العمرة إمتثالاً لأمر أمير المومنين عمر رضى الله عنه كما عنه سيأتى قريباً في باب العمرة، أنه قال: أفصلوا بين حجكم وعمرتكم فان ذلك أتم لحج أحدكم، وأتمُّ لعمرته أن يعتمر في غير أشهر الحج، انتهى۔"[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر عذر تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب حج کیا تھا، اس وقت تھا، ہمیشہ نہیں تھا، بعد میں حضرت عائشہ کا مکہ مکرمہ سے نکل کر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کرنا جواز کی دلیل ہے، و كفى بها قدوةً۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ بعد میں اس لئے عمرہ کرتی تھیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی طرح عمرہ کیا تھا اور ان حضرات صحابہ کا دستور یہ تھا کہ جس حال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتے، یہ چاہتے تھے کہ ساری زندگی اسی حال پر گزار

---

(۱) مؤطا الإمام مالك كتاب الحج رقم الحديث، قم ٤٨/٧٤٠

(۲) اوجز المسالك كتاب الحج جز ٦، صفحہ ۵۵۵، تحقیق د تقی الدین الندوی (مراجعت ظفر الدین ندوی)

دیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بات صحیح ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بقول تنعیم سے عمرہ عذر کی وجہ سے کیا تھا گویا بلا عذر جائز نہیں، اس لئے کہ بدعت ہے تو اگر بدعت ہوتا تو حضرت عائشہ بعد میں بلا عذر عمرہ تنعیم کیوں کرتیں، اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ملی، حضرت مفتی محمود حسن صاحب سے بھی پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن کہیں کوئی روایت یا اثر نہیں ملا۔

تقریر بخاری شریف کے جو اجزاء میرے پاس تھے میں نے سب دیکھ لئے ہیں، اور بہت پہلے دیکھ کر رکھ دیئے تھے، اور وہ مولوی شاہد سلمہ (۱) کے پاس پہونچ بھی گئے، کوتاہیوں کی معافی کی درخواست ہے، اور حضرت! نالائقی کے بعد یہ خیال رہتا ہے کہ حضرت ہی ملجا و ماؤی ہیں، دعائے صلاح و فلاح دارین کی درخواست ہے، روضۂ اقدس پر غلامانہ صلوٰۃ وسلام پیش فرمادیں۔

وصلاة الله أزكاها شذى
ثم أنماها نماءً يتصل
تنزل دوما على خير الورى
سيد الكل غياث المرتمل (۲)

ایک دوسرا علمی مکتوب

یہ خط مشہور عالم مولانا حکیم محمد زماں حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء) کا ہے جو انہوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کو لکھا تھا، جسے حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ کے حوالہ کیا، جواب مکتوب نگار کے لئے حضرت شیخ قدس سرہ کے نام ہے۔

حضرت مخدوم ومطاع السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) میں نے حضرت والا کی آپ بیتی کے حصۂ چہارم میں حضرت مدنی کے سلسلے میں یہ پڑھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جماعت کو پنکھا جھلا اور پیر دابنے کے سلسلے

---

(۱) مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری نواسہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

(۲) ماہنامہ ''شاہراہ علم'' اکل کوا کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نمبر۔

میں بھی ایک کا آپ ذکر فرمارہے ہیں، مجھے ان کے حوالوں کی ضرورت ہے۔

حضرت [1] نے کلکتہ میں ایک موقع پر جب میں پیر دابنے لگا تو مسکرا کر فرمایا کہ قبلہ حکیم صاحب! پہلے یہ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن دبوایا ہے؟ میں نے شوخی کی اور عرض کیا کہ یہ معالجہ ہے، جس کی تلقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حضرت ہنس کر چپ ہوگئے اور میں پیر دابنے لگا، آج آپ بیتی (ص ۴/۹۹) پر حدیث کا ذکر پڑھ کر وہ واقعہ تازہ ہوگیا، از راہ، ذرہ نوازی حدیث کا حوالہ لکھوا کر روانہ فرمائیں؟

(۲) اور آپ بیتی نمبر ۵ (۴۵) پر حدیث " لا تتمارضوا فتمرضو " منقول ہے یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟

محمد زمان الحسینی از کلکتہ

۲۲ر شعبان ۱۳۹۲ھ

اس خط پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ مولانا محمد یونس صاحب کو لکھتے ہیں:

مولوی یونس صاحب! ان دونوں حدیثوں کے متعلق کوئی چیز آپ کے علم میں ہو تو لکھ دیں، تیسری حدیث تو مشہور ہے، غالباً مقاصد حسنہ [2] میں ہے۔

جواب

المخدوم المکرّم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) پیر دبوانے کی کوئی مرفوع روایت تو یاد نہیں ہے، ایک موقوف روایت منقول ہے:

روی السلفی عن ابن عباس اعتل أبی فعادہ عَلِیٌّ فوجدنی اضبط رجلیہ فاخذھما من یدی وجلس موضعی وقال: انا احق بعمی منك، ان كان الله عز وجل قد توفی رسولهٗ صلی الله علیه وسلم وعمی حمزة فقد ابقی لی العباس وعم الرجل صنو أبیه وبره به بره بابیه، اللهم هب لعمی عافیتك وارفع له درجتك

(۱) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

(۲) امام سخاوی کی مشہور کتاب "المقاصد الحسنہ" جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے مراجع میں رہتی تھی۔

واجعله عندك في عليين كذا في الزرقاني شرح المواهب (ص ۲۸۳/۳)[1]

البتہ ایک روایت میں پشت کا دبوانا منقول ہے اس سے پیر کا دبوانا بھی قیاساً ثابت ہو جائے گا۔

قال الطبراني في المعجم الصغير (ص ٤٥): حدثنا ابراهيم بن يوسف البزار البغدادي ثنا عبدالرحمن بن يونس الرقي ثنا ابوالقاسم بن ابي الزناد عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن أبيه عن عمر قال: دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وغلام له حبشي يغمز ظهره، فقلت ما شانك؟ يا رسول الله! فقال: "ان الناقة اقتحمت بي"، قال الطبراني: لم يروه عن زيد بن اسلم الا هشام بن سعد ولا عن هشام بن سعد الا ابوالقاسم بن أبي الزناد وتفرد به عبد الرحمن بن يونس۔ انتهى

قلت: عبد الرحمن بن يونس الرقي هو عبد الرحمن بن يونس بن محمد ابو محمد الرقي ذكره الخطيب في تاريخه (ص ۲۶۹/ ۱۰) ونقل عن الدار قطني انه قال: لا باس به وقال الذهبي في الميزان: صدوق، والحديث عزاه الهيثمي في مجمع الزوائد (ص ٥/٩٦) الى الطبراني في الأوسط والبزار قال: ورجاله رجال الصحيح خلاعبدالله بن زيد بن اسلم، وقد وثقه ابو حاتم وغيره وضعفه ابن معين وغيره۔ اهـ

(فائده) قال البخاري في التاريخ الكبير (ص ١/١٦٥) قال ابراهيم بن طهمان عن عباد بن اسحاق عن ابيه عن ثابت بن عبد الله بن الزبير عن سعد بن ابي وقاص: رايتني مع النبي صلى الله عليه وسلم في ماء من السماء واني لأدلك ظهره واغسله۔ انتهى

(۲) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبح کی نماز میں صحابہ کو پنکھا کرنا تو بندہ کو نہیں ملا، البتہ صحابہ کا مسجد میں خود پنکھا کرنا ایک روایت میں منقول ہے اور چونکہ حضرات صحابہ میں غایت درجہ ایثار تھا اس لئے اگر خود کرتے ہوں گے تو اپنے دوسرے ساتھیوں کو ضرور کرتے ہوں گے۔

---

(۱) شرح العلّامة الزرقاني على المواهب اللدنيه للقسطلاني، دار المعرفة بيروت لبنان (مراجعت ظفرالدين ندوی)

قال ابن عدى فى الكامل: حدثنا على بن محمد بن سليمان الحلبى ثنا محمد بن يزيد المستملى ثنا شبابة عن ايوب بن سيار عن ابن المكندر عن جابر عن ابى بكر عن بلال رضى الله عنهم قال: اذّنت فى غداة باردة فخرج النبى صلى الله عليه وسلم فلم ير احدا فى المسجد، فقال اين الناس؟ قلت منعهم البرد، قال اللهم اذهب عنهم البرد، فرايتهم يتروحون واخرجه الطبرانى من طريق ايوب بن سيار وقال الهيثمى (ص ٢/٤١) ايوب متروك، قلت: ايوب بن سيار ضعيف واه، قال ابن معين ليس بشىء، وسئل عنه ابن المدينى فقال: ذاك عندنا غير ثقة لا يكتب حديثه وقال السعدى: غير ثقة، وقال النسائى: متروك، وقال عمرو بن على: احاديثه منكرة، منكرالحديث جدا، وقال النسائى: ليس بثقة ولا يكتب حديثه وكان من الكذّابين، وقال ابن عدى: ليست احاديثه بالمنكرة جدا الا ان الضعف بَيِّنٌ عَلَى رواياته، وقال ابو حاتم: ضعيف الحديث، وقال ابن حبان: كان يقلب الاسانيد ويرفع المراسيل، وقال الذهبى فى الميزان (ص١/٣٤) : فيه المستملى وليس بثقة۔ اهـ

قلت: لم ينفرد به المستملى فقد تابعه عبد الله بن محمد بن زكريا عن سعيد بن يحىٰ عن ايوب بن سيار عند ابى نعيم فى دلائل النبوة (ص ١٦٦) قال: عبد الله بن محمد بن جعفر قال: عبد الله بن محمدبن زكريا قال حدثنا سعيد بن يحىٰ قال ثنا ايوب بن سيار عن محمد بن المنكدر عن جابر عن بلال قال: اذنت الصبح فى ليلة باردة فلم يات احد ثم اذنت فلم يات احد، فقال النبى صلى الله عليه وسلم ماشانهم؟ يا بلال! قال: قلت كبدهم البرد بابى انت وامى، فقال اللهم اكسر عنهم البرد، قال بلال: فلقد رايتهم يتروحون فى السبحة او الصبح يعنى بالسبحة صلوة الضحي، وهكذا فى النسخة المطبوعة من الدلائل ليس فيه ذكر ابى بكر بين جابر وبلال، لكنه نقله السيوطى فى الخصائص الكبرى (ص٢/٧٣) بذكر ابى بكر وعزاه الى ابن عدى وابى نعيم والبيهقى، وقال الحافظ فى اللسان بعد نقل قول الذهبى المتقدم، ولم ينفرد به المستملى فقد تابعه داود بن مهران عن ايوب وعنه العقيلى إلّا أنّهٗ لم يذكر أبابكر فى الإسناد كذا فى نسبخة ثم رأيتهٗ فى نسخة معتمدة مذكور فيه ثم قال العقيلى: ليس

لهذا الحديث اصل ولا يتابع عليه وليس بمحفوظ لا سنده ولا متنه انتهى۔

(۳) حديث لا تتمارضوا فتمرضوا ولا تحفروا قبوركم فتموتوا، ذكره ابن ابي حاتم في العلل عن ابن عباس وقال عن ابيه: انه منكر، واسنده الديلمي من جهة ابي حاتم الرازي حدثنا عاصم بن ابراهيم عن المنذر بن النعمان عن وهب بن قيس به، وعلى كل حال فلا يصح، كذافي المقاصد الحسنة (ص ٤٥٩)۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲۸ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ(۱)

یہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی تحقیقات اور محدثانہ ترقیات کے دو نمونے تھے جن سے حضرت والا کے علم، مطالعہ تدریس، غور وفکر اور تلاش وجستجو اور فنی بسط وعمق کا بالکل صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہنے والوں نے صحیح کہا ہے کہ حدیث اور علمِ حدیث کے ساتھ شغف اور عشق ومحبت کے یہی وہ روشن حقائق تھے، جن کے سبب آپ کی شخصیت کا تصور کرتے ہی دل ودماغ کی اسکرین پر حدیث کی تصویر نقش کر جاتی تھی، حدیث کی طلب اور اس خدمت کے پیچھے جو قربانیاں اور جو مجاہدانہ اعمال وکردار آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت اپنی مخلوق کے دلوں میں ڈال دی تھی، "اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" اور محبوبانِ الٰہی کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ بظاہر بوریہ نشین فقیر ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں سلطانِ ہفت اقلیم ہوتے ہیں جن کی حکومت جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے، وہ اپنے فقیرانہ لباس میں بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔

ماہنامہ "شاہراہ علم" اکل کوا کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ نمبر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتحقیق کے اہم نمونے سوالات وجوابات کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں، اور ماہنامہ "حرا کا پیغام" مانک مئو سہارن پور کی اشاعتوں میں اس کا اہتمام رہا ہے، اور دوسری خصوصی اشاعتوں میں بھی اور ان کی ان کتابوں میں جو علمی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں یہ نمونے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ باقی نوادر الفقہ، نوادر الحدیث اور الیواقیت الغالیہ اس کے اہم

(۱) از: الیواقیت الغالیہ ج:۱، ص ۲۶۲ تا ۲۶۴۔ مجلس دعوۃ الحق لیسٹر برطانیہ

مجموعے ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

مختصر ترین مراسلت کا ایک نمونہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا علیہ الرحمہ نے اپنی ایک مجلس ۳ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں [1] فرمایا:

''۱۳۸۷ھ رجب کا مہینہ ہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے ہمیں جمعہ کی صبح تین چار گھنٹے بخاری شریف کا درس دیا۔ جمعہ کے بعد میں دستر خوان پر کھانے کے لئے نہیں پہونچا، حضرت یاد فرماتے رہے۔ جب میں پہونچا، عصر کی نماز کے وقت حضرت نے فرمایا ''ابے'' [2] تو جمعہ کے بعد کہاں چلا گیا تھا، میں نے عرض کیا تھا کہ مولانا یونس صاحب یہاں سبق سننے، ابوداؤد کا سبق تھا، ان کے درس میں چلا گیا تھا، حضرت نے اسی وقت فرمایا، کاغذ قلم لو، مولانا محمود شاہ گنگوہی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے، نہ کوئی سیاق نہ سباق، حرف غصہ میں حضرت لکھوا رہے ہیں، کہ جب تمہیں معلوم تھا، کہ میں نے صبح سے لے کر ساڑھے گیارہ تک انہیں رگڑا ہے پھر تم جمعہ کی نماز کے بعد ان کو لے کر بیٹھ گئے۔''

حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب کو جب یہ پرچہ پہونچا، انہوں نے بڑے ادب سے جواب میں صرف ایک جملہ لکھا القاب و آداب کے بعد،

مجھ سے غلطی ہوگئی، توبہ کرتا ہوں،
انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا،

یہ توبہ حضرت کو ایسی پسند آئی کہ حضرت نے جواب سنتے ہی پرچہ لکھوایا، شروع میں شعر لکھوایا۔

ابھی کم سِن ہیں وہ کیا عِشق کی باتیں جانیں
عرض حال دل بے تاب کو شکوہ سمجھیں

ابھی تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے، اور تدریس حدیث

---

(۱) شام وہند کے اولیاء عظام۔ از حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب علیہ الرحمہ، مطبوعہ از ہرا اکاڈمی لندن ص ۳۲۰-۳۲۲

(۲) ''ابے'' یہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ کا پیار محبت کا اچھوتا انداز تھا، (م)

سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے، اور مبارک
مشغلوں میں تا دیر رکھے جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے
آگے ہوگے، اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں چالیس
کے سال کے بعد پڑھیں۔"

فقط زکریا

۲۷/رجب ۱۳۸۷ھ

حضرۃ الشیخ کے درس کے متعلق ایک نادر مکتوب بنام مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوم الجمعہ۔ ۱۶/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

إلى...... الشيخ محمود حسن الحسنى الندوى مد ظله العالى وبورك
فى عمره الغالى۔ آمين

من إبنكم وتلميذكم ومحبكم محمد عاصم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد... فأرجو أن تكونوا فى لباس الخير والنعمة والعافية۔

منذ أيام هبت بى الرغبة إلى أن أكتب إلى حضرتكم رسالة شكر وتقدير،
ولكن يا أستاذى لم تساعد ابنكم الظروف۔ لأنى وجدت فى رحاب مظاهر علوم
اكراما واحتراما وتوقيرا من قبل الأساتذة والطلاب حتى الأطفال والصبيان۔
والفضل كله يرجع إلى الله أولا، وإلى رسالتكم ثانيا التى كتبتموها إلى رياسة
الجامعة، وإلى تعارفكم إيانا لدى أساتذتها حتى شيخ الحديث حفظه الله ومتعنا
الله بعلومه، ثالثا، فأين نحن من هذا المقام العالى، لولا فضل الله علينا ولولا
تعارفكم۔؟ ونحن أشبه بمصداق هذا الشعر:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل   نسیم صبح تیری مہربانی

ومن جزاء ذلك ياأستاذى أشكر الله تعالىٰ أولا وأشكركم ثانياً على هذه
النعم والعزة، ومن تلك النعم ياأستاذى أن رئاسة الجامعة قد اختارتنى إماما
لمسجدها الميمون، وهذه النعمة تعرّفنى لدى الأساتذة والطلاب حتى أصبح

تلميذكم مثل ما قيل، هذا الذى تعرف مظاهر ووطأته...... وكذلك يا أستاذى! أنت تعرفنا عند الشيخ العلامة محمد يونس وذكرت خصالنا وأخلاقنا عنده حتى يعرفنا الشيخ كمثل قريب، وهذه المعرفة فعلت فعلتها عندما قرأت العبارة فى حصته ذات يوم، قرأت العبارة باللهجة التى جبلت عليها واكتويت بناهِا فى حجر ضياء العلوم ودارالعلوم لندة العلماء، وهى لهجة عربية۔ وماكان الشيخ معجبا بهذه اللهجة حتى قال: "ونحن هنديون اقرأ بلهجة هندية، واللهجة العربية تزينها العرب وتشينها العجم" حتى حان وقت ضرب الجرس، فقال: من هو القارئ؟ فرفعت رأسى؟

فلما رآنى تعجب فقال لى بقولٍ لينٍ: "آپ" فتبسم ضاحكا وتعجب الطلاب كلهم وقالوا بأنفسهم من هذا حتى خاطبه الشيخ باللين والرفق والشفقة والمودة والمحبة؟ فأدرك الشيخ تعجبهم فبادر أن يقول: "بچو! پوچھو میں کیوں نرم ہوگیا، اصل میں یہ ندوہ سے پڑھ کر آیا ہے انہوں نے وہاں کا لہجہ سیکھا، کچھ دنوں کے بعد یہ میرے لہجہ پر آجائے گا" فانبسطت أسارير وجه إبنكم على هذا القول القيم والتصديق، وعند انتهاء الحصة صافحنى الطلاب وهنأ وابى وأنزلونى أكرم منزل، وطفقوا يستفيدون من تلميذكم، وسألوا عن أحوال ضياء العلوم، ودارالعلوم لندة العلماء لأن أبنكم خريج هاتين الدارين وإنهم على سوء ظن بالندوة فأخطأت ظنهم، فكشفت عن قلوبهم وعيونهم حجاب سوء الظن بالندوة و قدمت إليهم فكر الندوة الصحيح، ومقاصدها العالية بفصها ونصها بجد وأمانة، حتى أخذ الشوق بعضهم إلى أن يلتحقوا بالندوة بعد الفراغ من هذه الجامعة۔

وبعد يومين! قرأت العبارة بلهجة الشيخ ففرح بى فرحا، وأقعد ابنكم أمامه، وقال: "منی پوری! میرے سامنے بیٹھو ورنہ تم پر میری ڈانٹ پڑے گی" ثم دخلت عليه بعد عصر هذا اليوم– كما هو دأبى فى كل يوم بعد العصر– فدعانى الشيخ وأخذتمراً فتناول نصف التمر وأعطانى نصفه وقال: "منی پوری تو کھالے" يا أستاذى ولا أنسى هذاليوم وهذا الشرف وهذا العطاء الميمون مادمت حيا، وبعد أيام قرأ طالب العبارة فى حصته فمنعه الشيخ وقال: "تم مت پڑھو! منی پوری کو پڑھنے دو، تم تو

علماء اواخر میں ہو، وہ علماء اوائل میں سے ہے، بیچارہ سامنے بیٹھا ہے" یا أستاذی فما فرحت بشئ بهذه الاجازة من قبل الشيخ، ثم دخلت عليه بعد العصر ذلك اليوم، فقال: "منی پوری مجمع کو ایک چیز کی تلاش تھی وہ مل نہیں رہی ہے تم مغرب بعد آجاؤ کچھ کتابیں جیسا کہ "ابن الکلبی کی جمہرۃ الأنساب" وغیرہ میں تلاش کرو تو مل سکتی ہے" ودخلت عليه بعد المغرب فأعطيته الكتاب ولكن لم يجده فيه أيضا ثم قال لی: "مشکوۃ شریف کس سے پڑھی؟" فأجبت: عند الشيخ السيد بلال عبد الحی الحسنی الندوی، (والشيخ السيد محمود حسن الحسنی الندوی، والشيخ المفتی راشد حسين الندوی وكتاب الصوم عند الشيخ محمد حسن الندوی وبعض الأحاديث من الشيخ عبد السلام البهتكلی الندوی۔ حفظهم الله وجزاهم الله)

فتعجب الشيخ وفرح، وكذا يا أستاذی اختلف إلى زاوية الشيخ محمد طلحة حفظه الله۔ فی كل يوم كما أمرتنی به بعد صلاة الفجر بغير غيبوبة حتى أكملت أربعين يوما ونيفا۔

وعلى كل: يا أستاذی، هذه النعم كلها بفضل الله وإحسانكم إلیّ وتربيتكم القيمة وتوصياتكم ودعائكم وببركة مرشدی مربی الجليل سماحة الشيخ رئيس الأدباء السيد محمد الرابع الحسنی، وببركة صحبة شيخنا فضيلة الشيخ سيد المفكرين السيد محمد واضح رشيد الحسنی۔ متعنا الله بعلومهما وببقاء هما والمسلمين جميعا۔

وما مثلی إلا كمثل رجل يكون مصداق الشاعر:۔

صنائع فاق صانعها ففاقت وغرس طاب غارسها فطابا

وكنا كالسهام إذا أصابت مراميها فراميها أصابا

وما ذكرت هذه النعم والفضائل إلا أن تقر بها عينكم، بحيث أسبغها الله على ابنكم وتلميذكم وألتمس منكم أن تدعو لی الله بأن يرزقنی الاخلاص فی كل حركة وسكنة، وأن يرزقنی التقوى والقبول وأن تدوم هذه النعم كلها لی، فأرجو أن تبلغوا تحياتی العطرة إلى مرشدی وسيدی سماحة الشيخ السيد محمد الرابع الحسنی وصنوه أستاذی الجليل فضيلة الشيخ السيد محمد واضح رشيد الحسنی، فأسأل الله العلی العظيم أن

يجمعنا جميعا فى جنات ونهرو أن يجعلنا من الذين قيل فيهم: "للذين أحسنوا الحسنىٰ وزيادة" ولهم ما يشاؤون فيها ولدينا مزيده

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔

(١٦/ ذى الحجة/ ١٤٣٠ھ يوم الجمعة)

ابنكم البار: محمد عاصم الندوى وأبو الحسنى جامعة مظاهر علوم سهانفور۔

حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کی تربیت وشفقت اور توجہ کا کھلا اثر دوسرے دن اس طرح ظاہر ہوا کہ ایک دوسرے استاذ حضرت مولانا سید مولانا محمد عاقل سہارن پوری مدظلہ استاذ سنن ابوداؤد وحال شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور نے تادیب فرمائی اور پھر ان کی سعادت مندی دیکھ کر بڑی شفقت فرمائی جس کو عزیز موصوف یوں بیان کرتے ہیں۔

وبعد ما أتممت هذه الرسالة جرت بينى وبين فضيلة الشيخ محمد عاقل حفظه الله قصة– يوم السبت ١٧ من شهر ذى الحجّه– بحيث قرأت العبارة فى حِصَّته، ففرح بابنكم، ولكن وقعت زلة من ابنكم وهى عدم قوله، "رضى الله عنه" عند انتهاء السند، فقال لابنكم ثلاث مرات: "قل: رضى الله عنه" ولكن الغفلة والنسيان أخذت ابنكم فترك بعد ماقال ايضاً "رضى الله عنه " فا شتعل الشيخ غضباً، فتمعر وجهه، كأنما فقى على وجهه حب الرمان فزجر ابنكم زجراً۔

وفى اليوم التالى سكت عنه الغضب فقال: أين المنى فورى؟ اقرأ اليوم ايضاً انت، فانى زجرتك أمس زجراً شديداً رغم انك احسنت القرا ء ة، فاعف عنّى و تقبّل منّى عشرَ روبيات، وما إسمك؟ قلت محمد عاصم، فتعجب وقال: أنت عاصم؟ إبنى ايضاً عاصم، قلت نعم؟ (قال) أنت ايضا إبنى لانك تلميذى، ولما انتهى الوقت قلت له فى الخارج: يا أستاذى! ماوجدت على ماتقول و تزجر فى نفسى شيئاً، بل فرحت وسررت كثيراً، لانك ربيتنى، فانبسطت اسارير وجهه فقال: لقد عرفت انك ماجدت فى نفسك شيئاً لانك كنت مبتسماً حينما زجرتك، هذه خصلة صالحة فيك، ثم قال لى: فانى ادعوك الى المادية۔ مرتين۔"

ياأستاذى! منذ هذا اليوم ركز عنا يته لابنك أثناء الدرس ويسأل ابنك أين

المنى فوري؟ اذا كان لم يرهٗ۔

يـا أستـاذي! فو اللّٰه ما ذكرت هذه الفضائل الا لتقر بها عينك، لاني رأيتك فـرحا مستبشرا برقيي وازدهاري، وألتمس منك أن تدعولي ولاخواني في اللّٰه عزوجل على أن تدوم هذه النعم لنا، وتكون للّٰه خالصة مخلصة وأن لا نزلق بأبصار الناس۔

وهذه كلها لتربيتك وصحبتك واحسانك اليّ بعد ما من الله عليّ عز وجل ۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

جامعة مظاهر علوم، سهارنفور — ابنكم محبكم وتلميذكم

۲۰/ ذي الحجه/ ۱٤۳۰ھ — محمد عاصم الندوي أبو الحسني

نمونہ کے طور پر یہ خط پیش کیا گیا جس سے شیخ کی تربیت وتادیب پھر شفقت وخیر خواہی حوصلہ افزائی اور صلاحیت ولیاقت اور اصلاح رکھنے والے طلبہ پر نظر وتوجہ ظاہر ہوتی ہے۔

اساتذہ کی شفقت وتوجہ کو کھینچنے کے لئے طلب صادق اور تواضع دو بہت اہم صفات ہیں جس کو دیکھنے اور جانچنے کے لئے مشائخ تنبیہ وتادیب کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، اور اس پر سعادت مندی کے آثار دیکھ کر بڑی اپنائیت اور شفقت ومحبت اور الطاف وعنایات کا معاملہ فرماتے ہیں: کتاب تکمیل کے مرحلہ میں تھی کہ نمونہ تربیت بھی حضرت جونپوری نور اللہ مرقدہ کا اور اس کے پہلو مین معاصر ورفیق درس شخصیت حضرت مولانا محمد عاقل سہارنپوری کا بھی نمونہ ملا جو ابوداؤد شریف کے استاد تھے اور اب ان کی جگہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، اطـال الله بقاءہ، ونفع به الامة۔

راقم کے لئے عزت وشرف کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپور زید مجدہم سے بھی برادر عزیز مولوی خلیل احمد حسنی ندوی سلمہ کے ساتھ مسلسل بالاولیہ کی اجازت حاصل ہے۔

اس مکتوب عزیز سے بخوبی یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ صحیح مقاصد کے حامل طلبہ حضرت شیخ کا رنگ واثر کیسا قبول کرتے تھے اور ان کے کیسے گرویدہ ہوتے تھے اور شیخ کی تھوڑی صحبت سے ہی احسان شناسی کا کیسا جذبہ پیدا ہوجاتا تھا، فلله الحمد والمنه۔

☆☆☆

انیسواں باب
تصنیفات ورسائل

(۱) مقدمۃ الہدایۃ
(ہدایہ اولین کا مقدمہ ہے، بہت اہم تصنیف مگر نامکمل رہی۔)

(۲) مقدمۃ المشکوۃ۔ (تحقیق و تعلیق)
(مشکوۃ المصابیح پر بسیط مقدمہ، مگر طبع نہ ہوسکا۔)

(۳) الاحادیث الواردۃ، فی الأصول الشاشی ونور الانوار،
(اصول الشاشی اور نور الانوار کی احادیث کی تخریج و تحقیق مگر شائع نہ ہوسکی۔)

(۴) مقدمۃ الصحیح للامام مسلم (تحقیق و تعلیق)۔

(۵) الامام البخاری، احوالہ وآثارہ ومنہج کتابہ الصحیح،
(حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کے احوال اور کتاب کے منہج پر بسیط تالیف)

(۶) جزء المعراج۔
(معراج النبی واسراء پر علمی تحقیقی رسالہ جو اس کے بہت سے اہم پہلوؤں کو واضح کرتا ہے۔)

(۷) جزء القراءۃ۔

(۸) جزء رفع الیدین۔
(نماز میں رفع یدین کا مسئلہ احناف کے درمیان بڑی موشگافیوں کا مسئلہ رہا ہے، شیخ نے اس میں احادیث کے مستدلات کی روشنی میں درمیانی راہ اختیار کی ہے۔)

(۹) جزء المحراب۔

(۱۰) ارشاللبیب الی حدیث التحبیب۔ (نوادر الفقہ میں ۳۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ شامل ہے، جس میں محبوب چیزوں کے متعلق احادیث کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، الیواقیت الغالیہ جلد اول کے آخر میں بھی یہ رسالہ شامل ہے).

(۱۱) مقدمہ سنن ابی داؤد۔

(۱۲) ترجمۃ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ۔

(۱۳) جزء حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام۔

(۱۴) جزء عصمۃ الانبیاء علیہ السلام۔

(۱۵) فضائل مدینہ کے متعلق مجموعۂ روایات (۲۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ نوادر الفقہ میں شامل ہے)

(۱۶) جزء تحقیق الاحادیث التی وسمت بالوضع أو الضعف فی سنن ابی داؤد۔
(شیخ نے سنن ابی داؤد کا درس بھی مظاہر علوم میں دیا اور ان کی خصوصیت تھی کہ دوران مطالعہ اہم باتوں کو لکھ لیا کرتے تھے یہ بھی اسی سلسلہ کی خدمت ہے۔)

(۱۷) جزء تحقیق الاحادیث التی وسمت بالوضع وھی فی جامع الترمذی۔
(اگرچہ سنن ترمذی کا درس مظاہر علوم میں ان کے استاذ مولانا مفتی مظفر حسین سہارنپوری کے ذمہ رہا لیکن اس کا مطالعہ جاری رکھا اور دوران مطالعہ جو تحقیقات نظر سے گزریں وہ پیش کی ہیں۔)

(۱۸) جزء تحقیق الاحادیث التی وسمت بالوضع وھی فی سنن النسائی۔
سنن نسائی کے درس کا آپ کو موقع ملا اور اس کی احادیث کے متعلق بعض اہم تحقیقات اس میں پیش کی ہیں۔

(۱۹) جزء تحقیق الاحادیث التی وسمت بالوضع وھی فی سنن ابن ماجہ۔
سنن ابن ماجہ کے درس کا بھی آپ کو موقع ملا اور اس کے علمی افادات اس میں پیش کئے ہیں، آخر الذکر یہ چاروں رسالے سنن اربعہ، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی کی علمی تحقیقی خدمت ہے، جس میں ان کی ان احادیث پر کلام کیا گیا ہے جن پر موضوع یا ضعیف کا حکم لگایا گیا تھا، ان احادیث کی اپنی عبقری شان کے ساتھ تحقیق فرمائی ہے۔

مولانا بدر الحسن قاسمی (کویت) تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) میں ضعیف وموضوع روایتوں کی تحقیق انہوں نے شیخ محمد ناصر الدین البانی سے پہلے کی،

لیکن ربع صدی سے زائد عرصہ تک اس کے شائع کرنے کی ہمت نہیں کی تا کہ ان کے خلاف فتنہ نہ ہو، شیخ البانی کی ضعیف اور صحیح روایتوں کا سلسلہ جب سامنے آیا تو انہوں نے بھی اپنی تحقیق منظر عام لانے کی اجازت دی۔"[1]

(۲۰) نوادر الفقہ حدیث کے فقہی افادات کا مجموعہ ہے جسے مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری نے مرتب کیا ہے، جس سے حضرت شیخ کی فقہ وحدیث کی محبت عیاں ہوتی ہے، حضرت شیخ کے علمی سوالات کے جوابات پر مشتمل کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے، جس میں فقہ کے بے شمار اہم مسائل پر محققانہ کلام کیا گیا ہے، صرف فقہ ہی نہیں علم کلام، سیرت پاک اور دعوت و تبلیغ کے تعلق سے ایسے علمی مباحث اور ایسے سوالات کے تفصیل و تحقیقی اور تشفی بخش جواب اس مجموعے میں شامل ہیں۔

(۲۱) نوادر الحدیث (یعنی اللآلی المنثورۃ)

حدیث کے متعلق سوالات کے علمی جوابات پر مشتمل ۶۴۴ صفحات کا یہ مجموعۂ افادات حدیث مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کا مرتب کردہ ہے، اس میں اصول حدیث کے متعلق بھی اہم جوابات آگئے ہیں، اور حروف تہجی کے مطابق تحقیقات ہیں۔

(۲۲) الیواقیت الغالیة فی تحقیق و تخریج الاحادیث العالیة۔ (چار جلدوں میں)

چار جلدوں پر حدیثی افادات کا یہ مجموعہ ان احادیث کے تخریج و تحقیق کے ساتھ سامنے آیا جن احادیث کے بارے میں حضرت شیخ جونپوری ان کے اکابر اساتذہ اور دیگر علماء نے دریافت کیا تھا، جن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جیسی شخصیات کے نام بھی ہیں، ان سے علم حدیث و تفسیر، فقہ، سیرت پاک تاریخ و ادب، اسرار شریعت کے حقائق و معارف سامنے آتے ہیں، یہ بات صحیح ہے کہ اس مجموعہ افادات حدیث پر ابواب و مضامین کے اعتبار سے مستقل کام کرنے کی ضرورت باقی ہے۔

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی زید مجدہ نے یہ جو خدمت انجام دی ہے وہ یقیناً بڑی علمی خدمت ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو "پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش" مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی مضمون مولانا بدر الحسن قاسمی

مولانا بدر الحسن قاسمی زید مجدہ (کویت) رقم طراز ہیں کہ:

''الیواقیت الغالیہ'' کی چوتھی جلد میں انہوں نے وہ روایتیں جمع کی ہیں جو سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ میں ضعیف اور موضوع قرار دی گئی ہیں، ایسی روایتوں کا انہوں نے جائزہ لیا ہے، اور ایسی روایتوں کے باب میں انہوں نے ناقدین کا کلام تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور بعض روایتوں کے بارے میں انہوں نے اپنی رائے صراحت کے ساتھ ظاہر کی ہے، یا اتنا مواد جمع کر دیا ہے جن سے ان کے ''ان کے ضعیف'' یا ''موضوع ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔''(۱)

حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ (ناظم مظاہر علوم) دونوں کے مولانا جونپوری سے دریافت کردہ سوالات اور ان کے جوابات حضرت مولانا کے مجموعہ افادات ''الیواقیت العالیہ'' میں محفوظ ہو گئے ہیں۔''(۲)

مولانا محمد ناظم ندوی (ناظم المعہد الاسلامی مانک مئو سہارن پور) جنہیں شیخ کی جانب سے سوالات وجوابات کی کاپیاں حاصل ہو گئی تھیں اور وہ اپنے مجلّہ ''حراء کا پیغام'' میں اس کی اشاعت کا اہتمام بھی کر رہے تھے، وہ اس کی کتابی اشاعت کا بڑا ذریعہ بنے۔ وہ لکھتے ہیں:

''زیر نظر کتاب (الیواقت الغالیہ....) آپ کی مستقل کوئی تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان سوالات کے جوابات میں جو مختلف اوقات میں مختلف علماء ومحدثین اور اصحاب تحقیق نے احادیث کے متعلق آپ سے کئے ہیں، اور آپ نے اپنے علمی مشاغل، مصروفیات اور کثرت امراض کے باوجود ان کے تحقیقی جوابات عنایت فرمائے، اس طرح ان تحقیقات کا ایک نادر ذخیرہ جمع ہو گیا، میں نے حضرت سے کئی مرتبہ درخواست کی اور بہت اصرار کیا، آپ نے ازراہِ شفقت وہ کاپیاں عنایت فرمائیں، فالحمدللہ

(۱) ملاحظہ ہو ''پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش'' مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی مضمون مولانا بدر الحسن قاسمی

(۲) ایضاً

علی احسانہ و فضلہ۔[1]

(۲۳) مذکرات معلم فی صحیح مسلم

صحیح بخاری کے درس کے ساتھ صحیح مسلم کا درس بھی حضرت شیخ جونپوریؒ کے ذمہ تھا، صحیح مسلم کے درس کے مطالعہ کے دوران جو اہم افادات وتحقیقات سامنے آتے انہیں حضرت شیخ نے قلمبند فرماتے تھے جسے انہوں نے اپنے ایک عزیز شاگرد مولانا محمد عاصم عبید اللہ ندوی برمی کے حوالہ کیا جو مظاہر علوم میں دورہ حدیث میں ان سے استفادہ کے لئے داخل ہوئے اور شیخ کی بڑی شفقت حاصل کی تھی، یہ تحقیقی افادات دو جلدوں میں مرتب ہوئے ہیں۔

یہ افادات اگر مسلم شریف کے متن کے ساتھ سامنے لائے جائیں تو دس سے زائد جلدیں درکار ہوں گی، اس کی مثال حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ''الکوکب الدرمی علی جامع الترمذی'' کی ہے جسے حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ نے مرتب کیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے مکتبہ یحیوی سے شائع کیا تھا، جس کی پہلے چھوٹے حروف میں دو جلدیں پھر آفسیٹ کی طباعت میں چار جلدیں اور مکمل متن کے ساتھ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے نو جلدوں میں شائع کی۔

(۲۴) درس بخاری از کتاب المغازی تا کتاب التوحید (محفوظہ مولانا عبد العزیز ثانی رائے بریلوی)

۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء کا حضرت شیخ جونپوری کا درس بخاری جسے ان کے شاگرد مولانا عبد العزیز ثانی رائے بریلوی ضبط تحریر میں لائے اور دوسرے شاگرد مولانا عبد السلام ندوی بھٹکلی استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کے زیر نگرانی اس کی تبییض کا کام چند فضلاء ندوۃ العلماء مولوی عدنان خان ندوی وغیرہ کررہے ہیں، کتاب الایمان سے کتاب المغازی سے پہلے کا حصہ دیمک کی نذر ہوجانے کے باعث استفادہ کے لائق نہ ہوسکا۔ درس بخاری کا اختتام اس طرح ہے:

''مجلس کے آخر میں تسبیح پڑھنا مستحب ہے، کوئی مجلس میں دیر تک بیٹھے پھر حدیث کی دعا پڑھ لے۔''

۴ ربج کر ۴۰ منٹ پر حدیث کا اختتام ہوا۔ بروز اتوار بتاریخ ۲۶ ررجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۹ راپریل ۱۹۸۴ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہونچی اور انہوں نے

---

(۱) از مقدمہ الیواقیت الغالیہ، جلد اول بہ اختصار (صفحہ ۲۱-۲۶)

بڑی رقت انگیز دعا فرمائی پورا دار الحدیث آہ وفغاں سے بھر گیا، اور ہر دل میں یہی جذبہ رہ گیا، کہ خدا کے نام پر سب کچھ قربان کردیں۔ یہ تمنا تو اپنے دل میں بھی تھی لیکن قرض کرنے کے لئے آنسوؤں کے علاوہ تھا بھی کیا، بس خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

عبدالعزیز ثانی

رائے بریلی

کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور

(۲۵) مقدمہ صحیح مسلم (ثانی)

مقدمہ صحیح مسلم پر مولانا کی بھی دو الگ الگ کتابیں ہیں جیسا کہ ان کے معتمد و نامور شاگرد و محقق مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے لکھا ہے۔

(۲۶) حاشیہ مشکوٰۃ (التعلیقات علی مشکوٰۃ المصابیح)

حاشیہ مشکوٰۃ کا تذکرہ حضرت علامہ محدث جونپوری کے ارشد تلامذہ میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا نے اپنے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے، اور اس کے حصول کی کوشش کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[1]

ایک دوسرے ممتاز شاگرد مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اس کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

> ''حضرت مولانا نے حدیث شریف کی بڑی کتابوں میں سب سے پہلے مشکوٰۃ شریف پڑھائی، اس پر کس قدر محنت کی اور کیا کیا لکھا کیا عرض کروں!! مجھے بھی حضرت مولانا سے مشکوٰۃ وصحیحین پڑھنے کی سعادت وعزت حاصل ہے، اس لئے میں اور میرے ساتھی حضرت مولانا کے حاشیہ مشکوٰۃ میں بے پناہ انہماک کو دیکھتے رہتے تھے، مولانا کے خیالات وتصورات پر دن رات وہی فکر غالب رہتی، سوتے جاگتے اسی پر غور کرتے اسی کے مباحث اور متعلقات میں کھوئے رہتے تھے، مشکوٰۃ بلکہ حدیث شریف کے مباحث

---

(۱) ملاحظہ ہو تذکرہ بھائی جان از مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ مطبوعہ از ہرا اکاڈمی لندن۔

وعنوانات کی طلب وجستجو اور تحقیق میں حضرت مولانا نے دوپہر کا آرام اور رات کا سونا بھی قربان کردیا تھا، کئی کئی راتیں ایسی گزرتیں کہ حضرت مولانا مطالعہ میں عشاء سے فجر کردیتے، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مظاہر علوم مدرسہ قدیم کی مسجد کے موذن مرحوم اللہ بندہ کاندھلوی مولانا کا آکر مونڈھا ہلاتے اور کہتے مولوی صاحب فجر کی تکبیر شروع ہوگئی، اور یہ انتہائی سردی کی لمبی راتوں کی بات ہے، اس وقت نہ مولانا کے کمرے میں بجلی تھی، نہ اچھا بستر تھا، اوڑھنے کے لئے بھی کچھ نہ تھا، صرف ایک معمولی سی رضائی تھی، جو برسوں تک استعمال کی وجہ سے اپنا رنگ اور شاید اپنی گرمی بھی چھوڑ چکی تھی، جب ایسا جذبہ اور اس قدر غیر معمولی انہماک اور ایسی بے پناہ اور غیر معمولی محنت وتوجہ ہوگی تو علم کیوں ان کے لئے اپنے پر نہ کھولے گا اور کیوں نہیں بارگاہ الٰہی سے باب قبولیت مفتوح ہوگا"۔ (۱)

(۲۷) مسامحات الامام الحافظ ابن حجر فی فتح الباری

امام ابن حجر عسقلانی کے علوم وفیوض سے شیخ نے بڑا استفادہ کیا تھا اور ان کو اس ضمن میں اپنا چچا کہتے تھے اور امام بخاری کو روحانی باپ امام بخاری سے انہوں نے عاشقانہ انداز سے استفادہ کیا اس میں شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کے مطالعہ وتحقیق میں ان کے جو علمی مسامحات سامنے آئے اس نے ایک رسالہ کی شکل اختیار کرلی، حالانکہ وہ اپنی ان تصنیفات کو منظر عام پر لانے سے گریز کرتے تھے مگر ان کے تلامذہ نے ایک علمی حق سمجھ کر اس کو پیش کرنا ضروری سمجھا۔

(۲۸) جزء تخریج احادیث اصول الشاشی

(۲۹) رسالہ بسم اللہ (مؤلف کتاب اصول الشاشی نے اس خبر کے نقل کرنے پر کہ عمداً بسم اللہ کہنا یا پڑھنا رہ جائے تو کھالیا جائے اس لئے کہ بسم اللہ ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے عام مسلمان کا ذبیحہ علی کل حال درست ہے، چاہے وہ بسم اللہ عمداً بھی چھوڑ دے، شیخ جونپوری فرماتے ہیں، یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔

(۱) ملاحظہ ہو "پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش" مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی ترکیسر سورت، مضمون مولانا نورالحسن صاحب کاندھلوی۔

اور جہاں تک اسم اللہ علی قلب کل مسلم کی بات ہے، یا اسم اللہ علی فم کل مسلم کی بات ہے، تو یہ عمداً ترک کے لئے نہیں ہے بلکہ بھول سے رہ جانے پر ہے۔)

(۳۰) الماء المعین فی ثبوت الأربعین۔

چلہ، چالیس دن کی انسانی تربیت میں اہمیت پر یہ حضرت شیخ جونپوری کا ایک مفید رسالہ ہے جو اصلاً تبلیغی جماعت کے نظام خروج میں چلہ کی اہمیت کے پیش نظر لکھا، اور اچھے دلائل سے مزین کیا، اور لکھا کہ چلہ متوارثاً ثابت ہے جو اس کا منکر ہو تو وہ توارث کا بھی انکار کرے۔

(۳۱) قلائد المقالات و الذکریات فی شیخ الحدیث العلامة محمد یونس الجونفوری محب و شارح صحیح البخاری،

ویلیه الدُّرَر الغوالی فی شرح اول حدیث من صحیح البخاری ۔ جمع و ترتیب محمد بن ناصر العجمی ، مطبوعة دارالمقتبس الحلبونی دمشق شام؛ کورنیش المزرعه بیروت لبنان

پیش نظر کتاب میں عرب علماء وافاضل کے والہانہ انداز کے تاثرات ہیں۔ ممتاز عرب فضلاء کے تاثرات کے ساتھ بعض ہندی علماء کے عربی تاثرات بھی شامل کتاب ہیں، یہ عربی میں حضرت علامہ جونپوری پر ایک بسیط کتاب ہے ۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ان کے مستفیدین نے اپنے تاثرات کا بے تکلف اظہار کیا ہے۔

اس مجموعہ تاثرات وانطباعات کی خاص بات مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) کا مبسوط مقدمہ اور جامع کتاب شیخ محمد بن ناصر العجمی کا کلمة (رب افتح بخیر و اَعِن یا کریم) ہے، اور دوسری خصوصیات اس طرح ہیں:

۱۔ السیر الحدیث فی الرحلة الی شیخ الحدیث العلامة محمد یونس جونپوریؒ ہے۔ ازمرتب کتاب

۲۔ صُوَرالوثائق جس میں شیخ کے قلم سے اجازات کا عکس ہے۔

۳۔ ”زیارة مولانا شیخ الحدیث محمد یونس“ الهندی، للأستاد خالد السباعی

۴۔ اہل علم وفضل کے مقالات۔

۵۔ الدُّرَر الغوالی فی شرح اوَّلِ حدیث من صحیح البخاری

٦۔ عشر مزايا ر، لنبراس الساری إلى رياض البخاری لمحدث العصر شيخ الحديث مولانا محمد يونس الجونفوری، بقلم يوسف بن شبير احمد البريطانی استاذ الحديث والسنة، دارالعلوم بليك برن برطانيه فی صفحة-۱۸

(۳۲) الفرائد فی عوالی الأسانيد وغوالی الفوائد، للدكتور محمد اكرم الندوی بمكتبة النظام اليعقونی (بحرين)، کتب حدیث کی جملہ اسانید جوشیخ کی حیات میں شائع ہوئی۔

(۳۳) اجازة عامة مختصره من اسانيد العلامة المحدث الشيخ محمد يونس الجونفوری شيخ الحديث بمدرسة مظاهر العلوم فی سهارنفور، بالهند، تخريج من بعض تلاميذه۔

(۳۴) الإجازات والاسانيد للعلامة المحدث الشيخ محمد يونس الجونفوری مرتبه محمود حسن الحسنی الندوی۔

(۳۵) تذکرۃ الشیخ محمد یونس (یادیں اور کچھ ہدایتیں)

تالیف مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری، ناشر مکتبہ الشیخ محمد یونس جامعۃ الفلاح دارالعلوم اسلامیہ فاربس گنج، ارریا، بہار

اس میں ریحانۃ الہند محدث العصر امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات مختصراً جامع انداز میں پیش ہیں۔

یہ کتاب مظاہر علوم کی حدیث میں خدمات اور اس میں اس کا مقام اس کے فضلاء کا حصہ اور حضرت کے درس حدیث کی خصوصیات اور ان کے اوصاف وکمالات اور لوگوں کے تاثرات کے علاوہ اہم واقعات اور اقوال ملفاظات اور وفات اور مرض کے احوال کا مرجع ہے، مولانا محمد سعیدی ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف سہارنپور اور حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کی تقریظات سے مزین ہے، مکمل صفحات (۱۲۰) ہیں۔

(۳۶) حیات شیخ الحدیث از- مفتی مسعود عزیزی ندوی ناشر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارن پور۔

یہ مجموعۂ مضامین ہے، جو ماہنامہ نقوش اسلام سہارن پور اگست ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئے تھے۔

(۳۷) اَحادیث النھی عن الخصاء والترغیب فی تزویج الولود (فرماتے ہیں حضرت شیخ (زکریا قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ خصاء کی ممانعت اور تزویج ولود کی ترغیب پر کچھ روایات جمع کردو اس پر مندرجہ ذیل روایات جمع کی گئیں ۶ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ نوادر الفقہ بھی شامل ہے۔

(۳۸) الفیض الجاری فی دروس البخاری (دو جلدیں)

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دروس صحیح البخاری کو مولانا محمد ایوب سورتی نے قلمبند کر کے منظر عام پر لانے کا جو کام کیا ہے وہ بہت لائق تحسین عمل ہے، جس کی دو جلدیں الفیض الجاری فی دروس البخاری کے نام سے سامنے ہیں، جلد اول کتاب بدء الوحی سے کتاب الایمان تک ہے، آخری جلد جسے اس سلسلہ دروس میں سب سے آخر میں ہونا چاہئے تھا اشاعت میں مقدم رکھ کر دوسرے نمبر میں پیش کردیا اس آخری جلد کی خصوصیت کتاب الاکراہ، کتاب الحیل، کتاب الاحکام تا ختم کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ہے، ممتاز فقیہ واستاد حدیث وفقہ علوم فقہ اور مشہور مصنف ومحقق استاذی مولانا عتیق احمد صاحب بستوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء وقاضی دارالقضاء اتر پردیش اپنے مقدمہ میں اس کی آخری جلد کی خصوصیت بخاری شریف کے آخری درس کی مناسبت سے یہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”.... یہ مباحث فقہ واصول فقہ سے زیادہ متعلق ہیں، درس کے اس حصہ کا مطالعہ کر کے اندازہ ہوتا ہے، کہ فقہ اصول فقہ میں بھی ان کی نظر بڑی وسیع ودقیق ہے، صرف فقہ حنفی کے اصول وفروع پر عبور نہیں ہے بلکہ پورے فقہ اسلامی خصوصاً ائمہ اربعہ کی فقہ واصول فقہ کا عظیم ذخیرہ ان کے پیش نظر ہے اور حضرت شیخ نے پوری فنی مہارت کے ساتھ متعلقہ فقہی واصولی مباحث کا خلاصہ وتجزیہ دوران درس طلبہ کے سامنے پیش فرماتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی ذوق ومزاج ان کتب میں زیادہ واضح ہوکر سامنے آیا ہے، اور ان پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات ونکتہ آفرینیوں نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے، زیر نظر مجموعہ کی اشاعت سے

علم حدیث، علم کلام اور علم فقہ واصول فقہ میں گراں قدر اضافہ ہوگا اور ان علوم میں حضرت شیخ کی مہارت وامامت کا اندازہ لگایا جاسکے گا۔''

پہلی جلد چھ سو صفحات اور آخری جلد ۶۷۵ صفحات پر مشتمل ہے، درمیان کی جلدوں کا علوم اسلامیہ کا ایک انسائیکلو پیڈیا بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں۔

(۳۹) نبراس الساری فی ریاض البخاری (اعانة الساری فی ریاض البخاری)

یہ حضرت شیخ جونپوری کی پچاس سالہ طویل مطالعاتی وتدریسی تجربہ کا حاصل ونچوڑ ہے جو صحیح بخاری کی شرح کے طور پر تصنیفی خدمت ہے، شیخ محمد ایوب سورتی سابق استاذ حدیث صحیح البخاری دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، ومدیر مجلس دعوۃ الحق لیسٹر برطانیہ نے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا، اور مکتبہ القلم سورت سے شائع ہوئی، دوسری جلد بھی شیخ کی حیات میں منظر عام پر آگئی تھی، اور شیخ نے اس پر نظر ڈالی تھی، بقیہ جلدوں کی طباعت کا کام مراجعت ومقابلہ سے شیخ محمد ایوب سورتی کررہے ہیں جس کی طرف شیخ رہنمائی کر گئے تھے، پہلے اس کا نام علامہ جونپوری نے ''اعانة الساری فی ریاض البخاری'' تجویز کیا تھا جس کا ذکر ان کے بعض عرب شاگردوں نے اسی نام سے کیا ہے پھر جب اشاعت کا مرحلہ آیا تو نبراس الساری فی ریاض البخاری تجویز ہوا اور اسی نام سے یہ شرح شائع ہورہی ہے۔ پہلی جلد مقدمہ اور ابتدائی ایوب پر اور دوسری جلد ۶۰۲ صفحات پر کتاب الطہارت سے کتاب مواقیت الصلوٰۃ تک ہے۔

(۴۰) ''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کے مسلک سے متعلق ضروری وضاحت اور مفید علمی مباحث حضرت کی تحریرات کی روشنی میں'' مرتب مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی استاد حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء۔ ناشر مفتی جابر بن عمر پالنپوری، جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات۔

مولانا مفتی محمد زید ندوی صاحب کی حضرت علامہ جونپوری سے متعلق کئی مقالے رسائل اور کتابیں ہیں، اور حضرت کے علوم ومعارف کی ترتیب وتدوین کے کام میں مذکور کتاب ۱۳۰ صفحات پر ان کے مسلک ومشرب سے متعلق ہے، کہ وہ اپنے اکابر ہی کے نقش قدم پر تھے، تبحر علمی نے بعض مسائل پر تنقید کرائی جو ان کا علمی حق تھا، ورنہ وہ حنفی اور ولی اللہی تھے۔

(۴۱) کتاب التوحید و الرد علی الجهمیہ و غیرھم (افادات درس صحیح البخاری)

مولانا محمد ایوب سورتی کی مرتب کردہ یہ کتاب حضرۃ الشیخ جونپوری کے ان دروس حدیث پر مشتمل ہے جس میں کلامی مسائل زیادہ ہیں، یہ امام بخاری کی الجامع الصحیح کی کتاب التوحید کے ابواب پر مشتمل ہے جو مکتبۃ القلم سورت گجرات سے طبع ہو کر عام ہوئی، یہ دروس حدیث ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کے ہیں جب ان کے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ حیات تھے بقول حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء "اس میں صفات باری تعالیٰ کے موضوع کو منقح کر کے رکھ دیا ہے، توحید اور صفات باری میں اشاعرہ ماتریدیہ، سلف امت، معتزلہ، خوارج روافض مجسمہ، معطّلہ وغیرہ کے مواقف اور دلائل کو بڑے آسان انداز میں پیش فرما کر صراط مستقیم کی نشاندہی فرمائی"، (از مقدمہ کتاب)

یہ موضوع مستقل کتابی صورت میں شائع ہونے کے علاوہ بعض دوسرے ابواب کے ساتھ بھی تفصیلی شرح کا حصہ بن کر شائع ہو چکا ہے۔

(۴۲) نعمت الباری علی ختم الجامع الصحیح للبخاری، اردو (بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس) مرتبہ از مولانا مجتبیٰ رویدروی (اردو)

(۴۳) نعمۃ الباری علی ختم الجامع الصحیح للبخاری (عربی)

للمحدث الکبیر العالم الربانی سماحۃ الشیخ یونس الجونفوری حفظہ اللہ، شیخ عائض القرنی (سعودی عرب) اور مفتی عبداللہ مظاہری رویدری کی تقریظ و مقدمہ کے ساتھ۔

ضبط و ترتیب: مجتبیٰ بن الشیخ احمد لولات البرویدروی

تعریب: سراج بن آدم الویولوی الندوی، صفحات-۸۸

ناشر: دارالإرشاد والإعلام عالی پور، نوساری گجرات

(۴۴) انیس القاری فی حل صحیح البخاری

مرتبہ: مولانا عبداللہ مظاہری و مولانا عبدالرحمٰن رویدری

حضرت شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ کے کئی اہم علمی کام اور تحقیقی افادات ان کے ممتاز

شاگرد خلیفہ حضرت مولانا عبد اللہ مظاہری رویدری کے پاس تھے جس پر جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کے شعبہ تحقیق واشاعت کے زیر اہتمام یہ کام اب ان کے بھائی مولانا عبد الرحمٰن رویدری کی نگرانی میں انجام پارہا ہے، صحیح بخاری کے حل تراجم پر اس میں خصوصیت سے بحث کی گئی ہے، اور کئی جلدوں میں اس کی اشاعت کا منصوبہ ہے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور دوسرے بڑے علماء کی تقریظات کے ساتھ پہلی جلد پریس میں ہے۔

(۴۵) باتیں ان کی یاد رہیں گی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے سوانح وتذکار اور ملفوظات کا مجموعہ جسے مولانا محمد عثمان ندوی ناظم ادارہ اسلامیات بھگوان پور اترا کھنڈ نے مختلف اہل قلم مقالات ومضامین سے مرتب کیا ہے، جو ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴۶) ملفوظات مع مختصر سوانح امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ۔

مرتب: مولانا محمد جابر بن عمر پالن پوری، استاد جامعیہ قاسمیہ کھروڑ انکلیشور، بھڑوج، ۲۳۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے پچاس صفحات سوانحی اور ڈیڑھ سو سے زائد صفحات ملفوظات کے ہیں۔

(۴۷) امیر المومنین فی الحدیث شیخ مولانا یونسؒ (مرتبہ مولانا محمد عمران صاحب خانپوری، گجرات)

(۴۸) مجالس محدث العصر

تحریر وترتیب وتحقیق وتحشیہ: مولانا فیصل احمد ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء)

ناشر: ادارہ احیائے علم ودعوت لکھنؤ، مکتبۃ الشباب العلمیہ لکھنؤ۔

۳۵۰ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ مجالس موصوف عالم ومحقق مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے مقدمہ کے ساتھ طبع ہوئی، مجالس کے علاوہ مرتب مجالس مولانا فیصل احمد بھٹکلی ندوی تفسیر وحدیث استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کے قلم سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کے بارے میں اچھا تعارف ہے جس میں انہوں نے حضرت کی خدمت میں اپنی نیاز مندانہ حاضری دی اور مجالس کا تعارف بیان کیا ہے کل ۵۱ مجالس ہیں اور ہر مجلس کے اختتام پر تعارفی

نوٹ ہیں جو کہیں ۳۰۔۴۰ تک پہونچ گئے ہیں، آخری مجلس پر ۵۱ نوٹ ہیں، یہ مجالس ملفوظات کی کتابوں میں یہ منفرد خصوصیت رکھتی ہے، پیش نظر سوانح میں بھی اس کا ایک انتخاب مولوی سید احسان اللہ ندوی بلخی کی طرف سے پیش ہے۔

(۴۹) تعليقات على مسلسلات الشاه ولى الله المحدث الدهلوى

حضرت شیخ الحدیث جونپوریؒ نے مسلسلات شاہ ولی اللہ دہلویؒ پر کام کیا تھا، اس کے متن کی تحقیق اور سند کی تحقیق اور تعلیق کا کام کیا تھا ان کے بہت سے علمی کاموں کی طرح یہ بھی طباعت سے رہ گیا، مزید اس میں تحقیقی انداز اختیار کر کے حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی زیادہ معتبر نسخہ سامنے لا رہے ہیں۔

اس سے قبل مکتبہ یحیوی سہارنپور سے رسائل مسلسلات کا جو مجموعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ شائع کرتے رہے ہیں اور اسی پر آخر سال میں قرأت کی جاتی رہی ہے بعد میں مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ثم مدنی نے اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا، جو اغلاط سے خالی نہ تھا ضرورت ہے زیادہ تحقیق کے ساتھ یہ رسالہ سامنے آئے۔

(۵۰) فہم قرآن وفہم حدیث کی ربانی شخصیت از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ،

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کے فاضلانہ نظموں اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ ایچ ایم حسین ٹرسٹ سے محمد عثمان حیدرآبادی نے شائع کیا جسے مولانا محمد فرمان ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء نے مرتب کیا ہے۔

(۵۱) مجلہ ''النصیحۃ'' مرڈیشور بھٹکل کرناٹک

مرڈیشور، بھٹکل، عدد خاص بالعلامۃ المحدث الشیخ الجونفوری، رئیس التحریر مولانا نعمان الدین ندوی۔ مدیر التحریر حماد کریمی الندوی۔ حضرت جونپوری کے متعلق سب سے پہلے شائع ہونے والا عربی مجلہ جس میں عرب وہند کے مختلف علماء وفاضل کے مضامین شامل ہیں۔

(۵۲) امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، علمی وروحانی جانشین الامام المحدث شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ نقوش وتأثرات کا تاریخی دستاویز۔

مرتبہ: مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی، ناشر: جامعۃ القاسم الاسلامیۃ، سپول بہار
حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے متعلق جو خصوصی اشاعت اب تک سامنے آئی ہیں ان میں معارف قاسم دہلی کی یہ اشاعت اپنی انفرادیت رکھتی ہے، حیات وخدمات فضائل وکمالات، وفات حسرت آیات پر مؤثر مضامین پر مشتمل ہے، جنوری، فروری، مارچ ۲۰۱۸ء کی اشاعت ہے، طباعت وترتیب معیاری اور مثالی ہے۔ مرتب حضرت مرحوم کے شاگرد ہیں اس کتاب کے ذریعہ وہ حق ادا کیا ہے۔

(۵۳) احوال وآثار، امیر کارواں حدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ نمبر مدیر ومرتب: مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی (زیر ترتیب)

(۵۴) ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم" شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نمبر۔ مرتب: مولانا محمد سعیدی ومولانا ناصر الدین مظاہری جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور (زیر ترتیب)

(۵۵) ماہنامہ "شاہراہ علم" اکل کوا (مہاراسٹرا) حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نمبر زیر سرپرستی مولانا غلام محمد وستانوی زیر ادارت مولانا حذیفہ غلام وستانوی شائع کردہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو مہاراشٹر۔ مصنف نے اس خصوصی اشاعت سے اپنی کتاب میں خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے جو ان کی وفات کے بعد فوراً شائع ہوا۔

(۵۶) ماہنامہ "بہار نبوت" سورت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس نمبر مرتبہ مولانا محمد طاہر سورتی۔

(۵۷) نقوش فکر یونس: مصنف مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ) شائع کردہ مرکز الفکر اسلامی، مظفر پور سہارنپور۔

(۵۸) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے علمی واصلاحی ارشادات اور چند علمی کمالات مع مختصر سوانح صفحات ۱۶۳۔ از مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری استاد دار العلوم ندوۃ العلماء۔

(۵۹) حیات شیخ یونس صفحات ۲۵۲۔ از مفتی محمد آصف مظاہری، جامعہ ناشر العلوم پانڈولی سہارنپور۔

(۶۰) ذکر یونس صفحات ۱۸۶۔ مرتبہ مولانا محمد سلمان گنگوہی، ناشر مکتبہ فیض محمود سہارنپور۔

(۶۱) تقریر مشکوٰۃ شریف، مرتبہ مولانا سید محمد سلمان مظاہری۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کو ۱۳۸۴ھ مشکوٰۃ شریف باب الکبائر سے اس وقت ملی تھی جب مولانا امیر احمد کاندھلوی کی وفات سے دورۂ حدیث میں سنن ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کو ملی جو مشکوٰۃ شریف کا ابتدائی حصہ پڑھا چکے تھے، مولانا سید محمد سلمان مظاہری، حال ناظم مظاہر علوم نے مکمل دروس کو ضبط تحریر میں لانے کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ چنانچہ درسی افادات کا یہ مجموعہ کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہو گیا۔ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری، ''علماء مظاہر علوم اوران کی علمی و تصنیفی خدمات'' میں رقمطراز ہیں:-

''یہ مجموعہ تحریر کی عمدگی و پاکیزگی کے ساتھ بہت جامع ہے، عربی رسم الخط میں سرخ روشنائی سے متن حدیث اور اس کے ساتھ اس کی شرح ہے، متعدد حضرات اہل علم اس کی نقلیں حاصل کر چکے ہیں۔''

۶۲۔ درس بخاری (محفوظہ مولانا عبدالرحیم بلیاوی مقیم دہلی) (جلد اول) ۱۴۰۱ھ-۱۴۰۲ھ کے سال کا درس شیخ کے دروس میں سب سے منظّم و مرتب اور محقق تھا کہ شیخ نے خود فرمایا تھا کہ میں نے اس سال جتنا اہتمام کیا، پہلے نہیں کیا تھا، مولانا یحیٰ بھام افریقی، مولانا عبدالرحیم بلیاوی پر شیخ کی خاص نظرِ عنایت تھی۔ مولانا عبدالرحیم بلیاوی استاد مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین، دہلی نے پورے سال کے دروس کو بارہ ۱۲۰۰ سو کیسٹوں میں محفوظ کیا چار ۴۰۰ سو یا اس سے زائد کیسٹوں کو جو جلد اوّل کے مباحث پر مشتمل ہیں ضبط تحریر میں لاکر شیخ کی خدمت میں پیش کیا تھا جسے شیخ نے بنظرِ تحسین دیکھا، اگر سارے کیسٹ ضبط تحریر میں آجاتے ہیں تو یقیناً یہ عمل ''اعانة الساری إلی ریاض البخاری'' کا صحیح مصداق ہوگا،

(۶۳) درس بخاری (محفوظہ دار التصنیف جامعہ فاروقیہ کراچی)

حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے دروس بخاری کو محفوظ کرنے اور ضبط تحریر میں لانے کا کام شیخ کے تلامذہ نے اپنے اپنے سال میں کیا۔ یہ درس بخاری اپنی انفرادیت رکھتا ہے

کہ اسے حدیث کے مشہور عالم حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث و بانی جامعہ فاروقیہ کراچی) نے محفوظ کیا ہے اور اسے کیسٹوں سے اپنی نگرانی میں کاپیوں میں منتقل کرایا ہے، ان کے شاگرد مولانا ابن الحسن عباسی اس کی افادیت یوں بیان کرتے ہیں:

"۱۲؍ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ کو جامعہ فاروقیہ کراچی کے شعبہ تصنیف میں میرا تقرر ہوا، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے گھر کے مہمان خانہ میں دارالتصنیف کی طرف میرے ساتھ ریک میں پڑی کاپیاں منتقل کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا یونس صاحب مظاہری کے درس بخاری کی تقریر ہے، جو کیسٹوں میں تھی اور حضرت شیخ نے اپنی نگرانی میں اسے کاپیوں میں منتقل کیا، دوسری تقریر حضرت شیخ کی اپنی تھی، وہ فائلوں میں کیسیٹوں سے منتقل کی گئی تھی۔

انہیں دونوں تقریروں کو بنیاد بنا کر کشف الباری، کتاب المغازی کا آغاز کیا گیا، دوران مراجعت اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا یونس صاحب انتہائی کثیر المطالعہ محدث ہیں بعض اوقات وہ عام مراجع سے ہٹ کر کوئی بات کہہ دیتے ہیں وہ نہ ملتی تو میں کبھی کبھار اسے چھوڑ دیتا، لیکن بعد میں وہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا، اس لئے پھر معمول یہ رہا کہ حضرت مولانا یونس رحمۃ اللہ علیہ کا قول اگر کہیں نہیں ملتا تو انہی کے حوالہ سے نقل کر کے لکھ دیتا۔ ماوجدت فی مابین یدی من المصادر۔[۱]

(۶۴) حاشیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری للامام ابن حجر۔ مولانا شبیر احمد برطانیہ نے تذکرہ کیا ہے۔

(۶۵) حاشیہ بذل المجہود شرح أبی داؤد۔ مولانا شبیر احمد برطانیہ نے تذکرہ کیا ہے۔

(۶۶) حاشیہ تقریب التہذیب۔ مولانا شبیر احمد برطانیہ نے تذکرہ کیا ہے۔

مولانا شبیر احمد برطانیہ نے ان تعلیقات وحواشی کے متعلق لکھا ہے کہ "و الحقّ أنّها لیست بحواشٍ فقط وإنما هی الجواهر واللآلی والدُّرر"۔[۲]

---

(۱) "پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش" صفحہ ۲۶۸-۲۶۹، مرتبہ ادارہ فیضانِ رحمت ترکیسر سورت۔

(۲) قلائد المقالات والذکریات لابن العجمی، ص ۸۸، دار المقتبس، دمشق و بیروت)

(۶۷) درس بخاری (محفوظہ مولانا شبیر احمد برطانوی) اردو

مولانا شبیر احمد برطانوی کہتے ہی، میری اہلیہ اور میرے بھانجہ مولوی رشید احمد نے شیخ جونپوریؒ کے دروس بخاری شریف کیسٹوں سے ضبط تحریر میں لانے کا کام کیا جو محفوظ ہے۔ اگر چہ لوگ ان کاپیوں سے استفادہ کرتے ہیں مگر شائع نہیں ہوسکیں۔

(۶۸) مجموعۂ رسائل حدیث

مختلف مناسبتوں سے حضرت شیخ جونپوریؒ نور اللہ مرقدہ نے دینی تقاضے یا اپنے شیخ ومربی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے ایماء پر رسائل تحریر فرمائے تھے وہ مولانا محمد ایوب سورتی مدیر مجلس دعوۃ الحق لیسٹر برطانیہ وشیخ الحدیث دارالعلوم لیسٹر نے الیوقیت الغالیہ کی چار جلدوں میں دوسرے مباحث حدیث وفقہ کے ساتھ جمع کردیئے ہیں، اور بعض رسائل مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری استاد حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے نوادر الحدیث اور نوادر الفقہ میں پیش کر کے شائع کئے ہیں۔

(۶۹) ''عربی زبان کی فضیلت سے متعلق روایات کا مجموعہ''

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کا ارادہ فضائل زبان عربی لکھنے کا تھا اس کے لئے حضرت شیخ جونپوری نے احادیث وروایات کا مجموعہ تیار کیا تھا، آٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ نوادر الفقہ میں شامل ہے۔

(۷۰) منبر نبوی ﷺ کے متعلق مجموعۂ روایات (یہ مختصر مگر بہت جامع رسالہ ہے)

(۷۱) تحقیق لواء النبی ﷺ واَصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(مشہور داعی اور اپنے عہد کے ترجمان القرآن کہے جانے والے عالم ومفسر مولانا عبدالکریم پاریکھ علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک استفسار کا یہ ایک تفصیلی جواب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جھنڈے کس رنگ کے ہوتے تھے؟

☆☆☆

بیسواں باب

فضلاء مظاہر علوم - عہد بہ عہد

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہ، از کتاب ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات''

یہ امت آخری امت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں، اس لئے ضروری تھا کہ امتِ محمدی میں نائبین محمدی کثیر تعداد میں ہوں جو دینی تقاضوں کو قرآن وحدیث اور سیرت محمدی کی روشنی میں پورے طور پر خود بھی بجالانے والے ہوں اور پوری امت کو بھی اس کی دعوت دینے والے ہوں، اسی کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا، 'اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا' (رواہ ابوداؤد والطبرانی فی الاوسط) یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے نفع کے لئے ہر سو برس کے ابتداء میں ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کی تجدید کرے، اسی بنا پر یہ دنیا کسی وقت بھی مردانِ حق آگاہ سے خالی نہیں رہی، اور یہاں ایسی بلند و بالا شخصیتوں کا تسلسل و ربط قائم رہا، جو ہر زیغ و ضلال ہر پستی و کج روی سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔

حفاظت دین کی غرض سے ربط و تسلسل کا یہ غیبی نظام صرف ماضی میں ہی نہیں رہا بلکہ قیامت تک کے لئے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ دین حق کے لئے نیا خون اور نیا عزم و حوصلہ اس امت کو ملتا رہے گا، اور یہاں وقتاً فوقتاً ایسی طاقت ور دینی شخصیتیں میدان میں آتی رہیں گی جو اپنے کردار، حسنِ عمل اور تعلق مع اللہ کی نسبت قویہ کے ذریعہ اس امت کو صحیح سمت پر چلاتی رہیں گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل و کرم ہے کہ اس نے اس قانون و دستور اور سنتِ قدیمہ کے مطابق مظاہر علوم سہارنپور کو بھی یہ توفیق بخشی کہ یہاں سے دعاۃ و مصلحین اور علمائے ربانیین کی ایک بڑی تعداد ایسی تیار ہوگئی، جن کے ذریعہ دین کے یہ تینوں بنیادی امور حسن و خوبی کے ساتھ چل

رہے ہیں، اور یہ حضرات ان کا حق پوری نیک نیتی اور بصیرت کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور اپنی عمر کے ایک سو پندرہ سال پورے کر چکا، اس پورے عرصہ میں یہاں ایسے اکابر ہدی اور اعاظم رجال پیدا ہوئے جو علم نبوت، تزکیہ و تربیت اور تبلیغ و دعوت کی دنیا میں ایک ممتاز مقام، ایک مخصوص حیثیت اور ایک منفردانہ طریقہ و اسلوب رکھتے ہیں۔

بادی النظر میں خواہ اس کو مظاہر علوم کی حسنِ تربیت، اس کے مخصوص دینی ماحول اور اس کے غیر تمندانہ ایمانی مزاج کا نتیجہ سمجھ لیا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اللہ رب العزت کا فضل و کرم ان کی عنایات بیکراں کا ثمرہ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کھلی ہوئی تصدیق و توثیق ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ ''(مشکوۃ کتاب العلم) ہر زمانے کے اندر آنے والے علماء میں ایک طبقہ ایسے ثقہ اور معتمد علماء کا ہوگا جو اس علم کو حاصل کریں گے وہ غلو کرنے والوں کی غلط روی اور اہل باطل کی غلط بیانی اور اہل جہالت کی غلط تاویلات کو ختم کر دیں گے۔

ایک طرف مظاہر علوم کے علماء کو سامنے رکھ لیا جائے اور دوسری طرف دین اور متعلقات دین کے تمام شعبوں کو سامنے رکھ لیا جائے کھل کر یہ بات سامنے آجائے گی کہ دین کے ہر ہر شعبے میں علماء مظاہر علوم انتہائی ثابت قدمی، یکسوئی، مستقل مزاجی اور مضبوطی کے ساتھ رہتے ہوئے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں اور غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی افترا پردازی، اور جہلاء کی غلط اور بے معنیٰ تاویلات سے دین اور علم دین کو پاک و صاف رکھنے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہیں۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مظاہر علوم کے ممتاز علماء کی ایک ایسی فہرست پیش کر دی جائے جس کو دیکھ کر قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ اس دینی ادارہ سے تعلق و انتساب رکھنے والے حضرات کتنی عظیم حیثیت کے مالک بنے اور ان کے ذریعہ دین محمدی کی ہمہ جہت خدمت کس قدر وقیع اور وسیع انداز میں ہوئی، اس فہرست میں مصنفین و معلمین، مشائخ و مربیین، محدثین ومجاہدین دعاۃ اور مصلحین سب ہی موجود ہیں۔[1]

(۱) مظاہر علوم سہارن پور کی ممتاز شخصیات کی سنہ وار فہرست مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری دام مجدہ کی کتاب ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات'' (صفحہ ۱-۵) اور ان کی دوسری اہم اور موسوعی کتاب ''تحریک آزادی ہند اور جامعہ مظاہر علوم سہارن پور (۱-۴) میں تعارف و احوال کے ساتھ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ پیش نظر عبارت ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات'' طبع جدید کے جلد اول کے مقدمہ سے ماخوذ ہے۔ (م)

حضرت مولانا امیر باز خاں سہارنپوری، مجاہد آزادی ہند، ومجاز بیعت شاہ عبدالرحیم سہارن پوری قدس سرہ۔ (مظاہر علوم سے فراغت کا سن۔۱۲۸۸ھ)

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد انبہٹوی مہاجر مدنی، استاذ مدارس عربیہ منگلور، بھوپال، بھاولپور، سکندر آباد، بریلی ودار العلوم دیوبند، سابق ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، خلیفہ اقدس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ (۱۲۸۸ھ)

مولانا راغب اللہ پانی پتی، تلمیذ خاص قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی (۱۲۸۸ھ)

مولانا قمر الدین سہارنپوری امام وخطیب جامع مسجد سہارنپور، مجاز بیعت حضرت اقدس گنگوہی وحضرت اقدس سہارنپوری۔ (۱۲۸۸ھ)

مفتی شاہ دین معروف شاہ محمد حنفی لدھیانوی (۱۲۸۹ھ)

مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی خلیفہ شاہ عبدالرحیم صاحب سہارن پوری (۱۲۹۱ھ)

مولانا عبدالغفور، رمضان پوری، بہاری (۱۲۹۲ھ)

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری، بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ خلیفہ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وحضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہما، فاتح عیسائیت وقادیانیت بہار وبنگال وبانی ومدیر اخبار ''منشور محمدی'' کانپور (۱۲۹۲ھ)

مولانا فضل الرحمٰن ابن مولانا محمد احسن نانوتویؒ، مرتب مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں (۱۲۹۳ھ)

مولانا عبدالقدیر دیوبندی، سابق نائب مہتمم دار العلوم دیوبند (۱۲۹۳ھ)

مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی، استاذ مدرسہ عبدالرب دہلی، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور سابق استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ واستاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ، بانی وموسس مجلس مستشار العلماء لاہور (۱۲۹۳ھ)

مولانا احمد الدین جہلمی رفیق خاص حضرت شیخ الہند (۱۲۹۳ھ)

مولانا منصور علی خاں مرادآبادی استاذ مدرسہ طِبّیہ حیدر آباد دکن ورئیس الاساتذہ مدرسہ شاہی مراد آباد، مہاجر مکۃ المکرّمۃ، مدیر اخبار ''مہر درخشاں'' (۱۲۹۳ھ)

مولانا شاہ ابوالحسن سہارنپوری خطیب جامع مسجد سہارنپور، مجاز حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری، رکن مجلسِ شوریٰ مظاہر علوم سہارنپور (۱۲۹۳ھ)

مولانا ناظر حسن دیوبندی، رئیس الاساتذہ مدرسہ عربیہ چھتاری ضلع بلند شہر ومدرسہ عالیہ ڈھاکہ واستاد مدرسہ عالیہ کلکتہ (۱۲۹۵ھ)

حضرت مولانا فضل علی قریشی داؤدخیل پاکستان (۱۲۹۵ھ)

قاضی غلام محمد قاضی چکوال پنجاب (۱۲۹۵ھ)

مولانا سید شاہ تجمل حسین دیسوی بہاری، اتالیق دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (۱۲۹۵ھ)

مولانا مہر علی شاہ گولڑہ شریف پنجاب (۱۲۹۵ھ)

مولانا اشرف علی سلطانپوری، خلیفہ حضرت اقدس گنگوہی (۱۲۹۵ھ)

مولانا سراج الحق دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند مجاز بیعت حضرت اقدس گنگوہی (۱۲۹۵ھ)

مولانا دیدار علی شاہ الوری خطیب شاہی مسجد، آگرہ خلیفہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ (۱۲۹۵ھ)

مولانا نور احمد پسروری امرتسری، تحشیہ نگار تصانیف ومکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مجاز بیعت حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی (۱۲۹۷ھ)

مولانا نور محمد لدھیانوی مدرسہ ام المدارس لدھیانہ ومرتب نورانی قاعدہ، بانی ومدیر ماہنامہ "نورعلیٰ نور" لدھیانہ مجاز بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری نگران اعلیٰ مدارس کثیرہ مختلفہ (۱۲۹۸ھ)

مولانا جان محمد پنجابی قاضی ریاست ٹونک (۱۳۰۱ھ)

مولانا محمد اسماعیل عرف حکیم اجمیری گنگوہی، رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند ومسترشد خاص حضرت اقدس گنگوہی (۱۳۰۱ھ)

حضرت مولانا حسین علی نقشبندی پچھیراواں ضلع بنوں پاکستان (۱۳۰۳ھ)

مولانا منظور النبی سہارنپوری بابائے شہر ایم۔ ایل۔ اے۔ صدر کانگریس کمیٹی سہارنپور ورکن تحریک آزادی ہند (۱۳۱۹ھ)

مولانا سکندر علی محدث تانولی، ضلع ہزارہ پاکستان (۱۳۲۰ھ)

حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضوی استاذ حدیث وناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز

بیعت حضرت شیخ زادہ مجدہٗ (۱۳۲۲ھ)

مولانا محمد مبین دیوبندی صدر مدرس و مہتمم مدرسہ عربیہ معین الاسلام انبالہ ومعاون خصوصی حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی وتحریک آزادی ہند (۱۳۲۵ھ)

مولانا حافظ ظہور محمد خان سہارنپوری، صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ روڑکی، وسرگرم رکن تحریک آزادی ہند (۱۳۲۶ھ)

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی استاذ مظاہر علوم سہارنپور، مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون، جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ، شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار پاکستان، رکن اعلیٰ تحریک آزادی ہند، سرگرم معاون آل انڈیا مسلم لیگ، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی، وحضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری و حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ ومصنف ''اعلاء السنن'' وغیرہ کتب کثیرہ (۱۳۲۷ھ)

مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مفتی مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ بھوپال ودار العلوم تاج المساجد بھوپال، صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ دہلی بانی ومدیر ماہنامہ ''الحکمۃ'' دہلی مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی (۱۳۲۸ھ)

مولانا مفتی خدا بخش حضروا ٹک پاکستان، رکن تحریک آزادی ہند وتحریک خلافت، (۱۳۲۸ھ)

مولانا علی مرتضیٰ نقشبندی ڈیرہ غازی خاں خلیفہ حضرت مولانا فضل علی قریشی نقشبندی (۱۳۳۰ھ)

مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری رئیس صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور، استاذ حدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان، شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار خان حیدر آباد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پاکستان، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی (۱۳۳۱ھ)

مولانا شبیر علی تھانوی مہتمم مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون، رکن مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند وسرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، سفیر خاص منجانب حضرت اقدس تھانوی، برائے ملاقات زعمائے مسلم لیگ، مدیر ماہنامہ ''الشیخ'' تھانہ بھون وماہنامہ ''النور'' تھانہ بھون ونائب مدیر ماہنامہ ''الامداد'' تھانہ بھون (۱۳۳۱ھ)

مولانا محمد حیات سنبھلی استاذ حدیث قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، استاذ حدیث مدرسہ امدادیہ مراد آباد، بانی وناظم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ حیات العلوم مراد آباد مجاز بیعت

مولانا محمد عبد المالک نقشبندی (۱۳۳۱ھ)

مولانا عبد الرحیم فاروقی لکھنوی (برادر امام اہل سنت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی) استاذ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ، استاذ و مبلغ دار المبلغین لکھنؤ، مجاہد و قائد تحریک مدح صحابہ لکھنؤ۔ (۱۳۳۲ھ)

مولانا محمد بخش گورمانی ڈیرہ غازی خان قاضی شہر و مجاہد آزادی (پاکستان) (۱۳۳۳ھ)

عارف باللہ مخدوم العالم حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ شیخ الحدیث و سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور و رکن مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند) مؤسس و سرپرست مدارس کثیرہ مجاز بیعت و خلیفہ خاص حضرت اقدس مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (۱۳۳۴ھ)

ناظر اسلام حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ ناظم اعلیٰ مدرسہ راندیریہ رنگون برما، استاذ حدیث و ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، خطیب جامع مسجد سہارنپور، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی (۱۳۳۴ھ)

مولانا خیر محمد مظفر گڑھی استاذ حرم شریف مکۃ المکرّمۃ و استاذ مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمۃ سعودی عرب، (۱۳۳۴ھ)

مولانا عبد الغنی رسولپوری استاذ مدرسہ جامع العلوم کانپور و استاذ مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور و ناظم مدرسہ مدینۃ العلوم بارہ بنکی، مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی، مجاز بیعت شاہ محمد یٰسین نگینوی (۱۳۳۵ھ)

مولانا عبد القوی منڈیاروی استاذ مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور و رکن مجلسِ عاملہ بیت العلوم سرائے میر، معاون خصوصی شاہ عبد الغنی پھولپوری (۱۳۳۵ھ)

مولانا حافظ محمد حامد میرٹھی (برادر مولانا سید بدر عالم میرٹھی) لکچرار اسلامیات، اسلامیہ کالج پشاور و ناظم تعلیمات بنوری ٹاؤن، کراچی (۱۳۳۵ھ)

امام النحو والمنطق علامہ صدیق احمد کشمیری استاذ مظاہر علوم سہارن پور (۱۳۳۵ھ)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ التفسیر و استاذ حدیث دار العلوم دیوبند، شیخ الجامعہ و شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بھاولپور و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، نگرانِ اعلیٰ ماہنامہ انوار العلوم لاہور، مصنف تفسیر "معارف القرآن"، "التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح" (۱۳۳۶ھ)

مولانا حکیم سید محمد یامین سہارن پوری، عالم، طبیب، مجاہد آزادی (۱۳۳۶ھ)

مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی استاذ جامعہ مظاہر علوم ودارالعلوم دیوبند، استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، استاذ حدیث جامع العلوم بھاول نگر، رفیق ندوۃ المصنفین دہلی، ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث، جامعہ اسلامیہ، ٹنڈوالٰلہ یار خاں پاکستان واستاذ حدیث مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ، مجاز بیعت حضرت قاری محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ، مصنف ترجمان السنۃ (۱-۴) وفیض الباری علی جامع البخاری (۱۳۳۷ھ)

مولانا حیدر علی سیاپوری، مجاہد آزادی، استاذ مدرسہ ضیاء العلوم تنبور ضلع سیتاپور (۱۳۳۸ھ)

مولانا سید گلاب شاہ مشہدی نقشبندی قادری، مجاز بیعت خواجہ محمد قاسم نقشبندی (۱۳۳۸ھ)

مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارن پوری سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ (۱۳۳۹ھ)

مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی استاذ مدرسہ معین الاسلام گوڑگانوہ، استاذ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون واستاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ، سعودی عرب (۱۳۳۹ھ)

مولانا عبدالرحمٰن (نومسلم) اورنگ آبادی، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم حیدرآباد، پاکستان (۱۳۳۹ھ)

مولانا سید نثار احمد انوری دربھنگوی مقامی قائد جمعیۃ العلماء ومجاہد آزادی (۱۳۴۰ھ)

مولانا عبدالشکور کیمبل پوری استاد تفسیر مظاہر علوم سہارنپور وخیر المدارس ملتان و جامعۃ حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۳۴۱ھ)

مولانا مفتی محمد ایوب فاروقی، صدر شعبہ ٹریننگ اساتذہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (۱۳۴۱ھ)

مولانا مفتی سعید احمد اجراڑوی سہارن پوری مفتی مظاہر علوم سہارن پور ومصنف مُعلِّم الحجاج (۱۳۴۱ھ)

مولانا حکیم سید محمد اسحاق سنسارپوری خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ والد ماجد مولانا حکیم مکرم حسین سنسارپوری (۱۳۴۱ھ)۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، نائب شیخ الادب مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن، بانی مدیر

ماہنامہ ''المظاہر'' سہارنپور، استاذ حدیث ومفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور پاکستان، مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ (۱۳۴۲ھ)

مولانا عادل قدوسی گنگوہی ناظم اعلیٰ الشئون الدینیۃ (شعبہ اسلامیات سفارت سعودیہ برائے پاکستان) (۱۳۴۲ھ)

مولانا حافظ عبدالعزیز خاں کمتھلوی، سابق سرپرست مظاہر علوم سہارنپور نواسہ حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری، خلیفہ وجانشین خاص حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری، (۱۳۴۲ھ)

مولانا محمد حیات دیوبندی استاذ شعبہ خوشخطی دارالعلوم دیوبند، (۱۳۴۲ھ)

مولانا نور محمد ٹانڈوی فاتح رضا خانیت وادیان باطلہ، مبلغ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مفسر قرآن مجید کولوٹولہ کلکتہ استاذ مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ، مجاہد تحریک آزادی ھند بانی مدیر ہفت روزہ ''الاسلام'' کلکتہ وہفت روزہ ''الاستقلال'' کلکتہ (۱۳۴۳ھ)

مولانا ممتاز احمد گیاوی خلیفہ حضرت اقدس تھانوی (۱۳۴۳ھ)

مولانا عتیق احمد صدیقی، مدیر ماہنامہ ''قاسم العلوم'' دیوبند وہفت روزہ ''الانصار'' دیوبند وماہنامہ ''سلطان العلوم'' دیوبند (۱۳۴۳ھ)

مولانا سلطان سعود راجوپوری، مبلغ دارالعلوم دیوبند بانی ومدیر ہفت روزہ ''اصلاح'' ڈیرہ غازی خاں پاکستان (۱۳۴۳ھ)

مولانا عبدالواحد آبادد یوبندیؒ ناظم شعبۂ اوقاف دارالعلوم دیوبند (۱۳۴۳ھ)

مولانا اعجاز الحق قدوسی گنگوہی، رکن محکمہ امور مذہبی ریاست حیدرآباد وممبر شعبۂ تاریخ سندھی ادبی بورڈ، کراچی، پاکستان (۱۳۴۴ھ)

مولانا شیخ عبدالحق نقشبندی مدنی استاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ، مدینہ منورہ، محامی وزارۃ المالیہ (مشیر قانونی وزارۃ مال) سعودی عرب (۱۳۴۴ھ)

شیخ عبدالکریم مدنی نواسۂ شاہ عبدالغنی مجددی استاذ حدیث علوم شرعیہ مدینہ منورہ (۱۳۴۴ھ)

مولانا حافظ محمد اللہ (حافظ جی حضور) نواکھالی (بنگلہ دیش) خلیفہ حضرت اقدس تھانوی ،مجاہد آزادی، سرگرم دینی، ملی، سیاسی رہنما، بانی مدارس دینیہ ومکاتب قرآنیہ کثیرہ (۱۳۴۵ھ)

مولانا مفتی عزیز الحق چاٹگامی، بانی جامعہ ضمیریہ قاسم العلوم چاٹگام (۱۳۴۵ھ)

مولانا محمد داؤد کاندھلوی ایڈوکیٹ، ایف۔اے۔بی۔ پنجاب یونیورسٹی ایم۔اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مصاحب خاص مہاراجہ ریاست سروہی راجپوتانہ، مجاز بیعت حضرت شیخ زادہ، مفسر قرآن مرکزی مسجد ایبٹ آباد پاکستان (۱۳۴۵ھ)

مولانا شاہ عبد الحلیم جونپوری، استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ناظم "مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم" مانی کلاں جونپور، ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور و ندوۃ العلماء، سرپرست مدرسہ دعوت الحق کڑھی ملسیانہ گجرات، مدرسہ سراج العلوم مہتولی ضلع بستی، مدرسہ قاسم العلوم جہانگیر گنج، فیض آباد، مدرسہ ریاض العلوم گورینی سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری وحضرت شیخ نور اللہ مرقدھما (۱۳۴۶ھ)

مولانا امیر احمد کاندھلوی، صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور (۱۳۴۷ھ)

مولانا الحاج محمد احتشام الحسن کاندھلوی، مصنف کتب کثیرہ ومجاز بیعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہ (۱۳۴۷ھ)

مولانا ولی محمد بٹالوی، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی (۱۳۴۸ھ)

مولانا اکبر علی سہارنپوری استاذ اول شعبہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، نائب مدیر اخبار "زمیندار" لاہور استاد دار العلوم کراچی، پاکستان (۱۳۴۸ھ)

مولانا عبد الستار اعظمی استاذ دار العلوم مئو صدر مدرس "مدرسہ معروفیہ" پورہ معروف اعظم گڈھ، صدر المدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ "بیت العلوم" مالی گاؤں، سابق شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وامیر شریعت مہاراشٹر۔ (۱۳۴۸)

مولانا محمد اسماعیل برمی مہاجر مدنی بانی مدرسہ امداد العلوم برما، استاذ مدرسہ خیریہ عارفیہ مکہ مکرمہ، استاذ قرآن کریم مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ وبانی مدرسہ عثمانیہ باب العوالی مدینہ منورہ (۱۳۴۸)

مولانا ظہور الحسن کسولوی معین استاذ ومعین دار الافتاء وناظم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون، مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ نور اللہ مرقدھما، بانی و مدیر مجلہ "اشرف العلوم" تھانہ بھون (۱۳۴۹)

مولانا عبدالجبار اعظمی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وآنند گجرات وشیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد، مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ (۱۳۴۹ھ)

مولانا الحاج محمد یامین کاندھلوی مہاجر مکی، ناظم کتب خانہ دارالعلوم حرم صولتیہ مکۃ المکرّمۃ مجاز بیعت حضرت اقدس شیخ زادہ مجدہ مدفون جنت المعلاۃ مکہ مکرمہ (۱۳۴۹ھ)

مولانا محمد عمران مدنی استاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ ومراقب عام مسجد نبوی شریف زادہا اللہ شرفاوتکریماً (۱۳۵۰ھ)

مولانا منور حسین بہاری استاذ حدیث مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار، بہار، مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ، بانی مدرسہ حسینیہ ومسجد زکریا رشید پور (۱۳۵۰ھ)

مولانا عمر احمد تھانوی ابن علامہ ظفر احمد عثمانی استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، استاذ حدیث مدرسہ عالیہ چاٹگام، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی پاکستان (۱۳۵۰ھ)

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی استاذ ومفتی مدرسہ ''مظاہر علوم'' سہارنپور، شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم کانپور، استاذ حدیث ومفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ (۱۳۵۱ھ)

مولانا سید حسین رنگونی استاذ مدرسہ محمدیہ راندیریہ رنگون واستاذ مدرسہ عربیہ سورتیہ رنگون (۱۳۵۱ھ)

مولانا بشیر اللہ رنگونی شیخ الحدیث وناظم مدرسہ عربیہ دارالعلوم تابنولے رنگون برما (۱۳۵۱ھ)

مولانا بشیر احمد فیض آبادی، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ (۱۳۵۲ھ)

مولانا حافظ بشیر احمد سہارن پوری، خلیفہ حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۳ھ)

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی امیر جماعت تبلیغ دہلی، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ (۱۳۵۴ھ)

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی، امیر جماعت تبلیغ، مرکز نظام الدین، دہلی، وحضرت جی ثالث، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی نور اللہ مرقدہ (۱۳۵۴ھ)

مولانا قاضی مظہرالدین بلگرامی استاذ دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، متخصص الدعوۃ والارشاد جامعہ ازہر قاہرہ، مصر (۱۳۵۴ھ)

مولانا قاری محمود داؤد یوسف برمی، صدر کمیٹی سنی جامع مسجد رنگون، بانی وناظم جامعہ دارالعلوم تابنوے رنگون، صدر مرکزی جمعیۃ علماء برما مفتی اعظم مرکزی دارالافتاء جمعیۃ علماء برما ورکن رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمۃ سعودی عرب، مدیر ماہنامہ "المحمود" رنگون برما، مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ (۱۳۵۴ھ)

مولانا امیر احمد للیانوی، استاذ مدرسہ عربیہ شاملی واستاذ دارالعلوم تابنوے رنگون برما، استاذ مدرسہ دارالعلوم تھانہ بھون، استاذ مدرسہ امدادالاسلام صدر میرٹھ، مدیر ماہنامہ "المحمود"، رنگون برما (۱۳۵۴ھ)

مولانا مسعود الٰہی میرٹھی، بانی ونگراں مدارس کثیرہ مختلفہ، مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ (۱۳۵۴ھ)

مولانا حافظ حکیم سعید احمد دیوبندی، سرگرم رکن تحریک آزادی ہند، بانی ومدیر ہفت روزہ "احرار" سہارنپور، (۱۳۵۵ھ)

مولانا محمد ادریس انصاری انبہٹوی، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ صادق آباد بھاولپور پاکستان، مجاز بیعت حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی، مدیر ماہنامہ "آفتاب نبوت" دہلی (۱۳۵۵ھ)

مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی، استاذ دارالعلوم کراچی، نائب مدیر ماہنامہ "البلاغ" کراچی (۱۳۵۵ھ)

شیخ محمد حامد فرغانی نمنکانی (روس) استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، واستاذ حدیث مسجد النبوی شریف زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً سعودی عرب (۱۳۵۵ھ)

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی استاذ "مظاہر علوم" سہارنپور و"جامع العلوم" کانپور و مدرسہ اسلامیہ فتح پور ہنسوہ، بانی وناظم مدرسہ اشرف المدارس ومجلس دعوۃ الحق ہردوئی، بانی ونگراں مدارس مختلفہ کثیرہ، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ، (۱۳۵۶ھ)

مولانا سجاد احمد جونپوری رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ باولی ضلع رام پور، رئیس الاساتذہ ومفتی اعظم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، مجاز بیعت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ (۱۳۵۷ھ)

مولانا ابراہیم احمد رنگونی ناظم اعلیٰ دارالعلوم تابنوے، صدر مرکزی جمعیۃ علماء برما، مدیر

اعلیٰ روزنامہ "دورجدید" رنگون ومدیر ماہنامہ "استقلال" وماہنامہ "المحمود" رنگون، صدر شعبہ تالیف وترجمہ اسلامک ریلیجس افیرس کونسل، رکن ترجمہ قرآن بیورواسلامک سوسائٹی برما (۱۳۵۸ھ)

مولانا جہاں زیب پشاوری استاذ حدیث دارالعلوم چار باغ سوات (۱۳۵۸)

مولانا عبداللہ گرسوی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ (۱۳۵۸ھ)

مولانا محمد ہاشم غازی رنگونی سکریٹری جنرل اسلامک ریلیجس افیرس کونسل برمامترجم ومفسر قرآن مجید درزبان برمی (۱۳۵۹ھ)

مولانا عین الحسن بن مولانا نجم الحسن بن مولانا رؤف الحسن کاندھلوی (۱۳۵۹ھ)

مولانا عبدالرب خلیق ریواڑی، مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی استاذ عربی گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول ملتان، امام وخطیب جامع مسجد رشید آباد، ملتان (۱۳۵۹ھ)

مولانا ممتاز احمد تھانوی ناظم جامعہ اشرفیہ حفظ القرآن گجرانوالہ، (۱۳۵۹ھ)

مولانا اظہار الحسن ابن مولانا رؤف الحسن کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین، دہلی، خلیفہ حضرت شیخ قدس سرہ (۱۳۵۹ھ)

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی، استاذ مدرسہ انوریہ لدھیانہ، استاذ "خیر المدارس" جالندھر وناظم تجوید القرآن خالصہ کالج لائل پور پاکستان، مجاز بیعت حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ (۱۳۶۰ھ)

مولانا نذیر احمد سیالکوٹی بانی ومہتمم مدرسہ "اشرف العلوم" یارخاں پاکستان (۱۳۶۰ھ)

مولانا عبدالحکیم برمی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم رنگون، برما (۱۳۶۰ھ)

مولانا عبدالجلیل شاہ پوری، (برادر زادہ حضرت اقدس رائے پوری) مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (۱۳۶۰ھ)

مولانا عبیداللہ بلیاوی استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ کاشف العلوم دہلی، استاذ حدیث دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، مجاز بیعت حضرت شیخ وحضرت رائے پوری رحمہما اللہ (۱۳۶۰ھ)

مولانا سعید احمد خاں سہارنپوری، امیر جماعت تبلیغ، سعودی عرب، مجاز بیعت حضرت شیخ زادہ مجدہ، وشاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو (۱۳۶۰ھ)

مولانا محمد صالح برمی استاذ جامعہ عربیہ دار العلوم برما، وسرپرست مدرسہ عربیہ صوفیہ رنگون برما، امیر جماعت تبلیغ، رنگون، برما (۱۳۶۰ھ)

مولانا قاری امیر حسن چھپراوی، استاذ مدرسہ ''اشرف المدارس'' ہردوئی وسابق استاذ مدرسہ ''تحفیظ القرآن'' مدینہ منورہ، خلیفہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (۱۳۶۰ھ)

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی اشعری مانسہرہ پاکستان (۱۳۶۱ھ)

مولانا محمد علی سواتی استاذ ''جامعہ حقانیہ'' اکوڑہ خٹک (۱۳۶۱ھ)

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی مفتی کاندھلہ، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ومدارس کثیرہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، (۱۳۶۲ھ)

مولانا ضیاء الحق فیض آبادی (استاذ خاص حضرت مولانا محمد یونس جونپوری)

استاذ مدرسہ مانی کلاں جونپور (۱۳۶۲ھ)

مولانا عبد الجلیل کاملپوری، استاذ جامعہ اسلامیہ، راولپنڈی پاکستان (۱۳۶۲ھ)

حضرت مولانا سید صدیق احمد بانی وناظم مدرسہ عربیہ ہتھورا باندہ، رکن مجلس شوریٰ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، بانی ونگراں مدارس کثیرہ مجاز بیعت حضرت مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ (۱۳۶۳ھ)

مولانا سید محمد مرتضیٰ حسینی بستوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء وناظر کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۳۶۳ھ)

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ (خواہرزادہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی) رکن مجلس انتظامیہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وبانی ومدیر ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ، ناظم اول جامعہ فلاح المسلمین تیندوا، رائے بریلی ومعتمد تعلیم جامعہ ضیاء العلوم رائے بریلی، ومصنف کتب کثیرہ، مجاز بیعت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (۱۳۶۳ھ)[۱]

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری (برنی) سابق نائب ناظم مدرسہ حیات العلوم مرادآباد، استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم کراچی ومفتی دار الافتاء دار العلوم کراچی پاکستان مہاجر مدینہ منورہ ودفین جنت البقیع (۱۳۶۳ھ)

---

(۱) حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں ۳۹ طلبہ تھے، وہ لکھتے ہیں: ''شعبان ۱۳۶۳ھ میں ہم لوگوں کا سالانہ امتحان ہوا ہم لوگوں کے دورہ کے سال تقریباً ۵۶ طلبہ تھے'' (سوانح مولانا محمد ثانی حسنی از مصنف ۱۳۳ (م)

مولانا سید محمد آفاق فتحپوری استاذ مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم ٹنڈوالہ آدم سندھ استاذ سر سید گورنمنٹ ہائی اسکول پاکستان (۱۳۶۳ھ)

مبلغ اسلام مولانا سید محمود شاہ دیپال پوری بانی مدرسہ تعلیم القرآن وخطیب شاہی جامع مسجد دیپالپور مجاز بیعت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ (۱۳۶۳ھ)

مولانا مفتی محمد وجیہہ ٹانڈوی استاذ حدیث مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، شیخ الحدیث ومفتی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالله یار خاں ضلع حیدرآباد سندھ، مجاز بیعت حضرت مولانا محمد شفیع کراچی ومولانا شاہ محمد مسیح اللہ جلال آبادی رحمہما اللہ (۱۳۶۳ھ)

مولانا محمد ابراہیم پالن پوری شیخ الحدیث وصدر مدرس جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند گجرات، مجاز بیعت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ (۱۳۶۳ھ)

مولانا مفتی عبدالقدوس رومی الہ آبادی استاذ مدرسہ امدادیہ مرادآباد و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ومدرسہ قرآنیہ الہ آباد، بانی ومدیر ماہنامہ "الاحسان" الہ آباد، رئیس الاساتذہ مدرسہ عالیہ الہ اباد، مجاہد آزادی، مفتی شہر آگرہ، ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ وممبر آل انڈیا رویت ہلال کمیٹی (۱۳۶۴ھ)

مولانا صدرالدین عامر الانصاری رامپوری شیخ التفسیر مدرسہ احمدیہ بھوپال، نائب مدیر مجلّہ ثقافۃ الهند (مجلس الهند للروابط الثقافية دہلی) سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (۱۳۶۵ھ)

مولانا مفتی سید محمد یحیٰ بن مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارن پوری استاذ ومفتی مظاہر علوم سہارنپور (۱۳۶۵ھ)

مولانا محمد اکرم بخاری (روس) استاذ عربی واستاذ فرائض دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ پریسال (بنگلہ دیش) استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی، استاذ حدیث مدرسہ تعلیم الاسلام آنند گجرات (۱۳۶۵ھ)

مولانا امام الدین پورنوی استاذ حدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار بہار (۱۳۶۵ھ)

مولانا محمد علی پشاوری استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور (۱۳۶۵ھ)

مولانا عبدالکریم سرگودھوی خطیب جامع مسجد اہل سنت مہتمم جامعہ حنفیہ کریمیہ صدر شاہ پور سرگودھا پاکستان (۱۳۶۵ھ)

مولانا حمد اللہ قادری نقشبندی استاذ حرم شریف مکۃ المکرّمہ، بانی مدرسہ عربیہ مظہر العلوم ڈاگئی ضلع مردان پاکستان، رکن مرکزی مجلس شوریٰ جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان، سرگرم رکن قومی اتحاد پاکستان واستاذ دارالعلوم کابل افغانستان (۱۳۶۵ھ)

مولانا سحبان محمود شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی پاکستان (استاذ علامہ محمد تقی عثمانی) و خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی علیہ الرحمہ (۱۳۶۵ھ)

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی، صدر شعبہ تجوید وقرأت مدرسہ تجوید القرأن موتی بازار، لاہور، پاکستان، خطیب جامعہ مسجد چوبرجی گارڈنر لاہور پاکستان (۱۳۶۶ھ)

مولانا محب الرحمٰن سلہٹی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ گوہرڈانگا فرید پور، بنگلہ دیش (۱۳۶۷ھ)

مولانا فضل مالک مردانی استاذ حدیث دارالعلوم چارباغ سوات، (۱۳۶۷ھ)

مولانا محمد اللہ بن مولانا اسعد اللہ سہارنپوری ناظم مظاہر علوم (۱۳۶۸ھ)

مولانا سید عبدالرؤف عالی رکن مجلس معارف القرآن دیوبند ونگران شعبہ محافظ خانہ دارالعلوم دیوبند (۱۳۶۸ھ)

مولانا سید محمد طاہر منصور پوری (والد ماجد مولانا سید سلمان حسینی ندوی) سابق مددگار ناظم ندوۃ العلماء وناظم جامعہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی، ومجاز حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (۱۳۶۸ھ)

مولانا ممتاز علی بہاری، رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ بہار (۶۹۳ا ھ)

مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب استاذ حدیث وناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ونگراں مدارس مختلفہ، مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ (۱۳۶۹ھ)

مولانا سید ابراہیم حیدرآبادی مہتمم وصدر المدرسین جامعہ عربیہ سیوانگر حیدرآباد۔ اے۔پی (۱۳۷۰)

مولانا عبدالباری کچھاڑوی استاذ حدیث دارالعلوم بانس کنڈی، آسام (۱۳۷۱)

مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسارپوری مجاز حضرت رائے پوری قدس سرہ (۱۳۷۱ھ)

مولانا عبدالحق عرف زیارت گل استاذ حدیث دارالعلوم کراچی پاکستان (۱۳۷۱ھ)
مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اعظمی استاذ وصدر مفتی دارالعلوم دیوبند (۱۳۷۳ھ)
مولانا قاری ولی اللہ فتح پوری (اعظمی) امام وخطیب مسجد النور ممبئی رکن مجلس شوریٰ جامعہ ہتھورا باندہ، مجاز شاہ عبدالحلیم جونپوری نوراللہ مرقدہٗ (۱۳۷۲ھ)
مولانا مفتی منظور احمد کانپوری قاضی شہر کانپور رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور (۱۳۷۳ھ)
مولانا محمد یوسف برمی بانی ومہتمم مدرسہ مظاہر علوم پیوپولے، رنگون برما (۱۳۷۳ھ)
مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری ناظم مظاہر علوم سہارنپور، ونگراں مدارس کثیرہ مجاز حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ومولانا افتخار الحسن کاندھلوی رحمہما اللہ (۱۳۷۳ھ)
مولانا محمد موسیٰ برمی ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث مدرسہ عربیہ محمدیہ رنگون برما (۱۳۷۳ھ)
مولانا اطہر حسین شیخ الادب مظاہر علوم سہارن پور ومجاز حضرت مولانا مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ (۱۳۷۳ھ)
مولانا عبدالقیوم کانپوری استاذ حدیث ونائب مفتی وناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ کانپور ناظم ادارۃ القضاء الشرعیہ کانپور مدیر اعلیٰ ماہنامہ نظامِ جدید کانپور (۱۳۷۳ھ)
مولانا عبدالقیوم شاکر الاسعدی ناظم مدرسہ اصلاح المسلمین جمدا شاہی بستی مُجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ سہارن پوری علیہ الرحمہ (۱۳۷۴ھ)
مولانا محمد یوسف برمی بانی ومدیر ماہنامہ کوثر رنگون، نائب مدیر روزنامہ ''دور جدید'' رنگون، برما (۱۳۷۴ھ)
مولانا سید عبیداللہ برمی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم برما (۱۳۷۴ھ)
مولانا سید وقار علی بجنوری، سابق استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (۱۳۷۵ھ)
مولانا محمد موسیٰ رنگونی استاذ وناظم مدرسہ عربیہ محمدیہ رنگون، بانی ومدیر ماہنامہ ''تہذیب الاسلام'' برما (۱۳۷۵ھ)
مولانا وارث علی سیتاپوری، استاذ مدرسہ بحرالعلوم سیتاپور، مدرسہ عربیہ مصباح العلوم

لہرپور ضلع سیتاپور، مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم خیرآباد، مجاز بیعت حضرت شیخ علیہ الرحمہ (١٣٧٦ھ)

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری مجاز حضرت شاہ عبدالرشید رائے پوری خانقاہ رائے پور، سہارن پور (١٣٧٦ھ)

مولانا محمد موسیٰ سلیمان (کرماڈی) والسال لندن، بانی و مدیر ماہنامہ ''فاران'' لندن یو.کے. (١٣٧٦ھ)

مولانا شمس الضحیٰ برمی، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ صوفیہ، رنگون (١٣٧٦ھ)

مولانا عبدالرحمٰن حیدرآبادی خلیفہ حضرت شاہ ابرار الحق حقی نوراللہ مرقدہ (١٣٧٧ھ)

مولانا نسیم احمد غازی بجنوری شیخ الحدیث مدرسہ حیات العلوم مرادآباد (١٣٧٧ھ)

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، سابق شیخ الحدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات مستشار علمی، رئاسۃ القضاء الشرعی، ابوظبہی، مندوب مؤتمر رسالۃ المساجد مکۃ المکرمہ سعودی عرب و عالمی سیرت کانفرنس قطر، حال معتمد تعلیم ندوۃ العلما لکھنؤ، مجاز حضرت مولانا محمد احمد پرتا پگڈھی و حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی رحمہما اللہ (١٣٧٩ھ)

مولانا احسان الحق تبلیغی مرکز رائے ونڈ پاکستان، مجاز حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ (١٣٧٩ھ) [1]

مولانا محمد یونس جونپوری، شیخ الحدیث مظاہر علوم و خلیفہ حضرت شیخ قدس سرہٗ و حضرت مولانا اسعد اللہ نوراللہ مرقدہ (١٣٨٠ھ)

مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری شیخ الحدیث و صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و خلیفہ و خویش حضرت شیخ قدس سرہٗ (١٣٨٠ھ)

مولانا محمد اجتباء الحسن صدیقی کاندھلوی خلف الرشید حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نوراللہ مرقدہ (١٣٨٠ھ)

مولانا سید شجاع الدین قادری استاد مدرسہ مصباح العلوم لاتور، مہاراشٹر، مجاز حضرت مولانا اسعد اللہ و شاہ عبدالغفور قریشی رحمہما اللہ (١٣٨٠ھ)

---

(١) حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری معتمد تعلیم ندوۃ العلماء نے اپنی کتاب ''داستان میری'' ١/٩٣ میں ذکر کیا ہے کہ مولانا احسان الحق لاہوری ہمارے رفیق درس تھے اور دورۂ حدیث میں ساتھ رفقاء تھے۔

مولانا قمر الدین کوپا گنج سابق استاذ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ و جامعہ احیاء العلوم مبار کپور اعظم گڈھ ومدرسہ اشرف المدارس ہردوئی ومدرسہ اصلاح البنات سملک گجرات (۱۳۸۰ھ)

مولانا محمد ہارون کاندھلوی مرکز نظام الدین دہلی واستاد مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین (۱۳۸۱ھ)

مولانا مجیب بستوی مبلغ دینی تعلیمی کونسل بستی (۱۳۸۱ھ)

مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی، مصنف، محقق، داعی، مقیم دہلی (۱۳۸۱ھ)

مولانا اسلام الحق اسعدی ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث مدرسہ عربیہ دار العلوم سہارنپور، بانی ومدیر ماہنامہ ''اشاعت اسلام'' وماہانہ ''تحقیقات علمی سہارن پوری (۱۳۸۲ھ)

مولانا قاری محمد اسماعیل صدر شعبہ تجوید وقراءت جامعہ ریاض العلوم گورینی، جونپور (۱۳۸۳ھ)

مفتی محمد اسماعیل کچھولوی استاذ حدیث، ونائب مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات، مجاز بیعت حضرت شیخ زادہ مجدہ، (۱۳۸۴ھ)

مولانا محمد ہاشم جوگواڑی صدر مدرس دار العلوم العربیۃ الاسلامیۃ بولٹن لندن انگلینڈ، مجاز بیعت حضرت شیخ زادہ مجدہ، (۱۳۸۵)

مولانا خطیب احمد فرخ آبادی آرگنائزر شیروانی ایجوکیشنل سوسائٹی ایٹہ، فرخ آباد (۱۳۸۵ھ)

مولانا محمد احترام الحسن علیہ الرحمہ بن مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مفسر، مصنف، و سابق مہتمم مدرسہ اسلامیہ گنبدان پانی پت وناظم دار الاشاعت کاندھلہ شاملی، (۱۳۸۵ھ)

مولانا قاری رضوان نسیم رئیس القراء مظاہر علوم سہارن پور (۱۳۸۶ھ)

مولانا سید محمد سلمان مظاہری استاد حدیث، ناظم جامعہ مظاہر علوم، سہارن پور، خلیفہ و جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی (۱۳۸۶ھ)

مولانا محمد یعقوب سہارنپور استاذ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور (۱۳۸۶ھ)

مولانا محمد عزیر کاندھلوی (۱۳۸۶ھ)

مولانا محمد انوار عالم پورنوی شیخ الحدیث دار العلوم لطیفی کٹیہار، بہار و ناظم دار العلوم بہادر گنج، بہار (۱۳۸۶ھ)

تلامذہ حضرت شیخ جونپوریؒ (دورۂ حدیث)

مرتبہ:.............از مصنف

علامہ محدث شیخ محمد یونس جونپوری قدس سرہ نے ۵۷ سال مظاہر علوم میں درس دیا۔ کتب حدیث کے درس کا سلسلہ ان کے محبوب استاد حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی کے ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں وفات پانے کے بعد سے شروع ہوا جو تادم آخر جاری رہا۔ اس کی تفصیل خود ان کی زبان سے ملاحظہ ہو۔

''ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہو کر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف، نسائی شریف، نور الانوار زیر تعلیم رہیں۔ اور شوال ۱۳۸۷ھ سے مسلم، نسائی، ابن ماجہ مؤطین زیر درس رہیں، اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف وہدایہ ثالث پڑھائی۔''[1]

مشہور عالم و مصنف مولانا محمد یوسف متالا صاحب بانی دار العلوم ہولکمب بری برطانیہ نے شرائط دورہ کی کتابیں مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر، مقدمۂ مشکوٰۃ مولانا محمد یونس صاحب سے اور دورۂ حدیث میں صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ اور مؤطا حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی۔

ان کے رفیق درس استاذ گرامی منزلت مولانا عبد القادر ندوی پٹنی تھے جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث اور نائب مہتمم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ شیخ نے ہم لوگوں کو ابوداؤد شریف پڑھائی، اور صحیح بخاری شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے پڑھی۔

---

(۱) روایت مولانا محمد سعیدی ناظم و متولی مظاہر علوم وقف سہارن پور بحوالہ الیواقیت الغالیہ۔

حضرت مولانا محمد یوسف متالا و مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی کا دورۂ حدیث کا سال حضرت شیخ جونپوری کا دورۂ حدیث کی تدریس کا پہلا سال تھا۔

دوسرا سال حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی علیہ الرحمہ کا تھا اور جیسا کہ مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری نے لکھا ہے کہ جنھوں نے مدارس مطابع مکتبات کے قیام اور تدریس وتصنیف کے ذریعہ حدیث شریف کی بڑی خدمت کی انہوں نے حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ سے دورۂ حدیث کے سال میں سنن ابن ماجہ، سنن نسائی اور مؤطا امام مالک مؤطا امام محمد پڑھی۔ ان کے رفیق درس مولانا محمد ہارون ندوی علیہ الرحمہ نے بتایا کہ ان کی قوت کشفیہ اور صفائی باطن اسی وقت سے بڑھی ہوئی تھی اور مشائخ واساتذہ کے منظور نظر تھے۔

محقق العصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کا سال دورۂ حدیث حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کا صحیح بخاری کا پہلا سال تھا مکمل بخاری ومکمل مسلم انہوں نے پڑھائی۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ کے بخاری کے دوسرے سال کے ممتاز تلامذہ میں مولانا زبیر الحسن کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین، دہلی، مولانا وسیم احمد سنسار پوری شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی، گنگوہ اور مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری سکریٹری مظاہر علوم سہارنپور اور مشہور عالم ومجیز حدیث مولانا حبیب اللہ قربان مہاجر مدنی کے نام ہیں۔

غیر دورۂ حدیث کے تلامذہ میں معروف عالم دین وقائد ملت مولانا عبدالعلیم فاروقی لکھنوی مہتمم دارالمبلغین لکھنؤ ورکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند ومجلس انتظامی ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اگرچہ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا اور حضرت مولانا سید فخر الدین مرادآبادی سے بخاری پڑھی مگران کی حدیث وفقہ کی تعلیم کی بنیاد مظاہر علوم کی ہے انہوں نے شرح جامی سے مشکوٰۃ کے درجات کی تعلیم مظاہر علوم میں حاصل کی اور حضرت شیخ جونپوری کے استاد خاص اسعد الامت حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم کی صحبت اختیار کر کے ان سے خصوصی استفادہ کیا، اوران کی خدمت میں بھی رہے۔ ۸۶-۸۷-۱۳۸۸ھ ان کا قیام مظاہر میں رہا۔

حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سہارن پوران کی خدمت وسعادت مندی

سے اتنا خوش تھے کہ یہ شعر کہا ؎

مجھ کو کافی ہیں بفضل ایزدی
مولوی عبدالعلیم لکھنوی

حضرت مولانا محمد یونس سے فقہ میں شرح وقایہ، منطق میں قطبی اور مناظرہ میں رشیدیہ پڑھی، محقق العصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ان کے رفیق درس تھے، وہ دورۂ حدیث میں بھی شیخ جونپوری کے بخاری و مسلم کے شاگرد رہے، اور مشکوٰۃ میں بھی ان کا شاگرد بتاتے ہیں۔ شیخ جونپوری کا بخاری کا پہلا سال ان کا دورہ کا سال تھا۔ مولانا احترام الحسن کاندھلوی مرحوم بن حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نے بھی شرح وقایہ حضرت شیخ جونپوری سے پڑھی۔

البتہ مولانا محمد یوسف متالا (برطانیہ) نے مشکوٰۃ شریف، شرح نخبۃ الفکر بھی حضرت شیخ جونپوری سے پڑھی اور دورۂ حدیث میں مزید کتب حدیث بطور خاص سنن ابوداؤد پڑھی اس میں ان کے ساتھ مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تھے،

مولانا سید محمد سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم نے مشکوٰۃ کا ابتدائی حصہ مولانا مفتی مظفر حسین اجراروی سابق ناظم مظاہر علوم سے پڑھا ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں دورۂ حدیث کے استاد مولانا امیر احمد کاندھلوی کی وفات پر مولانا مفتی مظفر حسین سہارن پوریؒ کو ان کی جگہ سنن ترمذی دی گئی اور مشکوٰۃ شریف۔ مولانا محمد یونس جونپوری کو سپرد ہوئی باب الکبائر سے مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ نے پڑھائی اور ختم کی۔ مولانا سید محمد سلمان نے مشکوٰۃ شریف کے سبھی دروس کو غیر معمولی اہتمام کے ساتھ قلمبند کیا جو کئی جلدوں کا کام اور اہم علمی کارنامہ ہے اس کی کھلی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ ۱۳۹٦ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے مشکوٰۃ شریف ان کے سپرد کرائی اور دو دہائی کا عرصہ انہیں اس کی خدمت کا موقع ملا، اور آپ کا درس بہت مقبول ہوا، مولانا محمد سید سلمان مظاہری سے پہلے مشکوٰۃ شریف کا درس مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری نے اور ان سے پہلے مولانا محمد عاقل سہارنپوری نے اور ان سے پہلے مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ نے اور ان سے پہلے مولانا مفتی مظفر حسین اجراروی نے دیا۔

حضرت شیخ یونس جونپوری کی اگرچہ شہرت حدیث کے ایک متبحر عالم و مدرّس و مجیز کے

طور پر عالم اسلام میں ہوئی، ان کو فقہ سے بھی گہری دلچسپی تھی، اور اس کی اہم کتابیں ان کے ذمہ بھی رہیں، دورۂ حدیث کے بعد دار الافتاء کے طلبہ کو فقہ کی بعض کتابیں پڑھائیں، جیسے مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی استاد حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء کو رسم المفتی اور مقدمہ درمختار پڑھایا، اور طحاوی شریف (شرح معانی الآثار) بھی دورۂ حدیث میں پڑھائی اس میں ان کے تلامذہ میں ایک نامور عالم دین مولانا محمد یونس پالن پوری بن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کا نام بھی ہے۔ یہ بات شیخ کی اس جامعیت کی شاہد عدل ہے کہ ان کا علم حدیث کے ساتھ فقہ کا بھی گہرا مطالعہ تھا جس کی مظاہر علوم کی انتظامیہ نے قدر کی۔ شیخ نے دورۂ حدیث میں بخاری ومسلم کے ساتھ شرائط دورہ کی کتابوں میں ہدایہ ثالث بھی پڑھائی مولانا یاسین کاکوسی مہتمم واستاذ سنن ترمذی دار العلوم نذیریہ کاکوسی اور مولانا احمد حسین پٹنی کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انہوں نے شیخ سے ہدایہ ثالث پڑھی، اسی سال مولانا سید محمد سلمان مظاہری کے ذمہ مشکوٰۃ شریف ہوئی تھی وہ ان سے پڑھی تھی۔

۸۶-۱۳۸۷ھ (شیخ جونپوری کے دورۂ حدیث کی تدریس کا پہلا سال)

☆ مولانا محمد یوسف متالا علیہ الرحمہ بانی دار العلوم ہولکمب بری برطانیہ خلیفہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ وشیخ یونس رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ مولانا نسیم اللہ پرتاپگڑھی مقیم مدرسہ حفظ العلوم ڈوراپرتاپ گڑھ۔

☆ مولانا بلال احمد سہارنپوری خلیفہ حضرت قاری امیر حسن سیوانی علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا شاہ منیر احمد کالینا ممبئی وخلیفہ حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوری علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا عبد القادر پٹنی ندوی نائب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء ومجاز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی۔

☆ مولانا محمد شفیع مظاہری رائے بریلوی، سابق مہتمم وصدر مدرس جامعہ اسلامیہ فلاح المسلمین، امین نگر (تیندوا) امیٹھی (سابق رائے بریلی)۔

☆ مولانا انصار احمد کاندھلوی علیہ الرحمہ (والد ماجد مولانا معاذ احمد کاندھلوی استاد مظاہر علوم سہارنپور)۔

٨٧ھ-١٣٨٨ھ (دوسرا سال)

☆ مولانا ملک عبدالحفیظ عبدالحق مکی علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ۔

☆ مولانا حسان احمد بہاری مکی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

☆ مولانا محمد ہارون ندوی اندوری علیہ الرحمہ سابق ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء۔

☆ مولانا عبدالآخر علیہ الرحمہ بن مولانا عبدالاول اجراڑوی مجاز حضرت شاہ حکیم محمد اختر کراچیؒ۔

☆ مولانا ابوالبرکات مظاہری بانی ومہتمم دارالعلوم آگرہ۔

٨٨ھ-١٣٨٩ھ (تدریس دورۂ حدیث کا تیسرا اور صحیح بخاری کا پہلا سال)

☆ مولانا احمد لولات گجراتی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجریؒ۔

☆ مولانا محمد عباس رائے پوری ناظم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پوری۔

☆ مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی بانی صدر حضرت مفتی الٰہی بخش اکادمی ومدیر مجلّہ "احوال وآثار" کاندھلہ، جانشین حضرت مفتی افتخارالحسن کاندھلوی، ورکن شوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

٨٩ھ-١٣٩٠ھ

☆ مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین دہلی۔ صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی ومجاز حضرت شیخ زکریا قدِّس سرہٗ وحضرت مولانا انعام الحسن وحضرت مولانا علی میاں ندوی وحضرت مولانا افتخارالحسن کاندھلوی رحمہم اللہ۔

☆ مولانا عبدالحنان بانی وناظم دارالعلوم زکریا بیگوسرائے بہار۔

☆ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری امین عام (سکریٹری) مظاہر علوم سہارنپور۔ مجاز و نواسہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ۔

☆ مولانا مفتی عبدالواحد مدناپوری شیخ الحدیث دارالعلوم بندوامغربی بنگال۔

☆ مولانا حبیب اللہ چمپارنی مہاجر مدنی خادم و کاتب حضرت شیخ قدس سرہ۔
☆ مولانا وسیم احمد سنسار پوری شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ۔
☆ مولانا ثمیر الدین بہاری استاذ جامعہ رحمانیہ مونگیر بہار۔

۹۰ھ-۱۳۹۱ھ

☆ مولانا فقیر محمد انڈمانی بانی و ناظم مدرسہ ناشر العلوم انڈومان نیکو بار مجاز حضرت شیخ زکریا قدس سرہٗ۔
☆ مولانا محمد الیاس بن بندہ الٰہی سورتی مہتمم مدرسہ دعوۃ الحق سورت گجرات۔
☆ مولانا باب الدین کانپوری استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ۔
☆ مولانا سید محمد مشتاق بانی و ناظم دار العلوم کھولا پور امراؤنی۔
☆ مولانا سید محمود بانی و ناظم مدرسہ مصباح العلوم اکولہ مہاراشٹر مجاز مولانا مفتی عبد العزیز رائے پوریؒ خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔
☆ مولانا محمد مظہر عالم مظفر پوری بانی و مہتمم المعہد الاسلامی کناڈا و مجاز حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

۹۱ھ-۱۳۹۲ھ

☆ مولانا ظفر احمد ندوی اعظمی استاذ شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و سابق استاد ہندو یونیورسٹی بنارس و برادرزادہ حضرت مولانا عمار احمد الٰہ آبادی علیہ الرحمہ۔
☆ مولانا محمد طاہر سہارنپوری خلیفہ حضرت شیخ جونپوری رائے پور، سہارنپور۔
☆ مولانا عبد الغفار بستوی استاذ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی۔
☆ مولانا نجیب اللہ چمپارنی مجاز حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔
☆ مولانا سید غیاث الدین الٰہ آبادی ناظم المرکز الاسلامی الٰہ آباد و صاحب ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔
☆ مولانا اطیع اللہ چمپارنی مجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب۔
☆ مولانا محمد ایوب سورتی شیخ الحدیث دار العلوم لیسٹر و مدیر مجلس دعوۃ الحق لیسٹر برطانیہ۔

☆ مولانا مفضال الرحمٰن سلطانپوری (فرزند حضرت مولانا بشارت علی ہردوئی) واستاذ مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔

☆ مولانا مفتی داؤد بانی ادارہ تحقیقات شرعیہ آگرہ۔

۹۲-۱۳۹۳ھ

☆ مولانا رفیق احمد گجراتی بانی شیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ گجرات حال شیخ الحدیث دارالعلوم المرکز الاسلامی انکلیشور ۱۳۹۲ھ۔

☆ مولانا مفتی سید محمد خالد بن مولانا مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری استاذ مظاہر علوم سہارنپور خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ۔

☆ مولانا قاری سید حبیب احمد باندوی خلف اکبر حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی ناظم جامعہ عربیہ اسلامیہ ہتھورا باندہ ومجاز حضرت مولانا علی میاں ندوی ومولانا مفتی مظفر حسین ومولانا محمد یونس رحمہم اللہ۔

☆ مولانا غلام محمد وستانوی بانی وناظم جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا وخلیفہ حضرت باندوی وحضرت شیخ جونپوری وحضرت رحمہم اللہ۔

☆ مولانا شاہ عبدالرحیم جونپوری ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔ صاحبزادہ وخلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جونپوری نوراللہ مرقدہ۔

☆ مولانا سید محمد شعیب ادریس بستوی مقیم واپی گجرات۔

۹۳ھ-۱۳۹۴ھ

☆ مولانا عبیداللہ سیوانی ندوی سابق استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ حال مقیم دبئی۔

☆ مولانا نجم الحسن تھانوی ناظم مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون وناظم خانقاہ اشرفیہ امدادیہ تھانہ بھون۔

☆ مولانا محمد انور گنگوہی استاذ تفسیر وحدیث مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ۔

☆ مولانا رئیس الدین بجنوری استاذ حدیث مظاہر علوم سہارنپور ومجاز حضرت مولانا اسعداللہ نوراللہ مرقدہ۔

☆ مولانا محمد یونس پالن پوری مجاز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی وحضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی۔

۹۴ھ-۱۳۹۵ھ

☆ مولانا عبدالظاہر اعظمی استاذ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڑھ۔

☆ مولانا مفتی محمد اسماعیل شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلوم معماری بردوان مغربی بنگال۔

☆ مولانا مفتی عبداللہ پٹیل رویدروی بانی جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ مجاز حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ۔

☆ مولانا مفتی عبدالودود حیدرآبادی استاذ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

☆ مولانا سید عبدالقدیر مظاہری حیدرآبادی نیویارک امریکہ۔

☆ مولانا عبدالرشید سلطانپوری استاذ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر ومُجاز حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔

۹۵ھ-۱۳۹۶ھ

☆ مولانا ملک عبدالوحید مکی ناظم مطابع الرشید مدینہ منورہ ومُجاز حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ۔

☆ مولانا عبدالعظیم ندوی جونپوری صاحبزادہ خلیفہ حضرت مولانا عبدالحلیم قدس سرہ و مجاز حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا عبدالعظیم مظاہری صدر مدرس دارالعلوم اسلام نگر چوبیس پرگنہ مغربی بنگال۔

☆ مولانا محمد اسلم مظاہری استاذ حدیث جامعہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی رامپور۔

☆ مولانا کبیر الدین فاران ارریاوی بانی وناظم مدرسہ قادریہ مسّر والا ہماچل پردیش، مصنف "امیدوں کا چراغ"، "مٹی کا چراغ"، وغیرہ۔

☆ مولانا محمد الیاس روڑکی سابق امام مسجد الوقف الخیری حی النزہۃ مکہ مکرمہ، بانی وناظم جامعہ خدیجہ للبنات مدرسہ تحفیظ القرآن روڑکی اتراکھنڈ مجاز شیخ یونس علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا محمد عزیر حسینی بستوی مقیم سکروری دوبگا، لکھنؤ مجاز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی وحضرت مفتی احمد خان پوری زید مجدہما۔

۹۶ھ-۱۳۹۷ھ

☆ مولانا محمد ابراہیم مظاہری مہتمم واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات۔

☆ مولانا محمد جوہانسبر گی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

۹۷ھ-۱۳۹۸ھ

☆ مولانا محمد بلال باوا برمی استاذ حدیث دار العلوم ہولکمب بری برطانیہ ومجاز حضرت شیخ زکریا قدس سرہ۔

☆ مولانا محمد اقبال باوا رنگونی بانی مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر برطانیہ۔

☆ مولانا محمد یاسین کاکوسی مہتمم واستاذ حدیث دار العلوم نذیریہ کاکوسی گجرات۔

☆ مولانا احمد حسین پٹنی بانی وناظم مدرسہ کنز العلوم احمد آباد گجرات شارح سنن نسائی و خلیفہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ۔

☆ مولانا اظہار الحق صدر مدرس مدرسہ اشرف العلوم کنوہ بہار۔

☆ مولانا عبد الخالق اعظمی استاد حدیث مدرسہ مطلع العلوم بنارس۔

☆ مولانا مفتی کاظم علی شیخ الحدیث دار العلوم اسلام نگر ۲۴ پرگنہ بنگال۔

☆ مولانا محمد سلمان گنگوہی استاذ حدیث مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ۔

۹۸ھ-۱۳۹۹ھ

☆ مولانا احمد علی ہردوئی استاذ حدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی، خلیفہ حضرت قاری امیر حسن نور اللہ مرقدہ۔

☆ مولانا مفتی شبیر احمد گجراتی استاذ حدیث دار العلوم بری برطانیہ۔

☆ مولانا مفتی عبد الغنی نائب ناظم واستاذ دار العلوم سبیل الفلاح حیدر آباد۔

۹۹ھ-۱۴۰۰ھ

☆ مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی بن حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی (علیہ الرحمہ) سابق استاد مظاہر علوم وقف سہارن پور ومفتی شہر آگرہ۔

☆ مولانا مفتی عبداللطیف صاحب شیخ الحدیث جامعۃ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

☆ مولانا مفتی محمد اسلم لکھنوی مظاہری استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

☆ مولانا محمد یوسف ٹنکاروی استاذ حدیث فلاح دارین ترکیسر وخلیفہ حضرت شیخ جونپوری۔

☆ مولانا حبیب الرحمٰن پالن پوری استاذ حدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر گجرات۔

☆ مولانا محمد اقبال دیولہ ندوی مدنی مدظلہ (فلاحی مظاہری) استاذ حدیث وادب دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر وخلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ۔

☆ مولانا محمد بن موسیٰ جوناگڑھی استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم مانکرول۔

☆ مولانا سید عبدالرشید بن حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی استاذ مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین دہلی۔

☆ مولانا محمد عریف الرحمٰن دربھنگوی بانی وناظم مدرسہ خلیلیہ رتن پور دربھنگہ، بہار۔

۱۴۰۰ھ-۱۴۰۱ھ

☆ مولانا مفتی عبداللہ شیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی۔

☆ مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء مجاز صحبت حضرت باندوی علیہ الرحمہ ومُجاز بیعت حضرت مولانا قمر الزماں الٰہ آبادی مدظلہ۔

☆ مولانا محمد زین العابدین رشادی مظاہری مہتمم واستاذ حدیث دارالعلوم شاہ ولی اللہ بنگلور ومجاز حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا نسیم احمد بہاری شیخ الحدیث مدرسہ نورالاسلام میرٹھ۔

۱۴۰۱ھ-۱۴۰۲ھ

☆ مولانا یحیٰی بھام افریقی مُجاز حضرت مولانا ابرارالحق حقی مقیم جنوبی افریقہ۔

☆ مولانا سید عبدالرحیم بن حضرت مولانا سید عبیداللہ بلیاوی استاد مدرسہ کاشف العلوم، مرکز نظام الدین، دہلی۔

☆ مولانا انصار علی شمشیر علی ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔

☆ مولانا محمد یوسف بن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری۔

☆ مولانا ریاض الحسن ندوی مظاہری مدیر مسئول ماہنامہ ’’آئینۂ مظاہر‘‘ واستاد مظاہر علوم وقف سہارنپور۔

۲۰۲۔سنہ ۱۴۰۳ھ

☆ مولانا سفیان احمد اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ مطلع العلوم بنارس ومجاز حضرت شیخ جونپوریؒ۔

☆ مولانا عطاء اللہ نہروی استاذ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ۔

۲۰۳۔سنہ ۱۴۰۴ھ

☆ مولانا ابوبکر موسالی استاذ حدیث فلاح دارین ترکیسر، گجرات۔

☆ مولانا عبد العزیز ثانی رائے بریلوی استاذ مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر تیندوا، رائے بریلی (امیٹھی)۔

☆ مولانا قاری محمد عیسیٰ ناظم دارالعلوم بیگوسرائے بہار۔

☆ مولانا مفتی عبداللہ پھولپوری سابق ناظم بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ وحفید حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری قدس سرہ وخلیفہ حضرت شاہ ہردوئی نوراللہ مرقدہ۔

☆ مولانا معشوق احمد بستوی صدر مدرس مدرسہ جامعہ رحیمیہ دودھارا لبستی۔

۲۰۴۔سنہ ۱۴۰۵ھ

☆ مولانا عبدالرحیم فلاحی رویدری ناظم تعلیمات جامعۃ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر)۔

☆ مولانا حبیب احمد بن حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی استاد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

☆ مولانا محمد شبیر جنوبی افریقہ۔

☆ قاری سید محمد عمار ہاشمی بن مولانا حکیم سید محمد اسرائیل سہارن پوری، استاذ تجوید قراءت مظاہر علوم سہارنپور۔

۲۰۵۔سنہ ۱۴۰۶ھ

☆ مولانا حکیم فخر الاسلام الہ آبادی لکچرار احمد غریب طبیہ کالج اکل کوا مہاراشٹر۔

☆ مولانا فرید احمد سہارنپوری صدر جمعیۃ علمائے ہند سہارنپور۔

☆ مولانا سید محمد راشد بن مولانا حکیم محمد الیاس سہارنپوری (نواسہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ)

☆ مولانا احمد ٹنکاروی استاذ حدیث فلاح دارین ترکیسر، گجرات۔

۰۶ھ-۱۴۰۷ھ

☆ مولانا عبدالباری سلطانپوری مہتمم مدرسہ عربیہ محمودیہ سلطانپور۔

☆ مولانا محمد حنیف لوہاروی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات وخلیفہ حضرت شیخ جونپوری قدس سرہ۔

☆ مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی ناظم وبانی جامعۃ القاسم، سُپول بہار۔

☆ مولانا اکرم مصطفیٰ نصیرآبادی مقیم فیروزآباد، اترپردیش۔

۰۷ھ-۱۴۰۸ھ

☆ مولانا سید عبدالعلیم بن حضرت مولانا سید عبیداللہ بلیاوی استاذ مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین، دہلی۔

☆ مولانا محمد اسماعیل کاوی استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات۔

☆ مولانا قاری محمد ریاض مظاہری اناوی صدر شعبہ تجوید قراءت دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

☆ مولانا انیس احمد لاہوری صدر مدرسہ احسان القرآن لاہور۔

☆ مولانا نثار احمد اورنگ آبادی صدر شعبہ حفظ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا۔

☆ مفتی سلیم احمد مظاہری قاضی شریعت دہرہ دون، اتراکھنڈ۔

☆ مولانا سید محمد جعفر بن حضرت مولانا محمد عاقل سہارن پوری استاذ مظاہر علوم سہارن پور۔

۰۸ھ-۱۴۰۹ھ

☆ مولانا محمد ایوب پانولی فلاحی ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات۔

☆ مولانا ولی اللہ صدیقی استاذ تحفیظ القرآن مدینہ منورہ۔

☆ مولانا مفتی لئیق احمد پھولپوری نائب ناظم مدرسہ بیت العلوم پھولپور۔

☆ مولانا مفتی عبدالرحمٰن بہاری استاذ حدیث دارالعلوم باندی پورہ کشمیر۔

☆ مولانا اشرف اسماعیل گجراتی استاذ مدرسہ مفتاح العلوم باربڈوز، ویسٹ انڈیز۔

☆ مولانا سید محمد سہیلؒ بن حکیم محمد الیاس سہارنپوری مرحوم (نواسہ حضرت شیخ زکریا قدس سرہ)۔
☆ مولانا محمد سعیدی ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف سہارن پور۔[1]

۱۴۰۹ھ-۱۴۱۰ھ

☆ مولانا مفتی محمد روشن بانی جامعہ صدیقیہ جام پل مغربی بنگال۔

۱۴۱۰ھ-۱۴۱۱ھ

☆ مولانا مفتی عبید الرحمٰن گلبرگوی استاذ مدرسہ اشرف العلوم ہردوئی ومُجاز حضرت شاہ ہردوئیؒ وحضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ۔
☆ مولانا محمد انور لوناواڑی، استاذ حدیث لوناواڑہ، گجرات۔

۱۴۱۱ھ-۱۴۱۲ھ

☆ مولانا مفتی محمد طاہر صاحب شیخ الحدیث دار العلوم صوفی باغ، سورت۔
مولانا سید محمد جنید الہاشمی ناظم مکتبہ دار الایمان مظاہر علوم سہارنپور (خویش حضرت مولانا محمد عاقل سہارنپوی مدظلہ

۱۴۱۲ھ-۱۴۱۳ھ

☆ مولانا سید محمد عثمان بن حضرت مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری کتب خانہ رشیدیہ سہارن پور۔
☆ مولانا سید محمد عمیر بن حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری ناظم تحفیظ القرآن شہر سہارن پور۔
☆ مولانا نثار احمد استاذ حدیث مدرسہ مطلع العلوم بنارس۔

۱۴۱۳ھ-۱۴۱۴ھ

☆ مولانا حفظ الرحمٰن گلبرگوی مدرس مدرسہ دعوۃ الحق (ہردوئی) حیدرآباد (ایم پی)۔
☆ مولانا محمد افہام کاس گنجی مدرسہ دعوۃ الحق (ہردوائی) گنج ڈنڈوارہ (یوپی)۔
☆ مولانا محمد اخلاق مظاہری مقیم کھتولی مظفرنگر یوپی۔

۱۴۱۴ھ-۱۴۱۵ھ

☆ مولانا مفتی کوثر علی سبحانی ارریاوی استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور ومجاز حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ۔

---

(۱) مظاہر کے دونوں حصوں میں پڑھا۔

- ☆ مولانا نور العالم ندوی مظاہری (بریسال بنگلہ دیش)، مُجاز مولانا عبدالمتین مدظلہ (ڈھاکہ)۔
- ☆ مولانا ڈاکٹر حکیم سید محمد حذیفہ علی گڑھی، انونہ ہاؤس علی گڈھ۔
- ☆ مولانا سید محمد نعمان بن مولانا سید سلمان مظاہری۔ سہارنپور
- ☆ مولانا احمد مجتبیٰ لولات گجراتی استاذ حدیث مدرسہ حمایت الاسلام عالی پور نوساری گجرات۔

۱۵ھ-۱۴۱۶ھ

- ☆ مفتی فہیم بجنوری سابق استاذ مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔
- ☆ مولانا محمد عابد ولد مہدی حسن سہارنپوری۔
- ☆ مفتی نیّر اقبال سہرساوی استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور۔

۱۶ھ-۱۴۱۷ھ

- ☆ مولانا محمد شریف احمد مظاہری قاسمی ناظم مدرسہ انوار العلوم حیدر آباد۔
- ☆ قاری صلاح الدین استاد شعبۂ قراءت مظاہر علوم سہارن پور۔
- ☆ مولانا سید عبدالعظیم بن حضرت مولانا سید عبیداللہ بلیاوی استاد حدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔
- ☆ مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

۱۷ھ-۱۴۱۸ھ

- ☆ مولانا مفتی سید محمد صالح بن حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری، استاد و مفتی مظاہر علوم سہارنپور و مُجاز حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ و حضرت حکیم کلیم اللہ علی گڑھی زید مجدہم۔
- ☆ مولانا محمد زہیر الحسن ابن حضرت مولانا زبیر الحسن بن حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی استاد مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین دہلی و رکن شوریٰ مرکز نظام الدین دہلی، مجاز حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی و حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ۔
- ☆ مولانا محمد ناصر بن مولانا وارث علی سیتاپوری۔
- ☆ مولانا محمد اقبال نائطے ندوی بھٹکلی استاذ حدیث و عربی ادب۔ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک۔
- ☆ مولانا محمد یوسف گجراتی، استاذ مظاہر علوم سہارنپور۔

۱۸ھ-۱۴۱۹ھ

☆ مولانا ابوالحسن ارشد کاندھلوی ناظم مدرسہ سلیمانیہ کاندھلہ مُجاز وحفید حضرت مفتی افتخار الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ۔

☆ مولانا قاری ضیاء الدین چتراوی استاذ مدرسہ ترتیل القرآن سہارنپور۔

۱۹ھ-۱۴۲۰ھ

☆ مولانا محمد یوسف علی گڈھی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

☆ مولانا محمد یونس رندیرا، مقیم مدینہ منورہ، مجاز حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ۔

۲۰ھ-۱۴۲۱ھ

☆ مولانا عبداللہ مخدومی ندوی مساعد دارالاہتمام ومجلہ البعث الاسلامی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

☆ مولوی حسان اختر ندوی۔ استاذ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ ورفیق مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی مظفر پور اعظم گڑھ۔

☆ مفتی سید محمد اسامہ ریحان مظاہری۔ استاذ حدیث وفقہ مدرسہ تعمیر ملت علی گڑھ، تلمیذ خاص حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ وبرادرزادہ (قرابت) حضرت حکیم کلیم اللہ علی گڑھی زید مجدہم۔

☆ مولانا انعام الحق بنارسی استاذ مظہر العلوم بنارس۔

☆ مولانا شکیل احمد بنارسی استاذ مطلع العلوم بنارس۔

۲۱ھ-۱۴۲۲ھ

☆ مولانا عبدالعزیز بنارسی استاذ مطلع العلوم بنارس۔

☆ مولانا سید محمد طارق ابن مفتی سید محمد خالد استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆ مولانا محمد معاویہ گورکھپوری استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

۲۲ھ-۱۴۲۳ھ

☆ مولانا عبدالقادر اعظمی استاذ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ۔

☆ مولانا زاہد علی بنارسی۔ استاذ مطلع العلوم بنارس۔

۲۳ ـ ۱۴۲۴ھ

☆ مولانا عبداللہ خطیب ندوی ممبئی، مہاراشٹر (سابق استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی)۔

☆ مولانا عبدالسلام بن مولانا محمد رضوان ندوی صدیقی لکھنوی علیہ الرحمہ استاذ معہد سیدنا ابوبکر صدیق مہپت مئو، لکھنؤ۔

☆ مولانا محمد بن مولانا محمد عاقل سہارن پوری شیخ الحدیث مظاہر علوم۔

☆ مولانا محمد اسامہ بن مولانا اظہار احمد کاندھلوی خویش مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری، مقیم مدینہ منورہ۔

۲۴ ـ ۱۴۲۵ھ

☆ مولانا محمد جنید ندوی پالن پوری

☆ مولانا محمد یوسف مدراسی استاذ حدیث مدرسہ صلاحیہ قادر محی الدین کالج، مدراس۔

☆ مولانا احمد ابراہیم مدراسی استاذ فقہ مدرسہ صلاحیہ قادر محی الدین کالج، مدراس۔

☆ مولانا فرید احمد گودھروی، مبلغ دین وتاجر گودھرا (گجرات)

☆ مولانا احمد زکریا غوری ندوی رفیق دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد۔

۲۵ ـ ۱۴۲۶ھ

☆ مولانا سلیم احمد لکھیم پوری مقیم لکسر روڑکی اتراکھنڈ۔

☆ مولانا جاوید احمد سہارنپوری، رفیق شعبہ ختم نبوت واستاد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆ مولانا مسیح اللہ بستوی بھانجہ مولانا منیر احمد کالینا ممبئی۔

☆ مولانا محمود رومی بن حضرت مولانا عبدالعظیم ندوی جونپوری خادم خاص وخلیفہ ومجاز پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نوراللہ مرقدہ۔

۲۶ ـ ۱۴۲۷ھ

☆ مولانا محمد جابر بن عمر پالن پوری استاذ جامعہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات۔

☆ مولوی رحمت اللہ مظاہری، بہار۔

☆ مولوی محمد شمشاد گجراتی (اول پوزیشن)۔

☆ مولوی نور نظر (دوم پوزیشن)۔

☆ مولوی محمد مرغوب الرحمٰن مظاہری پورنوی، بہار (سوم پوزیشن)۔

۲۷ھ-۱۴۲۸ھ

☆ مولوی محمد رضوان تمل ناڈو (اول پوزیشن)۔

☆ مولوی محمد صادق مئوی (دوم پوزیشن)۔

☆ مولوی افروز عالم پورنوی (سوم پوزیشن)۔

☆ مفتی سید محمد عمر الہاشمی ابن مولانا سید سلمان صاحب مظاہری ناظم جامعہ مظاہر علوم، معین مفتی دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم، سہارن پور۔

☆ مولوی محمد صادق مہتمم جامعہ ضیاء العلوم خانقاہ پیٹھر چلکا سہارن پور۔

☆ مفتی منصور توفیق صاحب بانی وناظم مدرسۃ الصفہ ومدرسہ حفصہ للبنات، رتنا گری، مہاراشٹر۔

☆ مولوی سید عمیر احمد بن مولانا عزیر احمد سہارن پوری۔

☆ مولوی اعلم اللہ بن عروۃ اللہ صاحب الٰہ آباد۔

۲۸ھ-۱۴۲۹ھ

☆ قاری سید احمد الہاشمی ابن مولانا سید محمد الہاشمی مظاہری، استاد شعبہ تجوید وقراءت جامعہ مظاہر علوم، سہارن پور۔

☆ مفتی محمد اسرار سہارن پوری، استاد جامعہ مظاہر علوم، سہارن پور (اول پوزیشن)۔

☆ مولوی محمد آصف سہارن پور، استاد مدرسہ ناشر العلوم، پانڈولی، سہارن پور۔

☆ مولوی ابوطلحہ ندوی ابن مولانا احمد نصر بنارسی استاد مدرسہ العلوم الاسلامیہ علی گڈھ۔

☆ مولوی سید محمد بدر بن حکیم سید محمد عزیر سہارن پور۔

☆ مولوی محمد احمد گجراتی (دوم پوزیشن)۔

☆ مولوی جعفر علی گجرات (سوم پوزیشن)۔

☆ مولوی محمد ضیاء ابن قاری حماد مرحوم سہارن پوری۔

☆ مولوی سید محمد اُسامہ ابن مفتی سید محمد خالد، سہارن پور۔

۲۹ھ-۱۴۳۰ھ

☆ مولوی محمد مسرور مظاہری ندوی، خادم جامعہ مظاہر علوم، سہارن پور۔

☆ مفتی امتیاز انصاری گڈاوی، جھارکھنڈ، استاد، مدرسہ مظہر العلوم، کنک پور، ہانسکوڈا، مغربی بنگال۔

۳۰ھ-۱۴۳۱ھ

☆ مولوی محمد عاصم عبیداللہ ندوی برمی استاد حدیث جامعۃ الکوثر رنگون، برما۔

۳۱ھ-۱۴۳۲ھ

☆ مفتی سید عبدالوحید مسعود عرفاتی بن مولانا سید عبدالرشید بلیاوی ابن حضرت مولانا سید عبیداللہ بلیاوی، نئی دہلی۔

☆ قاری قطب الدین سیوانی مہتمم معہد الرشید الاسلامی درگا گنج کاکوری لکھنؤ، حفید و خلیفہ حضرت قاری امیر حسن علیہ الرحمہ وخویش مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی مدظلہ۔

☆ مولوی سید محمد یاسر بن مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری مدظلہ، مہتمم مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارن پور۔

☆ مولوی خضر دہلوی استاد مدرسہ حسین بخش دہلی۔

☆ مولوی اسماعیل کوساڑی، استاذ حدیث المرکز الاسلامی انکلیشور۔

۳۲ھ-۱۴۳۳ھ

☆ مولوی عثمان بجنوری استاد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆ مولوی اسجد بلند شہری۔

☆ مولوی حافظ محمد سفیان گودھرا۔ (گجرات)

۳۳ھ-۱۴۳۴ھ

☆ مولوی محمد قاسم بن حضرت مولانا محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ۔

☆ مولوی معاذ بن قاری حماد مرحوم۔

☆ مولوی محمد ارقم کاندھلوی۔

۳۴ھ-۱۴۳۵ھ

☆ مولوی محمد یوسف ابن مولانا محمد سعد بن مولانا محمد ہارون بن حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، رکن شوریٰ ومقیم بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین، دہلی۔

☆ مولوی سید محمد ثوبان بن حضرت مولانا سید محمد سلمان مظاہری، معاون ناظم مکتبۃ الشیخ محمد یونس الجونفوری مظاہر علوم، سہارنپور وناظم مکتبہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارن پور۔

۳۵ھ-۱۴۳۶ھ

☆ مولوی عبدالاحد پٹیل فلاحی سورت گجرات۔

۳۶ھ-۱۴۳۷ھ

☆ مولانا معاذ احمد کاندھلوی ندوی استاذ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپوری، وخویش مولانا سید سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم، سہارن پور۔ (فضیلت دارالعلوم ندوۃ العلماء ۱۴۲۰ھ)

۳۷ھ-۱۴۳۸ھ

☆ مولوی سید محمد زید ندوی ابن مولانا سید عبدالعلیم بن حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی نظام الدین مرکز، نئی دہلی۔

☆ مولوی سید محمد خُلَید بن مولانا سید محمد جنید ہاشمی سہارنپور، مکتبہ دارالایمان متصل مظاہر علوم سہارنپور۔(۱)

☆ مفتی ثناءاللہ گورکھپوری۔

☆ مولوی محمد فیروز کاندھلوی

☆ مولوی لؤی بن عدنان بٹ (مدینہ منورہ)

---

(۱) مولوی سید محمد خلید سلمہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث جونپوری علیہ الرحمہ کے آخری سال کے طالبعلم تدریس میں رہنے کے ساتھ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری کے بخاری شریف کی تدریس کے سال اول کے ہی طالبعلم رہے، مولوی محمد زید بن مولانا بدرالحسن کاندھلوی وغیرہ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کے شاگرد ہیں، مولوی محمد الیاس بن مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ نے شیخ کی وفات کے بعد مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور افتاء بھی کیا۔

اختتامیہ

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،
وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْم وَ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ۔

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے توفیق بخشی اپنے اس نیک بندے کے احوال پیش کرنے کی جس نے اپنی پوری زندگی حدیث نبوی کی نذر کی اور پھر اپنے کو اس میں ایسا کھپایا کہ آخر دن تک وہی شغل وہی کام رہا، اورامت نے انہیں اس عہد کا ''امیرالمؤمنین فی الحدیث''تسلیم کیا،اوروہ''العلماء العُزّاب الذین آثروا العلمَ علی الزواج '' کی فہرست میں امتیازی شان کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ان کی شفقت اور توجہات سے راقم کو ان کا جو قرب حاصل ہوااور انہیں قریب سے دیکھنے اور پھر ان کے تلامذہ،خلفاء،اہل تعلق ومحبت اوران کے دوسرے قدردانوں کے تأثرات مشاہدات مسموعات سے سمجھنے کا موقع ملا، اوران پر جو کتابیں، مقالات اور زبانی تأثرات سامنے آئے،اس سے مزید ان کی شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق ہوئی اور جو بن پڑا اس کا خلاصہ پیش کردیا۔

فَالْحَمْدُلِلّٰهِ حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ وَنَسْأَلُ اللّٰهَ
تَعَالٰى اَنْ يَّتَقَبَّلَ مِنَّا صَالِحَ الْاَعْمَالِ وَ اَنْ يَّعْفُوَ عَنَّا وَيَغْفِرلَنَا وَ
يَرْحَمنَا فَاِنَّهُ هُوَالْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمِ۔

حضرت شیخ محدث جونپوری قدس سرہ سے متعلق کتابوں،رسائل، مجلات وجرائد کی خصوصی اشاعت میں ماہنامہ''معارف قاسم'' سپول بہار کو اولیت حاصل رہی اس کے

مدیر اور حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ کے شاگرد و محبّ مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی (مظاہری) نے امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے عنوان سے ضخیم اور وقیع اشاعت معیاری طباعت قیمتی مقالات و مضامین کے ساتھ شائع کی، ان کے ضابطہ کے شاگرد تو نہیں مگر خصوصی فیض یافتہ اور شاگرد سے بڑھ کر شاگرد مولانا فیصل احمد ندوی (بھٹکلی) استاد دار العلوم ندوۃ العلماء نے ''مجالس محدث العصر'' پیش کر کے سبقت حاصل کی، عربی مجلّات میں ''النصیحہ'' مرڈیشور بھٹکل کا خصوصی شمارہ مولانا نعمان الدین ندوی بن حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی زید مجدہ اور مولوی حمّاد کریمی ندوی نے بہت خوب شروع میں ہی نکالا، اور ایک دوسرے ممتاز و فائق شاگرد مولانا منیر احمد صاحب مظاہری زید مجدہ (کالینا بمبئی) نے سہ ماہی ''فیضان اسلام'' کا خصوصی شمارہ ''محدث ربانی محبوب العصر مسند القرن الشیخ محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ کی پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش'' کے نام سے ادارہ فیضان رحمت ترکیسر سورت سے مولانا حبیب الرحمٰن ندوی کے زیر ادارت شائع کرایا، جس کا آخری حصہ گجراتی زبان کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''شاہراہ علم'' اکل کوا، ''مجلّہ النور'' اکل کوا، ''بہار نبوت'' سورت، ماہنامہ ''اشرف الجرائد'' حیدرآباد اور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' سہارنپور کے خصوصی شمارے بھی اہمیت کے حامل نظر آئے۔ ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ، پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ، ماہنامہ ''حرا کا پیغام'' سہارن پور سے بھی استفادہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ مولانا محمد جابر بن عمر پالن پوری کی کتاب ''امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری مختصر سوانح و ملفوظات'' شیخ کے متعلق آنے والی کتابوں میں انفرادیت کی حامل کتاب نظر آئی، ایک خراج عقیدت عرب علماء و افاضل نے پیش کیا، قلائد المقالات والذکریات فی شیخ الحدیث العلامۃ محمد یونس الجونفوری بھی ایک الگ نوعیت کی کتاب تھی۔ مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) کی ثبت "العلّامۃ المحدّث الشیخ محمد یونس الجونفوری" اور ان کی دوسری کتاب اردو میں ''فکرِ یونس'' بھی اہم پیش کش ہے۔ جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات سب کی طرف سے شکریہ کا مستحق ادارہ ہے کہ اس نے ایک ممتاز

سیمینار حضرت شیخ جونپوریؒ کی شخصیت وخدمات پر منعقد کیا اور ۷۰ کے قریب یا اس سے زائد مقالہ لکھے گئے اور پیغامات کا بھی ایک سلسلہ رہا۔ اس کے علاوہ وِکی پیڈیا، سوشل میڈیا وغیرہ میں بھی خراج عقیدت کا ایک سلسلہ ہے۔ ان سب مراجع سے خصوصی استفادہ کیا گیا۔

کتاب کی کمپوزنگ اور سیٹنگ ایک مشکل مرحلہ تھا، مولوی عبدالرحیم ندوی (جھارکھنڈ)، مولوی سالم ندوی (بہرائچ) اور خاص طور پر برادرم محمد شفقت علی لطیفی بن شوکت علی (کھگڑیا، بہار) کی کوشش وفکر مندی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا جاوید اختر ندوی بھی معاون رہے، مولانا عبدالسلام خطیب ندوی اور سید احسان اللہ بلخی ندوی نے مراجعت میں تعاون کیا، اکابر کی تقریظات کے حصول میں مولانا محمد وثیق ندوی اور مولانا محمد فرمان ندوی کا تعاون رہا، مولانا محمد کلام الدین ندوی (معاون انچارج، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ) کی نگرانی میں بحسن خوبی یہ سارا کام انجام پایا، مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی، اور مولانا سید محمد غفران ندوی کے مشورے اپنی جگہ رہے، برادرِ محترم جناب مولانا اسماعیل بھولا ندوی (جوگیشوری بمبئی) کی طرف سے شروع سے برابر تحریک رہی اور اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ بہتر و دیدہ زیب کرنے میں ان کی طرف سے رہنمائی اور تعاون رہا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء فی الدارین

سید احمد شہید اکادمی دارِ عرفات (رائے بریلی) کے ارکان وکارکنان کا شکریہ بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ ناشر وطابع ہے اور راقم سبھی کا احسان مند ہے کہ:

"مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ"

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ و تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و حبيبه محمدن المصطفیٰ و علیٰ آله وسلم تسليماً كثيراً۔

محمود حسن حسنی ندوی

منزل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلی
(بین العصرِ والمغرب) عاشورہ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ